اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿القرآن﴾

جو لوگ سوچتے سمجھتے ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں

الحمد للہ والمنۃ کہ از تائید ایزد ربانی کتاب آئینہ تاریخ

واقعات قوم قائم خانی

مصنفہ

جناب مولوی عطا محمد خاں صاحب مرحوم قائم خانی سابق اسسٹنٹ پولیس سرکار عالی نظام (دکن)
اے۔ ڈی۔ سی۔ و منتظم محلات عالیجناب راجہ امر سنگھ جی صاحب بہادر آنجہانی
فرمانروائے کھیتڑی و مصنف "تشریح الاحکام" و حیات الاسلام

باہتمام جناب حاجی سید اشتیاق احمد صاحب چشتی دھلوی

سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق سنہ ۱۹۳۱ء

در دلی پرنٹنگ ورکس دہلی بحسن انصرام طبع گردید

بار اول تعداد طبع ایک ہزار۔ قیمت فی جلد (للعہ) علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ

۱۔ دفتر رسالہ "ارمغان" محلہ چوڑیوالان۔ دہلی

۲۔ قاضی شمس الہدیٰ صاحب موضع بامنواس ڈاکخانہ چڑاوہ ضلع شیخاواٹی (راجپوتانہ)

فہرست مضامین تحفۂ واقعات قوم قائمخانی



جناب نواب غلام محی الدین خانصاحب مرحوم متعلقہ وارثہ کارخانی نظام حیات آفاقی

نذر و انتساب

اکثر مؤرخین و مصنفین نے اپنی تالیفات و تصانیف کو اپنے نقطۂ خیال کے بموجب، اپنے زمانہ کے مشاہیر میں سے کسی کے نام سے معنون و منسوب کرنے کو باعث فخر یا کم از کم رسم مستحسن سمجھا ہے۔ لہذا خاکسار بھی اپنے قبلۂ عم جناب مولوی عطا محمد خاں صاحب قائم خانی مرحوم کی اس تصنیف

"واقعات قوم قائم خانی"

کو اپنی قوم کے مخلص و محب رکن فضیلت مآب عالیجناب نواب غلام محی الدین خانصاحب ڈپٹی کلکٹر حال اسسٹنٹ ناظم عطیات ممالک محروسہ سرکار عالی حیدرآباد دکن خلف عالیجناب نواب بشیر نواز جنگ معین یار الدولہ بہادر مرحوم کے نام نامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنیکی مسرت و افتخار حاصل کرتا ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمِ بما کنند

خاکسار

لیاقت حسین خان قائم خانی



جناب مولوی عطا محمد خان صاحب مرحوم حمیدخانی مصنف کتاب ہذا اے ڈی سی

راجہ امر سنگھ جی بہادر آنجہانی والئی کھیتڑی



لیاقت حسین خاں برادر زادہ مصنف و تکمیل کنندہ کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ کتاب

واقعاتِ قوم قائم خانی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

انّ فی ذٰلک لعبرۃ (الآیہ) ترجمہ بے شک اس میں آنیوالی نسلوں کیلئے عبرت آموز حالات ہیں۔

قوم قائم خانی کی اصل اور انکی ترقی کا آغاز اور ان کا دور عروج مغفرت مآب نواب قائم خاں خلف راجہ موٹے رائے والی راجدھانی دودیرا الحال علاقہ ریاست بیکانیر سے شروع ہوتا ہے۔

نواب قائم خاں بزمانہ سلطان فیروز شاہ تغلق مشرف باسلام ہوئے۔ اور ان کے پاس آکر انکے دونوں بھائی زین الدین خاں وجبر الدین خاں بھی مسلمان ہوگئے۔ باقی اور تین بھائی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ جیساکہ کتاب ہذا سے واضح ہے نواب قائمخاں کے حالات جو قومی روایتوں اور کتب تاریخ میں منتشر طور سے پائے جاتے تھے۔ اس کتاب میں نہایت بسط و شرح کے ساتھ ملیں گے۔ اس جگہ ہمیں صرف اس اولوالعزم کے نام نامی سے سلسلہ دیباچہ شروع کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ قوم قائم خانی کا آغاز اور اس کی تاریخ اسی جلیل القدر نواب سے شروع ہوتی ہے۔

یہ امر مسلم ہے۔ کہ کوئی قوم اپنے اندر ترقی کے جذبات واثرات نہیں پیدا کرسکتی۔ تاوقتیکہ اس کو اپنے اسلاف کی حالت کا صحیح طور سے پورا علم نہو۔ جب وہ اپنے بزرگوں کے کارناموں کو پیش نظر رکھتی ہے اور ان کی بہادری ان کی شجاعت ان کا ایثار ان کی قومی حمیت وغیرت کا بغور مطالعہ کرتی ہے۔ تو ان حالات وواقعات

کو سامنے رکھکر ترقی کے میدان میں گامزن ہوتی ہے۔ پس یہ کتاب اسی غرض سے لکھی گئی ہے کہ ہماری قوم اپنی پست ہمتی کو چھوڑ کر اپنے اندر اسلاف کی طرح اولوالعزمی کے آثار پیدا کرے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر میدان ترقی میں نمایاں طور سے پیش پیش نظر آئے۔ اور کسی حال میں ترقی کے میدان سے خود کو پیچھے نہ ہٹائے سچ ہے ؎

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من	آن منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے
کانکہ جنگ آرد بخون خویش بازی میکند	روز میدان وانکہ بگریزد بخون لشکرے

اس قوم کو ہمیشہ سے اس امر کا فخر حاصل رہا ہے کہ اس نے اپنے ملک اپنی قوم اور اپنے آقا کی حکم کی تعمیل پر جو ایک سپاہی کے لئے شایان شان ہے اپنی جان قربان کر دی ہے۔

برادران قوم!

تاریخ کا لکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ من گھڑت فرضی کہانی قصوں کا دفتر نہیں پس معمولی لیاقت کا انسان اس دریائے بے پایاں میں شناوری نہیں کر سکتا اس کے لئے تاریخی کتابوں مستند حوالوں کی ضرورت ہے۔

پس جس طرح مؤلف ممدوح نے کتاب "تشریح الاحکام" "حیات الاسلام" اور دیگر قلمی مسودات کی تالیف و ترتیب میں محنت شاقہ اور جد و جہد سے کام لیا ہے اسی طرح "تاریخ واقعات قوم قائم خانی" کی تدوین میں بھی بے حد جانفشانی اٹھائی ہے۔ جس سے فن تاریخ میں مصنف کی وسیع النظری کا ایک بین ثبوت ملتا ہے پھر حالات کو ایسے موثر پیرایہ میں لکھا ہے کہ قارئین کرام کے دل پر اثر کرتے ہوئے دیرپا اپنا نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ سچ ہے جو بات دل سے نکلتی ہے وہ ضرور اپنا اثر دلوں پر کرتی ہے۔ چونکہ یہ خاصہ انسانی ہے اور ہر شخص کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ فطرت سلیمہ اپنے نسب نامہ اور اپنے اسلاف کی قابلیت و لیاقت اور انکی شہرت کی دل سے خواہاں ہوتی ہے اور آبائی اثرات کے زیر تحت اس امر کی تلاش و جستجو

ہو جاتی ہے کہ قوم کا نکاس کہاں سے ہوا کیونکر ترقی کی اور دنیا میں کیا کیا کارہائے نمایاں کئے۔ اب کس حالت میں مجموعی طور سے افراد قوم پائے جاتے ہیں اور آئندہ قوم کیونکر ترقی کر سکتی ہے سو بحمد اللہ اس کتاب میں واضح طور سے ان امور کو بتاتے ہوئے اس امر کی پرزور الفاظ میں ترغیب دی گئی ہے۔ ع

کہ میراث پدر خواہی علم پدر بیاموز

دستور العمل

پس ایسے دستور العمل کی قوم کو ضرورت تھی جس کو سالہا سال کی محنت کے بعد عم مکرم نے مختلف تاریخی کتابوں سے فراہم فرمایا۔ اور ہمیشہ اس کو اپنا نصب العین قرار دیتے رہے پھر اس کو اپنی ہی ذات تک محدود نہ رکھا بلکہ کتابی شکل میں قوم کے سامنے پیش کرنے کی تمنا کو اپنے دل میں لئے آغوش رحمت میں جا چھپے اور ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ۔

چونکہ عم مرحوم کی دلی تمنا اور آپ کی وصیت تھی کہ یہ کتاب چھپکر قوم کے سامنے آجائے اس لئے ہیچمدان نے اپنے والد جناب غلام علی خاں صاحب قبلہ مدظلہ کی مدد سے اس کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی کی اسکے تاریخی حالات و واقعات کا مقابلہ کیا تو فی الواقع اس کی نسبت یہ کہنا پڑا کہ یہ کتاب کوئی معمولی قصے کہانی کی کتاب نہیں بلکہ مستند اور مشہور کتب تاریخ کا خلاصہ ہے اور ہر تاریخی کتاب کے بابت محاکمہ کرتے ہوئے مصنف نے مخالف و موافق مضمون پر صاف صاف روشنی ڈالی ہے پس کتب ذیل سے مع حوالہ اس کتاب میں مضامین اخذ کئے گئے۔

تاریخ فرشتہ فارسی۔ آئین اکبری۔ طبقات اکبری۔ تاریخ فیروز شاہی۔ تاریخ قدیم ہندوستان۔ تاریخ ہندوستان از مولوی ذکاء اللہ خاں مرحوم۔ تزک جہانگیری۔ اقبال نامہ جہانگیری۔ جہانگیر نامہ قلمی۔ ٹاڈ راجستان۔ تاریخ

ف حضرت قبلہ مرحوم لاولد فوت ہوئے ۱۲ منہ

شان حیدری۔ تاریخ سلاطین الملوک۔ سخندان فارس۔ تاریخ وقائع راجپوتانہ۔ کارنامہ راجپوتاں
تاریخ افغان قائم خانی۔ تاریخ انتساب الاعتماد شجرۃ المسلمین۔ ترجمہ تمرات ہندی
مصنفہ نواب نعمت خاں۔ تاریخ جے پور۔ (از صاحبزادہ بھوپال) صولت افغانی۔ شکشا دکن
ہندی۔ ترملی قمی۔ تاریخ سراج النسب۔ تاریخ جلوہ جمال۔ تاریخ خان جہانی۔ تاریخ
گلزار آصفیہ۔ تاریخ نظام اردو۔ تاریخ تزک محبوبیہ۔ تاریخ رشید الدین خانی خورشید جاہی
مختصر حالات راجہ بھوپال سنگھ بہادر جغرافیہ مفتاح الارض۔ لا رپورٹ دکن جلد ۱۶۔
جغرافیہ راجپوتانہ حصہ دوم۔ وقائع نویسوں کی بھیاں وغیرہ وغیرہ کتابوں کے علاوہ فراہم کرکے۔

دیگر جدوجہد

حیدر آباد کے قائم خانی نوابان جمعداران[ف] کے دفاتر سے بھی نہایت جدوجہد برداشت کرکے اس کتاب کا مواد جمع کیا گیا جنکی تشریح حسب ذیل ہے۔

حیدر آباد کے دفاتر کے کاغذات شیخاواٹی کے قائم خانیوں کی ذاتی بھیاں دفتر راج کھیتڑی۔ دفتر راج سیکر۔ ٹھکانوں کے دفتر دیگر قائم خانیوں کی خانگی بھیان قومی ونسلی سینہ بسینہ معتبر روایات۔

علاوہ ازیں

اس کتاب کی تکمیل کی غرض سے انگریزی وعلاقہ شیخاواٹی کے بڑے بڑے قصبوں اور گاؤں کا دورہ کیا گیا وہاں کے سربرآوردہ قائم خانیوں سے ملاقات کرکے تاریخی معاملات و حالات میں واقفیت حاصل کی گئی اسکے علاوہ بہت سے حالات بذریعہ خط وکتابت معلوم کئے گئے خصوصاً علاقہ بیکانیر وجودھپور کے قائم خانیوں سے بذریعہ خط و

ف جمعداران سے مراد مثل فوجی یا پولیس وغیرہ کے جمعدار نہیں بلکہ بڑے پایہ کے اعلیٰ عہدہ دار ہزاروں روپیوں کی جاگیر رکھنے والے حضرات کو حیدر آباد دکن میں جمعدار کہتے ہیں اور ان ہی میں بعض بعض کو نوابی کے خطاب بھی حاصل تھے ۱۲ منہ

کتابت بہت سے اہم مضامین اخذ کئے گئے۔

افواج سرکار انگریزی

انگریزی فوجوں میں جہاں جہاں اسکوارڈرن قائم خانیوں کے موجود تھے وہاں کے عہدیداران اور اعلےٰ افسر قائمخانیوں سے ملاقات کی گئی۔ اور قومی و تاریخی حالات فراہم کئے گئے۔ میرے والد قبلہ نے کوشش بلیغ کرکے زخمیوں اور میدان جنگ میں جو قائم خانی کام آئے اُن بہادروں کے حالات معلوم کئے۔ ممکن تھا کہ دفتر فوجی شمد سے بھی حالات معلوم کئے جاتے مگر اس میں اس قدر ذکر ملتا کہ فلان نمبر قائم خانی مارا گیا یا زخمی ہوا نیز اس کا موضع اور شاخ لکھنی ضروری تھی اس لئے اُدھر توجہ نہیں کی گئی۔ اس طریقے سے فوجی باب و جاگیرداروں کے دونوں باب میں نے لکھے اور اسی طرح نواب محراب خاں کا بھی ذکر لکھا گیا بزرگان دین کا باب عم مکرم کے مسودہ میں موجود تھا لفظی تغیر اور کچھ ضروری اضافہ اس میں بھی کیا گیا اسی طرح بعض جگہ عم مکرم قبلہ مرحوم کے مضامین میں ترمیم کی گئی اور جسقدر حالات و مضامین مجھکو ملتے رہے میں ہر باب میں ان کا اضافہ کرتا رہا اور یہ کمی پوری ہوتی گئی اور مسودہ کتاب کی شکل میں آگیا اسی طرح راجدھانی کیکڈ کے حالات میں اضافہ کیا گیا۔ اور راجدھانی کیکڈ کے حالات کے اضافہ کے ساتھ ہی موضع باسنواس و جھابخوت کے قائم خانیوں کو راجپیری لفظ کیا چھٹیاں جو راج کھیتڑی کی طرف سے جاری ہوتی ہیں میں نے اس کتاب میں بر موقع و محل درج کردی ہیں اگرچہ تحریر بعض واقعات و ترتیب اصل مسودہ برائے کتابت مجھ ہیچمدان کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا مگر درحقیقت اس کتاب کی تکمیل میں حضرت قبلہ جناب والد ماجد غلام علی خانصاحب نے مجھے بیحد مدد دی اور دوران طباعت میں آپ نے دہلی قیام فرمایا اور اس سے قبل دور دراز مقامات کا سفر طے کیا اور میری مراد اور عمی صاحب قبلہ مرحوم کی وصیت کو بکمال اہتمام کو پہنچایا۔ اللہ تعالےٰ اُنکی سعی مشکور فرمائے اور تا دیر انکا سایہ عاطفت ہمارے سر پر قائم

رہے آمین۔

الغرض

یہ وہی کتاب ہے جسے میرے چچا جناب مولوی عطا محمد خاں صاحب قبلہ مرحوم ومغفور ایک عرصہ سے قوم قائم خانی کے لئے ایک تاریخی دستور العمل کی صورت میں مرتب فرما رہے تھے ابھی چھپنے نہ پائی تھی۔ کہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۲۵ء چہار شنبہ کے دن بلدہ دہلی میں آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے رحلت فرمائے ملک جاودانی ہوئے اور احاطہ درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ شہر دہلی میں مدفون ہوئے آپ کی قبر سنگ سرخ کی پختہ حضرت کے مزار شریف سے گوشہ مشرق وشمال میں ساٹھ ستر گز کے فاصلہ پر موجود ہے جس پر حسب ذیل کتبہ کندہ ہے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

پچیسویں ہلال ششم کی ہے شاید آج ۔۔۔ دن بدھ کا اور وقت بعد از غروب کا
پاکر مسافرت میں یکایک خدا کا حکم ۔۔۔ فوراً عطا محمد مرحوم چل بسا
تھیں خوبیاں بہت سی بھری اسکی ذات میں ۔۔۔ جتنی خطائیں اسکی ہوں سب بخشدے خدا
تاریخ اسکی آپ سے پوچھیں تو اے بشیر ۔۔۔ کہد یجئے کہ آج غریب الوطن گیا
۱۳۴۳ھ

(عطا محمد خاں قائم خانی بامنواس علاقہ شیخاواٹی)

میرے عم مکرم مرحوم ومغفور ایک مدت سے قوم قائم خانی کے لئے ایک ایسا تاریخی دستور العمل تیار کر رہے تھے جو اسلاف کے کارناموں اور انکی یاد کو ہمیشہ قائم رکھے اور آئندہ آنیوالی نسلوں کیلئے معنی خیز اور سبق وعبرت آموز ہو کہ جس سے واقعات گذشتہ

لہ عم مکرم مرحوم نے عمر کا اکثر حصہ بہ سلسلہ ملازمت حیدرآباد دکن میں گذارا راجہ امر سنگھ جی بہادر دام اقبالہ والئی کھیتڑی نے آپ کو اپنے جاگیرداروں میں سے قابل سمجھکر اپنے یہاں طلب فرمالیا عم مکرم عہدہ ایلینی اضلاع حیدرآباد دکن سے مستعفی ہوکر اپنے آقا سے نامدار کی خدمت میں ۱۹۲۱ء میں حاضر ہوئے راجہ جی صاحب بہادر نے دوسو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر فرماکر اپنے امتیازیوں میں جگہ دی اسکے علاوہ ہمیشہ ان پر عنایات خسروانہ مبذول رہیں جنکا تذکرہ یہاں موجب طوالت کتاب ہے لہذا اختصار کیا گیا ۱۲ منہ

کے مرقعے اور میدان عمل کی ترقی کے نقشے قوم کے سامنے آ جائیں
پس اس مقصد کی تکمیل میں جس قدر ممکن ہوا محنت و جانفشانی اُٹھائی اور کتابوں اور تاریخوں کے وسیع مطالعہ کے بعد جس قدر مواد جمع کیا جا سکتا تھا جمع کیا اور معتبر روایتوں سے اس کو مزین کیا اور غیر معتبر روایتوں سے گریز کیا گیا اور ہر تاریخی واقعہ کو لکھکر اس کے ساتھ بطور استناد حوالہ درج کیا گیا۔
قدیم نوابی زمانہ کی عمارتوں کے نقشہ جات اور قوم قائم خانی کے اُن قومی افراد کے فوٹو بھی جن کا تذکرہ کتاب ہذا میں کیا گیا ہے موقع بموقع دکھلائے گئے ہیں۔
اس سے پہلے متقدمین نے بھی اس موضوع پر قلم اُٹھایا اور ہر شخص نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق تاریخی حالات درج کئے ان میں سے جو مستند واقعات پائے گئے انہیں چچا صاحب مرحوم نے مع حوالہ اس کتاب میں قلمبند کئے مگر آجتک قوم قائم خانی کی یکجائی تاریخ نہیں لکھی گئی۔ اس لئے قوم کو اس زمانہ میں ایک ایسی تاریخ کی ضرورت تھی کہ جسمیں اپنے اسلاف کے تمام نمایاں حالات ایک جگہ پائے جائیں اور یہ کتاب ایک ایسی تاریخ کی صورت میں ترتیب دیجائے جو اپنے حالات و واقعات اور دلچسپی کے لحاظ سے صحیح معنے میں قوم کی دیرپا یادگار رہے اور آنے والی نسلیں اپنے گذشتہ بزرگوں اور اپنے جانباز بہادروں کے کارناموں کو ہمیشہ مطالعہ کرتی رہیں۔
ہم نے اس کتاب میں حتیٰ الوسع قومی بہادروں اور اولوالعزم قومی ہستیوں کے تاریخی واقعات و حالات محقق طور پر درج کر دیئے اور بعض مولفین سابقین قوم قائم خانی کے متعلق تاریخی حالات جو کچھ احاطہ تحریر میں لائے وہ زیادہ تر مشتبہ و مشکوک باتوں کا مجموعہ ہے انہیں اس تاریخ سے کوئی لگاؤ نہ سمجھکر نظر انداز کر دیا گیا۔ اس قوم کی تاریخ نویسی میں سب سے پہلا قدم نواب نعمت خاں بن نواب الف خاں نے رکھا اور ہندی زبان میں اس کو مرتب کیا۔ اسکے بعد متاخرین نے جو کچھ حوالہ قلم کیا وہ اسی کا اتباع تھا افسوس کہ انھوں نے واقعات کی تحقیق و تصدیق کے لئے زحمت گوارا نہ فرمائی اور خود کوئی نئی بات پیدا نہ کی بغیر اسکے کہ اس پر کچھ اضافہ کریں وہی طرز اختیار کر کے کسیقدر تغیر کے ساتھ

اس کا قالب بدل دیا اور اصلی مقصد سے دور جا پڑے قاعدہ کی بات ہے کہ ہر تصنیف نئی معلومات پر مشتمل ہوتی ہے صحیح واقعات کا پتہ لگانا اور اسکو ترتیب دینا اور انکے اسباب وعلل کی تلاش کرنا ایک مورخ کا کام ہے تاریخ میں جو واقعات مذکور ہوتے ہیں انکو مختلف قسم کا تعلق ہوتا ہے اگر واقعہ نگار نظر تعمق سے کام نہ لے تو مبالغہ کی شکل میں ڈھلجاتی ہیں اور مورخین اسکے مطالعہ سے مستفید نہیں ہوسکتے اور اسکو افسانوں سے تعبیر کرتے ہیں چچا صاحب مرحوم نے اسکی بڑی احتیاط کی کہ کوئی غیر مستند روایت اس تاریخ کے صفحات پر منضبط نہ ہونے پائے اور جو کچھ ہو وہ مدلل طریقے پر ہو اور ضعیف روایتوں سے دانستہ احتراز کیا اور بغیر کسی تاریخی حوالہ کے حتی الامکان کوئی واقعہ قلمبند نہیں کیا۔ مورخین اس تاریخ کے مطالعہ کے بعد یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مصنف علام نے جس مضمون پر خامہ فرسائی کی ہے وہ واقعہ کی صحیح اور پوری تصویر ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کی تدوین ایک بڑی محنت اور توجہ کا کام تھا اگر مصنف بھی اُن واقعات کو جو مذکورہ بالا تصنیفات میں درج تھے قابل قبول سمجھکر احاطہ تحریر میں لاتے تو ضرور اس تاریخ کا حجم اور ضخیم ہوجاتا لیکن انھوں نے اس سے پہلوتہی کی اور جو کچھ مستند صحیح واقعات تھے وہ ناظرین کے سامنے پیش کردیے مرحوم کو قومی معاملات سے فطرتاً دلچسپی تھی اور قوم کی فلاح وبہبود کا ہر دم خیال رہتا تھا اسی وجہ سے ایک کتاب موسومہ بہ "حیات الاسلام"[1] تصنیف کرکے قوم میں تقسیم کی کیونکہ قوم کی حالت روز بروز انکے باطل رسوم کی وجہ سے ابتر ہورہی ہے اور وہ ایک ایسے رہبر کی ضرورت کو محسوس کررہی تھی کہ انکی اس ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچادے اور انکے باطل رسومات کا سدّباب ہوجائے لہذا اس کتاب میں چچا صاحب نے اپنے جذبات اور اندرونی خیالات کو صفحہ قرطاس پر منقش کرکے قوم کے سامنے پیش کردیا تاکہ وہ ان خیالات کو اپنے دلوں میں جگہ دے۔ اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ تمام افراد قوم متفق الخیال ہوکر ایک نقطہ پر جم جائیں۔ اور اس باہمی کشمکش اور آپس کی آپا دھاپی یعنی انتشار کو جو اس میں موجود ہے یک لخت دور کردے تاکہ ہر طرح کی فلاح وبہبود حاصل ہو۔ اور اس انمول نصیحت سے فائدہ اٹھاکر اپنے آئے دن کے باطل رسومات وخانگی تنازعات کو فرو کرسکیں۔

[1] یہ کتاب ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں شایع ہوئی ۱۲ منہ

عام قاعدہ ہے کہ جو بات خلوص نیت سے کہی جائے یا لکھی جائے وہ سننے والے کے دل پر اثر کرتی ہے چنانچہ واقعات صحیح اور قابل اصلاح تھے قوم نے تسلیم کئے اور اپنے خواب وغفلت پر تاسف کا اظہار کیا۔ یہ تحریک اس قدر جلد بار آور ہوئی کہ قوم میں بیداری کی روح دوڑ گئی اور وہ اسکو عملی جامہ پہنانے میں سرگرم کار ہے اس قوم کے لئے اس کتاب کا ایک ایک لفظ آویزہ گوش بنانے کے قابل ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے وہ لامتناہی فوائد حاصل کر سکتی ہے۔ حیات الاسلام میں مصنف نے اپنی قوم کے اعمال پر گہری نظر ڈال کر تمام معاملات پر بوضاحت بحث کی ہے اگر قوم اس کو اپنا دستور العمل بنالے تو وہ خوشحالی وفارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ متذکرہ بالا واقعات سے ناظرین پر روشن ہو گیا ہوگا کہ مرحوم قومی معاملات کی صلاح وفلاح میں کس درجہ دلچسپی رکھتے تھے اور ان کی یہ صفات حسنہ مدت ہائے دراز تک انکی قوم صفحۂ دل سے محو نہیں کر سکتی۔

اس میں شک نہیں کہ مرنا تو سب کے لئے بندھی ہوئی بات ہے لیکن موت موت میں فرق ہے ایک وہ ہیں کہ آج میرے اور کل کسی کی زبان پر ان کا نام تک نہیں اور ایک وہ ہیں کہ لوگ انکی خدمات قومی کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں بے شک سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے ؎

سعدیا مرد نکونام نمیرد ہرگز	مردہ آنست کہ نامش بنکوئی نبرند
مرنا بھلا ہے اسکا جو اپنے لئے جئے	جیتا ہے وہ جو مر چکا انسان کے لئے

مرحوم کی یہ علمی اور لاجواب یادگار انشاء اللہ تعالیٰ قوم میں ابدالاباد تک قائم رہیگی اور وہ چشمہ فیض جسکو موت نے خشک کر دیا ہے بدستور اس قوم کو رشحات علمیہ سے سیراب کرتا رہے گا اور مرحوم کی روح پر فتوح کو ہمہ وقت اس سے تازہ مسرت اور بے انتہا خوشی حاصل ہوتی رہے گی۔

حضرت مرحوم کچھ اور گراں قدر قوم کی خدمت کرنی چاہتے تھے کہ موت نے مہلت نہ دی اور مشیئت ایزدی یوں ہی تھی کہ ان کے بیش بہا خیالات ان کے ساتھ قبر

ہیں دفن ہو جائیں۔ اگرچہ مادر روزگار ایسے محب قوم پیدا کرتی رہے اور کرتی رہےگی لیکن فی الحال قوم قائم خانی کو جو نقصان پہنچا اس کا نعم البدل ان کو دستیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ناظرین ان چند خطوط سے جنکا اقتباس دیباچہ کے ختم پر دیا جائےگا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ واقعی مصنف مرحوم کس پایہ کے آدمی تھے اور قوم کو کس حد تک ضرورت تھی

چچا مرحوم کی یہ بھی تمنا تھی کہ اس قوم کی ایک باقاعدہ درسگاہ قائم ہو کیونکہ کوئی قوم قعر جہالت میں رہ کر من حیث القوم ترقی کے معراج پر کبھی پہنچ نہیں سکتی تعلیم کا اہتمام ہماری آئندہ نسل کے لئے لازم و ضروری ہے اور جب ہی ہم کامرانی کا منہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم میں سے ہر فرد اس کوشش میں لگ جائے کہ اس مہتم بالشان کام کو یکجہتی اور فوری کارروائی کے ساتھ اختتام پر پہنچا دیں۔ اگر قوم میں ایسی درسگاہ کی بنیاد قائم نہ ہوئی تو یہ قوم کی بے اعتنائی متصور ہوگی زمانہ حاضرہ میں یہ قوم تعلیمی نقطہ نظر سے سب سے پیچھے نظر آ رہی ہے کیونکہ دوسری قومیں ہم سے ترقی میں اس قدر آگے بڑھ گئی ہیں کہ اگر ہم ان کا ساتھ دینے کے لئے انہیں آواز دیں تو بہت مشکل سے ہماری آواز انکے کانوں تک پہنچ سکے اور ہماری یہ تعلیمی پسماندگی قابل افسوس ہے متمول طبقے کے اصحاب کا فرض ہے کہ وہ اس کار خیر کے لئے امداد و اعانت کا ہاتھ دراز کرکے اس معاملہ میں کوئی متفقہ مسلمہ نظر پیدا کریں افسوس ہماری اتنی کثیر التعداد قوم میں فی صدی پانچ بھی ذی علم اشخاص کا ملنا مشکل ہے جیسا کہ ہم میں بہادری کے اوصاف پائے جاتے ہیں اسی طرح ہمکو علم سے متصف ہونا چاہیئے کیونکہ علم ہی عمدہ طرز معاشرت اور بہترین تمدن کے اصولوں کا سرچشمہ ہی سچ ہے ؎

نہ چل سکتی ہو اب بے علم تلواری نہ معماری	ضرورت علم و دانش کی ہی ہر فن و صناعت میں

اگر ہم علم سے بے بہرہ رہے تو یہ ہماری بہادری محض نام نہاد بہادری کہلانیکی مستحق ہوگی جو ہمکو ہر جگہ ترقی سے مانع آئیگی۔ افسوس چچا صاحب مرحوم کی زندگی نے چند روز اور وفا نہ کی ورنہ اس درسگاہ کا افتتاح انہیں کے ہاتھوں عمل میں آتا ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب قوم کو چاہیئے کہ وہ تعلیمی جدوجہد کا آغاز کرے اور اپنی اپنی جماعت کو اس تحریک کے

لئے آمادہ کر کے ایک متفقہ راہِ عمل تجویز کرلے ورنہ ہماری ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہماری جہالت ہوگی۔

چچا صاحب مرحوم اس تاریخ کے مضامین کو نواب بشیر نواز جنگ معین یار الدولہ بہادر کے مضمون تک مکمل کر چکے تھے اور نواب عالم علی خان ولاور نواز جنگ بہادر کا مضمون لکھ رہے تھے مگر ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ یکایک دماغی عارضہ میں مبتلا ہو گئے اور ایک ماہ کی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ دماغی محنت کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے خیر یہ تو ایک بہانہ ہے حکم قضا و قدر ٹل نہیں سکتا مگر قوم پر یہ روشن ہونا چاہیئے کہ انکے ایک اولوالعزم فرد نے ان ہی کی خدمت گذاری میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی اور ایک نا مٹنے والی قومی خدمت کا نقش اپنے پیچھے بطور یادگار چھوڑا۔

میں اپنی قلت استعداد کی وجہ سے اس کمی کے پورا کرنے کی قابلیت اپنے میں نہیں پاتا اور نہ عم مکرم جیسا طرز بیان مضامین اور عبارت آرائی کی رنگ آمیزیاں مجھ سے ممکن ہیں مگر بمصداق پدر نتواند پسر تمام کرد۔

چارو ناچار خامہ فرسائی کرنی پڑی الحمد للہ کہ آخر یہ کتاب بارہ ابواب پر ختم ہوئی ممکن ہے کہ اس میں کچھ سقم رہ گئے ہوں۔ لہذا ناظرین با تمکین سے توقع ہے کہ مجھے معذور سمجھینگے اور دعائے خیر اور ہمیشہ صحیح مشوروں سے یاد فرماتے رہینگے تاکہ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں قومی ترقیوں اور قومی حالات کو جگہ دیجائے۔

اب تک جو حالات و واقعات ہمیں بہم پہنچے انہیں کو حوالہ قلم کیا گیا۔ ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اور صورت رونما ہو اور قوم میں نادر اولوالعزم پیدا ہوتے جائیں۔ چنانچہ آئندہ بھی انشاء اللہ تعالے انکے حالات حوالہ کتاب ہوتے رہیں گے۔ (نقول تعزیت نامہ)

(ا) جناب سید محمد رؤف علی صاحب بیرسٹر ایٹ لا کے خط کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

امین جی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر معلوم کر کے مجھکو جسقدر صدمہ ہوا اس کا بیان حیطۂ امکان سے باہر ہے وہ اپنی قوم کے لیڈر اور میرے ایک سچے قابل

تعظیم دوست تھے اور مجھکو سخت افسوس ہے کہ انکی اس قدر شدید علالت کا علم مجھکو نہیں ہوا اور مرنے سے قبل میں شرف ملاقات بھی حاصل نہ کر سکا ایسے خلوص نیت رکھنے والے وفادار دوست آجکل کے زمانہ میں کمیاب ہیں مہاراجہ صاحب کھیتڑی کے ساتھ جو وفاداری نمک حلالی اور سچی ہمدردی کا برتاؤ امین جی مرحوم نے کیا اس کو مہاراجہ صاحب بہادر اپنے دل میں خوب جانتے ہیں یا مجھہ میں واقف ہوں میری طرف سے امین جی مرحوم مغفور کے گھر میں یعنی ان کی بیوہ محترمہ اور دیگر متعلقین کے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار فرماویں اور اس سانحہ جانکاہ پر صبر و شکر کی تلقین کریں فقط

راقم سید محمد رؤف علی بیرسٹرایٹ لا از دہلی کوٹھی نمبر ۱۲ دریا گنج مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۵ء

(۲) جناب نواب غلام محی الدین خاں صاحب بہادر خلف الصدق نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر حیاتی خانی مرحوم تحریر فرماتے ہیں

برادرم عطا محمد خاں صاحب کے انتقال کی خبر سنکر بیحد رنج ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. مرحوم کا وجود ہماری ضلالت وجہالت زدہ قوم کے لئے بسا غنیمت تھا اور ان کی قبل از وقت وفات ایک قومی نقصان ہے اور وہ بھی نہایت عظیم۔ خدا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ و دیگر پسماندگان کو صبر جمیل۔ اس سے بے حد خوشی ہوئی کہ مرحوم احاطہ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب علیہ الرحمتہ میں مدفون ہیں یہ سب حسن نیت کا ثمرہ ہے ورنہ کسیکو ایسا مقام دفن نصیب ہونا بہت مشکل ہے اس وقت بوجہ ماتم وفات مرحوم زیادہ نہیں لکھ سکتا ہوں کیونکہ جی بھرا جاتا ہے لکھوں تو کیا لکھوں اس خط کو مرحوم کے لئے دعائے مغفرت پر اور باقی لوگوں کے لئے آیۂ شریفہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پر ختم کرتا ہوں۔

غلام محی الدین خاں۔ تاریخ ۵/۲ ۴۳ ف پنجشنبہ

(۳) جناب نواب محمد فرید خاں صاحب داراب خانی عزیز ترین نواب دلاور نواز جنگ بہادر ثانی کا خط۔

امین صاحب مرحوم کے انتقال پر ملال سے مجھکو بیحد رنج گذرا جو تحریر میں نہیں لاسکتا اس قومی سرتاج لیڈر کی یاد دل سے دور ہونا مشکل ہے اور جو احسان مرحوم نے قوم پر کیا ہے اس کا خیال کر کے رونا پڑتا ہے سوائے تلقین صبر اور دعائے مغفرت کے کیا لکھوں۔ فقط

محمد فرید خاں از بلدہ حیدر آباد دکن ۶ رجب ۱۳۴۳ھ ہجری

(۴) خط جناب رسالدار میجر علاؤالدین خاں صاحب حیاتی خانی رسالہ نمبر ۷ اپونا ہارس از مقام چھاؤنی بنو

جناب امین جی عطا محمد خاں صاحب کے انتقال کی خبر سنکر بہت زیادہ فکر ہوا اس لئے کہ یہ قوم قائم خانی کے لیڈر تھے اور انھوں نے جو بیڑا اٹھایا تھا اس میں کامیابی ہوتی نظر آرہی تھی مگر ہماری قوم کی ایسی تقدیر کہاں ہے کہ وہ زندہ رہتے مجھے اور تمام اسکواڈرن کے لوگوں کو اس قومی لیڈر کا جو کچھ رنج ہوا ہے وہ تحریر سے باہر ہے خدائے تعالے سے ہم تمام کی یہ دعا ہے کہ ہمارے قومی لیڈر کو خدائے تعالے جنت نصیب کرے اور آپ کو صبر عطا فرمائے تاریخ ۸ رفروری ۱۹۲۵ئہ۔ راقم علاؤالدین خان رسالدار میجر

(۵) خط جناب کالے خانصاحب جمعدار حال رسالدار ایلمان ہیبت خانی رسالہ نمبر ۱۶ لایٹ کیولری

جناب بھائی صاحب عطا محمد خاں صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھکر بیحد رنج گذرا ہم لوگوں کے ایسے نصیب کہاں تھے کہ ہماری بھلائی کرنے والے زندہ رہتے۔ مگر مشیت ایزدی یہی تھی کہ رہبر قوم دنیا سے جلد اٹھ جائے۔ واقعی قوم کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا خدا سے دعا ہے کہ خدا تعالے مرحوم کو غریق رحمت کرے اور آپ لوگوں کو صبر عطا فرمائے ہم لوگ باہر کیمپ میں ایک ماہ کے واسطے آئے تھے اب تاریخ ۸ رفروری کو جھانسی جائیں گے۔

جمعدار کالے خاں یکم فروری ۱۹۲۵ء مقام کیمپ۔

(۶) خط۔ جناب رسالدار محمد یوسف علی خانصاحب حمید خانی رسالہ نمبر ۱۰ لائیٹ کیولری۔

خبر وحشت اثر انتقال پُر ملال جناب امین جی عطا محمد خاں صاحب پڑھکر نہایت غم والم لاحق ہوا جس کے بیان سے زبان وتحریر وقلم قاصر وعاجز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط سخت ہی افسوس ہے مگر تقدیر قادر قدیر کے آگے دم مارنے کی جگہ نہیں کیا کیا جاوے بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں چونکہ چارو ناچار ہر ذی روح کو اسی شاہ راہ سے گذرنا ہے بحکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ مگر ایسا لائق وہمدرد قوم وملت شکل سے ملیگا۔ بلکہ جس خدمت دارادے کا مرحوم نے بیڑا اٹھایا تھا ویسا لیڈر و رہبر قوم اب قوم کو نہیں ملے گا خصوصًا ہمکو بڑا فخر تھا کہ ایسا لائق فائق شخص ہماری برادری میں ہے اس زندگی و دنیا ناپائیدار نے نہ تو کسی کے ساتھ ابدی وفا کی ہے اور نہ کریگی لہذا ہمکو بجز صبر وسکوت کے چارہ نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ آپ بھی صبر کریں میں اور تمام دیگر برادران اسکوارڈرن کے تمام عہدہ داران دعا کرتے ہیں کہ باری تعالےٰ مرحوم کو مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ پس ماندگان کو توفیق صبر عطا کرے فقط

رسالدار محمد یوسف علی خاں ۲۲ فروری ۱۹۲۵ء مقام چھاؤنی الہ آباد

(۷) خط۔ جناب محمد حسن خان صاحب دفعدار داراب خانی رسالہ نمبر ۱۸۔

میرے چچا عطا محمد خاں صاحب کی رحلت فرمائی سے سب لوگ افسوس میں ہیں جس نے سنا اظہار رنج کیا۔ کیونکہ انکی ذات بابرکات سے خاص وعام کو فائدہ تھا اس حادثہ جاں گداز سے جسقدر رنج مجھکو ہوا اندازہ اس کا حد قیاس سے خارج ہے آہ یہ وحشت اثر خبر آنے سے ایک روز پہلے خاکسار اپنے ترپ کے آدمیوں کو چند وہ حرکتیں بتلارہا تھا جو کہ ہمکو زمانہ سے پیچھے رکھ رہی ہیں اور ہماری قوم پر ایسی حائل ہوگئی ہیں جنکا چھوڑنا محال تصور کیا جارہا ہے گویا اس سلسلہ میں چچا صاحب مرحوم کا ان لوگوں کے دل پر نقش جما چکا تھا

کہ یہ ایک روح ہے جسکو ہم اپنا لیڈر کہہ سکتے ہیں میری اس دلیل کو لوگوں نے مان لیا اس کے جواب میں میں نے کتاب حیات الاسلام ان کے حوالہ کی جو پہلے سے میرے پاس موجود تھی میں نے اس رجمنٹ میں بغرض ایصال ثواب مرحوم کی زیارت فاتحہ بھی کردی ہے میری طرف سے تمام متعلقین کو صبر کی تلقین کیجئے خدا سے دعا ہے کہ خدا تعالے مرحوم کو غریق رحمت کرے فقط

محمد حسن خاں ۱۳ فروری ۱۹۲۵ء از مقام کوئٹہ

(۸) خط۔ جناب علیم خاں صاحب مظفر خانی تحصیلدار فتحپور علاقہ سیکر۔

مجھکو اور تمام کو جناب عطا محمد خاں صاحب کے انتقال پر ملال سے سخت افسوس اور تاسف ہوا فلک کج رفتار و زمانہ ناہنجار نے کیسی کج ادائی کی ہے کہ تمام قوم میں جس شخص کے دل میں قومی ہمدردی تھی اسی کا داغ مفارقت ہمکو دیا مگر کیا ہو سکتا ہے امر مجبوری ہے اپنی بدقسمتی کو ہم روئینگے۔ خداوند کریم مغفور کی مغفرت کرے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط اب ہماری دعا پروردگار عالم سے یہی ہے کہ خدا ہم پر رحم کرے اور مرحوم کے آخری خیالات کو جو قریب الاختتام تھے پورا کرے تاکہ مرحوم کی روح خوش ہو سکیں ونیز قوم کیلئے اس سے بڑھکر بھاری رنج نہ ہوگا مگر مشیت ایزدی میں چارہ نہیں مرحوم نے قومی خدمت میں جان کھودی اس سے بڑھکر اور کیا رنج ہوگا فقط

علیم خاں تحصیلدار فتحپور علاقہ سیکر ۱۰ فروری ۱۹۲۵ء

(۹) خط۔ جناب فضل رسول خاں لیس دفعدار حمید خانی رسالہ نمبر ۱ پونا ہارس۔

جناب بھائی عطا محمد خاں صاحب کے انتقال کی خبر سنکر دل کو اتنا رنج ہوا کہ بیان سے باہر ہے اور مجھے کیا جس نے سُنا افسوس کیا مگر مرضی خدا کی اسمیں کسی کا چارہ نہیں چلتا ہے اگر پچاس قائمخانی مرجاتے اور وہ ایک زندہ رہتے تو ان پچاس کا اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا کہ ایک ان کا ہوا ہماری قوم کی کم نصیبی کا باعث ہے جو ایسا قوم کا سردار آج دُنیا سے سفر کر گیا اور ہماری قوم کا ایسا نصیب کہاں تھا جو ایسا شخص

زندہ رہتا خدا اُنکو جنت نصیب کرے فقط

راقم فضل رسول خاں ۸ ر فروری ۱۹۲۵ء مقام چھاؤنی بنو

(۱۰) خط۔ جناب مولوی غلام قادر خاں صاحب بھوان اورنگ آبادی۔

دہلی پہنچنے کے بعد مجھے بڑی تلاش جناب عطا محمد خاں صاحب کے مزار کی رہی تاکہ زیارت سے تشفی حاصل کروں عالی جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب اوّل تعلقدار سے شرف ملاقات کرنے پر پتہ چلا ہے اور جناب مولوی حضرت اشتیاق احمد صاحب چشتی نے حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں جاکر قبر پر فاتحہ پڑی صرف کتبہ نصب ہونا باقی ہے سنگ سرخ کی قبر تیار ہو چکی ہے قبر پر پہنچنے کے بعد مجھے سخت رقت طاری ہوئی خدائے تعالےٰ اس قومی رہبر کو غریق رحمت کرے فقط

غلام قادر خاں بھوان اورنگ آبادی

(۱۱) خط۔ جناب نبی بخش خالصاحب زیندان مقام لباہو شیخاوائی

مجھے جناب عطا محمد خاں صاحب کے انتقال پُر ملال سے سخت صدمہ گذرا خدائے تعالےٰ انہیں جنت بخشے جو کچھ تکالیف انھوں نے قوم کے واسطے اٹھائی یہانتک قوم قائم خانی کے واسطے اپنی جان تک فدا کردی ان کا دار البقا کی طرف تشریف لیجانا قوم کی کم نصیبی کا باعث ہے کہ ایک قابل شخص جو ہر طرح سے قوم کی ترقی اور ترجیح کے خواہاں تھے ان سے قوم ہاتھ دھو کر بیٹھ گئی افسوس کہ ایسے قابل و بالیاقت شخص سے قوم محروم ہوگئی سوائے افسوس کے اب کچھ نہیں ہو سکتا فدوی تاریخ قائم خانی کا از حد شائق تھا لیکن اب امید نہیں کہ وہ مکمل ہو کر ہم تک پہنچے فقط۔ نبی بخش خاں ۳۱ جنوری ۱۹۲۵ء۔

(۱۲) خط۔ جناب قاضی شجاع الدین صاحب مقام نرہٹر

اس وقت جناب امین صاحب کے انتقال کی خبر وحشت اثر سننے سے گھر میں قیامت برپا ہوگئی۔ کیونکہ ہم فدویوں کے سردار اور نواب اس جہان فانی سے طرف جنت الفردوس کے راہی ہوئے یہ صدمہ تا زندگی رہے گا اللہ تعالےٰ

انکو جنت عطا فرماوے اور آپ بھی صبر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ بہر حال صبر بہتر ہے یہ ہماری شومی قسمت کا باعث ہے کہ ایسے نواب ہمارے سرپرست اس جہان فانی سے رٰ ا ہی ملک بقا ہوئے یہ اپنی قوم ہی کے لیڈر نہیں تھے بلکہ ہمارے بھی سرپرست تھے فقط

راقم قاضی شجاع الدین ۷ رفروری ۱۹۲۵ء

عنوان کتاب

اس کتاب کو جناب نواب غلام محی الدین خانصاحب خلف الرشید جناب نواب بشیر نواز جنگ معین یاورالدولہ بہادر کے نام نامی سے معنون کیا گیا۔ کیونکہ اس وقت قوم قائم خانی میں یہی ایک ہستی ایسی ہے کہ بلحاظ علم واخلاق نیز بلحاظ ہمدردی قوم اور عالی رتبہ خاندان اور سلیم الطبع ہونے کے آپ ہی پر نظر پڑتی ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب روسا فتح پور میں جاملتا ہے آپ کے آباؤ اجداد میں سب سے پہلے ایک بزرگ محمد وزیر خاں صاحب دکن میں تشریف لائے جن کا ذکر کتاب ھذا میں بالتفصیل آچکا ہے۔ محمد وزیر خاں صاحب سے آجتک چھ پشت ہوتی ہیں کہ آپ کا سلسلہ نسب خاندانی تحفظ کے ساتھ آپ تک بدستور چلا آرہا ہے۔ نواب اعظم علی خاں صاحب فتح خانی آپ کے نانا احمد علی خاں صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔

نواب صاحب ممدوح نہایت نیک نہاد اور نیک نیت صادق القول اور مستقل مزاج انسان ہیں جس کی بین دلیل ایک یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد کے ذمہ کچھ قرضہ باقی رہ گیا تھا۔ آپ نے والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد تمام ادا کیا۔ اور جس طرح سے تمام کاروبار والد صاحب کے زمانہ میں چل رہے تھے۔ آپ نے نہایت خوبی سے ان کو نبھایا اور اسی طرح تمام کام چلاتے رہے آپنے اپنی بہنوں اور بہنوں کے شوہروں اور رشتے داروں سے نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ جو طریقہ قرابت داری ورواداری ان کے ساتھ والد صاحب کے زمانہ سے جاری تھا وہی سلوک باحسن وجوہ آپ نے بھی قائم رکھا اور ابتک اس پر قائم ہیں ؛

آپ کی سلیقہ شعاری اور حسن انتظام کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد آپ نے ڈیوڑھی کی آراستگی و درستگی میں ہزاروں روپئے صرف کئے اور اس کو ایک نہایت خوشنما نشست گاہ بنا کر اس کو آرائش سامان سے خوب سجایا۔ اس کے علاوہ اورنگ آباد کی ڈیوڑھی کی نگرانی اور جو مکان آپ کے قبضے میں ہیں اُن کی درستگی و آراستگی کی طرف آپ کو پوری توجہ ہے۔

آپ نے حضرت کلیمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب اپنا قبرستان (حظیرہ) تجویز کیا ہے یہیں آپ کی بڑی بیگم صاحبہ[1] مرحومہ اور صاحبزادیوں اور ہمشیرہ زادی کی قبور ہیں۔ اِن قبور کی ایسے طریقے پر تیاری کرائی گئی ہے کہ ان پر لوح مزار کندہ ہیں۔ اِن قبور کو دیکھکر چھ سو برس پہلے کے اسلامی قبرستان یاد آجاتے ہیں اور انسانی ہستی کی ناپائیداری کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور خودبخود دعا اور فاتحہ خوانی کے لئے جی چاہنے لگتا ہے۔

آپ نہایت منکسر المزاج اور پرانی وضع کے پابند ہیں۔ زمانہ حال کی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود قدیم رسم و رواج کے دلدادہ ہیں۔ ڈیوڑھی میں کرسی، کوچ وغیرہ اور دور جدید کے جملہ سامان ہر وقت موجود رہتے ہیں مگر آپ وضع قدیم کے موافق اکثر مسند ہی کے سہارے بیٹھتے ہیں مہمانوں کی خاطر داری اور جو شخص آپ کی ملاقات کے لئے آتا ہے اس سے نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں۔ آپ کے والد مرحوم کا یہی طریقہ تھا آپ بھی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ باوجودیکہ آپ کی دوسری شادی بلدہ حیدرآباد دکن کے طبقۂ امراء کے ایک شریف خاندان میں ہوئی۔ مگر پھر بھی جو قائم خانی اپنے وطن سے آپ کے پاس آتا ہے آپ اس کی پرتپاک مہمان نوازی کرتے اور دل کھول کر مدارات کرتے ہیں۔ اور قوم کا ہر وقت لحاظ رکھتے اور قومی کاموں میں دل کھول کر حصّہ لیتے ہیں، آپ علم دوست ہیں اور تاریخ سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ وظیفہ کے بڑے پابند ہیں اور پیران عظام کے دل سے معتقد ہیں۔

آپ نہایت ہی رحمدل اور ماتحتوں پر مہربان ہیں۔ اگر کسی سے قصور ہو جائے تو نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ آپ کفایت شعار اور ہمیشہ قومی کاموں میں نمایاں حصہ لیتے ہیں

[1] بیگم صاحبہ مرحومہ کے بطن سے تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں دو اپنی والدہ صاحبہ کے قریب موت کی نیند سو رہی ہیں اور ایک موجود ہیں خدا اِن کی عمر دراز کرے۔

اور بیحد فیاضی کا ثبوت دیتے ہیں آپ کا اپنے دوستوں اور اپنے والد صاحب مرحوم کے ملاقاتیوں سے برتاؤ و راہ رسم قدیمی دستور کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ والد صاحب قبلہ کے زمانہ سے چلا آیا ہے اور یہ خیال آپ کے مدنظر رہتا ہے کہ قدیم مراسم میں فرق نہ آجائے۔

آپ نے ابتداء عمر میں عربی کی تعلیم حاصل کی اور اس کے ساتھ ساتھ قدرے انگریزی بھی پڑھتے رہے مگر عربی فارسی کی تکمیل کے بعد آپ نے انگریزی کی طرف توجہ کی چونکہ آپ اپنے والد ماجد نواب بشیر نواز جنگ معین یار الدولہ بہادر کے خاص قومی سلسلہ سے اکلوتے فرزند تھے اس لئے نواب صاحب مرحوم نے آپ کو کسی غیر ملک میں بھیجنا گوارا نہ کیا اور اپنے زیر سایہ تعلیم دلائی ابھی آپ تعلیم پا رہے تھے کہ والد ماجد صاحب کا انتقال ہوگیا پس والد کے انتقال کے بعد آپ نے اپنی تعلیم پوری کی اور سرکاری امتحانات دیئے اور خود اپنی پہلی شادی اپنی قوم میں کی اور اس ہونہار قومی بہادر نے تمام کام اپنی ہمت اور خدا کے فضل سے پورے کئے۔ آپ نے ایف اے کی تعلیم نظام کالج میں پائی اور مدراس یونیورسٹی سے کامیابی حاصل کی بعدہ حیدرآباد سول سروس میں شریک ہو کر بدرجہ اول کامیاب ہوئے پھر انگریزی علاقہ میں ایک سال تک اعزازی ڈپٹی کلکٹر ضلع اننتاپور علاقہ صوبہ مدراس میں رہے اور وہاں کے ڈپٹی کلکٹروں کیلئے مشروط امتحانات مال و عدالت محاسبی میں بامتیاز کامیاب ہوئے۔ فقط

قند مکرر۔ دیباچہ لکھکر تمام ہی کیا تھا اور مسودہ کاتب کے پاس جانے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ تاریخ کے خاتمہ کی نیک فال نے مژدہ سنایا یعنی تاریخ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ ہجری مطابق ۱۹ مہر ۱۳۴۰ف روز سہ شنبہ ۵ بجکر ۴۵ منٹ بوقت شام نواب صاحب ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند عطا فرمایا جس کا تاریخی نام "محمد بشیر الدین خان" رکھا گیا۔ خداوند کریم دین اور دنیا کی دولت سے اس نونہال باغ کو آباد رکھے آمین ثم آمین ۱۳۵۰ھ

آخر میں مصنف مرحوم کے لئے دعائے خیر اور ناظرین کرام سے عفو کی امید رکھتے ہوئے دیباچہ کو ختم کر کے اصل کتاب کی طرف توجہ کیجاتی ہے۔

خاکسار جہان لیاقت حسین خان قائمخانی جاگیردار و منتظم کیپر کوش راج کھیتڑی

۷۸۶

تقریظ بر کتاب واقعات قوم قائم خانی

از عالی جناب فیض مآب حاجی سیّد اشتیاق احمد صاحب چشتی دہلوی

نحمدہ ونصلی

فن تاریخ ہی ایک ایسا فن ہے کہ جسکے مطالعہ سے گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات معلوم ہوسکتے ہیں اور آنیوالی نسلیں اسلاف کے کارناموں کو پیش نظر رکھکر اپنی عادت واطوار کو سدھار سکتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ابتدا آفرنیش عالم سے لیکر آجتک اسی علم کے ذریعہ ان نامور ہستیوں اور قوموں کا پتہ ملسکتا ہے جو دنیا پر کارہا نمایاں کرکے اپنا سکہ جما گئیں اور انکی اولاد نے واقعات تاریخ سے سبق لیا اور اپنے آبا و اجداد کی تقلید کرتے ہوئے دنیا میں معزز و محترم بنکر آباد ہوئے اور آئندہ بھی کامیاب طور سے آباد ہوتے جائیں گے وَفِي ذَالِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ[1] (سورہ تطفیف)

لیکن جن موقوں کو اس سے لگاؤ نہیں فن تاریخ سے بے بہرہ اور اس سے واقف تک نہیں اور اس کے تحفظ کا ان کو خیال بھی نہیں آتا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی میں وہ اپنے اندر قومی جذبات و روایات کے فقدان کے باعث صفحہ ہستی پر کسی شمار کے لائق نہیں اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ[2]

اس مقصد کو سامنے رکھکر میرے مکرم دوست مولوی عطا محمد خانصاحب مرحوم۔ سابق امین سرکار نظام (دکن) نے سالہا سال کی محنت و جانفشانی کے بعد کتاب "واقعات قوم قائم خانی" تصنیف کی جس میں قائم خانیوں کے عروج و زوال کے اسباب اور اُن کے گزشتہ جاہ و جلال کے واقعات کو مستند تاریخی کتابوں

---

[1] ریس کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی ریس کریں ۱۲ منہ

[2] یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ بلکہ گمراہ ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں ۱۲ منہ

سے یکجا جمع کیا ہے جس کی قوم کو خصوصیت کے ساتھ بیحد ضرورت تھی۔

امین صاحب مرحوم سے مجھے ذاتی طور سے نیاز حاصل ہے نہایت خوبیوں کے انسان تھے آپ نے کتاب "تشریح الاحکام" اور "حیات الاسلام" بھی لکھی ہیں۔ آپ کو علم تاریخ سے خاص دلچسپی تھی اور رات دن آپ کا یہی علمی شغل تھا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اس کتاب کا مسودہ تیار کیا۔ مگر ابھی چھپنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ طویل علالت کے بعد راہی ملک بقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁ اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے اور ثواب جزیل عطا کرے آمین۔

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے متبنیٰ یعنی میاں منشی لیاقت حسین خانصاحب سلمہٗ ربہٗ برادرزادہ مصنف نے اس کے مسودہ کو صاف کیا اور ضروری ترمیم اور پیش آمدہ واقعات کو خود قلمبند کیا اور اپنے والد منشی غلام علی خاں صاحب کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہونچایا۔

سو بحمد اللہ تعالےٰ بیحد سعی و جدو جہد کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ کتاب ہذا طبع ہوئی کتاب کی جملہ خوبیاں تو اس کے مطالعہ سے خود ظاہر ہو جائیں گی عیاں راچہ بیاں۔ مگر مختصر یہ کہ اس کی اردو ایسی عام فہم اور دلچسپ ہے۔ کہ کسی واقعہ کو شروع کرنیکے بعد بغیر ختم کئے کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ تمام چیزیں نظروں کو لبھانے والی ہیں۔

پس امید ہے کہ قوم قائم خانی اور فن تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کو اپنا دستور العمل بنا کر ترقی کے میدان میں پیش از پیش گامزن ہونگے اور اس کے مصنف کو ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کرینگے فقط والسلام

مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ فقیر اشتیاق احمد چشتی غفرلہ دہلوی

؎ ہم تو اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اُس کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں ۱۲ منہ

صحت نامہ کتاب واقعات قوم قائمخانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
دیباچہ ۱۱	۱۵	راجیری	راجیسری	۱۸۳	۱	آپ	آب
۲۰	۵	دانالجی	دانا	۱۸۶	۴	جس کی کے بطن سے	جنکے بطن سے
۱	۷	دلچسی	دلچسپی	۱۸۷	۱۷	منتظم	مترجم
۲	۳	بیجارگی گی	بیجارگی کی	۱۸۸	۱۰	اس دل میں	اسکے دل میں
۳	۱۴	مجڑی	بجری	۱۹۰	۴	عالیخاں	علیخاں
۹	۲۱	لساکیا	ساکیا	۱۹۲	۶	کوتوال	کوتوالی
۲۷	۲۰	سید ناطر	سید ناصر	۱۹۷	۱۵	امیر	میر
۵۱	۲۲	رہیں پر راجہ کثر اپنے	راجہ اکثر اپنے	۲۰۷	۹	۹۳ و ۱۸۸ء	۹۳ و ۱۸۸۸ء
۶۱	۱۱	اواخر شب میں	اور آخر شب میں	۲۱۰	۸	اس وقت	اس وقت کے
۶۳	۲۱	رجیت سنگہ	اجیت سنگھ	۲۱۳	۱۲	بہادر نے لندن	بہادر لندن
۶۴	۶	او	اور	۲۲۵	۱۵	چیملسفورڈ	چیمسفورڈ
۷۳	۸	گیا	کیا	۲۳۲	۸	متوار	سوار
۸۶	۳	روڑ	روز	۲۳۳	۲۱	اڑاؤتے	اڑاؤتے
۸۷	۱۸	جنگھم سٹ	جنگم پیٹھ	۲۴۰	۹	رنگروٹنگ افسر	ریکروٹنگ افسر
۹۳	۲۰	کے	کی	۲۴۰	۱۰	مشتاق خاں	محمد مشتاق خاں رسالدار
۱۰۰	۱۹	نکے	انکے	۲۴۰	۱۶	کارنکی صاحب	کارنگی صاحب
۱۰۴	۴	دھونی	ادھونی	۲۴۰	۱۷	تاج محمد خان رسالدار	پرنوٹ کا نشان سنہ ۵
۱۱۳	۴ تیسری مہر	بہادر جنگ	خان بہادر جنگ	۲۴۸	۱۵	او	اور
۱۱۷	۵	ٹکڑوی	ٹکردی	۲۶۸	۹	۳۵۵	۳۳۵
۱۱۷	۱۳	تخلصی	مخلصی	۲۶۸	۲۱	پاس	باس
۱۲۰	۱۶	ہیں	میں	۲۷۱	۵	بتا دیتا	بتا دینا
۱۲۵	۱۵	دہی	دہنی	۲۷۳	۱۳	سرکارقی	سرکاری
۱۲۶	۴	عیی	علیئی	۲۷۳	۱۴	دیکھتے	دیکھیے
۱۲۸	۴	یہ حالت یہ ہے	حالت یہ ہے	۲۷۴	۴	بہمید	بہمیسر
۱۳۳	۲۲	سوئے خاں	سوائی خاں	۲۷۴	۶	کنور یوہ ۲۵۰	کنور پورہ ۳۵۰
۱۳۵	۱۵	گو	کو	۲۷۷	۴	کھیتڑی	کھیڑتی
۱۴۲	۱۵	ہنوں نے	جنھوں نے	۲۷۷	۱۴	بھونتخان	کھبولیخان
۱۴۴	۱۱	قضائے	قضانے	۲۸۵	۲۲	ہے	ہی
۱۴۵	۱۲	بائی صاحبہ	بائی جی صاحبہ	۲۹۳	۱۹	ہنوایا تھا	بنوایا تھا
۱۴۶	۱۳	غان جہانی	خان جہاں	۲۹۵	۱۲	ہدایت اللہ	ہدایت اللہ شاہ صاحب
۱۴۶	۱۷	خنجاوٹ	شیخاوت	۲۹۶	۸	سکندر	سکندر جاہ
۱۴۶	۲۰	غان الجہانی	خان جہاں	۲۹۸	۵	ابوالعلائیہ	ابوالعلائیہ
۱۵۲	۲	جو بیس	چوبیس	۳۰۰	۲۰	تقطع تعلق	قطع تعلق
۱۵۳	۴	لواب	نواب	۳۰۶	۱۵	رو	روزمرہ
۱۵۶	۱۵	ایں	این ہیں	۴۶	۲	+	شیخاوالی
۱۶۲	۱۲	تجھے بیٹے کو	مانجھ بیٹھے				

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم تاریخ اور اُسکے فوائد

علم کے لفظی معنی کسی چیز کے جاننے کے ہیں اور علم کی جمع علوم ہے علوم مدّنہ کی متعدد قسمیں ہیں۔ علم ہیئت۔ علم ہندسہ۔ علم طب۔ علم فلاحت۔ علم کیمیا وغیرہ وغیرہ ازاں جملہ تاریخ بھی ایک علم ہے تاریخ کے لغوی معنی کسی چیز کا وقت ظاہر کرنا۔ یا کسی واقعہ اور حادثہ کا جاننا یا واقعات پیش آمدہ میں سے کسی امر واقعہ کی مدّت کا تعین کرنا یا کسی مہینے کا کوئی دن ٹھیرانا ہے اگرچہ دوسرے علوم خاص خاص لوگوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تاریخ ایک ایسا علم ہے کہ جس سے ہر انسان کو طبعًا لگاؤ ہے یہاں تک کہ وحشی اور پہاڑی قوموں کو بھی علم تاریخ سے قدرتًا دلچسپی ہے گو وہ پڑھ لکھ نہیں سکتیں لیکن ان میں بھی صدیوں کے نمایاں حالات سینہ بسینہ محفوظ چلے آتے ہیں اور وہ خاص موقعوں اور وقتوں میں بیان کئے جاتے ہیں جنکو وہ سُن سُن کر خوش ہوتی ہیں اور اپنے اندر جوانمردی کے جذبات اور احساسات پیدا کرتی ہیں۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اگر دنیا میں علم تاریخ مدوّن نہوتا تو ہمکو یہ کبھی نہ معلوم ہوتا کہ کل ہم کیا تھے۔ اور آج کیا ہو گئے۔ بس تاریخ ہی دنیاوی معلومات کا وہ بیش بہا ذخیرہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہم قوموں کا بننا اور اُبھرنا پھر بگڑنا اور گرنا معلوم کر سکتے ہیں۔ جب تاریخ سے ایسے فوائد مترتب ہوتے ہیں اور اس سے وحشی قوموں کا بھی اتنا تعلق اور لگاؤ ہے تو اس کا اندازہ میرے بیان سے زیادہ خود ناظرین کر سکتے ہیں کہ مہذب اور شائستہ انجمنوں میں تاریخ کو کس قدر اعزاز و مرتبہ حاصل ہوگا۔

ایک مؤرخ کا قول ہے۔ کہ جس قوم میں تاریخ نویسی کا رواج یا مذاق نہیں ہے وہ نہ صرف ایک مردہ قوم کی طرح ہے بلکہ وہ اپنے بزرگوں کے کارنامے نہ جاننے کی وجہ سے ترقی سے محروم ہو جاتی ہے۔ اور اپنے آپ کو کالعدم سمجھنے لگتی ہے وہ قومیں جنکے بزرگوں کی تاریخیں موجود ہیں اور وہ ان کو پڑھکر اپنے اندر ان کی سی جرأت اور لیاقت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں کبھی ذلت میں نہیں پڑتیں بلکہ وہ اپنے بزرگوں کی عزت و وقار کو قائم رکھتی ہیں اور ایسی ہی قومیں تاریخ سے فائدہ اٹھاتی ہیں برخلاف اسکے وہ قومیں جو محض اپنے اسلاف کے کارناموں کو سُنکر فخر کرتی ہیں اور خود ہاتھ

پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہیں تاریخ سے کبھی فائدہ نہیں اُٹھاسکتیں وہ رسوا اور ذلیل ہو جاتی ہیں۔ اور تجربہ یہ کہلواتا ہے کہ انسان کے دل میں ہمیشہ دو طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ وہ کچھ کرسکتا ہے دوم یہ کہ بیچارگی کی حالت میں کچھ نہیں کرسکتا خیال اول کا اکثر یہ نتیجہ نکلا کہ انسان نے کچھ کیا اور اس کچھ سے بہت کچھ ہوگیا خیال دوم نے اس نتیجہ پر پہنچایا کہ انسان جس کام کے کرنے کے قابل تھا اسکو بھی نہ کرسکا۔ ؎

تن آسانیاں چاہے اور آبرو بھی ۔ وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی۔

اور ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ اگر دنیا میں علم تاریخ کی تدوین نہ ہوتی تو اقوام عالم کے عروج و تنزل کے اسباب و حالات کی ترتیب و تنظیم ہرگز نہ ہوتی اور لوگوں کی زندگی ان کھلونوں اور رنگوں کی طرح ہوتی نہ تو کوئی کسی قوم کے عروج و ترقی کا راگ گاتا نہ کسی قوم کی تباہی و بربادی کی کوئی داستان سُناتا اور نہ کوئی کسی قوم کی حیات بے حس پر ماتم کرتا اسمیں شک نہیں کہ تاریخ ہی ایک ایسا علم ہے جو ہمکو حیات دنیاوی کی نشو و نما و انقلابات اور تغیرات کا پیغام پہنچاتا ہے یا یہ کہنا چاہیے کہ یہی گذشتہ انسانوں کی حیات نیک و بد کا صحیح نقشہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تمام مورّخ اس بات پر متفق ہیں کہ تاریخ ہی ترقی کی روح اور اولوالعزمی کی جان ہے اور وہ اقوام عالم کو نصیحت کرتی ہے کہ اپنے اسلاف کے نمایاں کارنامے سنتے رہو ہمیشہ ہمت اور حوصلے بلند رکھو بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کا ارادہ کرلو۔ دنیا میں کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ جسکو انسان کامل توجہ اور پوری کوشش سے کرے اور وہ نہ ہوسکے کم ہمتی اور پست حوصلگی سے اپنے آپ کو ذلت میں پڑنے سے بچاؤ۔

فلاسفہ کا عقیدہ ہے کہ جب کسی قوم پر مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے تو اگرچہ وہ قابو سے باہر ہوتی ہے لیکن وہ اس قوم کے لئے جس میں احساسات واقعی اور جذبات حقیقی ہوں ایک نئی قوت اور توانائی کی تمہید ہو جاتی ہے پس ہر مصیبت زدہ قوم کو یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ وہ مصیبت اسکی آزمائش کے واسطے ہے دنیا میں اسی قوم کی عزت و توقیر ہوتی ہے جو اپنی مشکلات پر غالب آجائے۔ ایک عرب کہتا ہے کہ انسان کی قدر و قیمت اسکی ہمت پر موقوف ہے اور بچھونے کی موت سے تلوار کی ضربیں سر پر کھا کر مرنا بہتر ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی

کاہلانہ اور بزدلانہ زندگی اختیار نہ کرو بلکہ ہمیشہ محنت اور جفاکشی سے قابل تعریف کاموں کے کرنے کی نیت کرلو اور آخر دم تک اس کے انجام دینے پر ڈٹے رہو غور کرو کہ دنیا بمنزلہ ایک وراثت کے ہے جو بتدریج ایک قوم سے دوسری قوم تک پہونچتی رہتی ہے۔ تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (ترجمہ - ان راحت و مصیبت کے دنوں کو لوگوں میں ہم پھیرتے رہتے ہیں) الغرض تاریخ قوموں کی اصلاح و فلاح کے لئے ایک بہترین ذریعہ ہے جو ہر وقت اقوام عالم کو کاہلوں عیش پسندوں اور ظالموں کے زوال کا عبرت انگیز تماشہ دکھا کر نیک اور اولوالعزم لوگوں کو عروج و ترقی کا سبق پڑھاتی ہے اور یہ بھی جتاتی ہے کہ کبھی پائے استقلال کو جنبش نہ ہونے دو کیونکہ جو انسان مرسکتا ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے اسمیں کوئی کلام نہیں کہ کاہل عیش پسند اور ظالم اقوام رفتہ رفتہ دائرے غلامی و محکومیت میں داخل ہوجاتی ہیں نیک چست و چالاک اور اولوالعزم اقوام حکومت اور سربلندی کے زینہ پر پہنچ جاتی ہیں یہ ایک اور دوسرا فلسفہ مشہور نظامی کا ہے ؎

ترازوئے گردوں گرداں بہ پیچ	نماند و نماند بسنجیدہ ہیچ

ترجمہ- گھومنے والے آسمان کے ارادہ کی ترازو بغیر وزن کئے کسی کو نہ رہنے دیگی اور نہ رہنے دیا ہے- یونانیوں کے فضل و کمال علم و ہنر پر غور کرو کہ کیسا تھا اور وہ کہاں گیا کیا وہ دنیا سے نیست و نابود ہوگیا ہرگز نہیں بلکہ اسکو رومیوں نے لیا اور اس سے خوب لطف اٹھایا بعد ازاں ایک گرم اور ریگستانی ملک کے بھیڑ بکری چرانے والے عرب اس سطوت و دولت کے مالک بنے اور دنیا کی بیشتر قوموں کو جن پر جہالت چھائی ہوئی تھی روشنی میں لائے اسکے بعد ترک سلجوقی اور یورپ والوں نے انکی جگہ لی اور ابتک یورپ ہی خاصکر جرمنی اس کا وارث چلا آتا ہے اسوقت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اقوام عالم میں سے کس کس قوم کی ترقی و بلندی کا آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے اور وہ کونسی قومیں ہیں جن کی قوت طالع کے لئے پو پھٹ رہی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ تاریخ اپنا کام اندر ہی اندر برابر کئے جارہی ہے وہ بہت جلد موجودہ قوموں میں سے بعض کی پستی و تنزل اور بعض کی شان و شوکت کا مرقع پیش کیا چاہتی ہے۔

پہلا باب

چوہان کی پیدائش کے واقعات کے بیان میں

میں نے جس خاندان کے مسلم ناموروں کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا ہے انکے آباؤ اجداد غیر مسلم قوم چوہان راجپوت سے ہو گذرے ہیں اس لئے پہلے راجہ چوہان کی پیدائش کے واقعات بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس موقع پر اس بیان کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہے کہ زمانہ گذشتہ میں ہندوستان کے رہنے والے عجیب وغریب قصّوں کو بہت شوق سے سنتے تھے اور خاصکر فلسفیوں کی بڑی قدر کرتے تھے اس لئے کہ فلسفہ تعجب سے شروع ہوتا ہے اس زمانہ کے ہندوؤں کو تو یہ دعویٰ ہے کہ "مسائل فلسفہ کی تحقیق سب سے پہلے ہندوؤں میں شروع ہوئی اور اس قوم کی طبیعت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ سوچ وبچار اور فلسفہ کی طرف بہت مائل ہے" جب یہ ظاہر ہے تو یہ بھی قرین قیاس ہے کہ وہ تمام عجیب وغریب افسانے جو آجتک ہندوؤں میں خوش اعتقادی سے چلے آتے ہیں ان فلسفیوں کی سوچ وبچار اختراع واجتہاد کے نتائج ہوں جو زمانہ قدیم میں فلسفے کے رنگ سے رنگے ہوئے تھے۔

اب میں چوہان کی آفرینش کے اس قصّہ کو درج کرتا ہوں جسکو ہندوؤں نے شاستر اور پرانوں کی رو سے یوں بیان کیا ہے کہ زمانہ قدیم میں برہمنوں کا ایک ایسا مخالف گروہ پیدا ہوگیا تھا جس نے ان پر ظلم وستم شروع کر دیا تھا۔ اور ان کی عبادت وریاضت میں رخنہ ڈالتا تھا اس لئے برہمنوں نے اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لئے ایک اعلیٰ قوم کی ضرورت کو محسوس کیا اور کوہ آبو پر گوشۂ نیرت یعنی جنوب ومغرب میں ہوم کے لئے غار کھود متبرک آگ جلائی منتر پڑھے جن کی تاثیر سے اگن کنڈ سے ایک پتلا پیدا ہوا لیکن وہ صورت وشکل وضع قطع میں جنگ آور نہ تھا اس لئے برہمنوں نے اس کو دروازہ کا دربان بنایا اور اس کا نام پرتھار دوار رکھا جس کے معنی دربان کے ہیں اور اب اسکی اولاد پرہیار کہلاتی ہے پھر دوسرا پتلا چلو کفدست سے بنایا اور اس کا نام چالو رکھا اسکی اولاد بھی چالک یعنی سولنکی کہلاتی ہے اس کے بعد پھر تیسرا پتلا پیدا ہوا جس کا نام پرمار یعنی اول مارنیوالا رکھا ان تینوں نے مل کر برہمنوں کے دشمنوں پر حملہ کیا مگر ان پر غالب نہ آسکے تب برہمنوں نے لشٹ کنول پر بیٹھکر بیدی بنائی اور اگن کنڈ (آتشکدہ) کے اطراف جمع ہوکر دھوم دھام سے منتر پڑھے اور مہا دیو سے ایک اور بہادر مرد پیدا کر دینے کی التجا کی تاکہ

وہ انکے دشمنوں پر غالب آسکے تب ایک شخص دراز قامت بلند پیشانی سیاہ رنگ مدور چشم کشادہ سینہ۔ مہیب صورت زرہ بکتر پہنے ایک ہاتھ میں کمان مع ترکش اور دوسرے میں چکر چیز تنگ بگڑے ہوئے چار بھوجا منودار ہوا جس کا نام چوہان رکھا چوہان نے برہمنوں کے دشمنوں کو قتل کر ڈالا اور تمام ملک پر اپنا قبضہ کرکے امن و آمان کا ڈنکا بجا دیا ہندوؤں میں اس اعتقاد کے موافق تمام اقوام سے زیادہ مرتبہ چوہان کا سمجھا جاتا ہے کہ جس نے منی یعنی مقدس لوگوں کی خواہشات کو پورا کیا اور بغیر قوت تولید انسانی کے پیدا ہوا اسی طرح پر ہندوؤں میں مہا بھارت سے یہ روایت بھی نہایت خوش اعتقادی سے چلی آتی ہے کہ ذاتوں کی ابتدا برہما سے ہوئی پہلے برہما کے منہ سے برہمن پھر بازو سے کشتری اسکے بعد رانوں سے ویش اور پاؤں سے شودر نکلے یہ بھی ایک فلسفیانہ بیان ہے اگرچہ اسکے اصلی مطلب پر پہنچنا مشکل ہو لیکن بادی النظر میں یہ ظاہر ہے کہ ہندوؤں میں قوموں کی پیدائش برہما سے ہوئی برہمن تجینگ کہلائے و کشتری یا کھتری یا چھتری کچھ بھی کہئے ہمعنی الفاظ ہیں اور راجپوت بھی چھتری میں داخل ہیں۔ ویش میں اہل تجارت و زراعت شامل ہیں باقی ہندوؤں میں ساری قومیں شودر یعنی نیچ درجہ کی ہیں جو برہما کے پاؤں سے نکلیں یہ عجیب و غریب باتیں نہ صرف ہندو فلسفہ میں پائی جاتی ہیں بلکہ دنیا کے دوسرے فلسفی بھی انسان کی پیدائش کی تصویر کا ایک اور دوسرا تعجب خیز رُخ اسطرح پر دکھاتے ہیں کہ زمانہ ماضیہ میں جس پر ابتک ہزاروں برس گذر چکے ہیں سطح زمین پر تل برابر بھی خشکی نہ تھی سب جگہ پانی ہی پانی یعنی سمندر تھا لیکن پھر اس میں گردش زمانے کے ہاتھوں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ پانی زمین میں جذب ہوگیا جس کی وجہ سے زمین نکل آئی اور کیچڑ میں چھوٹے چھوٹے کیڑے رینگتے باقی رہ گئے اِن کی شکل وضع قطع انسانی یعنی آدم آبی (جل مانس) کی سی تھی۔ گو انکے جسم پر کچھ پر و بال تھے مگر خشکی میں رہنے سے جھڑ گئے اور رفتہ رفتہ وہ بالکل انسانی شکل میں آگئے اور پھر قوت تولید سے جو ہر ذی روح میں ودیعت ہے مخلوق بڑھنے اور پھیلنے لگی اور پھیلتے پھیلتے اس حد تک پھیل گئی کہ گویا اب کرہ زمین پر اسی کی دھوم ہے یہ تو قرآن مجید سے بھی ظاہر ہے کہ پہلے تمام زمین پر پانی تھا کہیں بھی خشکی نہ تھی اور تحقیقات جدیدہ میں بھی یہ امر مان لیا گیا ہے کہ زمانہ قدیم میں ہر جگہ پانی تھا لیکن یہ انسانی آفرینش کا فلسفہ دور از فہم و بعید از قیاس ہے اور کبھی انسانی فہم و فراست اس

رستے ہیں قدم نہیں دھرکی آدم زاد کی تصویر جس کو قادر مطلق نے اوصاف رنگارنگ سے سجائی ہو اس کے جس رنگ پر عقل نظر کرتی ہے دیکھتی رہجاتی ہے مشہور فلاسفر سعدی لکھتے ہیں ؎

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم	کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم

ترجمہ ۔ اکثر راتیں میں اس سیر میں سکوت میں بیٹھا ۔ (یک بیک) خوف نے میری آستین پکڑی کہ اٹھ ۔

محیط ست علم ملک بر بسیط	قیاس تو بر وے نگردد محیط

ترجمہ ۔ خدا کا علم ہر دو عالم کی حقیقت پر احاطہ کئے ہوئے ہے تیرا اندازہ اسپر احاطہ نہیں کر سکتا ہے اصل تو یہی ہے کہ یہ دونوں جہاں اسکے علم کے دریا کا ایک قطرہ ہیں ۔ اب یورپی فلسفہ کی دھوم سُنئے ڈاروِن نامی حال ہی میں بڑے فلسفی اور محقق ہوگذرے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ "دنیا میں انسان کی پیدائش بندر سے ہے اس لئے یہ ظاہر ہوا کہ انسان پہلے پہل بندر تھا بعد میں چہرہ ڈیل ڈول ہوش وحواس میں ترقی کرتے کرتے ہزارہا سال کے چکر کے بعد شکل انسانی میں آگیا" انسان کی پیدائش اسرار الٰہی میں سے ہے جسکے ساتھ انسان کی یہ کشمکش جب سے کہ وہ عالم وجود میں آیا ہے چلی آتی ہے لیکن یہ سب انسان ضعیف البنیان کی قیاس آرائیاں ہیں کوئی انسان خواہ وہ فلسفی ہو یا محقق اپنی اس چھوٹی سی بساط پر اسرار الٰہی کے انکشاف میں صحیح لب کشائی نہیں کر سکتا اور جن لوگوں نے ایسی موشگافی اور بلند پروازی کی ہے وہ ایک چھوٹے سے محدود دائرے کے اندر رہ کر اسکے سوا کچھ نہ کر سکے کہ محض قیاس کے گھوڑے دوڑائیں بعض گمشدہ راہ افراد کا تو یہ بھی دعویٰ ہے کہ مخلوق کا کوئی خالق ہی نہیں ہے اس لئے وہ خدا کے ماننے سے منکر ہیں اور وہ یہاں تک محض قیاس کے چراغ کی روشنی میں پہنچے ہیں اور مختلف تاویلات سے بحثیں پیدا کرتے ہیں یہ بدقسمت اور ناسپاس ہے وہ انسان جو الٰہی اسرار تحقیق اور انکشافات پر سر تسلیم خم کرے ۔

قدیم ہندوستان کے رہنے والوں کی نسبت مورخین کی تحقیقات

اگر میں اس سلسلہ میں صرف فلسفیوں کی رایوں پر ہی اکتفا کروں تو یہ تاریخ بالکل بے نتیجہ رہیگی اور ناظرین کو اس کے مطالعہ سے تسلی نہ ہوگی اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ میں ان محققین کی رایوں کا بھی مختصر ذکر کردیا جائے جنھوں نے ہندوستان کی مردہ نقش آرائیوں

میں نئی روح پھونکدی ہے اور اب صداقت پسند لوگوں نے خلاف قیاس افسانوں سے مُنہ پھیر لیا ہے مورخین کہتے ہیں کہ ہمکو ہندوستان کی نسبت صحیح طور پر بہت کم معلوم ہے کہ اس کی اصلی قومیں کونسی تھیں اور اب انکی کیا حالت ہے اسوجہ سے کہ پہلے ہندوستان میں تاریخ نویسی کا اتنا شوق نہ تھا جتنا قصوں اور کہانیوں کے پڑہنے لکھنے کا تھا تاہم بہت ہی پرانے اور دھندلے مناظر سے دو اصلی قوموں کا ضرور پتہ لگتا ہے جو شمال اور جنوب میں رہتی تھیں اور وہ کُلاری اور دراوڑی کے ناموں سے مشہور تھیں جن کی نسلیں ہندوستان میں اتبک موجود ہیں جو بھیل اور گونڈ وغیرہ کہلاتی ہیں محققین کا یہ بھی بیان ہے کہ یہ قومیں بھی ہندوستان میں باہر سے آئی تھیں اور انکے پہلے اور دوسری قومیں ہندوستان میں بستی تھیں لیکن انکے بھی صحیح حالات بہت ہی کم معلوم ہیں ممکن ہے کہ ان بدنصیب قوموں کو دراوڑی اور کلاری قوموں نے قتل کر ڈالا ہو یا اپنے میں ملا لیا ہو اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں دراوڑی اور کلاڑی راج پاٹ کے مالک تھے وسط ایشیا کے مغربی حصہ میں ان سے بھی اور بلند حوصلہ قومیں بستی تھیں اور اسی وسط ایشیا کے مغربی حصہ سے ایک آریہ قوم نکلی اور وہ ایشیا اور یورپ میں کھیل گئی اور ہندوستان میں بھی وہی آریہ[1] قوم شمال و مغرب سے داخل ہوئی اور کلاری اور دراوڑیوں کو مطیع بنایا اور ہندوستان پر اپنا تسلط جما لیا کہتے ہیں کہ لفظ آرج آریا۔ ایریا۔ ایرین۔ جو مختلف زبانوں میں مختلف آواز دیتے چلے آتے ہیں ہمعنی الفاظ ہیں اور فارس کے کتب قدیمہ میں بھی ایرین اور ایران کے معنی شریف دانا اور ہنرمند کے تھے جب یہ قوم ہندوستان میں پہنچی تو اس کی آبادی سے ہندوستان آریہ ورت کہلانے لگا۔ مورخوں کو اس سے اتفاق ہے کہ جب آریہ قوم ہندوستان میں آئی تو ہندوستان کی دراوڑی اور کُلاری قوموں کی تہذیب انہیں کی سی تھی لیکن آریوں نے ان پر فتح حاصل کی اور رفتہ رفتہ ہندوستان

[1] جب آریہ اس ملک میں آئے تو ان میں ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی تمیز نہ تھی سب آریہ کہلاتے تھے اس لفظ کے مختلف معنی لئے گئے ہیں۔ نیک۔ شریف۔ خاندانی۔ اونچے گھرانے والا وغیرہ آریہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اپنے آپ کو دوسری قوموں سے بہت اونچا سمجھتے تھے آریہ ٹھنڈے ملک سے آئے تھے اس لئے ان کے رنگ گورے اور قد لمبے تھے ہندوستان کے اصلی باشندے جن سے انکی مُڈھ بھیڑ ہوئی کالے رنگ کے

(بقیہ برصفحہ ۸)

کے شمالی حصہ سے لیکر جنوبی حصہ دکن اور لنکا تک اپنی فتح کا ڈنکا بجایا۔ یہ ہندوستان کے قدیم تاریخی واقعات ہیں لیکن ان میں کہیں بھی چوہان کا اگن کنڈ سے منتروں کے ذریعہ سے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور تمام مورخ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کو آریوں کی ہندوستان پر چڑہائی کے تفصیلی حالات بہم نہ پہونچ سکے اُس لئے ان کی نسبت جو مختلف من گھڑت افسانے مشہور ہیں وہ بے سود اور ناقابل اعتماد ہیں ہندو محقق یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہند کی تاریخ میں مہابھارت کی لڑائی نہایت مشہور ہے اور اس جنگ کی تاریخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین ہزار برس پیشتر بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی برہمنی مذہب رائج تھا جو آریوں کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ مہابھارت کی جنگ سے پہلے آریہ ساری ترقی کر چکے تھے اور یہی مہابھارت کی وہ جنگ ہے کہ جس سے آریا تہذیب و ترقی کو ایک بھاری صدمہ پہنچا اور رفتہ رفتہ تنزل ہونے لگا اور ہند میں جو ترقی اور بہبودی کے اسباب تھے وہ معدوم ہوتے گئے مستند تاریخوں سے ظاہر ہے کہ آریوں کے بعد ہندوستان پر سب سے پہلے ملکہ سمی رومس نے چڑہائی کی لیکن وہ نامراد واپس ہوئی۔ اس ملکہ کے بعد سکندر اعظمؔ نے جو مقدونیہ کا بادشاہ اور فیلقوس کا بیٹا تھا جو سنہ عیسوی سے ۳۵۶ برس پہلے پیدا ہوا اور بیس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا ۳۲۷ سنہ قبل حضرت مسیح ہندوستان پر چڑہائی کی اور ہندوکش سے اُتر کر دریائے کابل کو عبور کیا اس مقام پر ایک ہندو ٹکسلز نامی راجہ آکر ملا اور پچیس ۲۵ ہاتھی نذر کئے پھر سکندر اعظم مع افواج درۂ خیبر سے ہوتا ہوا دریائے اٹک کے پل سے گذرا جسکو اسکی ہراول فوج نے تیار کرلیا تھا اور دریائے جہلم تک بڑہتا چلا آیا دریائے جہلم کے عبور کرنے کے بعد راجہ پورس نے مقابلہ کیا مگر راجہ کو شکست ہوئی اور وہ زخمی ہوکر گرفتار ہوا لیکن سکندر نے اسکی قدر کی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷)

تھے دونوں میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں مدتوں خون کے دریا بہائے گئے آخر اصلی باشندے ہار گئے اور کچھ جان بچاکر بھاگے اور پہاڑوں میں جا چھپے جنکی نسلیں ابتک بھیل گونڈ وغیرہ خستہ حالت میں پائی جاتی ہیں اور جو لوگ بھاگ نہ سکے وہ آریوں کے غلام اور خدمتگار بنے اور انکا نام دسیو رکھا گیا اس لفظ کے معنی چور ڈاکو لٹیرا بیدین وغیرہ ہیں اس لحاظ سے ہندوؤں کی دو ذاتیں ہیں ایک گورے غالب یعنی جیتنے والے اور

(بقیہ برصفحہ ۹)

اس کو اسکی سلطنت کے سوا اور ملک بھی دیا پھر سکندر نے دریائے بیاس تک پیشقدمی کی یہاں پہنچنے پر سکندر کی فوج نے سفر کی سختیوں کی شکایت کی جس کی وجہ سے سکندر کو واپس ہونا پڑا سنہ عیسوی سے ۳۲۲ برس قبل ۳۲ سال کی عمر میں سکندر نے انتقال کیا بعض محقق سکندر کی عمر ۳۶ سال کی لکھتے ہیں سکندر اعظم کی وفات کے بعد اسکی فوج کے سرداروں میں سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے لئے لڑائیاں چھڑ گئیں اور ایک سپہ سالار سلیوکس نکٹار نے باختریا بلخ میں نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ہندوستان پر چڑھ آیا اس زمانہ میں راجہ چندر گپت ہندوستان میں زیادہ طاقتور تھا جس نے سکندر اعظم کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد ہی ہندوستان میں بڑا اقتدار حاصل کر لیا تھا اور اس کا پایۂ تخت پٹنہ تھا جب اس نے راجہ چندر گپت کو طاقتور پایا تو راجہ سے صلح کی درخواست کی اور دونوں میں صلح ہوگئی۔

سیتھین یعنی تاتاری قوم کے حملے

مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس قوم کا نکاس شمالی ویران خطے سے ہے قوم سھتیا نے ہندوستان پر بہتیرے حملے کئے اسوقت یورپ یا ایشیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی کہ فرداً فرداً یا سب جمع ہوکر اہل سھتیا کے سامنے ٹھہر سکتی اہل سھتیا ایک وحشی خونخوار قوم تھی سنہ عیسوی سے ۱۲۶ برس پہلے سیتھین قوم نے باختر میں ایک یونانی شاہی خاندان کو مطیع بنا لیا اسکے بعد ہندوستان پر سینکڑوں برس تک حملے کرتے رہے اور شمالی حصے میں اپنی بستیاں بھی بسائیں آخر کار تین سیتھین خاندان سین گپت۔ ولابھی۔ کا راج ہندوستان میں قائم ہوگیا ان شمالی حملہ آوروں میں سے سب سے زبردست شاہ کنشک ہے جو ۴۰ء کے قریب حکمران تھا اس کا مذہب بدھ[۵] تھا سیتھین قوم کے مسلسل واقعات بہت کم ملتے ہیں لیکن بعض محقق راجپوتوں کی اصلیت بھی سیتھین ہی بتاتے ہیں یہ بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸)

دوسرے کالے مغلوب جو ہار کر غلام بنے داسیو کہلائے ان دونوں ذاتوں کا نام وید میں ہے اور انکی لڑائیوں کا قصہ بار بار آتا ہے ایسے موقعوں پر آریہ اپنے جنگی دیوتا اندر کو پکارتے تھے اور رتھوں میں بیٹھ کر لڑتے تھے اور تیروں کا استعمال کرتے تھے رگوید کے منتروں سے دسیوں کی لڑائی کا نقشہ ظاہر ہوتا ہے ۱۲ منہ

[۵] گوتم بدھ حضرت عیسیٰ سے ۵۰۰ برس پیشتر نواح نیپال آبادی میں پیدا ہوا گوتم کا باپ ایک راجہ تھا جو ساکیا قوم پر

(بقیہ حاشیہ برصفحہ ۱۱ ملاحظہ ہو ۱۲)

کہ ہندوستان اپنی مسلسل تاریخ نہیں رکھتا ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے تو انسان کی پیدائش ایک آدم ہی سے نہیں بلکہ انسانی آفرینش کے مختلف افسانے ہیں جیساکہ اسکے اوپر چوہان وغیرہ وغیرہ کی پیدائش کا ذکر ہوا ہے اور بعض انسانوں کی پیدائش چھینک سے اور بعض کی بالوں سے ہونا بھی تسلیم ہے اور ان میں بعض ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جنکے ہزار سر۔ دو ہزار آنکھیں اور بازو تھے اس لیئے بڑے سے بڑے مورخ اور عقلمند سے عقلمند انسان سے بھی ممکن نہیں کہ یہ گتھی سُلجھ سکے اور صحیح حقیقت بے نقاب ہو اب مجھے انکے ان عقائد سے زیادہ بحث کرنے کی ضرورت اس وجہ سے نہیں کہ یہ ایک اسلامی یقینی عقیدہ ہے کہ خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان۔ عیسائی ہو یا یہودی۔ پارسی ہو یا مجوسی۔ خواہ چندر بنسی ہو یا سورج بنسی۔ اگن کُنڈی ہو یا کوئی شہری یا صحرائی۔ پست ہو یا بلند قامت سب کے سب آدمؑ کی نسل سے ہیں البتہ زمانہ کے تغیرات مختلف مقامات کی بودوباش آب وہوا کے اثرات اور تخالف اعتقادات وخیالات کے باعث قدوقامت رنگ وروپ چال ڈھال وضع قطع عادات واطوار اور رسم ورواج میں ضرور تفاوت پڑا کہ جدا جدا گروہ قوم اور فرقے قرار پاتے اس موقع پر مشہور فلسفی سعدیؒ کا یہ زریں قولہ بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے

بنی آدمؑ اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند

یعنی سارے انسان ایک ہی دریا کے قطرے ہیں مگر افسوس بعض لوگوں کے قیاس آجتک بھی شکوک اور اوہام کے اندھیرے میں کچھ نہ کچھ ٹٹولتے پھرتے ہیں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور پھر منہ کے بل گر پڑتے بھی ہیں۔ اور آئیں بائیں کچھ کا کچھ کہنے لگتے ہیں۔

یہاں (دیکھیئے سخندان فارس) مصری فلسفی کی یہ تاریخی کہانی بھی دلچسپی سے خالی نہوگی کہ ایک کامل فلسفی ساسان پنجم سے مباحثے کے ارادہ سے مصر سے چلا اور ساسان آباد میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹)
حکومت کرتا تھا گوتم نے تقریباً ۳۰ برس کی عمر میں اپنے باپ کو چھوڑا اور جنگلوں میں چلا گیا اطمینان نفس کیلئے ریاضت کرنے لگا اسکو برہمنوں کے فلسفہ سے کوئی اطمینان حاصل نہیں ہوا انجام کار ۳۵ برس کی عمر میں ایک نئے مذہب بدھ کی بنیاد اس اصول پر ڈالی جس سے گوتم کی عقل اور قلب کے مطالبات کو برہمنی فلسفے سے بہتر جواب ملا اور چھ سو سال تک یہ مذہب ہندوستان میں دھوم دھام سے رہا۔ بدھ مذہب ہندو مذہب کی ایک شاخ ہے لیکن اس مذہب

(بقیہ صفحہ ۱۱)

پہنچا جس مدرسے میں ساسان پنجم درس دیتا تھا وہاں کے دربان کے گھر میں ایک لونڈی تھی اتفاق سے مصری فلسفی رات کو اس لونڈی کے شوہر کے گھر میں اترا رات کو لونڈی کی ماں نے اس سے پوچھا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور یہاں کس ارادے سے آئے ہو اور چھوٹا سفر (حرکت جسمانی) بڑے سفر (سفر آخرت) کے سامان کے لئے چاہیئے نہ کہ دنیا کے نفع کے لئے کیونکہ یہ ناپائیدار ہے اور اس کا تعلق اصلی ٹھکانے تک پہنچنے سے روکتا ہے مصری فلسفی یہ سنکر حیران ہوگیا ناچار علم کی آڑ میں چھپا اور کہا کہ تلاش علم۔ پھر عورت سے پوچھا کہ واجب کا فعل قدیم ہے یا حادث۔ عورت بولی حادث وہ ہے کہ زمانی ہو۔ اور زمانہ فلک الافلاک کی گردش کو کہتے ہیں چونکہ واجب اس سے برتر ہے تو چاہیئے کہ واجب قدیم ہو اور اس کا فعل بھی قدیم ہو مصری حکیم نے پوچھا کہ واجب تک بھی فنا پہنچ سکتی ہے عورت نے کہا نہیں۔ اس لیئے کہ ممکنات موجود ہیں اور یہ بدون فاعل کے موجود رہ نہیں سکتے کیونکہ معلول بغیر علت کے رہ نہیں سکتا حکیم نے اعتراض کیا کہ باپ بیٹے کی علت ہے باپ مرجاتا ہے بیٹا جیتا رہتا ہے عورت نے کہا کہ باپ بیٹے کی علت نہیں وہ اس کے سبب کا ایک جزو ہے نہ کہ علت دیکھتا نہیں کہ ماں بانجھ ہوتی ہے تو باوجود باپ کے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور واجب الوجود تو علت تامہ ہے جب تک وہ ہے تب تک سب کچھ ہے وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں محض دربان اور اسکی بیوی ہی کی علمیت سے آخر کار فلسفی کا قافیہ تنگ ہوگیا۔ اور علامہ ساسان پنجم سے مباحثہ کا ارادہ ترک کیا۔

اسلام اور ابتداء آفرینش آدمؑ کی روشن حقیقت

اگرچہ اس کتاب کو مسائل مذہب سے کوئی تعلق نہیں یہ تو چوہان قوم کی مختصر ایک سیدھی سادھی تاریخ ہے لیکن اس کے شروع ہی میں چوہان کی اگن گنڈ سے خلاف عقل و قیاس ولادت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰)

میں خدا نہیں مانا جاتا ۱۲ اصلہ حاشیہ صفحہ ۹ بوپیارے لعل بحوالہ تاریخ راجستان مصنفہ کرنل ٹاڈ لکھتے ہیں کہ سویڈن ناروے میں ایک قوم آشیا رہتی ہے اس قوم کے اسلاف سورج بنسی چھتیں تھے انکے بھائی بند ہندوستان میں اسوا راجپوت کہلاتے ہیں انہیں کے نام پر براعظم ایشیا کا نام پڑا اسکے سوا ایک ہندو مورخ پرانوں کی روسے لکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے آریوں کے دو مختلف خاندانوں میں راج چلا آتا تھا ان میں سے ایک گروہ سورج بنسی کہلاتا تھا دوسرا چندر بنسی

(بقیہ صفحہ ۱۲)

کی بحث پیدا ہوگئی جسکو اس تاریخ سے قوی تعلق ہے اس لئے اس پر سرسری نظر ڈالنا ضروری تھا اگر وہ بغیر کسی تنقید وتبصرہ کے چھوڑ دی جاتی تو بقاعدہ السکوت دلیل الرضا یہ لازم آتا کہ میں نے بھی اسکو باوجود مسلم ہونیکے جائز سمجھا اور شاید ان افراد کو بھی جنکو تاریخ ھذا سے تعلق ہے پیروی کرنے کا خیال ہوتا یا یہ کہ وہ معترض ہوتے کہ اسلامی مطالب اور عقائد کا رستہ کیوں چھوڑا پس ان خطرات کے رفع کرنے کے لئے یہ لازم آیا کہ میں آدم کی ابتدائی آفرینش آسمانی کتاب (قرآن مجید) کی رو سے بیان کروں یہ ظاہر ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے کرہ زمین کی تمام قومیں مادہ پرست تھیں پہلے خاص عرب ہی میں جہاں سے اسلام کا بادل اٹھا اور تمام دنیا میں برسا بتوں کی پوجا ہوتی تھی اسکے سوا کہیں چاند اور سورج پوجے جاتے تھے تو کہیں سانپ اژدھاؤں چوپایوں کی پرستش ہوتی تھی ہی نہیں بلکہ بعض تو جھاڑ پہاڑ ندی نالوں اور آگ کے آگے جبین نیاز گھستے تھے کہیں حضرت مسیحؑ کی شبیہ کی پوجا ہوتی تھی تو کہیں تثلیث کا چرچا تھا وغیرہ وغیرہ مگر توحید کا نام تک نہ تھا آخر خدا اس زمین عرب کو جہاں حضرت محمد صلعم نے جسم لیا اب انگلیاں اٹھیں وہ خورشید رسالت چمکا ؎ ظلمت کفر مٹی مہر ہدایت چمکا۔

آگیا کفر وضلالت کا مٹانے والا	آگیا کلمہ توحید پڑھانے والا
آیا رحمت حق ہادی ورہبر آیا	مظہر نور خدا شافع محشر آیا
حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جب آپ نے خدا کی طرف سے اپنے آپ کو رسول جتلایا اور عرب کے جاہلوں کو خدا کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱)

سورج بنسیوں کا صدر مقام اجودھیا تھا جسکے ماتحت سارا ہندوستان رہا چندر بنسیوں کا راج ایران میں تھا اور وہ لوگ بدھ مذہب کے پیرو تھے چونکہ بدھ مذہب وید مذہب کے خلاف تھا اس لئے چندر بنسی سورج بنسی بادشاہوں میں ہمیشہ لڑائی رہا کرتی تھی یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ محققان یورپ علم زبان نے تو اب اتنا پتا لگایا ہے کہ یونان کی تاریخ سے بھی تقریباً ہزار برس پہلے یہی فرقہ جو آریا کہلاتا ہے بخارا اور تاتار یعنی وسط ایشیا سے اٹھا اور دنیا میں پھیل گیا ان کا ایک فرقہ چین میں گیا دوسرے نے یونان میں جا کر فلسفہ وحکمت کا طوفان اٹھایا۔ تیسرے نے روما کی بنیاد ڈالی کہ روئے زمین پر حکومت شاہی کا نقارہ بجایا ایک شاخ یورپ پہنچی اور دوسری ہمالہ سے اتر کر ہندوستان میں آئی اور آریہ کہلائی کہتے ہیں کہ آریا سے ہی ایران نے نام پایا لیکن مورخ یہ افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ ایران وہندوستان اپنی

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

طرف بلایا اور آیات قرآنی کو پڑھکر سُنایا تو وہ جاہل او روحشی چونک اُٹھے سوا چند کے سب بُرا بھلا کہنے لگے کیونکہ اس سے ان کے بتوں کی توہین ہوتی تھی یہانتک کہ سب آپ کے جانی دشمن ہوگئے تھے عرب میں ہل چل پڑگئی تھی تلواریں کھینچ گئی تھیں مگر آپ بار بار یہی ارشاد فرماتے تھے کہ میں خدا کی طرف سے تمکو یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ تمہارے نفوس کا تزکیہ ہو اور تمکو کتاب و حکمت سکھاؤں آخر کار (حق) یعنی اسلام۔ باطل پر غالب آیا اور تمام مشکلات کو مغلوب کرکے دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک پھیل گیا اور اس کی تبلیغ حقانیت کی رو تمام خس و خاشاک باطل کو بہالے گئی اور لے جا رہی ہے۔ ترجمہ آیات قرآن۔ (پ۳ سورہ آل عمران رکوع ۶) میں ہی خدا نے مٹی سے آدمؑ کے پتلے کو بنا کر اسکو حکم دیا کہ (آدم) بن اور وہ (آدم) بن گیا (اے پیغمبر یہی حق بات جو تمکو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (بتائی جاتی ہے) تو کہیں تم بھی شک کرنے والوں میں نہ ہو جانا۔" (پ۳ سورہ آل عمران رکوع ۶ کی تفسیر مندرجہ ذیل حاشیہ ترجمہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی دیکھو) غور کرو قرآن ہے تو آسمانی کتاب مگر لوگوں کے سمجھانے کو اتری ہے اور بہت سی باتیں لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں جیسے حالات بعد مرگ یا مثلاً خدا کی ذات و صفات کا علم تفصیلی یا روح کی ماہیت وغیرہ انسان کسی مصلحت سے چند روز کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے اس میں ایک طرح کی روح ہے جو ابدالا باد تک باقی رہے گی بات بات میں کھٹر پنچ نکالنا اور اپنی عقل سے وہ کام لینا جسکے سرانجام کی اس میں صلاحیت نہیں گمراہی کی علامت ہے یہ مرض زیادہ تر پڑھے لکھوں میں ہوتا ہے آجکل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں اس قسم کی گمراہی

(بقیہ صفحہ ۱۲)

مسلسل تبدیلیوں کی تاریخی سند نہیں رکھتا اس لئے یہ دونوں اپنی قدیم سچی اور واقعی داستانوں عمدہ اور معقول افسانوں کو پیوند نہ کر چکے یہی وجہ ہے کہ اب بات بات پر قیاسات کی گھڑ دوڑ ہوتی رہتی ہے بس اس طویل بحث سے یہی مورخانہ قیاس یہی ہو سکتا ہے کہ چوہان کی پیدائش اگن کنڈ سے نہیں ہوئی بلکہ وہ آریہ نسل کا ایک مشہور اور بہادر راجہ تھا کہ برہمنوں کے دشمنوں پر غالب آیا اور برہمنوں نے اس شکر گذاری میں چوہان کی تعریف کے یہ پلندے باندھ دیئے ہوں کہ اسکی جرآت و شجاعت کے سامنے دوسری مخلوق انسانی کی کوئی ہستی نہیں وہ تو متبرک دھکتی ہوئی آگ سے پیدا ہوا کون ہو سکتا ہے وہ جو اس کی طرح دھکتی آگ میں تپتا رہے اور برہمن دھرم کی استت یعنی ستائش و نیائش کے منتروں کے پڑھے جانیکا مستحق ہو اور دیوتاؤں کی پوجا کے بعد ہوم کے سجانے کی شان رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ فاضل مؤرخوں کی رائے ہے کہ گوتم بدھ کے مذہب نے سنسکرت کے دین آئین سب بدل دیئے تھے جس سے برہمنوں کے گھٹانے

(بقیہ صفحہ ۱۴)

کثرت سے دیکھی جاتی ہے اور دین کے اعتبار سے یہ حالت بڑی خطرناک ہے" اس میں کوئی شک نہیں کہ کارخانہ قدرت کے متعلق فلسفیانہ خیالات کا دماغ میں رکھنا گمراہی کی علامت ہے کبھی کوئی فلسفی یقین کے ساتھ کارخانہ قدرت میں کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا ترجمہ آیت قرآن "اللہ ہی[1] نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اس کا عرش پانی پر تھا اس نے دُنیا کو اس غرض سے پیدا کیا کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں بہتر عمل کرنیوالے کون ہیں" ترجمہ آیات قرآنی "اور ہم[2] نے کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے جو (سوکھکر) کھنکھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لطیف گرمی سے پیدا کر چکے تھے۔ اور (اے پیغمبر اس وقت کو یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں کالے (اور سڑے ہوئے گارے سے جو (سوکھ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا کرنیوالا ہوں تو جب میں اسکو پورا بنا چکوں اور اسمیں اپنی (طرف سے) روح پھونک دوں تو تم اسکے آگے سربسجود گر پڑنا چنانچہ تمام فرشتے (آدم کے سامنے) سربسجود ہو گئے مگر ابلیس کہ اس[3] نے سجدہ کرنیوالوں کے شمول سے انکار کیا اپنی روح[4] سے مراد ہے اپنی پیدا کی ہوئی اور روح انسانی کے مرتبے کے لحاظ سے اسکو اپنی طرف منسوب کیا" ترجمہ آیت قرآن "لوگو![5] اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو تنِ واحد (یعنی آدم) سے پیدا کیا اور (اس طرح پر کہ پہلے) اس سے اس کی بی بی (حوّا) کو پیدا کیا اور ان دو (میاں بی بی) سے بہت سے مرد و عورت (دنیا میں پھیلا دیئے)" ترجمہ

---

[1] پ۱۲ سورہ ہود رکوع ۱۔ [2] پ۱۴ سورۃ الحجر رکوع ۳ ۔ [3] ۱۲ منہ [4] جو لوگ خلقت آدم اور ابلیس پر فلسفیانہ نظر ڈالنا چاہتے ہیں

بقیہ صفحہ ۴۳

تقریباً نیست و نابود ہو گئے تھے بہرحال بدھ کی زبان سنسکرت پر دھاک بٹھا دی تھی ہر جگہ بدھ کے نئے کتب خانے سج گئے تھے برہمنوں کا تعلیمی چراغ ٹمٹما رہا تھا بدھ کا یہ اثر ہندوستان میں ہزار سال تک رہا اس کے بعد ہندوؤں نے اپنے قدیم مذہب کی بنیاد ڈالی جسکو تقریباً ایک ہزار چھ سو برس سے کسیقدر زیادہ زمانہ گذرا اور یہی ہندوؤں کا عہد جدید کہلاتا ہے ہندوؤں کے اس دور جدید میں بہت سے مشہور راجہ گذرے لیکن ان میں سب سے عظیم المرتبہ راجہ بکرم یا بکرما جیت چندر گپت گذرا جسکا لقب وکرما دتیہ یعنی آفتاب حکومت تھا اسکا پایۂ تخت شہر اجین ملک مالوے میں تھا چندر گپت کے زمانہ سے پیشتر سکا یا تھین قومیں جو شمالی مغربی ملکوں سے ہندوستان میں آئی تھیں جنوب مغربی علاقوں پر حکومت کرتی تھیں بکرما جیت چندر گپت نے انہیں مغلوب کر کے سکاری یعنی قاتلِ سکا کا لقب اختیار کیا بعض فاضلوں کی رائے ہے کہ بڑے عظیم المرتبہ بکرم کو ہزار سو سال گذر چکے ہیں اس کا نام چندر گپت

[illegible]

آیہ کریمہ۵۱ اور ہم ہی نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا اور پھر ہم ہی نے اسکو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا پھر (آخر کار) ہم ہی نے اسکو (گویا بالکل) دوسری مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانیوالوں میں بہتر (بنانیوالا) ہے۔

خلقتِ آدمؑ پر محقق عالمانہ رائے

انسانی۵۲ آفرینش کا سلسلہ یہ ہے کہ پہلے کچھ نہ تھا پھر خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کرکے مٹی میں تصرف کیا کہ اس سے روئیدگی پیدا ہوئی اور مٹی سے ایک انسان کا پتلا بنایا اور روئیدگی زمین کو اسکی غذا قرار دیا اس غذا سے بعد تصرفات ہضم وغیرہ نطفہ پیدا ہوا اس سے سلسلہ توالد و تناسل چلا اس کے بعد اندھیرا ہے جسمیں ہم بدون نور وحی کے نہیں چل سکتے وحی ہمکو یہ بتاتی ہے کہ بعد مرگ بھی ایک طرح کی ہستی ہوگی اور ہمارا دل بھی اس ہستی کے ہونے کو قبول کرتا ہے اس ہستی کے تفصیلی حالات کا ہمکو ذاتی علم نہیں سلسلہ آفرینش قرآن میں جا بجا بیان ہوا ہے کہیں ابتدا اسے لیا گیا ہے جبکہ زمین و آسمان کچھ بھی نہ تھا کہیں مٹی سے شروع کیا ہے کہیں نطفے سے اگر ابتدا سے لو تو انسان کا داخل اموات ہونا بھی اس اعتبار سے ہے کہ وہ عدم محض تھا اگر مٹی سے لو تو بے جان محض تھا ہیں یہ انقلابات

دوم تھا دکرمادیتہ تو اسکا صرف لقب تھا اور اسی کو مہاراجگان گپت کہتے ہیں جو سارے ہندوستان پر حکمران تھا اب ہندوؤں کے اس عہد جدید کے بعد راجپوتوں کا زمانہ آیا اور سارے ہندوستان میں راجپوت راجہ حکومت کرنے لگے راجپوت کے معنی راجاؤں کے بیٹے کے ہیں ان راجپوتوں میں سے بعض تو ان کھتری راج کماروں کی نسل سے تھے جو آریا تھے اور بعض ان راجگان کی اولاد میں سے تھے جو آریوں کے بعد شمال کی طرف سے آئے تھے اور ہندوستان میں بس گئے تھے اور صدیوں ہندوستان میں رہنے کے بعد ہندو بن گئے تھے۔ قدیم زمانہ کے کھتریوں کی طرح بعد کے زمانہ کے راجپوت قوم ہندوؤں میں سے جدا اور ممتاز تھی کیونکہ وہ بھی شاہی نسل سے تھے جنگجوئی اور حکمرانی سب راجپوتوں کا کام تھا ۱۲ منہ

۵۱ پ۱۸ سورہ مومن رکوع ۱۔ ۱۲ منہ ۵۲ منجانب شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب اور پڑھیں پارہ ۲۱ سورہ سجدہ رکوع ۱۔ پارہ ۲۲ سورہ فاطر رکوع ۲

جو انسان کی حالت میں ہوتے اور آگے ہونیوالے ہیں اور جن کی تصدیق لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے ہوتی ہے تمہارے قصد اور ارادہ سے تو نہیں ہوتے پس جس نے یہ تصرفات کئے وہی خدا ہے جسکا انکار تم کر نہیں سکتے مبہم اور مشتبہ باتوں کے درپے ہونا مذہب کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے معلوم ہے کہ کارخانہ عالم کو خدا نے آب و باد و خاک و آتش چار عناصر مختلف طبائع سے بنایا ہے اور ایک وقت خاص تک عناصر میں اختلاط و انتظام رہتا ہے پس جو نسبت عناصر میں رکھی گئی ہے اس میں ایک وقت خاص تک کمی و بیشی نہیں ہونے پاتی ورنہ وہ مخلوق جو عناصر سے مرکب ہے اپنی حالت پر قائم نہ رہے مثلاً مخلوقات میں سے ہم ایک انسان کو لیتے ہیں جس کی نسبت سعدیؒ نے اس مضمون کو عمدہ طور پر ادا کیا ہے ؎

قطعہ

چار طبع مخالف و سرکش	چند روزے بوند باہم خوش

چار طبعیتیں ایک دوسرے کی مخالف اور نفرت کرنیوالی ۔ چند روز آپس میں خوش اور ملی جلی رہتی ہیں۔

گر یکے زیں چہار شد غالب	جان شیریں بر آید از قالب

اگر ان چاروں خلطوں میں سے کوئی غالب ہو ۔ تو جان شیریں تن سے نکل جائے۔

(ظاہر ہے کہ پانی آگ کی ضد ہے یعنی مخالف اور اسی طرح پر باد یعنی ہوا مخالف خاک ہے وہ فلسفی جو مذہب کے قائل نہیں غور کریں) تو عناصر میں عدل و انصاف کا یہ پیرایہ پائیں گے کہ انکی باہمی نسبت کو ایک وقت خاص تک نہ بدلنے دیا جائے۔

چنانچہ یہ حالت عالم کے ذرّے ذرّے میں دیکھی جاتی ہے اور بقائے عالم اسی نسبت کے باقی رہنے پر موقوف ہے یا اس مضمون کو ہم انسانوں کی دوسری حالت پر منطبق کرتے ہیں کہ ان میں باہم عداوتیں ہیں زور و ظلم ہے فساد ہے اور اگر خدا اقوام عالم کو زیر و زبر نہ کرتا رہے

(بقیہ صفحہ ۱۵) میں بھی حضرت آدم کی پیدائش کا ذکر ہے اور پارہ ۱ اول سورہ بقر رکوع ۴ میں آدم علیہ السلام کا مع اپنی بیوی کے بہشت سے نکلنے اور درخت گندم کا ذکر کہ جس کے نہ چھونے کی بابت باری تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو ہدایت فرمائی تھی ۱۲ منہ

تو یہ سب آپس ہی کٹ مریں قرآن مجید میں یہ آیا ہے" اگر خدا بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ دُنیا کے لوگوں پر بڑا مہربان ہے" بقائے عالم کی تدابیر میں سے ایک بڑی تدبیر قبولیت دین ہے اگرچہ ظاہر میں حکام دنیا کا انتظام کرتے ہیں مگر انتظام عالم میں بڑا دخل مذہب کو ہے مذہب لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر اثر ڈالتا ہے جو حکام کی دسترس سے بالکل خارج ہے یعنی قانون دُنیا تو مرض کے پیدا ہونے کے بعد اس کا ازالہ کرتا ہے اور قانون مذہب جو سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہے سرے سے مرض کے پیدا ہونیکو روکتا ہے۔

(۲) دوسرا باب

قوم کی تعریف اور راجہ موٹے رائے کے نسب اور اسکے بیٹوں کے واقعات کے بیان میں

یہ ظاہر ہے کہ برادری کے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں سے ملکر ایک جماعت بنتی ہے پھر اسی طرح پر دو یا اس سے زیادہ جماعتوں کے اجتماع سے ایک قوم بنجاتی ہے اور اسی قوم کے چند گھروں کے مجموعے کا نام بستی یا گاؤں وغیرہ ہوتا ہے پھر انہیں چند بستیوں کے مجموعے سے ایک خطے یا ملک کی بنیاد پڑتی ہے عموماً قوم کی بہتر اور مضبوط بنیاد حکومت پر ہوا کرتی ہے اگر حکومت نہ ہو تو خود اس قوم کی قوت پر ہوتی ہے اور قوت اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ قوم آپس میں متفق اور متحد ہو اور اس کے ستون پائیدار ہوں ستون سے مراد قوم کے ذی فہم اور ممتاز افراد ہیں ملحوظ خاطر رہے کہ قومیں مرتی بھی ہیں اور بستر مرگ پر سسکتی بھی ہیں تندرست بھی ہوتی ہیں اور انکے تن بیجان میں دوبارہ جان بھی پڑتی ہے مرتی وہی ہیں جو بے ستون ہونیکے سوا اپنے اسلاف کے نمایاں کارناموں سے محروم اور مذہبی فرائض سے ناآشنا ہوتی ہیں اور ساتھ ہی تاریخ انکی بنکر بگڑ جانیوالی شان دکھانے سے معذور ہوتی ہے۔ زندہ وہی ہوتی ہیں جو محض خدا پر بھروسہ کر کے اپنے بزرگوں کی زندگانی کی نمایاں خصوصیات کے ڈھیر اور حقیقی اوصاف و خوبیوں کے تودوں کو پیش نظر رکھتی ہوں اور وہ اولوالعزمی کی روح کو باقی رکھتے ہوئے اسکی سچی قدر

کرتی ہوں یعنی انکے اخلاق ان کی سی متانت وسنجیدگی گرمی وحرارت ان کے سے علوم وفنون مدارج ومراتب پیدا کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہوں گو انکے قدم یاس وہراس کی راہ میں ڈگمگاتے ہوں تاہم وہ ایک نہ ایک دِن ضرور زندہ اور سربلند ہوکے رہیں گی ؎

ابھی گر پائے استقلال پر کامیابی کا	جو ہمت ہو تو کچھ مشکل نہیں بگڑی کا بنجانا

ایک مورخ کا قول ہے کہ جو قوم مرنا چاہتی ہے یا جو مرکر نمایاں شکل میں اپنی زندگی کا ثبوت دیسکتی ہے وہی زندہ ہے اور اسی میں زندگی ہے۔ یہ تو ایک مختصر تمہید قوموں کے مرنے اور جینے کی تھی۔ اب میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس قوم کی نئے رنگ سے تاریخی تصویر کھینچنا شروع کروں جسکا مقصود یہ تاریخ ہے گو وہ اسوقت رسم و رواج کے عوارض اور امراض سے جان بلب ہے اسکی حکومتیں چھن گئیں عام باہمی اتفاق زائل ہوگیا گرمی جاتی رہی اور وہ علوم وفنون سے بھی محروم ہوگئی اب صرف اس کا ایک لقب قوم قوام خانی یا قیام خانی یا قائم خانی باقی رہ گیا اور وہ ملک راجپوتانہ خاصکر شیخاواٹی میں جو اس کا سرچشمہ ہے زیادہ پایا جاتا ہے اس کا مذہب سنت والجماعت ہے اور وہ تعداد میں تقریبًا (ایک لاکھ[ف]) افراد پر مشتمل ہے علاوہ ملک راجپوتانے کے اس وقت یہ قوم ضلع حصار رُہتک اور دیگر علاقہ جات انگریزی میں بھی خال خال آباد ہے اور حیدرآباد دکن میں بھی اسکی بیشتر نسلیں بستی ہیں اگرچہ ان سب کے آباؤ اجداد نے ملک شیخاواٹی راجپوتانے میں جنم لیا تھا جہاں انکی خود مختار ریاستیں بھی تھیں لیکن جبکہ گردش زمانے کے ہاتھوں ریاستیں جاتی رہیں اور زوال نے متزلزل کردیا تو ان میں سے بعض تلاش معاش اور بعض قسمت آزمائی کے لئے وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور مذکورہ بالا مقامات میں پھیل گئے جنکی نسلیں انہیں علاقوں میں رہنے سہنے لگیں ان میں سے بعض افراد کا سلسلہ محبت والفت کا ابھی تک اصلی وطن سے اسی طرح پر قائم ہے جسطرح پر ایک محبِ وطن کا ہوا کرتا ہے سچ ہے ؎

حُبِّ وطن از ملکِ سلیمان خوشتر	خارِ وطن از سنبل وریحان خوشتر
یوسفؑ کہ بمصر پادشاہی میکرد	می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

ترجمہ۔ اپنے وطن کی محبت ملک سلیمان سے زیادہ اچھی ہے۔ اور اپنے وطن کا کانٹا چنبیلی اور ناز بو

ف یہ تعداد مردوں عورتوں کی ملکر ہے زین الدین جیرالدین خان کی اولاد بھی اسی میں شامل ہے جو قائم خانی کے لقب سے مشہور ہیں نیز مکانات کی تعداد ۵ ہزار بتلائی جاتی ہے ۱۲

کی بھینی بھینی خوشبو سے بھی اچھا ہے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام مصر میں بادشاہی کرتے ہوئے اپنے وطن کنعان کی گدائی کو ترجیح دیتے تھے۔

گو اسوقت عملاً و مقابلتہً دیگر اقوام کے یہ ایک درماندہ اور بے حکومت قوم ہے پھر بھی جب کسی مورخ یا سیاح کا گذر اس ریگستانی علاقے راجپوتانے سے ہوتا ہے تو مسلم قوموں میں سب سے پہلے اسکی تاریخی نظر اسی قوم کے حالات اور اوصاف پر پڑتی ہے جسکی تفصیل اگلے صفحوں میں موقع بموقع ملے گی اور یہ بھی ظاہر ہوگا کہ دنیا میں کبھی کسی قوم کو اختصار و قلت تعداد کے سبب سے بیچارگی اور مایوسی کے عالم میں نہ جانا چاہئے کیونکہ بہت سی قدیم اور تازہ مثالیں ابتک موجود ہیں کہ قلت کثرت پر غالب رہی اور اسکے اصول ترقی کثرت کے مقابلے میں کامیاب رہے ہیں اپنے طویل اور وسیع تجربے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس روشن زمانہ میں بھی ہندوستان کے معمولی اور متوسط طبقوں میں ابتک قدیم دستور کی طرح عجیب عجیب مبالغہ آمیز قومی کہانیوں کے سننے اور پسند کرنے کی رسم ترقی پر ہے اور ہر خاندان اپنی ناموری کیلئے زندگی کا ویسا ہی نظام قائم کیا چاہتا ہے گو وہ بے معنی کیوں نہو مگر اس سے شہرت کا رشتہ جوڑنا اس کا دلی مقصود ہوتا ہے اس وقت اسی صورت کی مورت میرے پیش نظر ہے اور اسکو اکثر مصنفوں نے تاریخی خامہ سے آراستہ بھی کیا ہے لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کبھی تاریخی مقاصد کی صحیح ترجمانی نہیں کرسکتے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اصلی فضائے تاریخی میں گامزن ہوں اور تاریخ دوست اصحاب کو بھی اس پر معترض ہونے دوں کہ راجہ موٹے رائے اور اسکے آباؤ اجداد کو پیوند خاک ہوئے تو صدیاں گذر جائیں اور انکے حالات بجنسہ باقی رہجائیں اور اس صورت میں کہ انکی کوئی مستند تاریخ بھی موجود نہو اس میں شک نہیں کہ جب بساط فلک کی ترتیب اور رنگ آرائیوں میں ہی تغیرات موجود ہیں تو انسانی ہستی جو درحقیقت ایک ضعیف اور زود فانی ہستی ہے کبھی گردش زمانہ کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتی اور نہ اس کے مختصر الحالات امور زیادہ عرصہ تک باقی رہ سکتے ہیں بجز انکے جو وقتاً فوقتاً قلمبند ہوتے رہے ہوں اور نسلاً بعد نسل تحفظ اور احتیاط کے ہاتھوں منتقل ہوتے آئے ہوں۔ اور ان سے سر سید احمد خاں مرحوم

جیسے مورخ کامل کی ایسی رائے بھی یقین کرنے کے لئے موجود اور متعلق ہو[1]۔ ہندوؤں کے ہاں
مہابھارت کے بعد کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور اسی سبب سے اگلے راجاؤں کا حال
نہیں پایا جاتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں یہ رواج تھا کہ ہر ایک خاندان کا
بھاٹ اور جگا ہوتا تھا اور وہی اس خاندان کے حال اور نسب سے واقفیت رکھتا تھا اور اس
خاندان کا سلسلہ اپنی پوتھیوں میں لکھ رکھتا تھا اور جو کچھ حادثات ہوتے تھے وہ بھی اس پوتھی
میں داخل ہوتے تھے یہ دستور اب تک قائم ہے ہندوستان کے جتنے قدیم زمیندار اور راجہ
ہیں سب کے خاندان کے بھاٹ اور جگے اب تک موجود ہیں اور یہی دستور ملک فارس میں
تھا کیونکہ شاہنامہ میں جہاں مذکور آتا ہے کہ دہقان کہن سال نے یہ بات کہی اس سے وہی
بھاٹ اور جگے مراد ہیں۔ یہ دستور کچھ ایشیا ہی تک محدود نہ تھا بلکہ یورپ میں بھی یہی رواج
تھا کوئی مکمل تاریخ نہ تھی بلکہ ہر خاندان کا ایک بھاٹ ہوتا تھا جس کو انگریزی میں Bard
بارڈ کہتے تھے یہ بارڈ شادی اور موت کے موقعوں پر آتا تھا۔ اور خاندانی گیت گاتا تھا جنکو لیز
Lays کہتے تھے چنانچہ پرانے رومی زمانہ کے یہ لیز اب بھی موجود ہیں جنکو لارڈ میکولے
Macaulay نے جمع کیا ہے۔ اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ دنیا بھر میں ایک ہی
طریقہ جاری تھا" اس قیمتی تصریح اور تبصرہ کے ظاہر کرنے سے صرف میرا مطلب یہی ہے
کہ راجہ موٹے رائے کے خاندان کے جگے بھی اب تک موجود ہیں جنکی بہی اور پوتھیوں سے
یہ پتہ لگتا ہے کہ موٹے رائے کی راجدھانی دودریرہ تھی جسکو بعضوں نے دودریوا بھی لکھا ہے
یہ مقام اجڑے دیار کی طرح حصار سے گوشہ مغرب وجنوب میں بتیس کوس کے فاصلہ پر
راجگڑھ علاقہ بیکانیر سے تین کوس مغرب کی طرف ہے یہاں پر ٹھاکر کی راجدھانی ہے اور
سرکاری تھانہ بھی موجود ہے۔ پرانے زمانہ کا ایک قلعہ بھی موجود ہے جو اسوقت منہدم ہوچکا ہے
جسکے کچھ آثار نظر آتے ہیں۔ خاص وعام کا بیان ہے کہ یہ نشان موٹے رائے کے زمانہ کے ہیں
راجپوتوں میں سورج بنسی چندربنسی اور اگن کنڈی تین مشہور خاندان ہیں اگن کنڈی تیسرا
ہندو راجاؤں کا وہ مشہور چوہان خاندان ہے جس سے ہندوستان میں بڑے بڑے راجہ

---

[1] دیکھئے تاریخ سلسلۃ الملوک ۱۲

ہو گذرے ہیں سب سے آخری راجہ پرتھی راج ہوا ہے جسکو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں رائے پتھورا نے جس دھوم دھام سے دہلی اور اجمیر پر سلطنت کی اس سے ہندوستان کی تاریخیں پر ہیں خاندانی عظمت کے علاوہ پرتھی راج کی ذاتی شجاعت کے کارنامے بھی ہندوستان میں ضرب المثل ہیں پرتھی راج کی زندگی کا خاتمہ محمدؒ غوری کے ہاتھوں ۵۸۸ھ ۱۱۹۳ء میں ہوا راجہ موٹے رائے بھی اسی راجپوت چوہان خاندان سے ہوا ہے جس کے باپ کا نام راجہ بھگن پال تھا بھگن پال کے باپ کا نام راجہ رائے پال اور اس کے باپ کا نام پدراج تھا اسی طرح پرانکے خاندانی جگے راجہ پدراج کے سلسلہ نسب کو نام بنام آنا دیو بیل راجہ اجمیر و دہلی سے ملاتے ہوئے اگنی کنڈ تک پہنچے ہیں اور انہیں کی تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ موٹے رائے کے چھ بیٹے[۱] تھے جن میں سے تین بڑے بیٹوں کے نام ہم آغوش اسلام ہونے سے پہلے یہ تھے فرزند اول جے چند دوم جے سنگھ۔ سوم کرم سنگھ ان سب کی پرورش قانون قدرت کے مطابق ددریے میں ہوئی اس کے بعد جگے یعنی وقائع نگار ان کے دور ابتدائی کا اس سے زیادہ پتہ نہیں دیسکتے کہ "جب یہ تینوں بھائی جوان ہوئے تو برضا و رغبت مسلمان ہو گئے اور تبدیل مذہب کے ساتھ ہی ناموں میں بھی اس طرح پر تبدیلی ہوئی کہ جے چند۔ زین الدین خان۔ جے سنگھ جبرالدین خاں کرم سنگھ قائم خان کے نام سے موسوم ہو گئے اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان پر سلطان فیروز شاہ تغلق حکمران تھا اور بحکم سلطان فیروز شاہ قائم خان حصار فیروزہ کے صوبہ دار (گورنر) ہو چکے تھے زین الدین خاں اور جبرالدین خان بھی مناصب اعلیٰ پر پہنچ چکے تھے"

---

[۱] دوسرے تین بیٹوں کے نام جو اپنے آبائی ہندو مذہب پر قائم رہے یہ ہیں جگمال سنگھ۔ جس کرن۔ بھوج راج۔ ان میں کہ جگمال کی اولاد بیری علاقہ سیکر میں بستی ہے جو تعداد میں دو سو کے لگ بھگ ہے اور جس کرن اور بھوج راج کی نسل بھی اسی کے لگ بھگ موضع سوئی بائی علاقہ سندھ میں جو امرکوٹ کے قریب آباد ہے اور وہ ابھی تک اسی ہندو مذہب کے پیرو ہے اور موٹے رائے کی شادی رائے نرداس کچھی راجپوت فرمانروائے جائل کی دختر کنول دیوی سے ہونا جگوں کی تحریرات سے ثابت ہے یہ جائل اب علاقہ جودھپور میں واقع ہے جو ناگور سے بارہ کوس کے فاصلہ پر مشرق میں ہے کہتے ہیں کہ یہاں ابتک کچھی راجپوت آباد ہیں انکے قبضے میں بطور جاگیر بہت سی زمینیں بھی ہیں لیکن اب وہ خود مختار نہیں ہیں بلکہ راجہ جودھپور کو خراج دیتے ہیں مگر جائل میں ہنوز

(بقیہ صـ ۲۲)

یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق ۷۰۹ھ ۱۳۱۰ء میں پیدا ہوا اور ۷۵۲ھ
۱۳۵۱ء میں تخت پر بیٹھا اب میں ان حالات سے صرف یہی نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ زین الدین خان
وجبر الدین خان اور قائم خاں کو ابتک دولت ایمان سے مالا مال ہوکر تقریباً پانسو تہتر[۳]
برس ہوئے ہونگے گو تاریخی رائے عامہ ہمیشہ اس کے مخالف رہی ہے کہ ایسے اولوالعزم اور
بہادروں کے حالات پر کبھی قیاسات کو وسعت نہ دی جائے بلکہ جہانتک ممکن ہو ان کی
تمام اجتماعی خصوصیات صحیح طور پر بیان کیجائیں جن میں مذہب عادتیں رسوم اور وقتی عروج
وتنزل شامل ہوں شروع ہی سے یہ خیال میرے مدنظر رہا لیکن ہر اہل مذاق کو معلوم ہے
کہ زمانے کی روح اضطراب اور تغیرات سے پُر ہے اور یہی کیفیت انسانی حافظے کی ہے
اگر ناظرین غور کریں تو کل کی بات میں کبھی آج کی سی تازہ یاد نہ پائینگے جبکہ کل اور آج کی
ہی یاد میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو صدیوں کے واقعات میں بے شمار تمادیوں کا عارض
اور فراموشیوں کا پیدا ہونا یقینی ہے بعینہ اسیطرح میرا یہ میدان بھی جسکے طے کرنے کا میں
نے ارادہ کیا ہے نہایت پُر پیچ اور دشوار گذار ہے اور اسکی منزل منزل میں ان اولوالعزموں
خاصکر قائم خاں کے دلچسپ اور حیرت انگیز افسانے میرے استقبال کے لئے دوش بدوش
کھڑے ہیں اور انکی آرزوئیں یہی ہیں کہ میں بھی دوسروں کی طرح تائید و تعریف کرتا ہوا
اس میدان کو گرمجوشی سے طے کر جاؤں کبھی کسی خیال و قیاس کو امر واقعہ کی طرف نہ لیجاؤں
لیکن ساتھ ہی حق و انصاف اس کا متقاضی ہے کہ اصول و استدلال سے سچی اور سیدھی
راہ تلاش کرنی چاہئے خیال و قیاس سے بھی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے کام لینا چاہئے گو میری
یہ تمہید بظاہر بےڈھنگی معلوم ہو لیکن میرے اصلی مقصد کے عین مطابق ہے اب ناظرین نواب
قائم خان کے ان افسانوں کو ملاحظہ فرمائیں جنکو بعض مصنف خالی الذہن ہوکر لکھہ
گئے ہیں اگرچہ انھوں نے تعریف و توصیف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا مگر سب
نہیں تو اکثر ان میں بے سروپا ضرور ہیں حسن الدین خاموش تاریخ انقلاب[۵] کے بیان کردہ
افسانوں کا اقتباس حسب ذیل ہے ۱۳۷۶ء م سمت ۱۴۳۳ بکرمی کا تک مہینے کی دوپہر تھی شہنشاہ

(بقیہ صفحہ ۲۱) انکی حکومت اور قدیم عمارتوں کے ابتک دھندلے نشانات باقی ہیں ۲ منہ سلے ۵ یہ تاریخ انقلاب

(بقیہ برصفحہ ۲۳)

دہلی فیروزشاہ قصبہ حصار سے شکار کھیلتا ہوا اپنے ہمرکاب سواروں سے الگ ہو کر مع اپنے
وزیراعظم سید ناصر ایک سنسان اور وحشت ناک مقام میں گذرا اس نے ایک درخت کے سایہ
تلے قائم خان کو کپڑا اوڑھے بےخبر سوتے پایا اس کا گھوڑا بھی کسا کسایا باگ ڈورسے اسی درخت سے
بندھا ہوا تھا سورج ڈھل گیا تھا لیکن درخت قائم خان پر برابر سایہ فگن تھا اس کشف و
کرامت پر فیروزشاہ نے استعجاب کی نگاہوں سے دیکھا اور اپنے وزیراعظم سید ناصر
کو حکم دیا کہ اسکو جگاؤ اور دریافت کرو کہ کون ہے سید ناصر نے قائم خان کو جگایا تو معلوم
ہوا کہ وہ طفل نوخیز ہے باوجود اسکے قائم خان نے ادب اور سنجیدگی سے اپنی سرگذشت
یوں بیان کی کہ میں اپنے باپ موٹے رائے کی راجدھانی دوریرے سے بغرض سیر و
شکار نکلا تھا اتفاقاً رستہ بھول گیا اور بھٹکتا ہوا یہاں آ پہنچا راہ کی تکان کے باعث
اس درخت کے نیچے سو گیا تھا قائم خان کی اس سیدھی سادھی پُر درد گفتگو سے فیروزشاہ
اور بھی متاثر ہوا اور سید ناصر کو حکم دیا کہ اس ہونہار لڑکے کو ساتھ ہی حصار لے چلو
جب شہنشاہ مراجعت فرمائے حصار ہوا تو موٹے رائے کو بھی دوریرے سے طلب
فرمالیا اور اس سے یوں ہمکلام ہوا کہ ما بدولت تمہارے فرزند کرم سنگھ کو ظل ہمایوں
میں رکھنا پسند کرتے ہیں موٹے رائے نے عرض کی کہ یہ مجھے بدل وجان منظور ہے
اسکے بعد بموجب حکم شاہی قائم خان کی علمی ادبی پیاس پیمانہ اور عالمانہ تعلیم کا پیمانہ سید ناصر وزیراعظم
کی سرپرستی میں لبریز ہوا اور ۱۳۸۶ء میں قائم خان نے بخوشی دین فطرت اسلام
قبول کر لیا اسلامی نام قائم خان رکھا گیا گو سید ناصر کے بارہ بیٹے تھے تاہم سید کی دلی
محبت قائم خان پر روز افزوں رہی ایک دن طالب علمی کے زمانہ میں قائم خان اور سید ناصر کے بیٹوں
میں طفلانہ رنجش پیدا ہوئی جس کی وجہ سے قائم خان مکان سے نکل کر اس لب چشمہ پر پہنچا
جہاں حضرت قطب الاقطاب شیخ نورالدین خلیفہ اعظم حضرت گنج شکر تشریف رکھتے تھے حضرت نے
بڑے پیار سے حال دریافت کیا اور ہر طرح سے تسلی دیکر ترقی عمر کی دعا فرمائی اور یہ بھی فرمایا
کہ تو صاحب منصب اور مالک حصار بھی ہو گا جب سید ناصر بیمار پڑے تو بادشاہ

(بقیہ صفحہ ۲۳) معروف بہ قائم خانی (۲۲۳۲) کی تعداد میں ۱۹۰۶ء مطبع جاب پرنٹنگ پریس اجمیر میں طبع ہوئی ۱۲ منہ

سے عرض کی کہ سلطنت کی اہم ذمہ واریوں کے انجام دینے کے لئے قائم خان سے بہتر مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اس لئے میری رائے ہے کہ جہان پناہ میرے مرنے کے بعد قائم خان کو عہدہ وزارت سے سرفراز فرمائیں بادشاہ نے سید ناصر کی رائے سے اتفاق کیا انجام کار سید ناصر کی وفات کے بعد بادشاہ نے ۱۱۶۰ھ میں قائم خان کو عہدہ وزارت سے سرفراز فرما دیا اسکے بعد جاگیر حصار کی تقسیم میں سید ناصر کے بیٹے اٹھ بیٹھے اور قائم خان بھی اس بنا پر دعویدار ہو گئے کہ سید مرحوم کی صاف و صریح وصیت میرے لئے موجود ہے جسکے تصفیہ کے لئے یہ تجویز ٹھیری کہ فرداً فرداً سب کی طاقت کی آزمائش ہو اور جو معرکہ آزمائش میں غالب آئے وہی حصار کا مالک و مختار ہو جائے اس لئے ہر ایک نے یکے بعد دیگرے سید ناصر کی ڈھال تلوار زرہ بکتر کے اٹھانے میں زور لگایا مگر قائم خان کے سوا اسکو کوئی نہ اٹھا سکا تب قائم خان جاگیر حصار کے مالک ہو گئے گو اہل ذوق اس افسانے سے تنگ آ گئے ہونگے کیونکہ اس کی صورت اور سیرت دونوں ہی ایسی بھونڈی ہیں کہ کہیں بھی انکے کسی نقطہ تاریخ پر خیال نہیں جمتا لیکن ان روایات کے موضوع پر بحث کرنے کیلئے مجھے اسکی ضرورت تھی کہ میں اسکو پہلے ہر پہلو اور حیثیت سے دکھا دوں اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اس افسانے کی قلمی تصویر حسن الدین خاموش کی تالیف انقلاب قائم خانی سے دو سو نو سال پہلے سنہ ۱۶۳۴ء میں قیام راسے[۵۱] میں کھینچ چکی جس کو سنہ ۱۲۷۴ھ مطابق سنہ ۱۸۵۸ء میں حضرت نجم الدین صاحب جھنجھنوی نے فارسی میں آبدار بنا کر دکھائی اور ۱۲۵۹ھ م سنہ ۱۸۴۳ء مولف خان جہانی[۵۲] نے اور بھی مصنوعی رنگ سے رنگ دی جن کے صریح نتائج یہی ہیں کہ کہیں تو قائم خان ولی اور کہیں کم از کم ولی صفت ہو گئے اور شکار میں کہیں سے کہیں دو جا پڑے اور آفتاب نے انکی ظاہری اور باطنی اوصاف کا اعتراف

---

۵۱ قیام راسے کے مصنف نعمت خان فرزند نواب الف خان قیام خانی والی فتحپور ہے جنھوں نے سمت ۱۶۹۱ بکرمی ہندی میں تصنیف کیا اور وہ غیر مطبوعہ صورت میں حضرت نجم الدین صاحب پیرزادہ جھنجھنوی کے ہاتھ لگا جسکی بنا پر انھوں نے شجرۃ المسلمین تصنیف کی لیکن چھپنے کی نوبت نہ آئی ۵۲ نواب محمد خان المخاطب نواب دلاور نواز جنگ بہادر نے بمقام حیدرآباد دکن چند انشا پردازوں سے سنہ ۱۲۵۹ ہجری میں تاریخ خان جہانی لکھوائی جو قلمی صورت میں ابتک موجود ہے ۱۲ منہ

کرلیا اور دیکھکر فیروز شاہ بھی دنگ رہ گئے اور حضرت قطب الاقطاب شیخ نورالدین بھی قائم خان کے شاندار مستقبل پر مبارکباد دینے لگے یہی نہیں بلکہ سید ناصر وزیر اعظم باوجود بارہ بیٹوں کے کہتے رہے کہ قائم خان ہی سب سے زیادہ پرجوش شخصیت رکھتے ہیں چال چلن سے شان سپہگری خصلت اور وضع سے متانت اور وسیع النظری ٹپکتی ہے طرز کلام دلکش اور خیال تدبیر رس ہے پس وہی میرے گھر بار زر و زیور کے مالک و مختار اور وہی منصب وزارت کے موزوں ہیں وغیرہ وغیرہ شروع سے آخر تک خیالات کی بھرمار اور رنگ آمیزیوں کی بوچھاڑ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج	تا ثریا میرود دیوار کج

ترجمہ ابتدا میں بنیاد کی اینٹ اگر معمار غلط اور ٹیڑھی رکھیگا تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی ہی جائیگی۔

اس میں کلام نہیں کہ اس داستان کی بے ڈھب بنیاد مصنف قیام راسے کے ہاتھوں پڑی پھر دوسرے مؤلفوں نے نقاش نقش دوم بہتر کشد زاول کے مصداق ایسا کام کر دکھایا کہ ناظرین محو حیرت ہو گئے اور شاید اسوقت وہ یہ جانتے تھے کہ جو کچھ تاریخی سرمایہ ہے وہ یہی ہے اگر درحقیقت انکے یہی خیالات تھے تو ایک حد تک درست ہو سکتے ہیں کیونکہ اب بھی وہ کافی سرمایہ ہم جیسی عام نظروں سے پوشیدہ ہے بااین ہمہ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس پُرشان داستان کی افتاد بے سبب پڑی ہو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بہت کچھ تھا کیونکہ بلا آگ کے کبھی دھواں نہیں اُٹھتا۔ اور بغیر کسی وجود کے موجودات کا چرچا نہیں ہوتا مگر یہ خدا جانے کہ وہ کیا کچھ تھا اور پھر کیا سے کیا ہو گیا اب ناظرین اس روشن زمانہ کے مورخوں کی ان رائیوں کو ملاحظہ فرمائیں جو خصوصاً ایسے لاینحل اور شہرت پذیر عقدوں سے متعلق اور دلچسپی پر ہیں فلسفہ تاریخی کا یہ ایک راز ہے جو واقعات جسقدر زیادہ شہرت پکڑتے جاتے ہیں اسی قدر انکی صحت زیادہ مشتبہ ہو جاتی ہے دیوار قہقہہ۔ چاہ بابل۔ آب حیواں۔ مار ضحاک جام جم۔ سے بڑھکر کس واقعہ نے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے لیکن کیا ان میں سے ایک بھی اصلیت سے علاقہ رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کے منظر پر آجاتے ہیں پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصہ انسانی ہے شہرت کی

عام بنا پر لوگ اس کا یقین کرتے چلے آتے ہیں اور کسی کو تنقید و تحقیق کا خیال تک نہیں آتا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلمات عامہ میں داخل ہو جاتے ہیں جوان۔ بوڑھے بچّے سب وہی راگ گانے لگتے ہیں" دوسری رائے حقیقت میں جو الفاظ اور قصّے زبانوں پر چڑھ گئے سو چڑھ گئے اور وہ اکثر وقتوں کے انقلابوں سے بدلتے بدلتے ایسے ہو جاتے ہیں کہ بالکل پہچانے نہیں جاتے آٹھ پہر ایک جگہ رہنے سہنے سے بے ارادہ بھی ایک کی زبان سے دوسرے کے لفظ نکل جاتے ہیں اور آپس کی محبّت سے ایک دوسرے کے لفظ بھی پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ الفاظ کے علاوہ گیت۔ کہاوتیں۔ شعر زبانوں پر چڑھ جاتے ہیں اور سب سے بڑھکر وہی بات ہے کہ حضرت اقبال جس طرح فتحیابیوں کی تلواریں چمک دیتے ہیں اسی طرح گفتار، رفتار، وضع لباس۔ کل کاروبار کو ایسا چمکیلا اور خوشنما دکھاتے ہیں کہ وہی خاص و عام کو بھاتے ہیں اور خود بخود وہی باتیں مطابق عقل۔ وہی باتیں اصول تہذیب۔ وہی زیبا اور خوشنما۔ وہی شان و شکوہ بنکر مصلحت وقت نظر آتی ہیں اور وہ اسوقت غیر الفاظ کو فقط ادائے مطالب کا اوزار ہی نہیں سمجھتے بلکہ انہیں بول کر فخر کے چہرے چمکاتے ہیں" بحیثیت مجموعی مذکورہ بالا آرا سے یہی ظاہر ہے کہ کسی واقعہ کے خلاف قیاس شہرت کسی خاص وقتی سبب سے پیدا ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ زبانوں پر ایسی چڑھ جاتی ہے کہ جس سے حقیقی واقعہ اصلی مرکز سے ہٹکر پس پشت پڑ جاتا ہے پھر وہی خلاف قیاس شہرت یقینی واقعہ کی ایسی عظیم الشان نمائش گاہ بنجاتی ہے کہ خاص و عام کی نظریں اسی پر پڑنے لگتی ہیں اور وہ اصلی سبب تک پہنچنے سے بالکل عاجز رہجاتی ہیں یا یہ کہنا چاہیئے کہ جب کسی انسان کا ستارہ اوج پر ہوتا ہے تو لوگ اسکے تمام کاروبار کا ایسا پُر تکلف نظارہ پیش کرتے ہیں کہ جسے دیکھکر خاص و عام محو حیرت ہو جاتے ہیں مختصر یہ کہ قائم خاں کے ان افسانوں کے بزم و انجمن ہونے کے بھی کم و بیش یہی اسباب ہیں۔

سلہ یہی وجہ ہے کہ نواب قائم خان کے افسانے غیر معمولی دلچسپی اور جدت سے پُر ہوتے رہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مؤلف کو ان کی اولاد سے ربط ضبط رہا ہے اور بہت عرصہ تک یکجائی کا اتفاق بھی ہوا ہے اسی لئے آپس کی محبت سے انکی کہاوتیں انکی کہانیاں اچھی معلوم ہوتی رہیں ۱۲ منہ

سید ناصر اور نواب قائم خان کی داستان میں امور تنقیح طلب

(۱) آیا سید ناصر فیروز شاہ تغلق کے وزیر اعظم تھے؟ نہیں۔ سلطان فیروز شاہ کا وزیر اعظم قوام الملک خان جہان مقبول تھا۔ یہ قوام الملک ایک شریف قوم کا ہندو تھا جسکا نام کنّو یا کنٹو تھا اور تلنگانہ میں رہا کرتا تھا وہاں سے راجہ تلنگاں کے ساتھ دہلی آرہا تھا کہ راجہ راہ میں مر گیا جب قوام الملک دہلی میں پہنچا تو سلطان محمد تغلق کو نذر کی اور اسلام قبول کیا سلطان محمد تغلق نے اس کا نام مقبول رکھا پھر وہ درجہ بدرجہ ترقی کرتا گیا جب سلطان مرا تو وہ نائب وزیر ہوا اور پھر سلطان فیروز شاہ کا وزیر اعظم ہو گیا اور خان جہان کا خطاب پایا۔ یہ قوام الملک سکندر اعظم کے وزیر ارسطاطالیس جیسی تدبیر عقل اور فہم و فراست رکھتا تھا جسطرح وہ سکندر کی سلطنت کے کاروبار چلاتا تھا اسیطرح قوام الملک فیروز شاہ کی سلطنت کا کام انجام دیتا تھا۔

(۲) آیا حصار سید ناصر کی جاگیر تھی۔ نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ شکار کا بڑا شائق تھا اس شغل میں اسکے کئی راز مضمر تھے جنمیں سے چند یہ تھے کہ اس سے ملک کی طبعی و سیاسی کیفیت اور رعایا کی اقتصادی اور معاشرتی حالت معلوم ہوتی تھی اور جہاں کہیں جو مقام سلطان کو پسند آجاتا اُسکو آباد کرتا اور جہاں کوئی شکایت یا خرابی دیکھتا اُس کو رفع کرتا اور رعایا کی آسائش کیلئے تمام وسائل مہیا کر دیتا ملک کے شاداب اور سرسبز بنانے میں ہمہ تن مصروف رہتا ایک روز جب سلطان فیروز شاہ شکار کھیلتا ہوا اس مقام پر آیا جہاں اب حصار فیروزہ آباد ہے تو یہ مقام فیروز شاہ کو بہت پسند آیا اور اسی وقت ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء میں یہاں یہ شہر بسایا اور نام حصار فیروزہ رکھا پانی بہم پہنچانے کے لئے ایک نہر بھی کھدوائی جو اب تک موجود ہے اسکے سوا ملک میں جابجا نہریں پھیلا دیں رعایا کے بعض ناپسندیدہ محصول معاف کر دیئے یہ امر ہمیشہ بطور یادگار رہے گا کہ فیروز شاہ کے زمانے میں رعایا کی خوشحالی میں بہت ترقی ہوئی۔

(۳) آیا سید ناصر اور سلطان فیروز شاہ کا کسی تاریخ یا روایت سے ایک ہی زمانے میں ہونا ثابت ہے۔ نہیں۔ کسی مستند تاریخ سے سید ناصر کا سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں ہونا پایا نہیں جاتا

ہاں سید امیر حسن کی اولاد میں جو اسوقت موضع بروالا ضلع حصار میں بستی ہے یہ روایت سینہ بسینہ چلی آتی ہے کہ سید ناصر نیشاپور میں پیدا ہوئے انکے والد کا نام سید گیسو دراز تھا۔ سید ناصر کل چار بھائی تھے (۱) سید نعمت اللہ (۲) سید امیر حسن (۳) سید کریم اللہ چوتھے خود سید ناصر اول الذکر تینوں بھائی بادشاہ غور کی فوج میں خدمات جلیلہ پر مامور رہتے تھے۔

جبکہ شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ میں ہندوستان پر چڑھائی کی تو سید ناصر کے وہ تینوں بھائی اسی فوج میں شامل ہوکر ہندوستان آئے اور ہانسی ۵؎ کی لڑائی میں مارے گئے ان تینوں کی قبریں ہانسی کے قلعہ کے اندر مشرق کی طرف ایک ہی سلسلے میں موجود ہیں خصوصاً سید نعمت اللہ ولی کے نام سے مشہور ہیں جب نیشاپور ۵۲؎ میں سید ناصر کو اپنے بھائیوں کے شہید ہونیکی اطلاع ملی تو وہ خود انکی بیوی بچوں کو لیکر ہندوستان میں آئے اور فاتحہ کی غرض سے ہانسی ہی گئے وہاں سے بروالے میں آکر ٹھہر گئے جب قطب الدین ایبک کو سید ناصر کے بروالے میں اقامت گزین ہونیکی خبر ملی تو انکو اپنے پاس کسی بڑے عہدے پر مامور کرنے کیلئے بلوایا سید ناصر قطب الدین ایبک سے جاکر ملے مگر اس عہدے کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور یہ انکی کسر نفسی تھی پھر چند روز کے بعد سید ناصر بروالے میں واپس آگئے اور رہنے لگے انجام کار بروالے ہی میں انتقال کیا انکا مزار بروالے سے تین کوس کے فاصلے پر شمال کی طرف سید ناصر شہید کے نام سے زبان زد عام ہے ان چاروں بھائیوں میں صرف امیر حسن کے چار بیٹے تھے (۱) علی مقصود (۲) علی مبارک (۳) علی داؤد (۴) علی حیدر انہیں سے جو اولاد پھیلی وہی بروالے اور دیگر مقامات میں آباد ہوتی گئی۔" یہ روایت اس وجہ سے زیادہ قابل اعتماد ہے کہ اس کے واقعات موثر اور نشانات پائیدار ہیں اور دوسرے قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۴) آیا محمد غوری اور فیروز شاہ کے زمانہ کا اتصال عین ما بعد ہے۔ نہیں بعید تر تفاوت ہے سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ م ۱۱۹۳ء میں ہندوستان کو فتح کیا اور ۶۰۲ھ م ۱۲۰۵ء میں انتقال کرگیا سلطان فیروز شاہ ۷۵۲ھ م ۱۳۵۱ء تخت پر بیٹھا

۵؎ تاریخ سے ظاہر ہے کہ ہانسی ہی سلطان محمود غوری کی اہم فتوحات میں داخل ہے ۱۲ ۵۲؎ نیشاپور ایک شہر کا نام ہے جو سرزمین خراسان میں واقع ہے ۱۲ منہ

اور ۷۹۰ھ م ۱۳۸۸ء میں اس دار فانی سے رحلت کی پس موازانہ واقعات سے سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی سلطان شہاب الدین کے شہید ہونیکے (۱۵۰) برس کے بعد قرار پاتی ہے اور روایت مذکورۂ بالا سے سید ناصر سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہونا یقینی ہے، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ قائم خان کا زمانہ سید ناصر سے ایک صدی بعد گذرا تاریخ جلوۂ جمال اسکی گواہ ہے کہ سید ناصر بروالوی قطب جمال صاحب کے ماموں ہوتے تھے اور تاریخ سراج النسب سے یہ پتہ لگتا ہے کہ نواب قائم خان و قطب اوّل حضرت خواجہ جمال الدین احمد صاحب ہانسوی اور انکے ماموں سید ناصر ہم زمانہ تھے اور قطب[۵۱] جمال صاحب نے ہی قائم خاں کی تعلیم و تربیت تلقین و تفہیم کا انتظام سید ناصر بروالوی کی سرپرستی میں کرایا تھا بہت ممکن ہے کہ سید ناصر اور قطب جمال صاحب کا زمانہ ملتا جلتا ہو مگر بروئے تاریخ جلوۂ جمال[۵۲]. قطب جمال صاحب کی وفات ۶۵۹ھ ۱۲۶۱ء میں ہونا ثابت ہے پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنف سراج النسب نے اس شہرت کی عام بنا پر جو اسکے اوپر بیان ہو چکی ہے نواب قائم خان کے زمانے کے شمار کرنے میں غلطی کھائی ہے کیونکہ مستند تاریخوں سے ظاہر ہے کہ قائم خان کی وفات ۸۲۲ھ م ۱۴۱۹ء میں ہوئی اس حساب سے حضرت خواجہ قطب جمال الدین احمد صاحب کی تاریخ وفات قائم خاں کی موت سے (۱۶۳) برس پہلے ہو جانا بدرجہ اطمینان ثابت ہے۔

نیک نہاد سلطان فیروز شاہ تغلق اور نونہال قائم خاں کی باہمی ملاپ کی شہرت عام پر قرائن اور قیاسات کو وسعت

تاریخوں سے پتہ لگتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ شکار کا بیحد شائق اور دلدادہ تھا اور وہ اسے انصاف و نظام مملکت کا ذریعہ جانتا تھا۔ اس لئے وہ کوئی موسم دیکھتا نہ کسی ساعت

---

۵۱ دیکھیے صفحہ ۴۶ تاریخ سراج النسب مصنفہ محمد سراج الحق صاحب نبیرہ چار قطب ہانسوی جو ۱۳۱۴ھ میں پریس قادیان میں چھپی ہے

۵۲ دیکھیے ص ۱۳۲ تاریخ جلوۂ جمال مصنفہ شاہ محمد امان خانصاحب المعروف منور شاہ جمال دہلوی ۱۲۰ ۱ منہ

سعید کا انتظار کرتا ہمیشہ اسی جدوجہد میں رہتا اور جدھر رُخ کرتا چلا جاتا بیابان اور دشوار گذار دروں میں شکار کھیلتے ہوئے جانا سلطان کا ایک معمولی مشغلہ تھا اور اسی طرح حصا فیروزہ کے جنگل میں بھی آ پہنچا تھا قائم خان کا بھی اسی جنگل میں شکار کے لئے جانا جگوں کی پوتھیوں سے ظاہر ہے اور حصار کے نواح میں انکے باپ کی راجدھانی دوریرے کا ہونا یقینی ہے اس صورت میں بہت ممکن ہے کہ سلطان نے قائم خان کو وہاں دیکھ لیا ہو اور قائم خان کی پرجوش شخصیت سے متاثر ہو کر کنار عطوفت میں جگہ دی ہو تجربہ یہ کہلواتا ہے کہ اکثر ایسے موقعوں میں خلاف توقع بارآور واقعات رونما ہوئے ہیں ایک اور دوسرا واقعہ دوریرے کے قریب کا یہ ہے کہ [۵] سلطان فیروزشاہ اپنے اوائل جلوس سلطنت میں فتح آباد سے ہانسی آئے اور اپنے عملدرآمد کے موافق تمام ساکنان ہانسی اور حوالی ہانسی اور دیگر اہالی قصبات و مضافات کو طلب کر کے مراحم خسروانہ سے سرفراز فرمایا" جبکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے تو یہ بھی اسکی ایک بہترین دلیل ہو سکتی ہے کہ موٹے رائے بحیثیت ایک فرمانروا ہونیکے جلوس شاہی میں حاضر ہوا ہو۔ ممکن ہے کہ اسوقت قائم خان بھی باپ کے ساتھ ہو اور بادشاہ نے اپنے ایک ماتحت فرمانروا کی حوصلہ افزائی کی غرض سے قائم خان کو درباری امراء میں داخل کر لیا ہو اب جگوں کے بیانات بھی سُنئے وہ کہتے ہیں کہ ان کی بہیوں میں تو صرف اتنا درج ہے کہ سلطان کے پاس نواب قائم خان کا رسوخ و عروج رانی ملکہ کے زمانہ میں ہوا لیکن افسوس وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ رانی ملکہ کون تھی اور اسکو سلطان سے کیا تعلق تھا مگر تاریخ فیروز شاہی سے ظاہر ہے کہ سلطان فیروشاہ کے باپ کا نام سالار رجب تھا جو سلطان غیاث الدین تغلق غازی کا بھائی تھا سالار رجب کی شادی رانا مل بھٹی راجپوت قصبہ ابوہر مضافات دیپالپور کی دختر سے ہوئی تھی شادی سے پہلے لڑکی کا نام بی بی نائلہ تھا جب اسکو معلوم ہوا کہ اسکی شادی ایک مسلمان سے ہوا چاہتی ہے۔ تو ناراض ہوئی اور کچھ دنوں تک ضد کرتی رہی اس وجہ سے سلطان تغلق نے شادی ہونے کے بعد اس کا نام کدبانو رکھا جس کے بطن سے ۷۰۹ھ میں سلطان

[۵] دیکھئے تاریخ فیروزشاہی ۱۲ منہ

فیروز شاہ[۱] پیدا ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جگّوں کی بہیوں میں کدبا نورانی ملکہ کے نام سے درج ہو گئی ہو کیونکہ ہندی کی معمولی اصطلاح میں بادشاہ کی بیگم۔ رانی ملکہ ہو سکتی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ ایسی ظاہر نہیں ہوتی کہ انکی پوتھیوں میں رانی ملکہ کا اندراج ہوتا اب نواب قائم خاں کی رشتہ داری کا یہ پہلو بھی واقعہ متعلقہ کی صورت میں نظر آتا ہے کہ انکی دوسری شادی راجپال[۲] بھٹی راجپوت جیسلمیر کی دختر سے ہوئی تھی چونکہ خود سلطان بھٹی راجپوتوں کا بھانجا تھا اور قائم خاں کی سسرال بھی بھٹی راجپوت خاندان ہی سے تھی پس یہ بہت ممکن ہے کہ سلطان فیروز شاہ اور قائم خاں کے باہمی تعلقات پیدا ہونے کی یہی ایک وجہ تحریک ہو لیکن یہ شروع سے آخر تک سب قیاسات ہی قیاسات ہیں اس لئے ان میں سے صحیح واقعات کا چن لینا جبکہ قائم خاں کے تاریخی حالات خلط ملط ہو گئے ہوں ایک مشکل امر ہے لیکن ان سے اس نتیجہ پر پہنچنا آسان ہے کہ نواب قائم خاں کی عظیم الشان حیثیت اور بہترین خصائل کا آغاز سلطان فیروز شاہ کے دور سلطنت میں ہو خواہ وہ کسی طریقے سے کیوں نہ ہو جو اصحاب تاریخی مذاق رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں راجپوتوں اور مسلمان بادشاہوں کے درمیان مستحکم اور با اثر تعلقات رہے ہیں بادشاہوں کو راجپوتوں کی شرافت و شجاعت اور وفاداری پر پورا بھروسہ تھا اور یہی وجوہ تھے کہ وہ راجپوت لڑکیوں سے شادی کرنا بہتر خیال کرتے تھے اور یہ شادی بیاہ کے تعلقات طرفین سے وسیع سمجھے جاتے تھے انکی فوجوں میں راجپوت بھی بڑے بڑے سپہ سالار ہوتے تھے اور ملک کے بڑے بڑے قطعات اور حصص کے دھنی راجپوت ہی نظر آتے تھے نظر بحالات صدر نواب قائم خاں و زین الدین خاں اور جبرالدین خاں کا فیروز شاہ کے پاس اعلیٰ

[۱] سر سید احمد خاں مرحوم کی تاریخ سلسلۃ الملوک میں فیروز شاہ کی ولادت ۶۹۹ھ اور تاریخ فیروز شاہی میں ۷۰۹ھ مرقوم ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے بہرحال آخر الذکر سال ولادت صحیح ہے ۱۲ منہ

[۲] وقائع نگار یعنی جگّوں کی یادداشتوں سے انکی تفصیل نام بنام ثابت ہے کہ قائم خاں کی راج پال کی دختر کے سوا اور چھ بیویاں بھی تھیں اور وہ سب کی سب ہندو و معزز راجپوتوں کی نسل سے تھیں طوالت مضمون کے خیال سے انکے پتے اور نام درج نہیں کئے گئے ۱۲ منہ۔

مراتب پر پہنچنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قائم خاں کا فیروز شاہ تغلق کے امیر الامرا میں ہونا تاریخوں سے ثابت ہے

مورخوں نے قائم خاں کو بعض جگہ قوام خاں اور بعض موقعوں پر قیام خاں لکھا ہے سوا لفظ خان یہ تینوں الفاظ (نحوی جزوی ترکیبی فرق ہے) مترادف یعنی ہم معنی ہیں چونکہ قوم میں یہی نام قائم خان کثیر الاستعمال ہے اس لئے میں نے بھی اسی کو زیادہ پسند کیا ناظرین تاریخ[51] ہندوستان سے یہ پتہ لگا سکتے ہیں کہ نواب قائم خان سلطان فیروز شاہ کے زمانہ سے سلطان محمود شاہ تغلق کے زمانے تک زندہ رہے خضر خاں کے زمانہ میں بھی نواب قائمخاں زندہ تھے جبکہ دولت خاں لودہی نے خضر خاں سے بغاوت کی تو خضر خاں نے ۶۰ ہزار فوج کے ساتھ اسکا مقابلہ کیا دولت خاں شکست کھا کر گرفتار ہو گیا جسکو خضر خاں نے قائم خاں کی نگرانی میں حصار فیروزہ کے قلعہ میں مقید رکھا یہ دولت خاں لودھی وہی تھا جس نے ایک سال تین مہینے دہلی کی سلطنت کی تھی آگے چلکر یہ معلوم ہوگا کہ خضر خاں اور قائم خاں میں ان بن رہی انجام کار خضر خاں نے قائم خاں کو دھوکے سے مروا دیا اسی تاریخ ہندوستان سے وہ واقعات بجنسہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ "دولت[52] خاں سامانہ کی لڑائی کے لئے بھیجا گیا تھا یہ بیرام خاں ترک بچہ کے مرنے کے بعد بیرم خاں مالک ہو گیا تھا مورخہ ۱۱ رجب ۸۰۹ھ کو سامانہ سے دو کوس کے فاصلہ پر ان دونوں کی لڑائی ہوئی یعنی بیرم خاں اور دولتخاں میں، دولت خاں نے فتح پائی بیرم خاں بھاگ کر سرہند میں آیا کچھ دنوں بعد دولت خاں نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اس پر عنایت کرنے لگا بیرم خاں نے پہلے خضر خاں سے اسکی خدمت گذاری کرنے کے لئے عہد و پیمان کئے تھے جب خضر خان کو سامانہ کی تسخیر کا حال معلوم ہوا تو ایک بڑا لشکر لیکر دولت خاں سے لڑنیکو چلا جب فتح آباد میں آیا تو دولت خاں

---

۵۱ دیکھیے تاریخ ہندوستان جلد دوم صفحہ ۲۹ مؤلفہ خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی اور اسکی تائید تاریخ فرشتہ اور دوسری تاریخوں سے بھی ہوتی ہے ۱۲ منہ

۵۲ صفحات ۲۹۴ و ۲۹۶ و ۳۰۲ تاریخ ہندوستان جلد دوم مذکورہ بالا قابل ملاحظہ ہیں ۱۲ منہ

جمنا کے پار بھاگا تمام امرا جو اسکے دوست تھے اس سے جدا ہو کر خضر خاں سے آن ملے اس نے حصار فیروزہ کی شق قوام خاں کو دی اور اقطاع سامانہ اور سام بیرم خاں سے لیکر زیرک خاں کو دیئے اور اقطاع سرہند اور بعض پرگنے بیرم خاں کو دیئے خضر خاں فتحپور سے واپس آیا اب سلطان محمود کے قبضے میں صرف بیانہ میان دوآب اور اقطاع رہتک رہ گئے تھے ماہ رجب ۸۱۱ھ میں سلطان حصار فیروزہ کو گیا اور قلعہ میں قیام خاں کا محاصرہ کیا چند روز بعد قائم خاں نے اپنے بیٹے کو پیش کش دیکر سلطان کے پاس بھیجا اور عذر خواہی کی سلطان نے دہلی کی طرف مراجعت کی خضر خاں اس خبر کو سنکر فتح آباد میں آیا اور جو آدمی یہاں سلطان محمود شاہ سے مل گئے تھے ان کو ایذا دی مورخہ ۱۱ رمضان ۸۱۱ھ کو خضر خاں نے ملک الشرق تحفہ لشکر جرار کے ساتھ میان دوآب جو بادشاہ کے پاس رہ گیا تھا تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا خضر خاں رہتک کی راہ سے دہلی آیا اور اس کا محاصرہ کیا سلطان ناصر الدین محمد جو عقل و شجاعت سے چنداں بہرہ ور نہیں تھے۔ فیروزہ آباد میں محصور ہوئے۔ خضر خاں نے چند دنوں اور محاصرہ رکھا مگر غلہ و علف کی نایابی سے مجبور ہو کر فتحپور چلا گیا ۸۲۳ھ م ۱۴۱۹ء میں خضر خاں مفسدوں کی سرکوبی کے لئے ملک کٹھیرہ کو گیا۔ اول اس نے کول کے مفسدوں کی تنبیہ و گوشمالی کی پھر اس نے راہب اور سنبل کے جنگلوں کو صاف کیا اور سارے مفسدوں کی سرکوبی کی پھر ذیقعدہ کے مہینے میں اس نے بداؤن کی طرف حرکت کی اور پٹیالی کے قریب گنگا سے پار اترا اس خبر کے سننے سے مہابت خاں امیر بداؤں کے دل میں ہول اٹھا اور ذی الحجہ کے مہینے میں قلعہ بداؤں میں متحصن ہوا اور چھ مہینے تک لڑتا رہا قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے خضر خاں کے پاس خبر آئی کہ بعض امرا مثل قیام خاں و اختیار خاں اور کل خانہ زادگان سلطان محمود نے (جو دولت خان سے جدا ہو کر خضر خان سے آن ملے تھے) غدر مچانے کا ارادہ کیا ہے خضر خاں[۱] انکے ارادہ کو سمجھ گیا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر دہلی کی جانب مراجعت کی اثنا راہ میں گنگا کے کنارہ پر ۲۰ جمادی الاول ۸۲۲ھ میں قائم خاں اور اختیار خاں اور

---

[۱] خضر خاں نے سات سال دو ماہ دو روز سلطنت کر کے ۱۷ جمادی الاول ۸۲۴ھ کو انتقال کیا اور دہلی میں مدفون ہوا۔ منتخب

کل اہل غدر کو کسی بہانہ سے ایک مجلس میں جمع کر کے قتل کر ڈالا تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کی تاریخ ۱۰ رجمادی الاول ۸۲۲ھ اور تاریخ طبقات اکبری میں ۲۰ جمادی الاول ۸۲۲ھ لکھی گئی ہے اس لئے وقوع واقعہ میں ان مختلف تاریخوں سے بارہ روز کا فرق پیدا ہو جاتا ہے میں اسوقت نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں سے ٹھیک کونسی تاریخ ہے بہرحال یہ کوئی ایسا فرق نہیں ہے کہ جس سے اصل واقعہ پر کوئی اثر پڑ سکے تاہم ناظرین کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جو تاریخ مناسب معلوم ہو اسکو پسند کر لیں اب اس موقع پر اس روایت کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو پانچسو برس سے قائم خان کی نسل میں زبان زد خاص و عام ہے اور جگلے یعنی وقائع نگار بھی اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں اور روایت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے مرنیکے بعد خضر خان دہلی کا بادشاہ بنگیا تھا خضر خاں اپنے مطالبات میں بڑا سرگرم تھا اور قائم خاں کی نسبت یہ خیال رکھتا تھا کہ وہ ایک ذاتی اقتدار رکھتا ہے امرار ملک اس کے قابو میں ہیں تاہم خضر خاں قائم خاں سے میل ملاپ رکھتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر قائم خاں اُٹھ کھڑا ہوا تو مشکلات پیدا کر دیگا۔ ایک مرتبہ خضر خاں نے حصار پر کچھ فوج بھیجکر قائم خاں کو معزول کرنے کی دہمکی دی تھی لیکن قائم خاں نے اس کی مطلق پروانہ کی خضر خاں کی فوج سے مقابلہ کیا وہ شکست کھا کر بھاگ گئی اس کے بعد قائم خان نے خضر خاں کو ایک خط لکھ بھیجا جس میں دوسری باتوں کے سوا یہ دوہرہ بھی تھا

جس نے تو کو دہلی دی سو کو دی حصار
کون کسی کو دیت ہے دین ہار کرتار

اس سے خضر خاں کو ڈانٹنا مقصود تھا اس کے پڑھنے سے خضر خاں اور بھی کھٹک گیا لیکن اسوقت تو مصلحتاً خاموش ہو گیا اور اندر ہی اندر دوستانہ تعلقات بڑھانے کی چال چلتا رہا خضر خان نے ایک مرتبہ ملتان سے قائم خان کے نام دوستانہ خط لکھا کہ تم مجھسے آکر ملو اس خط کے جواب میں قائم خاں بے کھٹکے خضر خاں کے پاس چلے گئے خضر خاں مع نواب قائم خاں کے دہلی میں آیا چند روز دونوں دہلی میں رہے خضر خاں اس موقع کی تاک میں تھا کہ کوئی موقع ملے کہ وہ قائم خاں کا

کام تمام کردے اس لئے قائم خاں کے ساتھ نرمی اور اخلاق سے پیش آتا تھا ایک روز خضر خاں نے یہ جال بچھایا کہ قائم خان کو سیر کے بہانہ سے جمنا کے کنارے لیگیا وہاں اچانک قائم خاں کو جمنا میں دھکیل دیا جس سے خضر خاں کے دل کا کانٹا نکل گیا اب اگر ناظرین مندرجہ بالا تاریخی واقعات کو اس روایت سے ملا کر جانچیں تو تھوڑے سے اختلاف کے بعد دونوں میں مطابقت پائیں گے مورخوں نے قتل کا مقام گنگا کا کنارہ لکھا ہے اس روایت سے جمنا میں دھکیل دینا ظاہر ہے مورخوں نے دھوکہ سے قتل کرنا بیان کیا ہے اور اس روایت سے بھی دھوکا دینا ظاہر ہے اور تاریخ سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کہ خضر خان بظاہر قائم خاں سے میل ملاپ رکھتا تھا چنانچہ دولتخاں جیسے شخص کو جس نے کچھ دنوں دہلی کی سلطنت کی تھی حصار فیروزہ کے قلعہ کے اندر قائم خاں کی نگرانی میں مقید رکھا تھا اب ناظرین ان حالات میں جزوی یا اہم اختلافات جو کچھ خیال کریں وہ یہی ہونگے کہ روایت سے مقام قتل کا تعین جمنا اور تواریخ سے کنارہ دریائے گنگ ہے پھر روایت سے قائم خاں کا خضر خاں کی فوج سے مقابلہ کرنا اور فوج کو بھگا دینا ظاہر ہے مگر تواریخ اس سے ساکت ہیں اس لئے رجحان طبیعت بدرجہ غایت تاریخ کی طرف جاتا ہے اب اسی سلسلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قائم خاں کو حصار فیروزہ کی شق خضر خاں نے دی

نواب قائم خاں کے واقعات میں شمال سے لیکر جنوب میں دکن تک سخت تلاطم

تاریخ سراج النسب جو بسرپرستی حضرت خلیل الرحمن صاحب جمالی ۱۳۱۴ھ میں سرساوہ ضلع سہارنپور میں تصنیف[۵۱] ہوئی حضرت مصنف لکھتے ہیں کہ اگرچہ قائم خانی صاحبان کا ایک بڑا معزز گروہ ہے اور اس گروہ میں صاحب ثروت اور ذی لیاقت ہیں اور بعض بعض نواب کا خطاب بھی رکھتے ہیں اور اب ان میں مشائخ طریقت بھی ہونے لگے ہیں۔ یہ قوم ہمیشہ سے بہادر اور شمشیر زن ہے اور حضرت قطب جمال شاہ صاحب کے وقت سے ابتک خاندان جمالیہ کے معتقد ہیں۔

[۵۱] دیکھیے صفحات ۶۶ و ۶۷ سراج النسب ۱۲

چنانچہ ابتک ہانسی میں قطب صاحب کی خانقاہ کے قریب شمال کی طرف امیرالامرا قائم خاں صاحب کا گنبد پختہ بہت بڑا موجود ہے اور اس گنبد کے متصل گویا زیر سایہ گنبد ایک تالاب جو قائم سر نام سے مشہور ہے موجود ہے کہیں کہیں پختہ نشان تالاب کے موجود ہیں وہ خان مرحوم کا بنایا ہوا ہے اور اس گنبد کے قریب حضرت عثمانؒ خلیفہ سوم کا مزار ہے یہ مزار اور گنبد دونوں بوسیدہ ہوکر مسمار ہونے کو ہیں مرمت نہ ہونے کے باعث گنبد خان مرحوم چاروں طرف نیچے کی جانب سے گر گیا ہے گویا ایک ثلث نیچے کی طرف دیواریں خراب اور منہدم ہوگئی ہیں اور گنبد میں بہت سی رخنیں پڑ چکی ہیں .... پس اگر اس گنبد کی چند سال یہی حالت رہی تو اس کا نام و نشان مٹ جائیگا افسوس کہ کسی نے ادھر توجہ نہیں کی حالانکہ قائم خانی معزز عہدوں پر مامور ہیں۔ اور اونچے اونچے پرتکلف مجصص اور منقش محل بھی رکھتے ہیں بیہودہ اور فضول رسوم میں روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں مگر اپنے مورث اعلیٰ اور جد قائم خان مرحوم کے گنبد کی مرمت بھی نہیں کرتے وغیرہ" مصنف سراج النسب نے پانچسو برس کے بعد اپنی جدید تحقیقات میں قائم خان کے مدفن کا پتہ ہانسی میں لگایا ہے۔ اگر انکے اس استدلال پر کسی سند سے یا تاریخی نقطہ کی مہر ہوتی تو یہی گنبد نواب قائم خان کا صحیح مدفن مان لیا جاتا مگر جبکہ وہ تاریخی اشارے سے معذور ہیں یا یہ کہنا پڑے گا کہ یہ ان کی شخصی رائے ہے تاہم یہ دیکھنا ہے کہ اسکی تائید کسی اور روایت سے بھی ہوسکتی ہے اس کا جواب نہ صرف نفی میں ملتا ہے بلکہ روایات قدیمہ سے بالکل برعکس نتیجہ نکلتا ہے ؎

امیر فاتحہ پڑھنے کو کوئی کہاں جائے مزار ہے نہ نشان مزار باقی ہے۔

مؤلف شجرۃ المسلمین بحوالہ قیام راسا لکھتے ہیں کہ نواب قائم خاں پرانی دہلی میں مدفون[۱] ہوئے۔ مگر وقائع نگاروں کے بیانات سے قائم خان کا جمنا میں بہ جانا ظاہر ہے اور تاریخ شاہد ہیں کہ کنارے دریائے گنگ پر خضر خاں نے قتل کیا اور انکی موت کا وہ زمانہ نہایت پر آشوب اور بےچینی کا تھا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ نعش کاٹھکانے لگانا خضر خاں دشمن کا کام

[۱] قیام راسے کے حوالہ سے شجرۃ المسلمین میں قائم خان کا بعمر ۹۵ سال انتقال کرنا درج ہے اور دیگر روایات سے بھی پایا جاتا ہے کہ وہ طویل العمر ہوئے۔ ۱۲ منہ ؎ حضرۃ قطب جمال شاہؒ کے تیسرے خلیفہ تھے ۱۲ نواب غفرلہٗ

تھا جو اس وقت گنگا کے کنارے خود موجود تھا اور اسکے لئے ان سب امرا مقتولین کی نعشوں کی تجہیز و تکفین کا اس سے بہتر اور کونسا ذریعہ ہوسکتا تھا کہ گنگا میں بہا دیئے جاویں۔ سہ

فلک نے ایسا ناموروں کو مٹادیا	چھوڑا نشان نہ کسی کے مزار کا

اگر وہ قائم سر تالاب جس کا ذکر اوپر ہوا ہے درحقیقت ہانسی میں موجود ہے تو خود نسبت نام سے ظاہر ہے کہ اس کو قائم خان نے تعمیر کرایا ہو یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ہانسی حصار کے قریب ہے اور حصار نواب قائم خاں کا مسکن رہا ہے اس لئے ایک تالاب ہی کیا بلکہ رفاہ عام کے بہت سے کاموں میں حصہ لیا ہوگا لیکن یہ امر بھی غور طلب ہے کہ حصار آباد ہونے سے پہلے خود ہانسی دہلی کا ایک صوبہ رہا ہے رضیہ بیگم کے زوال اور معزالدین بہرام کے ایام عروج میں بلبن ہانسی کا گورنر تھا شجرۃ المسلمین اور دوسری روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائم خاں کی علمی قابلیت اعلیٰ تھی لیکن یہ کسی مستند تاریخ سے نہیں پایا جاتا اس لئے انکی علمی قابلیت یا عدم قابلیت کے دونوں نتیجوں میں سے کسی ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنا دشوار کام ہے مگر تاریخوں سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم شاہان اسلام میں راجپوت خصوصاً رؤسا و امرا میں تعلیم کا چرچا تھا اور بعض ان میں سے شعرا بھی گذرے ہیں چنانچہ رائے منوہر[1] ایک شیخاوت راجپوت تھے جن کی نسبت شہنشاہ جہانگیر اپنے کارنامہ مرتبہ ۱۰۱۴ھ میں لکھتے ہیں کہ میرے باپ کی اس رائے منوہر شیخاوت پر خورد سالی میں نیاز عنایت تھی یہ راجہ فارسی زبان بھی جانتا تھا چنانچہ اس کا ایک شعر بھی ہے۔

غرض زخلقت سایہ ہمیں بود کہ کسے	بنور حضرت خورشید پائے خود نہ نہد

ممکن ہے کہ قائم خاں نے بھی علمی قابلیت پیدا کر لی ہو مگر پانسو برس سے بھی زیادہ زمانہ گذرنے پر کون کہہ سکتا ہے کہ معیار علم کیا تھا۔ ع

[1] شیخاوت راجپوتوں میں قصبہ منوہر پور کے شیخاوت ٹیکائی کہلاتے ہیں ان کا شاہان دہلی کے پاس بڑا عروج رہا ہے اور اس منوہر پور کی نسبت قیاس غالب ہے کہ راجہ رائے منوہر نے آباد کیا ہو جو اسکے نام سے نامزد ہے اور اب تک اس راجہ کے خاندان میں راجائی کا سلسلہ چلا آتا ہے مگر وہ شان و دبدبہ مفقود ہے ۱۲

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اے نیک نہاد نواب ملک الموت نے تیری روح کے قبض کرنے میں اپنی عادت مستمرہ سے کام لیا اور اب تیری ہڈیاں گل کر خاک ہوگئیں گو تیرا مقبرہ نہ بنا یا زمانہ کے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ کر ڈھہ گیا ہو لیکن تیرے محاسن کے چرچے اور اولوالعزمی کے شہرے آجتک زبانوں پر برابر چلے آتے ہیں۔ آصف جاہ سادس مظفر الممالک نظام الدولہ فتح جنگ میر محبوب علی خان سلطان دکن کی تزک محبوبیہ[لہ] میں لکھا ہے کہ قوم قائم خانی جو دراصل چوہان راجپوت سے ہے اور جس کا سلسلہ مہاراجہ پرتھی راج راجہ اجمیر و دہلی سے ملتا ہے اس قوم کے مورث اعلیٰ نواب قائم خان خلف موٹے رائے فرمان روائے دوریرہ تھے جو دہلی سے ایک سو پچیس میل گوشہ شمال و مغرب میں واقع ہے نواب قائم خان ۷۵۴ھ میں بعہد فیروز شاہ مشرف باسلام ہوئے اور وہ بادشاہ کے اعلیٰ اور ممتاز اراکین میں سے تھے ۷۶۰ھ میں منجانب شاہ دہلی مع خطاب خاں جہان صوبہ حصار فیروزہ کی حکومت انکے سپرد ہوئی اور پھر بزمانہ سلطان محمود شاہ خضر خاں کے مقابلہ میں بتاریخ ۲۰ جمادی الاول ۸۲۲ھ کام آئے وغیرہ" تزک محبوبیہ کے یہ واقعات بھی وہی ہیں جو نواب قائم خان کی اولاد خاص و عام کے روزمرہ میں رائج ہیں ان میں سے بعض تاریخ کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں مگر بعض مثلاً ۷۵۴ھ میں مشرف باسلام اور ۷۶۰ھ میں مع خطاب حصار پر مامور ہونا گویا یہ دونوں روایات سے متعلق ہیں اسلئے مجھے ان سنوں کے تاریخی اشارہ کرنے میں پس و پیش ہے میں نے ان کی صحت کو سمجھنے کیلئے کئی ورقوں میں جہانتک مجھ سے ہوسکا ہے چھانا ہے۔ اب یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ فلسفہ تاریخ کی یہ ایک حقیقت ہے کہ جن واقعات کی طرف عوام کا کلی رجحان اور اتفاق ہو اور وہ اتفاق پختہ ہوچکا ہو تو لائق اعتماد ہے جس کی پیروی مورخ کے لئے ناجائز نہیں ہے مولف تاریخ انقلاب[لہ] قائم خانی کی یہ رائے تو تجربہ کی ہے باوجودیکہ عام مسلمانوں کی طرح اس قوم (قیام خانی) نے بھی غفلت اور کاہلی میں بڑا حصہ لیا ہے۔

لہ جلد دوم تزک محبوبیہ صفحہ ۱۸۹ ۔ ۵۲ صفحہ (۵) ۲ لہ

مگر ہنوز ان کی عادات و اطوار سے بوئے امارت و شرافت پائی جاتی ہے انکی صحبتوں سے مجھے خوب تجربہ ہوگیا ہے کہ وہ لوگ ملازمت میں وفادار و جاں نثار اور جنگ میں دلیر اور مذہب میں پختہ اور ایماندار ہیں ان کی وفاداریوں کے قصے یہاں عام طور پر مشہور ہیں یہ تو تسلیم ہے مگر بعض امور کی نوعیت کی توضیح میں مؤلف نے افسوسناک غلطیاں کی ہیں لیکن اب انکو لفظ بلفظ دکھا کر معرض بحث میں لانا بدمزگی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں تاریخ جے پور مصنفہ صاحبزادہ[۵۱] محمد خان بھوپال سے ظاہر ہے کہ ملک شیخاواٹی پر نواب قائمخاں چوہان حکمران تھا جسکو اودے کرن نے مغلوب کیا اور ملک چھین لیا صاحبزادے کو اس نقطہ تاریخ پر اظہار مطلب میں بڑی غلطی ہوئی اس وجہ سے کہ نواب قائم خاں نے نہیں بلکہ انکے بیٹوں نے شیخاواٹی میں مختلف راجدھانیاں قائم کی تھیں اور انکی اولاد تقریباً ۲۴۰ سال تک حکمران ہوتی آئی۔ بالآخر اودے کرن کی گیارھویں پشت میں سادول سنگھ ہوئے اور وہ صرف خطۂ شیخاواٹی کے ایک حصہ پر قابض ہوگئے اور دوسرے حصہ پر شیو سنگھ شیخاوت نے اپنا تسلط جمالیا تفصیلی حالات آئندہ اوراق میں ملیں گے۔

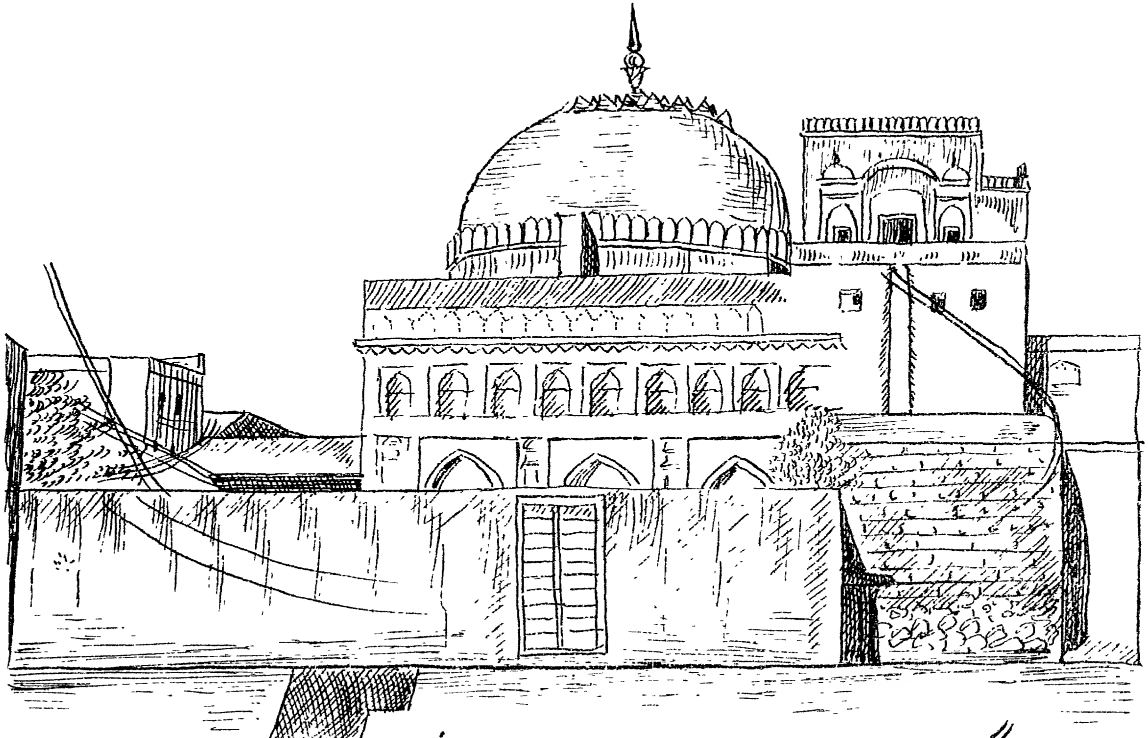
نواب قائم خاں کے قریب اسلام لانیکے زمانے کی بحثوں پر سرسری نظر

نیم ملانہ خیالات سے اکثر موقعوں میں ایسی بحثوں کے پیدا ہونیکی نوبت پہنچی ہے کہ قائم خان اور انکے ہم زمانہ راجپوتوں کے قبولیت اسلام کا زمانہ قریب کا ہے اور فلان فلان قوموں کا زمانہ بعید تر ہے پس انہیں ان راجپوتوں پر برتری حاصل ہے یہی نہیں بلکہ وہ اقوام زمانہ ماضیہ میں اقبال مندرہ چکی ہیں انھوں نے ہندوستان اور حصص ہندوستان پر حکومت بھی کی ہے اور یہی وہ دو اسباب ہیں جن سے ان کی شرافت و عظمت دوبالا ہوتی ہے اس کا جواب مسلم راجپوتوں کی طرف سے یہ ہوتا ہے کہ بفرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ان قوموں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہندوستان پر حکمران بھی رہیں تو مقابلۂ راجپوتوں کی تاریخ بھی انکی عظمت و جلالت سے

---

[۵۱] یہ تاریخ سنہ ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی ہے ۱۲ منہ

پر ہیں اور ان کا ہندوستان کے اکثر حصوں پر بادشاہ رہنا مسلم ہے ان قوموں میں جو دوسرے ممالک سے آ کر اس ملک میں آباد ہوئیں بہت کم ایسی ہیں کہ جن کے صحیح حالات کا پتہ تاریخ دے سکے۔ برخلاف اس کے ہندوستان کے خاص مہذب اور شائستہ انسان راجپوت ہی ہیں جو ہمیشہ سے ذاتی شرافت و شجاعت کے مالک رہے ہیں تبدیل مذہب سے قومی وقعت و منزلت میں کوئی فرق نہیں آیا مسلم راجپوتوں نے آجتک جیسی اپنے نسلی خون کی حفاظت کی ہے ان معترض قوموں میں سے کوئی ایک قوم بھی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی علاوہ ازیں مسلم راجپوتوں میں ابتک یہ دستور چلا آتا ہے کہ انکے حسب و نسب کے واقعات وقتاً فوقتاً انکے وقائع نگاروں کی کتابوں میں قلمبند ہوتے رہتے ہیں خواہ کچھ بھی ہو اسلامی نقطہ نظر سے دونوں فریق غلطی پر ہیں۔ چونکہ یہ مذہبی تاریخ نہیں ہے اس لئے مجھے اس مسئلہ میں زیادہ طوالت منظور نہیں مگر تاریخی زاویہ نگاہ سے تصفیہ بحث کے لئے اتنا لکھدینا نامناسب نہ ہوگا کہ چنگیز خاں کون تھا وہ ایک معمولی شخص تھا جبر و تعدی۔ خونخواری۔ اور غارتگری۔ اس کا شعار تھا وہ ۵۹۹ھ میں مغلوں کا بادشاہ ہوا اس کی سلطنت کے نقشہ میں ممالک تاتار چین خطا ختن۔ کاشغر۔ داخل تھے رفتہ رفتہ چنگیز خاں کی نسلوں نے وسطی ایشیا میں خود مختار سلطنتیں قائم کر لی تھیں ۶۵۶ھ میں چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں بغداد پر حملہ آور ہوا خلیفہ وقت نے اس کا مقابلہ کیا مگر ہلاکو خاں نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا بالآخر شہر فتح ہوا اور ہلاکو خاں کی فوج کے ہاتھوں خوب لٹا ہزاروں بندگان خدا مارے گئے اور عباسیوں کا خاتمہ ہوا نفس مطلب یہ ہے کہ ہلاکو خاں کے زمانہ فتح بغداد تک اس کی ساری نسلیں لامذہب تھیں البتہ کچھ دنوں تک ان میں عیسائیت کا چرچا رہا تھا۔ بغداد فتح کرنے کے بعد ہلاکو خاں مسلمان ہوا جب یہ خونخوار ترک دائرے اسلام میں آئے تو "آل عثمان" کے نام سے موسوم کئے گئے اور قدیم سے قدیم مسلمانوں کی نگاہیں کیا بلحاظ شرافت اور کیا باعتبار شجاعت ان پر پڑنے لگیں اگر ناظرین غور کریں تو راجپوتوں اور خصوصاً ہلاکو خاں کے اسلام لانیکے زمانہ میں سو برس سے کم فرق پائیں گے بھی نہیں بلکہ دوسرے ترک مغلوں کے اسلام لانے کا زمانہ بھی کم و بیش اسیقدر ہے چنانچہ الغوخاں کی نسبت مورخ لکھتے ہیں کہ یہ بھی چنگیز خاں کا پوتا تھا ۶۹۲ھ میں کئی امرا اور ہزاروں مغلوں کو



گنبد نواب بھون خاں عرف بہرام خاں برادر خورد نواب شمس خاں والئ جھنجھنوں

ساتھ لیکر سلطان جلال الدین خلجی کے پاس ہندوستان میں آیا اور ہمراہیوں سمیت مسلمان ہوگیا تب سلطان جلال الدین نے اپنی بیٹی کا نکاح الغوخاں سے کر دیا یہ زمانہ قائم خاں سے ساٹھ برس پہلے کا ہے ع ۔ اس سادگی پر کون نہ مرجائے اے اسد

اسلامی مسئلہ مساوات فی الدین نئے اور پرانے دونوں مسلمانوں کے لئے تجویز کرتا ہے کہ ان میں کوئی امتیاز نہیں اور نہ کبھی کوئی ایک دوسرے سے بالاتر شمار ہوسکتا ہے درحقیقت اسلام مخصوص بالقوم یا جماعت یا زمانہ نہیں ہے وہ مقید ہی نہیں اس میں کوئی ذات ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر فرد کے لئے یکساں مثمر برکات ہیں اسلام ہی سلامتی اور امینت کا وہ راستہ ہے کہ جس پر چلنے سے انسان نفس کے وسوسوں اور شیطان کے دھوکوں سے بچتا ہے البتہ اسلام یہ فرق ضرور دکھاتا ہے کہ وہ شخص جو معصیت میں آلودہ رہا قادر مطلق کا چور اور مجرم ہے اور نیکوکار دوست جیساکہ ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (تم میں سب سے زیادہ بزرگ تم میں پرہیزگار ہے) پس اس سے یہی درست نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام کے اندر کوئی ذات نہیں ہے جو ہندوؤں کی طرح پیدائش پر منحصر ہو یا مثل عیسائیوں کے مرتبہ اور دولت پر دلالت کرے اسلام تو پارسائی نیکوکاری اور توحید کا صاف اور ستھرا شاہراہ ہے جس پر جدید وقدیم دونوں مسلمان بلاامتیاز وخصوصیت چل سکتے ہیں۔

تیسرا باب

نواب قائم خاں کے بیٹوں کے حالات

وقائع نویسوں کی تحریروں سے ثابت ہے کہ نواب قائم خاں کے چھ بیٹے تھے جنکے نام یہ ہیں۔ محمد خان[۱]۔ تاج خاں[۲]۔ قطب خان[۳]۔ موہن خاں[۴]۔ اختیار خان[۵] عرف اخوان خان واحد خان[۶]۔ قائم خاں کی زندگی میں محمد خاں حصار میں رہا کرتے تاج خان اور قطب خان[لہ]

لہ اب قوم میں قطب خان کُدن خاں کے نام سے مشہور ہیں انکی اولاد کدخان کہلاتی ہے اور وہ تعداد میں بہت ہی کم ہے اخوان خان کی اولاد آخان کے لقب سے مشہور ہے یہ بھی بہت ہی کم ہے ۱۲ منہ

دونوں پنجاب میں تسام کے حاکم تھے موہن خان فتح آباد میں جو حصار کے قریب ہے حکمران تھے اور اختیار خان ڈھوسی کے حاکم تھے جو اس زمانہ میں حدود میوات میں داخل تھی اختیار خاں نے ڈھوسی کے پہاڑ پر ایک قلعہ بھی تعمیر کرایا تھا یہ ڈھوسی نارنول سے تین کوس کے فاصلے پر مغرب میں واقع ہے اور اب تک پہاڑ کی مرتفع چوٹی پر قلعہ موجود ہے اس کے بعد وقائع نویس قائم خان کے بیٹوں کے مخصوص امتیازات بتانے سے قاصر ہیں البتہ تاریخ ہندوستان اور تاریخ فرشتہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۸۱۶ھ میں سلطان محمود تغلق نے حصار پر چڑھائی کی تو قائم خان نے اپنے بڑے بیٹے کو صلح کا پیغام دیکر سلطان محمود تغلق کے پاس بھیجا۔ وقائع نویسوں کی یادداشتوں کے مفہوم سے پتہ لگتا ہے کہ قائم خاں کے بڑے بیٹے محمد خاں حصار میں رہا کرتے تھے پس ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قائم خاں کا وہ بیٹا جو سلطان محمود کے پاس صلح کا پیغام لیکر گیا محمد خاں ہو قائم خاں کے مارے جانے کے بعد بہت عرصہ تک ان کے بیٹوں کے واقعات پر پردہ پڑجاتا ہے اس وجہ سے اب انکے مسلسل حالات کا قلمبند کرنا مشکل ہے اور اسی سبب سے میرا یہ مقصد کہ ان کے عروج وزوال کے موضوع پر تفصیل سے بحث کروں مفقود ہو جاتا ہے علاوہ اس کے ان کی عام روایتوں سے بھی انکے واقعات کا کوئی ٹھیک سلسلہ قائم نہیں ہوتا تاہم میں اس حقیقت علم کے بعد بھی ان تمام تر روایات کا خلاصہ جو مجھ تک پہنچی ہیں ذیل میں لکھتا ہوں جب قائم خاں کے بیٹوں کو خضر خاں کے ہاتھ سے دریائے گنگ پر قائم خان کے مارے جانے کی خبر ملی تو سب میں کھلبلی پڑگئی اور سب کے سب سمجھ گئے کہ اب ان کی بھی مطلق خیر نہیں ہے خضر خان جیسے طاقتور دشمن سے سوا اسکے چارہ نہیں کہ کہیں دور دراز مقامات پر جا رہیں پس اس خطرے سے خوف کھا کر ادھر ادھر بھوٹ پڑے یہ روایت ایک حد تک قرین قیاس ہے کیونکہ زمانہ گذشتہ کے اکثر واقعات خبر دیتے ہیں کہ جب کسی بادشاہ کو اپنے کسی امیر یا مشیر سلطنت پر سیاسی امور میں بندش یا مخالفت کا شبہ پیدا ہوتا تو وہ فوراً مروا دیا جاتا اگر زندہ چھوڑا جاتا تو اسکی آنکھیں نکلوا دیجاتیں۔ اور وہ فوراً قیدخانہ میں ڈال دیا جاتا بعض وقت تو خاندان کے خاندان

تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے تھے عورتوں اور بچوں کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا محض اس نیت سے کہ کوئی دعویدار باقی نہ رہے اور میدان بالکل صاف ہو جائے پس قائم خاں کے بیٹے بھی دستور وقت اور حوادث روزگار سے نہیں بچ سکتے تھے اس لئے سب نے اسی میں اپنی خیر سمجھی ہو کہ خضر خاں کی نظروں سے بچکر دور نکل جائیں یہ ایک اصولی بات ہے کہ جسطرح ترقی اور عروج کا زمانہ پر مسرت ہوتا ہے اسی طرح زوال کی گھڑیاں رنجیدہ اور روح فرسان ہوتی ہیں انسان عروج کے زمانہ میں اپنی صورت حالات کو شہرت کا جامہ پہنانا چاہتا ہے زوال اور خطرات کے زمانہ میں گمنامی میں بسر کرنا پسند کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس وقت نواب قائم خاں کے بیٹوں کے مسلسل حالات پردۂ خفا میں ہیں یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نواب قائم خان نے متعدد شادیاں کی تھیں جن میں سے ایک راج پال بھٹی راجپوت جیسلمیر اور دوسری دوارکاداس ٹاک راجپوت کی گھر ہوئی تھی۔ اس لئے محمد خاں اور تاج خاں حصار سے اپنی ننھیال جیسلمیر میں آ گئے اور اسی حیثیت سے دوسری روایت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں ناگور پر فیروز خان بن شمس خان دندانی حکمران تھا جو سلطان مظفر خان گجراتی کا بھتیجا تھا جس سے محمد خان اور تاج خان کے دوستانہ تعلقات قائم تھے اس وجہ سے وہ دونوں فیروز خاں کے پاس ناگور آ گئے یہ تو تاریخ فرشتہ سے بھی محقق ہے کہ اس زمانے میں ناگور پر فیروز خان دندانی ہی حکمران تھا مگر ان دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لینا مشکل کام ہے بہرحال

یادداشت۔ کارنڈ جو اسوقت علاقہ پٹیالہ میں داخل ہے نارنول سے جانب شمال بارہ کوس کے فاصلے پر ہے اس کارنڈ سے گڈہ باطہ تقریباً چھ کوس دور واقع ہوا ہے اور مادھو گڈھ سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اسی کے قریب ایک قریہ زیر پور آباد ہے جسمیں پانچ قدیم پختہ مزار بھی موجود ہیں۔ اور گڈباطہ کے قریب پہاڑ پر ایک قلعہ بھی بنا ہوا ہے جو پہلے اخن گڈھ کے نام سے مشہور تھا اسکی نسبت کبیشر اور جگے بوثوق کہتے ہیں کہ یہ اخوان خان کا تعمیر کردہ ہے جبکہ وہ یہاں حکمران تھے فی الحال وہ مادھو گڈہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ بزمانہ بادشاہان مغلیہ مادھو سنگھ والئی جے پور کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے مادھو گڈھ کے نام سے مشہور ہو گیا ۱۲ منہ

ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور صحیح ہے موہن خاں کی نسبت واقعہ نویس بیان کرتے ہیں
کہ وہ خود اس علاقہ ریگستان راجپوتانہ میں نہیں آئے وہ فتح آباد میں رہا کرتے تھے اور وہیں
انتقال کیا قطب خان کا کچھ پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں گئے کہاں مرے۔ اختیار خاں کی نسبت
بیان کیا جاتا ہے کہ وہ میوات میں رہا کرتے تھے اور ڈھوسی انہیں کے قبضے میں تھی اسلئے
وہ کبھی تو ڈھوسی اور کبھی گدھ باڑے میں رہا کرتے تھے مگر ان کا انتقال شام پورہ[1] میں ہوا
واحد خاں کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ باپ کی زندگی میں لاولد مر گئے تھے نواب قائم خاں
کے بیٹوں میں جو سب سے زیادہ نسل پھیلی وہ محمد خان و تاج خاں اور موہن خاں کی ہے
محمد خاں کی اولاد میں تمام بوہان۔ الہان۔ داراب خانی۔ مجاہد خانی۔ ہتھیار خانی۔ شہاب خانی
کبیر خانی۔ عیسیٰ خانی۔ جمال خانی وغیرہ شامل ہیں تاج خان کی اولاد میں تاجنان و جمبلہ
احمدان و مظفر خانی۔ طاہر خانی۔ دلاور خانی۔ الف خانی۔ عمر خانی وغیرہ شامل ہیں موہن خان
کی نسل میں موھنان و تمام ایلمان یعنی حمید خانی۔ سعید خانی۔ ناہر خانی۔ ہیبت خانی و
مجھوان وغیرہ شامل ہیں لقب ایلمان موہن خاں کے بیٹے ایلام خاں عرف ایلم خاں سے
منسوب ہے ان تمام خانیوں کی تفصیلات جگوں کی بہیوں میں سلسلہ وار موجود ہیں۔

پس اس موقع پر شروع سے آخر تک بتانے کی ضرورت نہیں اور نہ یہ خانیاں بیرون
قوم و ملک مستعمل ہیں بلکہ تمام قوم قائم خانی یا قیام خانی یعنی نواب قائم خان کے نام سے
نامزد ہیں اور ابتداء سے یہی نظام قیام خانی موزوں و مناسب چلا آتا ہے یہ تو اوپر واضح
کر دیا گیا ہے کہ نواب جبر الدین خان و نواب زین الدین خان نواب قائم خاں کے حقیقی
بھائی تھے مگر ترقی و عروج میں قائم خاں کا پلہ بھاری تھا اس وجہ سے جبر الدین خاں
وزیر الدین خان کی اولاد نے بھی قیام خانی ہی لقب اختیار کیا۔ اس کی دوسری وجہ
یہ بھی ظاہر ہوتی ہے کہ قائم خاں کے اِن دونوں بھائیوں کی اولاد خود ان کی اولاد سے تعداد
میں کم رہی اور یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ جو گروہ یا قوم تعداد میں زیادہ ہوگی وہ ہمیشہ زیادہ

[1] یہ شام پورہ کھیتڑی سے مغرب کی طرف چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اخوان خان کی نسبت ایک روایت یہ بھی ہے کہ انکی کوئی صلبی اولاد نہ تھی اس لئے انھوں نے فرخ خان کو جو زین الدین خاں کے بیٹے تھے متبنیٰ کر لیا تھا ۱۲ منہ

شہرت بگڑے گی اس سبب سے قیام خانی لقب نے جبرالدین خان اور زین الدین خاں دونوں کی اولاد کو اپنے میں جذب کر لیا تاہم آپس میں جبرالدین خاں کی اولاد جبوان اور زین الدین خاں کی زینداں کے نام سے بولی جاتی ہے خانیوں کی یہ مختصر تفریق محض عقدکشائی کے لحاظ سے کی گئی ہے ورنہ یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ان تینوں بھائیوں کی اولاد ایک ہی دریا کی نہریں ہیں اور سب کی حیثیت یکساں ہے خواہ وہ زیادہ ہو یا کم نسلی لحاظ سے کسی کو ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ وہ مخاصمانہ[۱] خیالات درست ہیں جو باہم یکدگر قوم میں چلے آتے ہیں۔

چوتھا باب

ریاست فتحپور اور نواب تاج خاں کے بیٹوں کے حالات اور ملک شیخاواٹی کی مختصر طبعی کیفیات

نواب تاج خاں کے بیٹوں یعنی ریاست فتح پور کے جانشینوں کے حالات بیان کرنے سے پہلے ضرورت اسکی ہے کہ مختصر طور پر ملک شیخاوٹی کی جغرافی کیفیت بیان کی جائے جس پر اسوقت شیخاوت راجپوت حکمران ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب یہ ملک شیخاواٹی کے نام سے مشہور ہے مخفی نہ رہے کہ ریاست بیکانیر[۲] سے ریگستان کا سلسلہ شروع ہو کر

---

[۱] میں نے محض ان خیالات پر ایک جداگانہ کتاب حیات الاسلام تالیف کی ہے جو ۱۳۴۳ھ میں ۱۹۲۴ء میں طبع ہو کر قوم میں شائع ہو چکی ہے جس سے قوم کے ان خیالات کی تردید اچھی طرح ہوتی ہے جو منافرت پر مبنی ہیں۔ ۱۲ منہ

[۲] بعض دنیا کے سیاحوں نے جب اس صحرا میں قدم رکھا تو ایسا لق و دق بیاباں نظر آیا کہ انکے چھکے چھوٹ گئے اور ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہوئی وہیں سے لوٹ گئے اور سارے ہندوستان کو اسیطرح صحرا لکھ گئے محمود غزنوی کو جو اس صحرا میں مشکلات پیش آئیں اس سے اس کے دشت و بیابان ہونیکی پوری کیفیت ظاہر ہوتی ہے جب ۱۰۲۵ء میں سومنات پر چڑھائی کی تو سلطان ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی راہ سے ملتان پہنچا یہاں سے آگے راستہ بالکل جنگل ہی جنگل تھا (یہ اشارہ بیکانیر کے صحرا کی طرف ہے) نہ راہ میں کوئی آدمی ملتا تھا نہ کھانا

(بقیہ صفحہ ۴۶)

اس ملک کی آخری سرحد پر ختم ہوا ہے اگرچہ یہ ملک شیخا واٹی. بیکانیر جیسا ریگستان تو نہیں ہے تاہم اسکو ریگستان کہنے میں تامل بھی نہیں سرزمین شیخاوٹی کا ایک حصہ مغرب میں ریاست بیکانیر و جودھپور اور دوسرا جنوب میں ریاست جے پور سے ملتا ہے تیسرا شمال میں کچھ بیکانیر اور ریاست لوہارو سے جاملا ہے اور چوتھا سرا مشرق میں ریاست پٹیالہ و الور کی سرحد دباتا ہے. جب دنیا کا کوئی سیاح ملک شیخاواٹی سے گذرتا ہے تو اس کو قدرتی طور پر باشندگانِ ملک کی زندگی کے حالات لباس. چال ڈھال وضع قطع عادات اور خصوصیات کے قطع نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زمین عرب کے میدانوں کو طے کر رہا ہے ایک طرف اونٹوں کے ٹولے (ڈگلے) بکثرت نظر آتے ہیں تو دوسری طرف ریوڑ بھی چرتے دکھائی دیتے ہیں کہیں ٹیلوں کی بلندیوں کا نظارہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے تو کہیں فراخ وادیوں میں پہاڑیاں بھی نظر پڑتی ہیں یہی نہیں بلکہ کہیں زمین سنگلاخ ہے تو کہیں چٹیل میدان بھی ملتے ہیں جنھیں عرب کے اجنبی دیکھکر بیساختہ کہہ اُٹھینگے کہ یہ عرب کے صحرا کا ایک پھٹا پرانا ٹکڑا ہے جو اُڑ کر کہیں سے کہیں دور آگیا. ملک شیخاواٹی بہیئت مجموعی راجپوتانے میں داخل ہے یہاں کی آب و ہوا گرم خشک ہے مئی اور جون کے مہینوں میں آفتاب کی تیزی شدت سے بڑھ جاتی ہے مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر) (۱۱۱) درجہ پر پہنچ جاتا ہے زمین تپ اٹھتی ہے ہوا گرم چلتی ہے ہر طرف سے لوؤں کی لپٹ

(بقیہ صفحہ ۴۵) پینا میسر آسکتا تھا مگر جفاکش سلطان نے وہی بھاولپور اور بیکانیر کے بیابانوں کا راستہ اختیار کیا آب و دانہ کی عدم میسری کے خیال سے فوج کو حکم دیا کہ ہر ایک سپاہی کچھ دنوں کے لئے پانی گھاس اور آذوقہ اپنے پاس رکھے علاوہ اس کے سلطان نے بیس یا تیس ہزار اونٹ پانی وغیرہ سے لدوا دیئے اور ان اونٹوں کو چند روز پیاسے رکھکر پانی پلایا گیا ابتدائی منزلوں میں تو فوج کو اپنا اپنا سامان و گھاس و پانی وغیرہ کام آیا جب وہ ختم ہو چکا تو ہر ایک منزل پر چند اونٹ حسب ضرورت ذبح کئے جاتے تھے اونٹوں کا گوشت سپاہیوں کے کھانے میں آتا تھا اور جو پانی انکے پیٹ سے نکلتا وہ صاف کرکے گھوڑوں وغیرہ کو پلایا جاتا اور وہ پانی جو اونٹوں پر لدا چلا آتا تھا فوج کے سپاہیوں کے پینے کے کام میں آتا اس تدبیر سے سلطان کئی سو میل لمبا بیابان طے کرکے اجمیر میں جا نکلا اور وہاں سے سومنات کی طرف بڑھ گیا۔

عہ۵ بیکانیر رقبہ ۲۳۰۰۰ ہزار مربع میل ہے جہاں پانی ۱۵۰ یا ۳۰۰ فٹ گہرائی پر پہونچکر نکلتا ہے ۱۲ منہ

اور خصوصاً شمال اور کبھی گوشۂ شمال مغرب سے انتہا کی آندھیاں آتی رہتی ہیں آسمان پر گرد و غبار چڑھ جاتا ہے اور مطلع اس قدر مکدر ہو جاتا ہے کہ دن رات سے زیادہ تاریک نظر آتا ہے بارش کی طرح آسمان سے ریت برسنے لگتی ہے مگر گرمی کی راتیں کسیقدر ٹھنڈی ہوتی ہیں نومبر اور دسمبر کے مہینوں میں جاڑا خوب پڑتا ہے تھرمامیٹر (۵۵) درجہ پر آجاتا ہے اور جسقدر شمال کی طرف چڑھتے جائیں اس سے بھی زیادہ جاڑہ پائیں گے بعض وقت تو جاڑے سے درخت بھی جھلس جاتے ہیں اور گھڑوں میں پانی جم جاتا ہے یہاں بارش کم ہوتی ہے ایک مورخ لکھتے ہیں کہ عرب کا شاعر گھٹا گھنگور کو بہت پسند کرتا ہے مینہ کی پھوار سے خوش ہوتا ہے اور بجلی کی کوندنے کو کہتا ہے کہ گویا سخی کے ہاتھ سیاہ چادر سے نکل کر بخشش کر رہے ہیں ہائے تہیدست ہی جانتا ہے کہ سخاوت کی کیا قدر کرنی چاہیے شیخاوائی اور مغربی راجپوتانے کے باشندوں کی بارش کی توقعات میں یہی کیفیت ہوتی ہے لیکن یہاں کا موسم برسات نہایت لطیف اور شگفتہ ہوتا ہے ہر طرف ٹیلوں کے ہرے بھرے دامن قدرتی باغ ہو جاتے ہیں سرسبز پہاڑیاں اور لہلہاتے مرغزار تفرجگاہ بنجاتے ہیں پپیہوں کی پی پی اور موروں کی پیوٗ پیوٗ کی کوک ہر طرف سے سُنائی دیتی ہیں جو بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں یہاں کی آب و ہوا عام حالت میں نہایت خوشگوار اور فرحت بخش ہے ہمیشہ معمولی اور غیر معمولی دونوں قسم کے

(بقیہ صفحہ ۷۳) مولف وہ صحرا جہاں مردے کو کفن اور زندہ کو غذا نہیں ملتی تھی سنہ ۱۹۱۹ء م ۱۳۳۵ھ میں بتاتا ہے کہ اسکی آمدنی کا اندازہ پچپن لاکھ ہے سابق مہاراجہ ڈونگر سنگھ کے انتقال کے وقت ریاست بیکانیر کی آمدنی سولہ لاکھ تھی خدا یعنی تو قیر آمدنی اصول علم عام (سائنٹفک) پر نشو و نما پا رہے ہیں ریلوے لائن جاری ہو چکی ہے جب کوئی سیاح اس علاقہ سے گذرتا ہے یا دنیا کے جغرافیہ کی ورق گردانی کرتا ہے تو عرب اور افریقہ کے ریگستان کی تصویر اسکی آنکھوں میں پھر جاتی ہے ۱۲ منہ

سے۵ عرب میں بھی گرمی میں ایک قسم کی ہوا چلتی ہے جسکو باد سموم کہتے ہیں یہ زہریلی ہوتی ہے جس وقت یہ ہوا چلتی ہے تو آدمی زمین پر لیٹ جاتے ہیں اور جانور اپنے تھتنے ریت کے اندر کر لیتے ہیں اور جبتک یہ ہوا گذر نہ جائے کوئی نہیں اٹھتا یہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ رہا کرتی ہے ملاحظہ ہو جغرافیہ مفتاح الارض یہاں ایسی ہوا تو نہیں چلتی لیکن آندھیوں کا ایسا طوفان بپا ہوتا ہے کہ جبمیں ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا لوگ بمشکل مثل اندھوں کے چلتے پھرتے ہیں بعض وقت تو جہاں کے وہاں ٹھہر جاتے ہیں ایک قدم بھی نہیں چل سکتے جانوروں پر بھی یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہ گھنٹوں رہتی ہے ۱۲

امراض سے پاک وصاف رکھکر لطافت اور نفاست کا بینظیر نقشہ دکھاتی ہے اس ملک کی عام پیداوار باجرا۔ گیہوں۔ جو۔ موٹھ۔ مونگ گوار وغیرہ ہے کہیں کہیں چنے کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ گیہوں کی کاشت بارش سے نہیں ہوتی بلکہ وہ کوؤں کے پانی سے سینچی جاتی ہے کوؤں میں پانی بہت نیچے نکلتا ہے کہیں پچاس ہاتھ لمبی رسی پہنچتی ہے تو کہیں ساٹھ ستر ہاتھ کی ضرورت پڑتی ہے یہاں موسم برسات میں بارش کا اندازہ اس طرح کرتے ہیں کہ مینہ تھم جانے کے بعد زمین کھود کر انگل سے ناپ لیتے ہیں اگر زمین بیس انگل تر نکل آئی تو سمجھا جاتا ہے کہ ایک انچ بارش ہوئی ہے یہاں عموماً اونٹوں سے سواری باربرداری اور زراعت کے کام لئے جاتے ہیں خصوصاً سواری کے اونٹ بڑی دوڑ اور دھاوے کے ہوتے ہیں بعض تو ایک دن میں سو سوا سو میل کی مسافت طے کر جاتے ہیں۔ عام لوگوں کا گذارہ باجرہ۔ جو اور موٹھ پر ہے۔ گوار جانوروں کے کھلانیکے کام میں آتا ہے یہاں میوہ کی قسم سے کوئی پھل قابل ذکر نہیں۔ مگر بارش میں تربوز نہایت شیریں اور بڑا ہوتا ہے پس یہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ شہنشاہ جہانگیر نے یہاں کے تربوز کی الفاظ ذیل میں تعریف کی ہے۔ "از نواحی فتح پور ہندوانہ اور دند باین کلانی تا حال دیدہ نشدہ بود فرمودم کہ بوزن در آورند سی سیر و نیم کشیدہ شد بروز جمعہ محرم ۱۰۱۷ھ[۵۱]" یہاں[۵۲] کے باشندے مضبوط۔ جفاکش۔ متحمل مزاج۔ بہادر۔ فیاض۔ اور رحم دل ہیں۔ رڈیارڈ کپلنگ انگلینڈ کے مشہور زندہ دل شاعر لکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں بہادروں کی ہڈیاں فرش راہ ہوئی ہوں تو وہ جگہ ہندوستان کا راجستھان ہی کہا جاسکتا ہے۔

شہر فتح پور کی بنیاد

وقائع نویسوں کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ شہر فتح پور کی بنیاد نواب تاج خان[۵۳] کے فرزند نواب فتح خاں نے چیت سدی پنچمی سمت ۱۴۵۸ م ۱۴۰۱ء میں ڈالی اور قلعہ کا سنگ بنیاد سمت ۱۴۶۲ بکرمی م

---

[۵۱] از جہانگیر نامہ جلوس سویم ۱۲ منہ [۵۲] از جغرافیہ مفتاح الارض [۵۳] نواب تاج خاں کے چھ بیٹے تھے رفیع خاں۔ اقلیم خاں۔ فخرالدین خاں۔ معزالدین خان۔ رفیع خاں۔ بہادر خاں۔ اور فتح خاں کے دس بیٹے تھے جنیں سے چند کے نام یہ ہیں جلال خان۔ ہیبت شاہ خاں۔ اسد خاں۔ دریا خاں۔ حاتم خاں۔ محمد شاہ خاں۔ شاہ منصور خاں وغیرہ ۱۲ منہ

۸۰۵ھ؁ ۱۴۰۵ء میں رکھا گیا برخلاف اسکے مولف شجرۃ المسلمین قیام راسا لکھتے ہیں کہ شہر فتح پور اور اسکے قلعہ کی نیو ۲ ماہ صفر ۸۵۷ھ؁ میں پڑی اگر ناظرین ان دونوں مبینہ سنوں کو توازن و تطابق کریں تو فرق ضرور پائیں گے کہ وقائع نگاروں کی سمت ۱۴۵۸ مطابق ۱۴۰۱ء سے فتح پور نواب قائم خاں کی مرنے سے اٹھارہ برس پہلے آباد ہوا برخلاف اس کے قیام راسے محولہ تاریخ و سنہ سے قائم خاں کے مرنیکے پینتس ۳۵ برس بعد بسنا ظاہر ہے امکان غالب ہے کہ نواب قائم خاں کی زندگی میں جو عروج پر تھی پوتے کو یہ غنیمت موقع ملا ہو کہ ایک جداگانہ ریاست قائم کی جانے اور نواب قائم خاں کے بیٹے تاج خان بھی اسی جستجو میں رہے ہوں اس وقت ان دونوں سنوں میں سے کسی ایک کو صحت کے منظر پر لانا محال ہے لیکن وجہ تسمیہ بہترین دلیل اسکی ہے کہ ریاست فتح پور کی بانی نواب قائم خاں کے پوتے اور تاج خان کے بڑے بیٹے فتح خاں تھے ریاست فتح پور کا تعلق جب تک کہ وہ قائم خانیوں کے زیر نگین رہی براہ راست شاہان دہلی[51] سے رہا کرنل ٹاڈ صاحب[52] اپنی تاریخ راجستان میں فرمانروائے ریاست جھنجھنوں کے زوال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فتح پور ایک ضلع اسی ملک میں اس کے ایک رشتہ دار قائم خانی کے قبضے میں تھا اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ ٹاڈ صاحب صحیح واقعہ نگاری اور واقعی حقیقت کے سمجھنے اور اصلی نتائج کے نکالنے میں عام سیاحوں اور مورخوں سے ممتاز ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ کوئی انسان سہو و خطا سے بھی خالی نہیں ہے یہ فتح پور ایک ضلع نہ تھا بلکہ حقیقت اصلی یہ ہے کہ راجپوتانے میں قائم خانیوں کی سب سے بڑی ریاست یہی تھی اس کے بعد دوسرے مرتبہ میں ریاست جھنجھنوں تھی بعد ازاں نرہڑ بڑواسی اور جہاڑ وپٹی اور کیڈ۔ جداگانہ راجدھانیاں قائم ہوئی تھیں جنکی تفصیل آئندہ موقع مناسب پر کیجائے گی خاصکر فتحپور اور جھنجھنوں راجپوتانے کی دوسری ریاستوں کی طرح شہنشاہ اکبر کی شکارگاہ میں بھی داخل تھیں جسکا پتہ آئین اکبری[53] کی عبارت ذیل سے لگتا ہے

۵۱ ملاحظہ ہو آئینہ اکبری جلد دوم صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲ منہ

۵۲ تاریخ راجستان مولفہ کرنل ٹاڈ صاحب لندن میں طبع ہوئی جس کا اردو ترجمہ ہندوستان میں ہو چکا ہے ۱۲ منہ

۵۳ صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ مطبع اسمٰعیل دہلی ۱۲۔

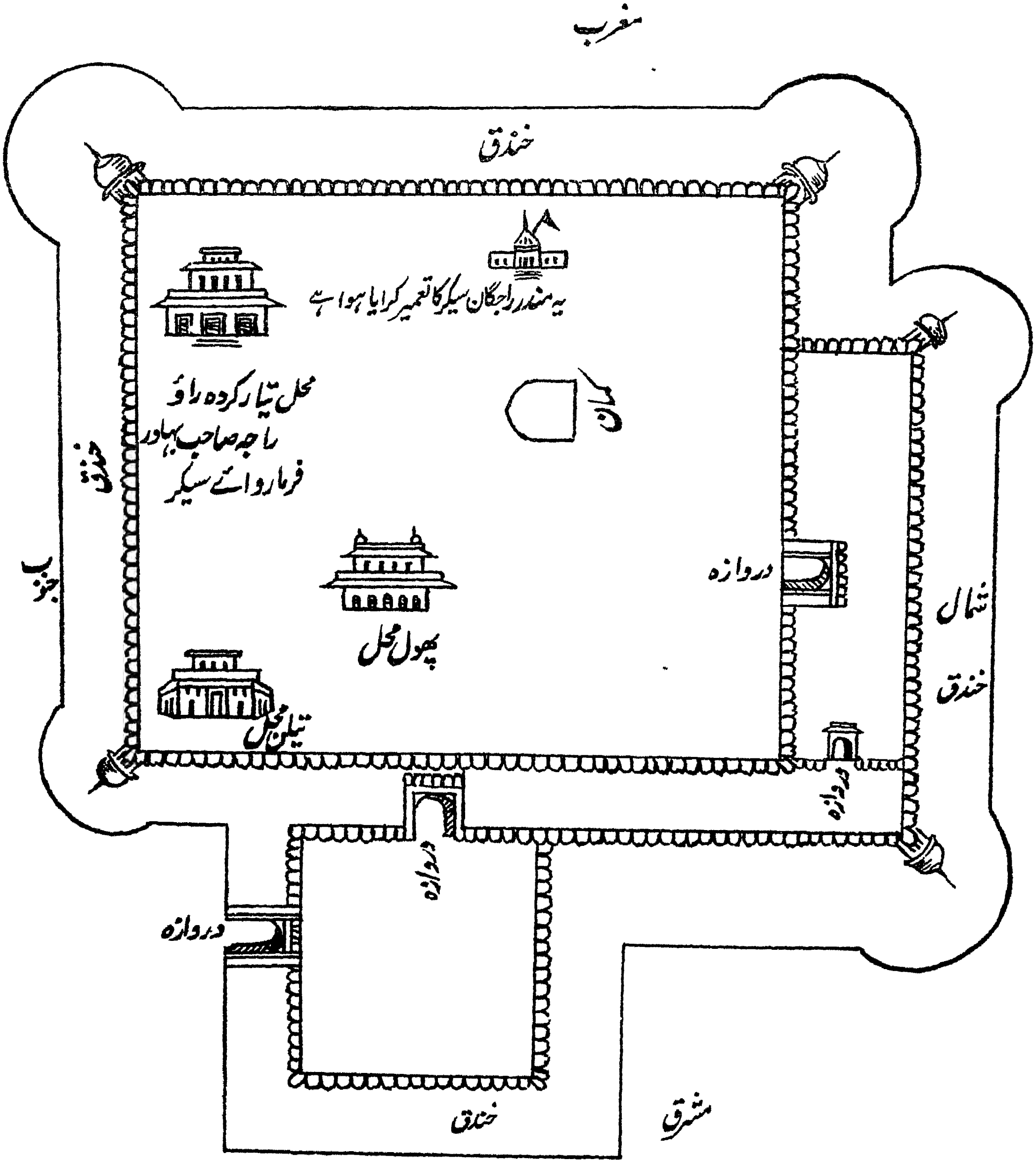
خدیو عالم درجہل کروہے وسی کروہے دار الخلافہ آگرہ عشرت شکار فرمودے خاصہ بازی سیاوی و آلاپور و حصار و سنام و بھٹنڈہ و بھٹیر[۵۱] و پٹن و پنجاب و فتحپور و جھنجھنو و ناگور[۵۲] و میرٹھ و جودھپور[۵۳] و آمیر و سرناین و دیگر جاہائے دور دست ایں صیدگاہ اساس یافتہ بود" ناظرین اس مستند حوالہ سے اس یقین پر پہنچیں گے کہ فتحپور و جھنجھنوں دونوں ریاستیں جودھپور و آنبیر و ناگور وغیرہ کے ہم پلہ تھیں۔ اور اب بھی فتح پور کی مردم شماری سترہ[۱۷] ہزار سے زائد ہے دولت و فارغ البالی میں یہی وہ فتحپور ہے جو شیخاواٹی کے تمام شہروں میں اول ہے اس میں بیسیوں مہاجن لکھپتی شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس نواب فتح خاں کا وہ قلعہ جس پر صدیوں حکومت کا پرچم لہراتا رہا آج اسی دولتمند شہر میں دور سے اپنی اُداسی اور مایوسی کی تصویر دکھاتا ہے سہ۔

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید ست صنادید عجم را

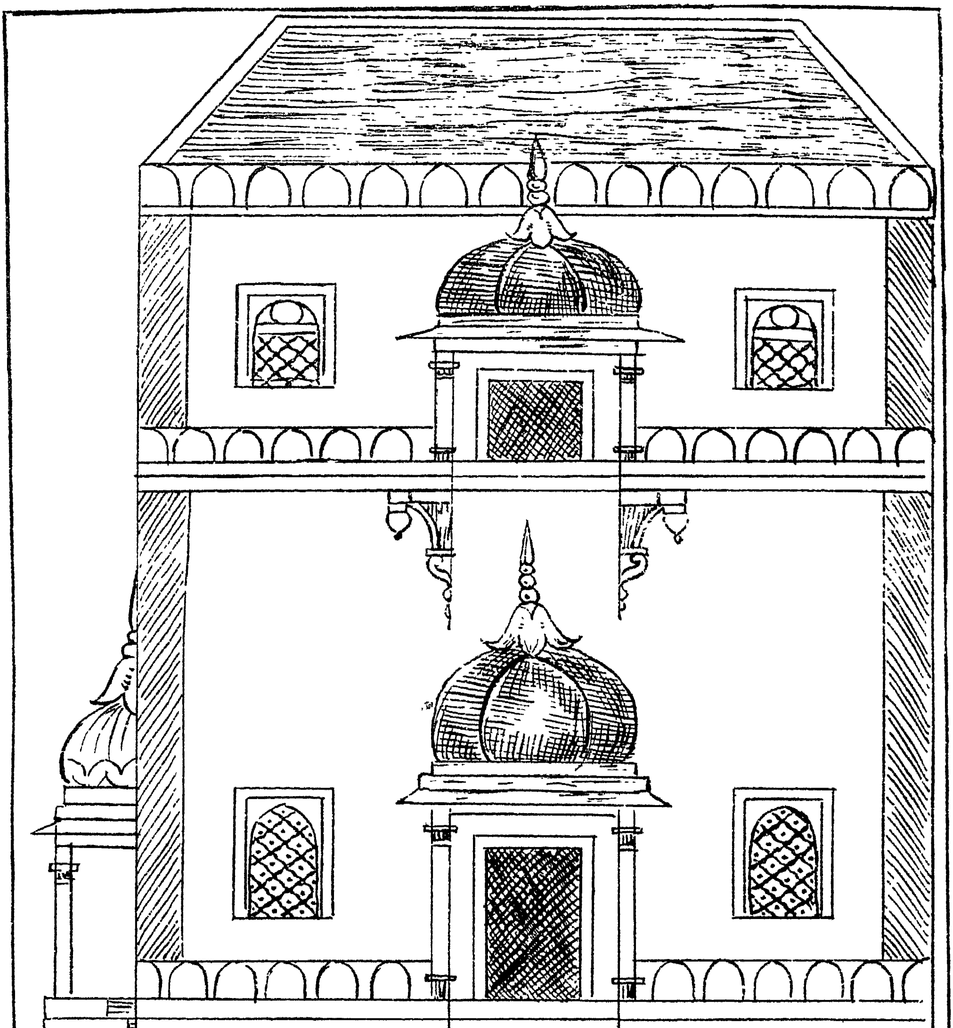
قلعہ کے اندر کچھ محلات تو کھنڈر ہو گئے ہیں اور کچھ باقی ہیں اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر ترقی انسان کی فطرت ہے تو یہ تبدیلی بھی قابل تسلیم ہے ایک محل کی بالائی منزل کے اندرونی حصہ میں سُرخ رنگ سے وضع قدیم کے بیل بوٹے بھی دکھائی دیتے ہیں اور جلی حروف سے آیۃ الکرسی بھی لکھی ہوئی ہے جو اب تک پڑھی جا سکتی ہے اور پھول محل سے بجانب مغرب زنانہ محلات کا صدر دروازہ ہے اس پر اندرونی حصہ میں مشرقی کونے میں یہ کتبہ کندہ ہے۔

۵۱ راجپوتانے کے جغرافئے حصہ دوم میں درج ہے کہ اب بھٹیر کا نام ہنومان گڑھ ہو گیا ہے اور وہ ریاست بیکانیر کے علاقہ میں آ چکا ہے جسمیں بادشاہی زمانے کا ایک مضبوط قلعہ بنا ہوا ہے جس کی لاگت چار کروڑ لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ امیر تیمور والی ایران نے اس قلعہ پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی تھی اس وقت یہاں بڑی خونریزی ہوئی تھی ۱۲ منہ

۵۲ ناگور بھی ایک قدیم شہر ہے کہتے ہیں کہ اسکی بنیاد رائے پتھورا کے زمانہ میں پڑی اور نام اتوانگر رکھا گیا پھر بزمانہ معزالدین سام اتوانگر سے ناگور تبدیل ہوا۔ ۱۲ منہ ۵۳ میاکھ سمت ۱۴۸۴ میں جودھا پیدا ہوا اور اسکے باپ کی جاگیر میواڑ میں تھی اس نے جیٹھ سمت ۱۵۱۵ میں جودھپور کی بنیاد رکھی اور مندور سے اس شہر میں اپنی دار السلطنت کو منتقل کیا جو اب تک چلا آتا ہے اور اس شہر کے آباد ہونیکے بعد تیس برس تک زندہ رہا اسکی زندگی میں اسکے بیٹوں اور پوتوں نے ماروار کو فتح کر لیا سمت ۱۵۴۵ اکسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوا اسکے بعد سورج سنگھ تخت نشین ہوا تاریخ ہندوستان جلد پنجم صفحہ ۳۸۱ مؤلفہ خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی



قلعہ فتحپور یہ وہی قلعہ ہے جو نواب فتح خاں نے تیار کرایا تھا



یہ وہی محل ہے جو قلعہ کے اندر نواب الف خان والئی فتحپور نے اپنے فرزند دولتخان کی رہائش کیلئے تیار کرایا تھا

اللہ کافی

عجب عمارتے با رونقی و لمعانے	بنائی محکم بادو شادمان بانے
بحکم دولت خاں شیر بن الف خانے	شدست ظاہر تاریخ (جنت ثانے) ۱۰۱۴ ہجری

قلعہ کے اندر ایک عمارت سہ منزلہ واقع ہے جو پھول محل کے نام سے مشہور ہے جسکی چھت لکڑی کی منقش ہے اس کے مشرق رویہ ایک دوسرا محل ہے وہ بھی سہ منزلہ ہے اور اسکی دوسری منزل کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بوقت احسن و تاریخ نیک و سال سعید	بنائے خانہ دولت شد بفضل خدا
بحکم حشمت نواب دولت خاں شجاع	بخیر گشت بالا تمام قیصر اعلا
ز بہر پور خلف نیکنام دولت خاں	کہ بے نظیر بخوبی افہیم بے ہمتا
بود میمنہ مثال سروس گفت ثنا	دریں دیار عجائب محل شد پیدا

نواب فتح خان کے مرنیکے بعد ان کے بڑے بیٹے جلال خاں مسند آرائے حکومت ہوئے جلال خان نے اپنے دور حکومت میں فتح پور کی آبادی کے بارونق بنانے میں بڑی جدوجہد سے کام لیا قلعہ کی نامکمل تعمیر کی مرمت کرائی سمت ۱۴۷۴ بکرمی مطابق ۱۴۱۷ء میں اپنے نام سے جلال سر آباد کرایا جو فتح پور سے تین کوس بجانب گوشہ مشرق و شمال میں واقع ہے اس نواب نے اسی سال میں سب سے بڑا نیک کام یہ کیا کہ چوبیس میل کے گرداگرد رفاہ عام کی نیت سے ایک بیڑ چھڑوا دیا جو ابتک سرسبز اور وقف چلا آتا ہے اور اس زمانہ سے اس

(بقیہ صفحہ ۵۰)

سمت ۱۴۸ متذکرہ صدر مطابقت ۱۴۲۶ء و سمت ۱۵۱۵ مطابق ۱۴۵۸ء اور سمت ۱۵۴۵ مطابق ۱۴۸۸ء ہے۔

نوٹ مورخ لکھتے ہیں کہ ۹۶۷ھ میں ڈھولا رائے پسر سور نے آنبیر کو آباد کیا تھا بہاری مل اسکی اٹھارویں پیڑھی میں تھا راجہ بہاری مل پسر پرتھی راج کچھواہ بعض تاریخوں میں بہارمل لکھا ہے۔ کچھواہ کی قوم میں دو گروہ ہیں ایک راجاوت اور دوسرے شیخاوت۔ ذکر راجاوت یوں کہا جاتا ہے کہ صوبہ اجمیر کے مضافات اور مارواڑ کے جنوب میں اکثر اسکے باپ دادا بھوم نشین تھے گو مارواڑ کے برابر آنبیر نہ تھا مگر مالگزاری اس سے زیادہ تھی بہاری مل ہی راجپوتوں میں اول ہیں جو اکبر کی خدمت میں آئے ان کا ذکر شگرف نامہ اور اقبال نامہ میں مذکور ہے اس سرزمین میں سب سے بڑے وہی راجہ بہاری مل تھے قصبہ سانگانیر میں رابعہ کثرا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بادشاہ کے بساط بوس

(بقیہ صفحہ ۵۲ پر)

وقت تک اس علاقے کی تمام رعایا اس سے فائدہ اُٹھاتی چلی آتی ہے نواب جلال خان نے مرتے وقت دس بیٹے چھوڑے اس نواب کی چار بیگمات تھیں جنکے لبطن سے دولت خان۔ احمد خاں۔ نور خاں۔ فرید خان۔ نظام خان۔ بہار خاں۔ داؤد خاں۔ یسین خان لاڈ خان۔ دریا خان۔ ہوئے۔ اس وقت جو گروہ احمدان کہلاتا ہے وہ احمد خان کی نسل سے ہے نواب جلال خان کی وفات کے بعد فرزند اول دولت خان گدی پر بیٹھے نواب دولت خاں کے زمانہ حکومت سمت ۱۵۲۲ بکرمی مطابق ۱۴۶۵ء میں دولت آباد جو فتح پور سے شمال میں واقع ہے آباد ہوا یہ نواب بڑے متقی اور پرہیزگار تھے خاص شہر فتحپور اور اسکے اطراف واکناف میں دور تک انکے کشف وکرامات کے چرچے زبان زد خاص وعام ہیں اور وہ عامۃ الناس میں در دولت خاں کے لقب سے مشہور ہیں نواب در دولت خاں کا مزار سنگ مرمر کا ہے اور وہ فتح پور میں قلعہ کے متصل جنوب میں واقع ہے ہر جمعرات کو ہندو اور مسلمان زیارت کے لئے آتے جاتے ہیں اس مزار کے دائیں بائیں اور بھی دو پختہ قبریں ہیں وضع قبور سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ مستورات کی ہونگی جو پردہ خاک میں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سو رہی ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان کو نواب دولت خاں سے کیا رشتہ تھا۔ نواب دولت خاں کے تین بیٹے تھے ناہر خاں۔ جوبن خان۔ دریا یزید خان۔ جب دولت خاں نے انتقال کیا تو انکی

(بقیہ صفحہ ۵۱) ہوئے اکبر بادشاہ نے ان پر مہربانی کی اور انکی قدر و شرافت کو بڑھایا راجہ نے کوشش کی کہ میں زمینداروں کے زمرہ سے نکلکر بادشاہ کا مخصوص ہو جاؤں اس لئے بادشاہ کی نمایاں خدمت کی جب بادشاہ نے اجمیر سے مراجعت کی تو مقام سانبھر میں راجہ مع اپنے بیٹے بھگوانداس اور پوتے کنور مان سنگھ کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے تمام ہندوستان کے راجاؤں اور نوابوں سے راجہ اور انکے فرزند اور پوتوں کی قدر و منزلت بڑھائی اور مراتب بزرگ اور مناصب ارجمند عنایت کئے راجہ کو پنجہزاری کا منصب دیکر وطن کو رخصت کیا اور راجہ بھگوانداس اور کنور مان سنگھ بادشاہ کے ساتھ آگرہ گئے یہ بتدریج مدارج اعلیٰ پر سرفراز ہوئے راجہ بہاری مل نے آگرہ میں انتقال کیا تاریخ جے پور مولفہ صاحبزادہ محمد خان بھوپال میں درج ہے کہ بہاری مل کو ہمایوں کی جانب سے پنجہزاری اور راجہ آنبیر کا خطاب ملا تھا یہ صحیح نہیں کیونکہ واقعات مندرجہ بالا سے اسکی تردید ہوتی ہے ۱۲منہ

جگہ بڑے بیٹے ناہر خان کو ملی سمت ۱۵۲۷ مطابق ۱۴۷۰ء میں ناہر سر کا آباد ہونا بیان کیا جاتا ہے یہ ناہر سر فتح پور سے شمال میں اپنے بانی کی یادگار میں اب تک موجود ہے نواب ناہر خاں کے بھی تین ہی بیٹے تھے۔ فدا خاں۔ دلاور خاں و بہادر خاں۔ جب ناہر خاں نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان کے بڑے بیٹے گدی پر بیٹھے اس نواب نے اپنی کوئی یادگار نہیں چھوڑی۔ فدا خاں کے بھی تین ہی بیٹے تھے۔ تاج خاں۔ فیروز خاں و دریا خاں۔ نواب فدا خاں کے انتقال کے بعد حسب دستور بڑے بیٹے تاج خان نے فتح پور کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور سمت ۱۶۲۳ مطابق ۱۵۷۰ء میں بطور یادگار تاج سر آباد ہوا اس نواب کے بیٹوں کی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے تاج خاں کی زندگی میں انکے بڑے بیٹے محمد خان مر چکے تھے اس وجہ سے تاج خاں کے انتقال کے بعد محمد خان کا بڑا بیٹا الف خان انکی جگہ بیٹھا۔ نواب الف خان درحقیقت قوم قیام خانی کا آفتاب تھا۔ اس بہادر کی اولوالعزمی شجاعت مستقل مزاجی اور فہم و فراست کا خوشنما مجسمہ ہمیشہ علمی دنیا میں قائم رہے گا۔

اس بہادر نے اپنی ساری عمر شہنشاہ جہانگیر کی خدمت میں گذاری اور ہمیشہ اپنے عیش و آرام کو ہیچ سمجھکر اپنی ضمیر کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اور تادم مرگ شہنشاہ جہانگیر کی فوج کا سپہ سالار (جرنل) رہا اس بہادر کے کارناموں سے ثابت ہے کہ اس کی انتہائی تمنائیں ہمیشہ شہنشاہ جہانگیر کی دامن مسرت سے وابستہ رہیں اور یہی سبب ہے کہ یہ بہادر ملک کے اکثر معرکوں میں بھیجا گیا جن میں دم خم سے لڑتا رہا اور ہمیشہ فتح کی دیوی اس بہادر کے قدم چومتی رہی اور شہنشاہ جہانگیر نے بھی اپنے اس جاں نثار جوانمرد سپہ سالار کی خدمات کو قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا میں نے پچھلے ورقوں میں اکثر موقعوں پر جن روایات کی اسناد میں قیام راسے کا ذکر کیا ہے وہ اسی نواب الف خاں کے فرزند دوم نعمت خان کی ہندی تصنیف ہے اس میں شک نہیں کہ مصنف نے اس میں اپنے جاں باز باپ کی بہت سی روایات کو محفوظ رکھ لیا۔ لیکن افسوس اس امر کا ہے۔ کہ انھوں نے آغاز سے انجام تک مورخانہ انداز کو ایسا پس پشت ڈالا کہ جس سے ان کے

لے محمد خان۔ محمود خان۔ شیر خان۔ جمال خان۔ ہلال خاں۔ مظفر خان ہیبت خان۔ حبیب خان ۱۲ منہ

اصلی واقعات مبالغہ کی رو میں پڑکر اتنی دور جا نکلے کہ اب انکو اصلی مرکز پر لانا دشوار ہے باین ہمہ انکو مستند تاریخوں کے متن میں دکھلانے کی کوشش کرونگا جہانگیر اپنی تزک جہانگیری جلد دوم جشن (۱۸) صفحہ ۲۶۳ سنہ ۱۰۳۲ ہجری میں لکھتے ہیں کہ قاسم خاں نے منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار سے سرفرازی پائی اور میرک معین بخش کابل کو حسب التماس مہابت خاں کے خطاب خانی سے سربلندی بخشی الف خاں قیام خانی نے صوبہ پٹنہ سے آکر ملازمت حاصل کی پھر میں نے ان کو واسطہ حفاظت قلعہ کانگڑہ کے مقرر فرماکر نشان عطا کیا۔

جہانگیر اپنے جہانگیر نامہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے الف خاں قیام خانی کو منصب[۵۱] ہفت صدی ذات اور پانصد سوار سے سرفراز کیا۔ قیام راسے کے حوالہ سے شجرۃ المسلمین میں درج ہے کہ جب میوات میں باغیوں نے غارتگری کی آگ بھڑکائی تو جہانگیر نے انکی تنبیہ اور گوشمالی کے لئے الف خاں کو بھیجا نواب الف خاں اور باغیوں میں لڑائی زوروں پر رہی لیکن الف خاں نے انکو قصبہ ساوان وکارہنڈہ میں شکست دی جس کی وجہ سے بغاوت کی آگ فرو ہوگئی اور الف خاں جہانگیر کی خدمت میں واپس آگیا پھر جہانگیر نے ۱۰۱۷ھ میں بسرکردگی شہزادہ پرویز نواب خانخانان و نواب خانجہان و نواب عبداللہ خاں و راجہ مان سنگھ کورم اور راجہ رائے سنگھ اور دیگر امرا کو مہم دکن پر جانے کا حکم دیا تو نواب الف خاں کو بھی شہزادہ پرویز کے ہمراہ بھیجا جب شہزادہ پرویز نے سرزمین دکن برہانپور میں قدم رکھا تو نواب خانخانان و نواب خانجہاں و نواب عبداللہ خاں و راجہ مان سنگھ کورم و راجہ رائے سنگھ راٹھور کو میمنہ و میسرہ کی فوج میں تقسیم کر دیا نواب الف خاں کو ملکاپور پر لڑنے کے لیے بھیجا اور پھر خود شہزادہ عادل آباد کو چلا گیا۔ نواب الف خاں کی دشمنوں سے تین دن تک گھمسان کی لڑائی رہی آخرکار نواب الف خاں کو فتح ہوئی ان واقعات کے بیان کرنیکے بعد وہ ساکت ہیں مگر شہنشاہ اپنی تزک میں لکھتے ہیں۔ کہ میں نے امرائے دکن کا[۵۲] اس طرح اضافہ کیا کہ گردھر سپر رائے سل ہشتصدی ذات سوار ممتاز گشت والف خاں قیام خانی ہمیں منصب ہشت

[۵۱] نوروز سیوم از جلوس ہمایوں روز پنجشنبہ تاریخ دوم ذی الحجہ مطابق غرہ فروردین ۱۰۱۳ھ ۱۲ منہ
(حاشیہ ۵۲ بر صفحہ ۵۵)

صدی ذات و سوار از اصل و اضافہ سربلند گردید۔"

پس یہ قیاس قوی ہے کہ اسی جنگ کی کامیابی پر یہ سرفرازی ہوئی جسکو نواب الف خاں کے فرزند نعمت خاں نے لکھا ہے اب میں پھر شہنشاہ جہانگیر کی ان دوسری سرفرازیوں کا ذکر کرتا ہوں جو نواب الف خاں سے منسوب ہیں شہنشاہ لکھتے ہیں۔ کہ الف[۵۱] خاں قیام خانی نے واسطہ حراست قلعہ کانگڑہ کے دستوری پائی اور ان کا منصب اصل و اضافہ ہزار و پانصد ذات و ہزار سوار کے حکم دیا اور شیخ فیض اللہ خویش مرتضیٰ خاں کا بھی ان کے ساتھ مقرر ہوا کہ بالائے قلعہ کار ہوئے پھر جہانگیر لکھتے ہیں کہ الف خاں و شیخ فیض اللہ قلعہ دار کانگڑہ آکر زمین بوسی سے شرف یاب ہوئے۔ اور ا نکو فیل[۵۲] اور اسپ سے سرفراز کرکے قلعہ کی طرف رخصت کیا اگرچہ شجرۃ المسلمین میں قلعہ کانگڑہ کی ایک اور دھواں دھار لڑائی کا ذکر بحوالہ قیام راسا لکھا ہے جس میں نواب الف خاں کی شرکت بھی بتائی گئی ہے لیکن نہ تو اس میں کہیں کوئی سنہ ہے نہ کوئی حوالہ قابل اعتماد ہے اور نہ واقعات ہی مسلسل و مربوط ہیں اس وجہ سے مجھے اس لڑائی کے ہونے میں کچھ دنوں شک رہا لیکن جب تاریخ[۵۳] کی ورق گردانی کی۔ تو میرا وہ شک یقین سے مبدل ہو گیا اور اب میں اس جنگ کو ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں قلمبند کرتا ہوں۔ دوشنبہ محرم کو فتح کانگڑہ کا مژدہ بادشاہ نے سنا جس کا حال جہانگیر یوں لکھتے ہیں کہ کانگڑہ ایک قدیم قلعہ شمال رویہ لاہور کے کوہستان میں واقع ہے ابتدائے استحکام و دشوارکشائی اور محکمی میں مشہور ہے ولایت پنجاب کے زمینداروں کا اعتقاد ہے کہ یہ قلعہ کسی غیر قوم کے ہاتھ میں نہیں گیا اور کسی بیگانہ نے اس پر غلبہ نہیں پایا اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ اس زمانہ سے کہ ہندوستان میں صوت اسلام و آوازہ دین مستقیم محمدی بلند ہوا سلاطین والا شکوہ میں سے کسیکو فتح کرنا نصیب نہیں ہوا سلطان فیروز شاہ اس قلعہ کی تسخیر میں مصروف (حاشیہ صفحہ ۵۶)

---

۵۱ تزک جہانگیری جلد اول صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبع ٹونک و جہانگیر نامہ قلمی صفحہ ۲۰۸ سنہ ۲۳ھ جلوس دہم ۵۲ تزک جہانگیری جلد دوم صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ ٹونک جشن پندرہواں ۵۳ صفحہ ۲۲۰ جشن سولہواں تزک جہانگیری صفحہ ۲۲۴ تزک جہانگیری جلد دوم مطبوعہ مطبع ٹونک ۱۲ ۵۳۔ تاریخ ہندوستان جلد ۶ صفحات ۱۵۱ و ۱۶۵ - ۱۳۰ ۱ سنہ

ہوا اور مدتوں تک محاصرہ رکھا مگر جب اسکو معلوم ہوا کہ قلعہ کا استحکام اس حد پر ہے کہ جب
تک اہل قلعہ کے پاس قلعہ داری کا سامان اور آذوقہ ہے اس کی تسخیر میں ظفر حاصل
نہیں ہوسکتی باوجود شوکت و استعداد کام ناکام فقط راجہ کی ملازمت سے خوش ہوگیا
اور فیروز شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا جب میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو تمام غزاؤں میں کہ
میں اپنے ذمہ لازم جانتا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی میں نے مرتضی کو بہادر فوج
کے ساتھ اس قلعہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا ابھی یہ مہم ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ مرگیا بعد ازاں
چوہڑمل پسر راجہ بالسنو نے اس خدمت کا تعہد کیا اس کو لشکر کا سردار بناکر بھیجا اس نے
بدی و بغی و کافر نعمتی کی جس سے تفرقہ عظیم نے لشکر میں راہ لی لیکن وہ تھوڑی مدت میں
مرگیا جسکا ذکر پہلے ہوچکا ہے اُن دنوں شہزادہ خورم نے اس خدمت کا تعہد کیا اور
اپنے ملازم سندر رائے رایان کو بہت سامان دیکر بھیجا اور بہت سے امرائے[۱] شاہی کو اسکی
کمک کیلئے اجازت ملی سندر نے زمینداروں میں سے ایک پر فوج بھیجکر لڑائی شروع کی اور
احتیاط کچھ نہیں کی بغیر اس کے کہ راہ برآمد کو استحکام دے اور سرکوبوں پر قبضہ کرے
پہاڑوں کی تنگ نالیوں میں آنکر بے صرفہ جنگ کی جس کے سبب سے بعض نامی سرداروں
کی جان گئی ۱۶ شوال سنہ ۱۰۲۹ھ کو لشکروں نے دور قلعہ کو گھیر لیا اور مورچوں کو قسمت کیا
مداخل و مخارج قلعہ کو نظر احتیاط سے ملاحظہ کیا آذوقہ آمد و شد کی راہ کو مسدود کیا۔
رفتہ رفتہ اہل قلعہ کو تنگ کیا جب انکے پاس وہ غلہ جو غذا بن سکے نہ رہا تو انھوں نے
اور خشک غلے نمک میں جوش دیکر کھائے جس سے انکی نوبت ہلاکت پر آئی اور کسی راہ سے
امید نجات نہ رہی ناگزیر امان مانگ کر قلعہ کو خالی کیا۔ دوشنبہ غرہ محرم سنہ ۱۰۳۱ھ میں یہ
فتح ایسی حاصل ہوئی کہ پہلے کسی بادشاہ کو حاصل نہیں ہوئی تھی ۲۴ رماہ دے کو بادشاہ
قلعہ کانگڑہ میں سیر کو گیا اور حکم دیا کہ قاضی اور میر عدل اور علماء اسلام ہمرکاب
ہوں جو شعائر اسلام شرائط دین محمدی ہوں قلعہ مذکور میں عمل میں آئیں اس قلعہ

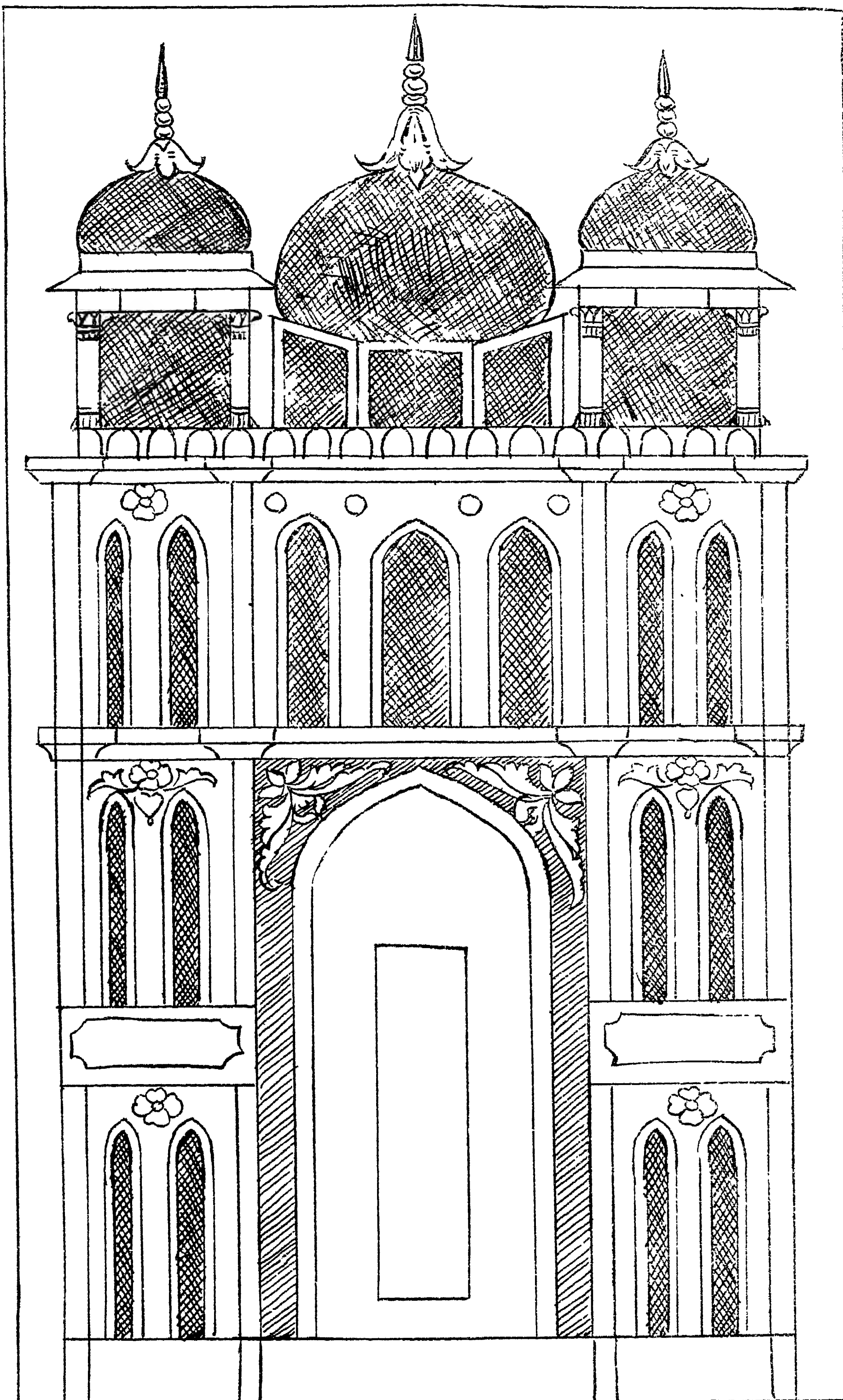
[۱] ان امرائے شاہی میں الف خان بھی داخل تھے میں نے اس کے اوپر بحوالہ تزک جہانگیری ظاہر کر دیا ہے
کہ الف خان کو اسی قلعہ کانگڑہ کی جنگ کی کامیابیوں کے صلے میں سرفرازیاں عطا ہوئی تھیں ۱۲ منہ

ہیں اذان دیگئی خطبہ پڑھا گیا غرض وہ اسلامی باتیں جو بنائے قلعہ سے ابتک نہ ہوئی تھیں۔ ظہور میں آئیں اور ایک مسجد عالیشان بنانے کا حکم دیا قلعہ کانگڑہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے اور استحکام اور متانت اس حد پر ہے کہ اگر آذوقہ اور لوازم قلعداری مہیا رہیں تو کسی کا ہاتھ اسکے دامن تک نہ پہنچ سکے اور کمند تدبیر اسکی تسخیر سے کوتاہ رہے اگرچہ بعض جگہ سرکوب رکھتا ہے اور وہاں توپ و تفنگ جاسکتی ہیں لیکن اس کے حصاریوں کو زیان نہیں پہنچا سکتیں وہ نقل مکان دوسری جگہ کرکے انکے آسیب سے محفوظ رہ سکتے ہیں بعد سیر قلعہ جشن ہفت دہم دوشنبہ شہر جمادی الاول ۱۰۳۱ھ کو نوروز ہوا اور آصف خان برادر حقیقی نورجہاں کو منصب شش ہزاری ذات سوار کا مرحمت ہوا انہیں دنوں شہزادہ خسرو کی وفات ہوئی" نعمت خان قیام راسے میں اپنے جانباز باپ الف خاں کا لکھی جنگل میں جانا اور وہاں پر باغیوں سے معرکہ آرائیوں کا ہونا یوں لکھتے ہیں کہ شہنشاہ جہانگیر کے پاس خبر آئی کہ ملک پنجاب کوہستان میں جاگیرداروں اور سرداروں نے سرکشی کی ہے اور بدامنی کی آگ بھڑک اٹھی ہے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ نواب الف خاں و نواب صادق خاں قلعہ کانگڑہ میں تھے شہنشاہ جہانگیر نے ان کو لاہور میں طلب کیا وہ فوراً حاضر ہوئے اسوقت جہانگیر نے الف خاں کو اس بدامنی کے فرو کرنے کے لئے بھیجدیا الف خاں نواب آصف خاں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد کثیر فوج لیکر روانہ ہوا پہلا مقام قریہ منصور میں ہوا وہاں بھی سرداروں نے مقابلہ نہیں کیا اور فوراً اطاعت قبول کرلی وہاں سے الف خاں راوان میں پہنچا یہاں خونخوار جنگ ہوئی آخر کار باغیوں کو شکست ہوئی اسکے بعد ڈوگرہ اور بٹوان میں داخل ہوا ڈوگر سرداروں نے معمولی جنگ کے بعد پناہ مانگ لی پھر نواب الف خاں قصبہ کھائی میں مقیم ہوا یہاں بھی خفیف سی لڑائی ہوئی انجام کار قصبہ جلیبی اور دیپال پور کے باغیوں کو مطیع و منقاد کرتا ہوا پاکپٹن پہنچا یہاں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار کی زیارت کی بہادر خان ڈنڈی جو باغیوں کا سردار تھا اسی مقام پر نواب الف خاں سے ملاقی ہوا اور پیشکش دیکر اطاعت قبول کرلی اور یہیں نواب الف خاں سے سنام بھٹنڈہ۔ عالم پور۔ فیروزہ آباد و بھٹیز

جلال آباد۔ رحیم آباد وغیرہ کے سرداروں نے ملاقات کی۔ اسکے بعد نواب اسی گرد نواح میں مع فوج کے مقیم رہا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ نے الف خاں کو پھر طلب کر کے قلعہ کانگڑہ کی طرف روانہ کیا۔ یہاں پہنچکر نعمت خاں چپ ہیں مگر شہنشاہ[۵] جہانگیر فرماتے ہیں۔ "سردار خاں کے فوت ہونیکی خبر سُنکر کوہستان شمالی پنجاب کی فوجداری الف خاں کو (کہ وہاں کے کمکیوں ست تھے) سپرد کی اور انکے پسر کامگار کو ہمراہ لشکر کے رکھا" پھر اس کے بعد نعمت خان رقمطراز ہیں کہ نواب الف خان کانگڑہ پہنچا اور وہاں کی بغاوت فرو کی۔ (میرے خیال میں یہ وہی بغاوت ہے جس میں سردار خاں قلعہ دار کانگڑہ مارا گیا تھا) پھر اسی سلسلہ میں نعمت خان لکھتے ہیں کہ جب وہاں پرامن قائم ہوگیا تو نواب الف خان مع فوج کے قلعہ میں رہنے لگا تھوڑے دنوں کے بعد پھر راجہ جگت سنگھ و راجہ چندر بھان والی گڈھ بھون و شام چند و جگت مل وغیرہ نے پہلے سے بغاوت کیلئے سازش کرلی تھی جب انکے پاس کافی سامان حرب جمع ہوگیا تو انھوں نے اعلان بغاوت کردیا اس وقت نواب الف خاں تلواڑہ میں تھے اور اسی مقام پر باغیوں سے جنگ شروع ہوگئی۔ چھ روز تک متواتر خونخوار لڑائی رہی دونوں طرف کے ہزاروں آدمی مارے گئے بدقسمتی سے الف خان کی فوج کا زیادہ حصہ تلوار کی نذر ہوا۔ اس وجہ سے باغیوں کا پلہ بھاری رہا مگر نواب الف خاں آخر دم تک لڑتا رہا چھ روز کی گھمسان خونخوار لڑائی میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور اسی میدان کارزار میں ۲۸ رمضان ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء میں اس بہادر سپہ سالار الف خاں نے جام شہادت نوش کیا لشکریوں کے علاوہ فوج کے نامی سردار حسب ذیل مارے گئے۔

کمال خان۔ مجاہد خاں۔ بھیکن خاں۔ بہلول خاں۔ فیروز خاں۔ لاڈ خاں۔ بسکندر خاں۔ درج داس۔ معروف خاں۔ شریف خاں۔ اودے سنگھ۔ پرتاب سنگھ۔ چتر بھوج۔ جگت سنگھ۔ منوہر داس۔ گجوہرداس۔ دریا خان۔ جمال خاں۔ دولت رائے۔ ابھی رائے۔ اور نواب الف خاں کا ایک ہاتھی چتر گنج نامی بھی اس جنگ میں مارا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی

[۵] تزک جہانگیری جلد دوم صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ مطبع ٹونک ۱۲ منہ



مقبرہ نواب الف خاں والیٔ فتح پور

جنگی ہاتھی تھا جو شہنشاہ جہانگیر نے مرحمت فرمایا تھا جس کا ذکر قبل ازیں بحوالہ تزک جہانگیری کر چکا ہوں۔ نواب الف خان کی نعش میدان کارزار سے انکے دار الحکومت فتحپور میں لائی گئی اور قلعہ سے جانب مشرق دفنائی گئی جس پر ایک گنبد[1] بھی بنوایا گیا جو ابتک موجود ہے قبر کے تعویذ پر کچھ عبارت کندہ ہے لیکن اس وقت پڑھی نہیں جا سکتی۔

ایک مورخ کے لیے اس سے بڑھکر کوئی عیب کی بات نہیں ہے کہ وہ کسی حکمران یا قوم کی بیجا مدح سرائی میں جامہ سے باہر ہو جائے یا اُسکے اصلی حالات میں تصرف کر کے کچھ سے کچھ کر دکھایئے یا محض تعصب، تنگ خیالی اور کوتاہ قلمی سے کام لے مؤلف تاریخ وقائع[2] راجپوتانہ لکھتے ہیں کہ "راجگان ایڈر و بھج۔ وسندہ۔ سروہی۔ وجالک۔ ووالی فتحپور۔ وجھنجھنوں۔ جیسلمیر وناگور۔ راجہ ابھے سنگھہ جودھپور کی سلامی کے لئے حاضر ہوتے تھے" برخلاف اسکے دوسری طرف مولف تاریخ[3] ترلی والئی فتحپور کی یہ شان دکھاتا ہے کہ ایکدن نواب فتحپور اپنے ملک سرحد مارواڑ پر فروکش تھا مہاراجہ جودھپور ان سے ملنے کو آئے لیکن ان کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ملی اس وجہ سے مہاراجہ نے کھڑے کھڑے گفتگو کی۔ ان واقعات کی حیثیت سے جو تفصیل کے ساتھ واضح کر دیئے گئے ہیں خود ناظرین ہی فیصلہ کر سکیں گے کہ ان دونوں وقائع نویسوں کا موضوع ایک دوسرے کی بیجا برتری اور مدح سرائی ظاہر کرنا ہے یا نہیں تاریخی شہادت سے تو یہ ثابت ہے کہ فتحپور جھنجھنوں اور جودھپور کی یہ تینوں ریاستیں شاہان دہلی کے زیر اثر تھیں اور بجائے خود

---

[1] مولف انقلاب تاریخ قائم خانی لکھتے ہیں۔ کہ شہر کے کنارے پر نواب الف خاں کا مزار بڑے گنبد دار مقبرہ کی شکل میں بنا ہوا ہے مگر ریاست کی بے توجہی سے روز بروز ٹوٹتا جاتا ہی اور غیر آباد ہونیکی وجہ سے وحشتناک مقام نظر آتا ہے اس مقبرہ کی روز بروز گرتی ہوئی حالت دیکھکر گورنر جنرل ہند لارڈ کرزن بہادر کے حق میں دل سے دعا نکلتی ہے کہ جنھوں نے پرانی یادگاروں کے قائم رکھنے کے لئے ہندوستان میں ہزاروں روپے جابجا عطا فرما کر انکی مرمت کا انتظام کیا مگر افسوس ہی کہ اس سے ہمارے ہندوستان کے رئیس کچھ سبق نہیں لیتے ۱۲ منہ

[2] جلد دوم صفحہ ۱۰۸ [3] یہ کتاب راؤ ترل جی کے نام سے موسوم ہوئی ہے جو راؤ راجہ جی بہادر والئی سیکر کے مورث اعلیٰ تھے اور یہ راؤ راجہ جی بہادر سیکر کے ایک رکن رکین کی تالیف ہے لیکن ہنوز غیر مطبوعہ صورت میں ہے ۱۲

تینوں یکساں حیثیت میں آزاد تھیں کسی کو کسی سے کوئی تعلق ایسا نہ تھا کہ جس سے اطاعت کی صورت پیدا ہو۔ نواب الف خان کے پانچ بیٹے تھے۔ دولت[1] خان نعمت[2] خان۔ ظریف[3] خاں فخر[4] خاں۔ شریف[5] خاں۔ جبکہ ۱۰۳۵ھ میں نواب الف خان میدان کارزار میں کام آئے تو ان کے بڑے بیٹے دولت خاں نے حکومت فتح پور کی باگ اپنے ہاتھ میں لی دولتخاں اپنے باپ کی زندگی میں شہنشاہ[۵۱] جہانگیر کی خدمت گذاری میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اس کا پتہ تزک جہانگیری سے بھی ملتا ہے مصنف قیام راسا بیان کرتے ہیں کہ نواب دولت خان مع اپنے فرزند طاہر خان کے جہانگیر و شاہجہان کے دربار میں لازمًا حاضر رہا کرتے تھے اور اکثر لڑائیوں میں شریک بھی رہے جب شاہجہاں نے بلخ کی تسخیر کے لئے فوج بھیجی تو اس میں نواب دولت خان مع اپنے فرزند طاہر خاں کے شریک تھے جب یہ لشکر بلخ میں پہنچا تو طاہر خاں نے وہیں انتقال کیا طاہر خان کی بے وقت موت سے نواب دولت خان کو سخت صدمہ پہنچا لیکن انھوں نے دامن استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ بلخ پر یہ فوج کشی کس سنہ میں ہوئی لیکن تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۵۶ھ میں شہزادہ مراد بخش نے بلخ اور بدخشاں تسخیر کرنے کے لئے پچاس ہزار سوار اور دس ہزار تفنگچی اور تیر انداز و باندار و پیادوں اور کثیر توپخانوں سے فوج کشی کی تھی غالب ہے کہ یہ وہی جنگ ہو۔ یہ واقعات بھی نعمت خاں ہی کے بیان کردہ ہیں کہ نواب دولت خان نے قندھار کی جنگ میں جو شاہ عباس کے مقابلے میں ہوئی تھی شریک رہ کر نمایاں خدمات انجام دیں اور قندھار ہی میں مارے گئے۔ اگرچہ انھوں نے کوئی تاریخی ثبوت بہم نہیں پہنچایا اس لئے مجھے اس میں شک رہا میں نے تاریخ سے تصدیق چاہی تو جواب یہ ملا کہ واقعی شاہ عباس فتح قندھار[۵۲] کے ارادہ سے اصفہان سے نکلا اور خونخوار لڑائی کی جسکی تفصیلات یہ ہیں کہ وہ دہم ذی الحجہ کو باغ گنج علی خان میں پہنچا دولت خاں قلعہ میں

۵۱ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری جلد دوم صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ مطبع ٹونک ۱۲ منہ

۵۲ اقتباس تاریخ ہندوستان جلد ہشتم صفحہ ۱۴۴ مولفہ مولوی شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خان یہ جنگ شاہجہان کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ بلخ ایک شہر کا نام ہے جو سرزمین خراسان میں واقع ہے ۱۲ منہ

متحصن ہوا اس نے تمام قلعہ کی بُرج اور بارہ کا استحکام کئی آدمیوں کے اہتمام میں دیا اور بادشاہی تفنگچی اور اپنے سپاہی کوہچہ کابل پر مقرر کئے۔ برجوں کی حفاظت اس نے کا کر خاں کے حوالہ کی اور بالوزئی اور خواجہ خضر کے دروازوں کے پیچھے کے مورچے۔ نورالحسن بخشی احدیان کو اور حصار دولت آباد اور قلعہ مندوی میرک حسن کے حوالہ کئے اور ارگ اور سب جگہ کی خبرداری اپنے ذمہ لی مگر بڑی بداحتیاطی یہ کی کہ خلیج خاں نے جو دو دو برج کوہچہ چہل زینہ کی چوٹی پر بنائی تھیں انکی حفاظت نہ کی وہاں سے قلعہ دولت آباد و مندوی پر توپ و تفنگ کے گولے کارگر چل سکتے ہیں قزلباشوں نے اسکو غیر محفوظ دیکھکر اپنا قبضہ کرلیا اور آتشباری اور جانستانی شروع کی دوازدہم صفر کو تمام منصبداران و احدیان و تیراندازوں نے امان لی اور قلعہ سے باہر آئے غنیم قلعہ پر متصرف ہوا اور قلعہ دار قندھار خواص خاں ہندوستان کو روانہ ہوا اور قلعہ خالی کردیا، اب قندھار کا وہ معرکہ بیان کیا جاتا ہے جسمیں دولت خاں مارے گئے۔ نہم شوال سنہ ۱۰۶۳ھ[1] آدا خر شب میں پانچویں دفعہ شہزادہ داراشکوہ نے قندھار پر یورش مقرر فرمائی نیزے و بانیں و زینے تیار ہوئے اور یورش کا سارا سامان مہیا کیا گیا ایک پہر رات باقی تھی کہ بہادروں اور جوانمردوں کو جیسی جدوجہد کرنی چاہئے تھی کی اور ہمت کر کے قلعہ کے اوپر چڑھ گئے اور رستم خاں و لشکر خاں و ایرج خاں و محمد جعفر و راجپوتوں کی ایک جماعت کیساتھ جانبازی کرکے پائیں حصار دمدموں کے اوپر سے بانوں کے پھینکنے اور خانہ بر انداز گولوں کے مارنے سے ایک قیامت برپا کردی اور ہر طرف سے توپ و تفنگ اور زنبورک کے کئی ہزار گولے بہادروں کی یورش کی کمک کیلئے اور محصورین کے سراسیمہ کرنے کے لئے چھوڑے گئے۔ عبداللہ بیگ و محمد جعفر دونوں بھائیوں نے سپاہیوں کی ترغیب میں اس قدر فریاد کی کہ انکی آواز ایسی پڑگئی کہ گلے سے بات نہیں نکلتی تھی صبح نے روئے کار سے پردہ اٹھادیا اور رات کی نسبت قلعہ کے اوپر سے گولے توپ و تفنگ سانچہ و پارچہ آہن پل سیاہ پیسی اور چادر روغن نفط زدہ آتش گرفتہ اور بڑے چھوٹے پتھر اولوں کی طرح آسمان سے برستے تھے سر اٹھانے کی فرصت نہ دیتے تھے

[1] یہ اقتباس بھی تاریخ ہندوستان جلد ہشتم صفحہ ۴۴۵ کا ہے ۱۲ منہ

سادات بارہ و مغلوں و راجپوتوں و افغانوں کی ایک جماعت کثیر موت کا نشانہ بنی اور جو جماعت زخمی ہوئی افتاں و خیزاں جس راہ سے گئی تھی بہت جلد اُلٹی چلی آئی اور سوائے مردم غیر مشہور کے بہت سے روشناس مثل خواجہ خان ضیاء الدین بخشی احدیاں و محمد شریف عرب و تیمور بیگ و محمد حسین پسر میر یوسف و محمد سعید کاشغری و دولت خان و راجہ مان سنگھ وغیرہ (۲۵) امرار راجپوت بانام و نشان کام میں آئے اور بہت سے احدی جاں نثار ہوئے"۔

اس سلسلہ میں اس تاریخی واقعہ کا تذکرہ بھی نامناسب نہوگا کہ شہر فتحپور کے اندر اسی زمانہ کی ایک باؤلی قاضی کے نام سے ابتک موجود ہے جسکی عمارت قابل دید ہے اس میں کاریگروں نے اعلیٰ درجہ کی صناعی کی ہے اس حصہ ملک میں ایسی صنعت کے ساتھ کوئی دوسری یادگار نظر نہیں پڑتی کاریگروں نے اس باؤلی کے اندرونی حصہ میں اس طرز پر خانے بنائے ہیں کہ ان میں ہزاروں آدمی چھپ سکتے ہیں اور پھر انکی تعمیر میں یہ ایک عجیب کمال دکھایا ہے کہ جو آدمی ان میں چھپیں کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہیں ہو سکتی اس باؤلی میں ایک کتبہ بھی کندہ ہے جسکی عبارت یہ ہے ؎

بہ دور شاہ نور الدین جہانگیر	بایمار نواب الف خان مظہر جود
باستمداد دولت خاں الف خاں	عمارت یافت چاہ شیخ مودود
چو یوسف سال تاریخش طلب کرد	خرد گفتہ (بینا ۱۰۲۴ھ شیخ مودود)

بنائے شیخ مودود مادۂ تاریخ ہے جس سے ۱۰۲۴ھ نکلتا ہے مذکورہ بالا یادگاروں سے ناظرین اس درست نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ فرمانروایان فتحپور کی شان و عظمت تہذیب و تمدن اس ریگستان میں بے مثیل تھا۔ نواب دولت خان کے زمانہ حیات سمت ۱۶۸۲ مطابق ۱۶۲۵ء میں انکے نام سے دولت پورہ آباد ہوا کہتے ہیں کہ یہاں دولت خان نے ایک قلعہ تعمیر کرایا جو علاقہ جودھپور میں شامل ہو گیا ہے۔ اب یہ دولت پورہ[۱] ریاست جودھپور مارواڑ کے قبضے میں ہے

[۱] دولت پورہ و طاہر پورہ ڈیڈوانہ سے قریب ہیں یہ ہر دو مواضعات جہاڑ دیپٹی کے آخری سرحد مغربی پر آباد ہیں جو اب علاقہ جودھپور میں ہیں ۱۲ منہ

اور طاہر خان کے نام سے طاہر پورہ بسایا گیا۔ یہ بھی ریاست جودھپور کی سرحدیں داخل ہو چکا ہے جو فتح پور سے جانب گوشہ مغرب و جنوب موجود ہے دولت خاں کے دو فرزند میر خان اور اسد خان باقی رہے چونکہ دولت خان کا بڑا بیٹا طاہر خان تھا اور وہ بلیغ میں باپ کی زندگی میں فوت ہو چکا تھا اس سبب سے طاہر خان کا بڑا بیٹا سردار خان جو دولتخان کا پوتا تھا اپنے دادا کی گدی فتحپور پر بیٹھا یہ نواب لاولد رہا جسکے سبب سے نواب سردار خاں کا چھوٹا بھائی دیندار خاں گدی نشین ہوا۔ اس نواب کے نام سے سمت ۱۷۶۰ مطابق ۱۷۰۳ء میں دیندار پورہ آباد ہوا۔ اس نواب کے دو بیٹے تھے۔ رشید خاں مظفر خان نواب دیندار خان کے انتقال کے بعد ان کا بڑا بیٹا جانشین ہوا۔ رشید خان کے دو بیٹے تھے سردار خاں دوم میر خاں۔ جب رشید خان نے اس دار فانی سے رحلت کی تو فتح پور کی گدی سردار خاں کو ملی نواب سردار خاں[۵۱] کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لیئے انکی جگہ میر خان کا بیٹا کامیاب خان جو درحقیقت نواب کا حقیقی بھتیجا تھا گدی کا وارث ہوا یہی بدقسمت وہ کامیاب خاں ہے جسکے کمزور ہاتھوں سے ریاست فتح پور ہمیشہ کے لیئے چھن گئی۔

تذکرہ محراب خان

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بزمانہ نواب دیندار خان والی فتح پور انکے عزیزوں میں محراب خاں ایک بڑے پایہ کے سردار ہوئے ہیں جنکا سلسلہ نسب پانچویں پشت پر نواب تاج خاں ثانی والی فتحپور میں جا ملتا ہے اس محراب خاں کو شاہان دہلی کے یہاں اچھا رسوخ حاصل رہا ہے بادشاہ عالمگیر نے مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد ۱۰۹۱ھ مطابق ۱۶۸۰ء میں ریاست جودھپور کی ضبطی کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس دوران میں محراب خان بھی جودھپور میں حاکم رہے ہیں۔ اس جگہ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ والیٔ فتحپور کے بھائیوں کا شاہان دہلی کے دربار میں اتنا رسوخ تھا نیز کارنامہ راجپوتان میں بھی یوں درج ہے کہ سمبت ۱۷۶۳ بکرمی میں شاہ عالمگیر کا انتقال ہو گیا تو انکے شاہزادوں میں سلطنت لینے کے لیئے جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اور بہادر شاہ کابل سے اور اعظم شاہ دکن سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس موقع کو مہاراجہ رجیت سنگھ غنیمت جانکر جودھپور کی

۵۱ اسی نواب سردار خاں کو بعض وغیرہ قائمخان ثانی بھی کہتے ہیں نواب کامیاب خاں بھی لاولد مرے تھے ۱۲ منہ

طرف بڑھا اور مہاراجہ اجیت سنگھ نے درگداس وغیرہ راٹھوروں کی مدد سے بادشاہی فوجدار ناظم قلی کو نکال کر جودھپور پر قبضہ کر لیا۔ آخرکار اس کشمکش میں بہادر شاہ بادشاہ ہوئے بہادر شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی دوسرے برس راجپوتانہ پر چڑھائی کی چتوڑ اور اجمیر کے درمیان خیمہ زن ہوئے کیونکہ اجیت سنگھ کے جودھپور دبا لینے اور سوائے جے سنگھ کے شاہزادہ اعظم کی ہمراہی کرنے کے سبب یہ دونوں سے ناراض تھے۔ اس لئے بسرداری شاہزادہ عظیم ایک بہت بڑی فوج کو روانہ کیا اور ہراول میں جملۃ الملک خان خانان بہادر وصمصام الدولہ کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ راجپوتانہ پائمال ہو اور راجپوتوں کی گوشمالی کیجائے اور انکے مال و اسباب ضبط کئے جائیں بہرحال بہادر شاہ نے جودھپور اور رانبیر ضبط کر کے وہاں اپنی فوج رکھدی اسکے بعد مہاراجہ اجیت سنگھ اور سوائی جے سنگھ و درگداس بادشاہ کے پاس حاضر ہوتے اور معافی مانگ لی پھر انکو جلد ہی بادشاہ کی اردلی میں دکن کی طرف کوچ کرنا پڑا لیکن دونوں راجہ اپنے علاقوں کی ضبطی کے رنج سے نربدا ندی پر اپنے ڈیرے خیمے چھوڑ کر میواڑ کی طرف چلے آئے مہاراجہ امر سنگھ نے ان کو خاطرداری سے رکھا مہارانا نے جودھپور اور رانبیر کی ضبطی اٹھانے کے لئے دربار شاہی میں بہت کوشش کی مگر بادشاہ نے دونوں راجاؤں کے حاضر ہوئے بغیر ان کا ملک دینا منظور نہ کیا تب سمت ۱۷۶۵ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۰۹ء میں مہاراجہ اجیت سنگھ و سوائی جے سنگھ مہارانا کی مدد سے فوج جمع کرتے ہوتے مارواڑ پہنچے جہاں بادشاہی فوجدار محراب خاں ۔ جو دس گیارہ مہینے سے حاکم بنا ہوا تھا اس نے شہر جودھپور بغیر مقابلہ حوالہ کر دیا۔ اور راٹھوروں نے دوبارہ اپنی راجدھانی میں داخل ہو کر خوشی کا اظہار کیا۔ وقائع راجپوتانہ[1] بھی یوں رقمطراز ہے کہ مہاراجہ اجیت سنگھ بادشاہ کی اطاعت کر کے دکن کو گیا اور کام بخش کے ماتحت نوکری کرنے لگے سمت ۱۷۶۵ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۰۹ء میں مہاراجہ اجیت سنگھ کے مارواڑ میں واپس آنیکی خبر آئی محراب خاں گھبرایا اور جودھپور کے محل میں تیس ہزار راٹھور جمع ہوئے اور دروازہ کھول کر محراب خاں کو نکال دیا اور مہاراجہ اجیت سنگھ پھر مارواڑ کی دارالحکومت میں داخل ہوئے۔ علاوہ اس کے محراب خاں کے خاندانی وقائع نگار بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں

[1] جلد دوم صفحہ ۹۳-۱۲ منہ

کہ نواب تاج خاں ثانی والئی فتح پور کے فرزند جلال خاں اور انکے فرزند فتح خاں اور انکے فرزند بڑائی خان اور انکے فرزند محراب خاں ہوتے ہیں مگر ان میں کوئی بھی گدی نشین نواب نہ تھا تاج خاں کی جگہ ریاست فتح پور پر نواب الف خاں گدی نشین ہوئے تھے محراب خان ریاست جودھپور میں منجانب شاہ دہلی ریاست مذکور میں بارہ سال تک حاکم رہے اور اپنے زمانہ حکمرانی نواب محراب خاں نے جو پہاڑ پر قلعہ ہے اس میں ایک مسجد بھی تیار کرائی جو اب تک موجود ہے اور قلعہ کی مرمت بھی کرائی اور انکی پوتھیوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ بمقام جودھپور سمت ۱۷۵۹ مطابق ۱۷۰۳ء میں ہمیں انعام بھی دیا تھا۔ اور وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نواب محراب خاں جودھپور ہی میں زہر کھاکر مر گئے اور انکی پختہ قبر وہاں موجود ہے وقائع نگاروں کا یہ بیان کہ وہ بارہ برس جودھپور میں صدر حاکم رہے تاریخ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہاراجہ اجیت سنگھ کے پہلے حملے میں جو جودھپور پر کیا گیا تھا اسوقت ناظم قلی وہاں کے فوجدار تھے مگر دوسرے حملے میں جو برس کے بعد ہوا محراب خاں فوجدار ثابت ہوتے ہیں یہ ممکن ہے کہ اس اٹھائیس برس کی ضبطی کے عرصے میں محراب خاں کو بادشاہ کی طرف سے جودھپور میں اور کوئی خدمت سپرد ہوئی ہو اور اس عرصہ میں بھاٹوں کو انھوں نے انعام بھی دیا ہو تو ایسا ہو سکتا ہے ہمارے خیال میں تو وہ گیارہ ہی مہینے فوجدار رہے ہونگے مخفی نہ رہے کہ جودھپور پر شاہ عالمگیر نے کس لئے اور کیوں قبضہ کرلیا تھا تواریخ مغلیہ اور تاریخ راجپوتانہ اسکی گواہ ہیں کہ عالمگیر اور مہاراجہ جسونت سنگھ میں سخت عناد چلا آتا تھا جبکہ سمت ۱۷۱۴ ہجری مطابق ۱۶۵۸ء میں شاہجہاں کے سخت بیمار ہو جانے سے بادشاہزادوں میں جو تخت کے لیے لڑائیاں ہوئیں اِن میں مہاراجہ جسونت سنگھ دارا شکوہ کا طرفدار تھا اسی زمانہ میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو شاہجہاں نے مہاراجگی کے ساتھ سات ہزاری ذات سوار کا منصب بھی عطا کیا تھا جو صاحبزادوں کے بعد وزیروں کو ملتا تھا اور عالمگیر کے مقابلہ میں مہاراجہ جسونت سنگھ شاہی فوج کے ساتھ اُجین آئے تاکہ عالمگیر کا سدّ راہ ہو کیونکہ عالمگیر دکن سے آگرے آرہے تھے یہاں خونخوار جنگ ہوئی اور مہاراجہ جسونت سنگھ کو شکست فاش ہوئی شاہی فوج کے علاوہ انکے خاص آٹھ ہزار راجپوتوں میں سے

بالنو باقی رہ گئے تھے مہاراجہ جسونت سنگھ بجائے آگرے کے جودھپور چلے گئے یہ لڑائی باہو چتو گاؤں کے قریب جس کا نام بعد میں فتح آباد ہوا واقع ہوئی بعد ازاں عالمگیر نے مہاراجہ جسونت سنگھ کو قصوروں کی معافی کے ساتھ دلی بلالیا جہاں سے شاہزادہ شجاع کے مقابلہ میں بادشاہ نے مہاراجہ کو الہ آباد کی طرف روانہ کیا مہاراجہ جسونت سنگھ نے وہاں پہنچکر جو ہرگز عالمگیر کا فائدہ نہ چاہتا تھا شجاع کو چھاپہ مارنے کا پیغام بھیجا شاہی پچھلی فوج پر اپنے خاص ہمراہیوں کے ساتھ یکایک ایسا حملہ کردیا کہ فوج شکست کھاکر بھاگ گئی اور اس نے تمام خزانے اور اسباب کو لوٹنا شروع کردیا لیکن شجاع کی شکست سے مہاراجہ جسونت سنگھ لوٹ کا مال سمیٹ کر فی الفور آگرہ ہوتا ہوا اپنے ملک کو بھاگ گیا اور اس مال سے جدید فوج بھرتی کرنی شروع کردی اور دارا شکوہ سے ہی خط و کتابت شروع کردی ۱۶۶۰ء میں عالمگیر نے پھر مہاراجہ جسونت سنگھ کو طلب کیا قصوروں کی معافی کے بعد مہاراجہ کا سات ہزاری منصب بحال رکھکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا جہاں سے دو برس کے بعد ان کو نواب شائستہ خاں کی نیابت میں دکن جانے کا حکم ہوا وہاں جانے کے بعد مہاراجہ نے سیواجی سے سازو باز کرلی پھر سمت ۱۷۲۳ بکرمی مطابق ۱۶۶۶ء میں شاہزادے معظم کے ہمراہ مہاراجہ کو دوبارہ بھیجا گیا جہاں چار برس رہ کر انھوں نے شاہزادے کو بغاوت پر طیار کیا عالمگیر نے مہاراجہ کو وہاں سے ہٹا دیا اور وہ اپنے وطن کو چلا گیا تھوڑے ہی دنوں کے بعد مہاراجہ جسونت سنگھ بادشاہی دربار میں حاضر ہوئے اور جب عالمگیر کے ساتھ بارہ برس تک مہاراجہ نقصان رسانی کے ساتھ پیش آتے رہے اور باوجود اغماض بادشاہ کے درپردہ دق کرنے کے منصوبے باندھتے رہے تو بادشاہ نے ان کو دکن کی عوض افغانستان کی طرف بھیجدیا مہاراجہ جسونت سنگھ سمت ۱۷۲۸ بکرمی مطابق ۱۶۷۲ء میں صوبہ دار کابل کے مددگار ہوکر جمرود کی تھانہ داری پر جو پشاور سے پانچ کوس مغربی طرف ہے گئے اور آٹھ برس وہاں رہ کر پوس سدی ۸ سمت ۱۷۳۵ بکرمی مطابق ۱۶۷۹ء میں مر گئے پچاس برس کی عمر پائی ان کے بھائی بند راجپوت انکی رانیوں کو ساتھ لیکر بے اذن شاہی صوبہ دار کابل سے چل کھڑے ہوئے دریائے اٹک پر مزاحمت ہوئی وہاں بھی راجپوتوں نے

خونریزی کی اور یار اتر آئے کارنامہ راجپوتانہ بحوالہ مآثر عالمگیری لکھتا ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ کابل میں مرگیا اس کا کوئی سب ٹانہ تھا اس کے معتبر نوکر سونگ اور رگناتھ داس بھاٹی اور رنچھوڑ داس اور درگداس وغیرہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مہاراجہ کی دو رانیاں حاملہ ہیں جب اس کے متعلقین لاہور میں آئے تو دونوں رانیوں سے ایک ایک بیٹا پیدا ہوا نوکران مسطور نے دونوں بیٹوں کے پیدا ہونیکی اطلاع بادشاہ کو دی منصب اور راج کے عطا کرنے کی درخواست بھی کی بادشاہ نے حکمدیا کہ دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لائیں جسوقت لڑکے سن تمیز کو پہنچینگے انکو منصب وراج عنایت ہوگا۔ راجپوتوں کا گروہ دہلی میں آیا اور التماس مرقوم میں مبالغہ والحاح کیا اس اثنا میں ایک بیٹا باپ سے جاملا (مرگیا) جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس فرقے کا ارادہ یہ ہے کہ پسر دوم اور دونوں رانیوں کو جودھپور لے جاکر بغاوت کی جائے تو بادشاہ نے انکو مقید رکھنے کا حکمدیا راجپوت لڑے اور بہت سے مارے گئے باقی جو رہے جودھپور کو بھاگ گئے۔ بہرحال شاہ عالمگیر نے ۱۰۹۰ھ میں حکمدیا کہ جودھپور خالصے میں داخل کیا جائے فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور قریب کے علاقے سے عہدہ دار وہاں پر پہنچ گئے راٹھور بھی جودھپور پہنچے طاہر خان فوجدار جو جودھپور پر متعین تھا عہدہ برانہ ہوسکا اور ناگور کا راؤ اندر سنگھ بھی نظم ونسق نہ کرسکا پھر سربلند خان کو تازہ لشکر دیکر روانہ کیا سربلند خان نے جودھپور کو خالصہ میں داخل کرلیا اور حضور رجودھپور اٹھائیس سال تک خالصہ میں رہا اسکے بعد مہاراجہ اجیت سنگھ نے اٹھائیس برس کی عمر میں شاہ عالمگیر کے مرنے کے اٹھائیس برس کے بعد پھر جودھپور واپس لے لیا۔

راجدھانی جہاڑ و دپٹی[۵۱] کے مختصر حالات

وقائع نگار اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ نواب زین الدین خان جو موٹے رائے کے بڑے

---

[۵۱] راجدھانی جہاڑودپٹی کے تحت (۵۷) مواضعات تھے اب وہ اکثر ریاست جودھپور کے قبضے میں آگئے ہیں اور جہاڑودپٹی ایک موضع کی صورت میں اسی گردونواح میں موجود ہے ۱۲ منہ

بیٹے تھے سمت ۱۴۱۵ مطابق ۱۳۵۸ء تک نارنول میں حکومت کرتے تھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان کا انتقال کہاں ہوا نواب زین الدین خان کے بیٹے نواب نصیر الدین خان کا سمت ۱۴۵۲ مطابق ۱۳۹۵ء تک مقام نواہیں حکومت کرنا ثابت ہوا ہے اب یہ نوا علاقہ جودھپور پرگنہ ڈیڈوانہ میں ہے۔ نواب نصیر الدین خان کے بیٹے نواب علاؤ الدین خان نے بڑی بیری میں اپنی راجدھانی قائم کی اور ایک مٹی کا خام قلعہ سمت ۱۵۵۱ مطابق ۱۴۹۴ء میں تیار کرایا۔ اس نواب کا یہ پتہ چلتا ہے کہ سمت ۱۵۵۸ مطابق ۱۵۰۱ء تک بیری میں حکومت کرتے تھے نواب علاؤ الدین خان کے دو بیٹے تھے ایک اصل جی۔ دوم توگا جی۔ نواب علاؤ الدین کے مرنے کے بعد بڑا بیٹا نواب اصل جی گدی پر بیٹھا اس نے اپنے نام پر اصل سر گاؤں آباد کیا اور ایک تالاب جس کا نام اصلاسر ہے سمت ۱۵۸۵ مطابق ۱۵۲۸ء میں تیار کرایا جو اسی بیری کے گردو نواح میں موجود ہے اور کسی لڑائی میں مارا گیا اس نواب کے کوئی اولاد نہ تھی اسکے انتقال کے بعد انکے چھوٹے بھائی توگا جی گدی نشین ہوئے نواب توگا جی کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا ملک ابوالخیر خان گدی کا مالک ہوا جب انکا انتقال ہو چکا تو انکی جگہ پیران کا بیٹا نواب ملک فرید خان انکا جانشین ہوا ملک فرید خان کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا نواب ملک حبیب خان نے انکی جگہ لی نواب ملک حبیب خان نے اپنی راجدھانی بیری سے سمت ۱۶۴۵ مطابق ۱۵۸۸ء میں بالنساں تبدیل کی ملک حبیب خاں کے انتقال کے بعد امیر خاں حیات خاں کا بیٹا گدی نشین ہوا معلوم ہوتا ہے کہ نواب ملک حبیب خاں سے کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ امیر خاں فرزند حیات خان ملکان خاندان سے ضرور ہیں اور نواب امیر خان نے سمت ۱۶۸۵ مطابق ۱۶۲۸ء تک بالنساں میں راج کیا اور ظالم سنگھ میڑتیہ سے اس نواب نے جنگ کی اس جنگ میں نہایت دلیری کے ساتھ لڑ کر مر گیا۔ یہ نواب بڑا بہادر گذرا ہے اس ملک میں جہاں یہ نواب حکومت کرتا تھا اسکی بہادری کے قصے زبان زد عام ہیں نواب زین الدین خانکی اولاد بھی کئی گروہ میں منقسم ہے۔ مثلاً ملکان بھاران۔ غوران۔ جائنان۔ اتوان وغیرہ

۵۱ نواب زین الدین خان کے واقع نگار لکھتے ہیں کہ نواب ملک فرید خان کے فرزند ملک حبیب خان نے بیری سے اپنی راجدھانی بالنساں مقرر کی مگر یہ نہیں بتایا کہ بیری کسکے قبضہ میں رہی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ملک حبیب خاں نے حیات خان کے بیٹے امیر خان کو متبنیٰ کر لیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات خان بیری پر حکومت کرتا تھا اور ملک حبیب خاں نے برشتہ عزیزداری امیر خانکو متبنیٰ کرنا مناسب خیال کیا ۱۲

پانچواں باب

فرمانروایان فتح پور کی بربادی کے واقعات

شکشا درپن اور تذکرہ تر بلی کے مولفوں نے فتحپور کے حکمران کی تباہی اور بربادی کے جو طویل واقعات لکھے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ نواب سردار خاں نے ایک خوبصورت تیلن کو حرم سرا میں داخل کر لیا تھا اور اس کو بیگمات سے زیادہ عزیز رکھتا تھا جمیل پٹھان دیوان کو قتل کرایا اور اسکی بیٹی کو محل میں داخل کیا اور ہانسی کے بیگناہ پیرزادوں کو موت کا نشانہ بنایا ہی نہیں بلکہ رعایا پر جبر و تعدی کرنے لگا ان وجوہ سے بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ فتح پور کی حکومت نواب سردار خاں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اگر تاریخی شہادت سے ان واقعات کا اثبات ہوتا تو اس میں ذرا بھی شبہ نہ ہوتا لیکن یہ ساری داستان سُنی سنائی باتوں پر مبنی ہے اور یہ مولفوں کا کمال ہے کہ اس فرضی داستان کو سلیقہ کے ساتھ اوراق میں ترتیب دیکر عوام میں پھیلا دیا یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ کسی قوم کی حکومت کی تاریخ اس کلیہ سے خالی نہیں کہ اس میں اچھے اور برے یعنی منصفانہ اور ظالمانہ دونوں قسم کے واقعات ہوں بایں ہمہ مورخ کا یہی فرض ہے کہ ان دونوں قسم کے واقعات پر گہری نظر ڈالے اور صحیح نتائج ترتیب دینے کے لئے انصاف اور رواداری سے کام لے کبھی تعصب اور تنگ دلی کو دخل نہ دے جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے ان امور کی تحقیق میں قدم بڑھایا اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی تو یہی معلوم ہوا کہ نہ تو نواب سردار خان نے اپنے دیوان جمیل پٹھان کو قتل کرایا اور نہ اسکی بیٹی کو بیگم بنایا اور نہ ہانسی کے بیجرم پیرزادوں کو قتل کرایا البتہ ریاست جھجنوں میں ایک پیرزادے کا قتل ہونا پیرزادگان چار قطب صاحب ہانسوی کی روایات سے پایہ تحقیق کو پہنچا ہے جسکی تنقیدانہ تفصیل ریاست جھنجھنوں کے ذکر میں ملے گی پس معلوم ہوتا ہے کہ مولف شکشا درپن[1] اور تر بلی اس واقعہ کی طرف گئے اور خواہ مخواہ اس کا پیوند نواب

[1] یہ ایک مطبوعہ کتاب ہے جسکو اسی خطہ کے ایک پنڈت نے ناگری میں لکھی ہے تر بلی غیر مطبوعہ کتاب ہے اور راؤ راجہ جی بہادر سیکر کے ایک خاص ملازم کے قلم سے لکھی گئی ہے ۱۲ منہ

سردار خان کی دامن سے لگا دیا اور اسی طرح جمیل بہان کے قتل پر بھی خیال جمالیا ہو ہاں یہ ایک حد تک صحیح ہے کہ نواب سردار خان نے ایک حسین تیلن کو محل میں داخل کر لیا تھا اور یہ باور کرنے کیلئے تاریخی طور پر قدیم روایت زبان زد خلائق ہے ممکن ہو کہ نواب سردار خان کا طرز عمل تیلن کے تصرف میں جابرانہ ہو لیکن نواب کی وہ فرد جرم جو مختلف حیثیتوں سے اہمیت رکھتی ہے قطعی غلط ہے سچ تو یہ ہے کہ جب کسی حکمران کا ستارہ نحوست زوال میں آتا ہے تو اس کو آنے والی نسلیں گوناگون کے الزامات سے منسوب کرتی رہتی ہیں درحقیقت یہ ایک جوانمرد نواب تھا لیکن تیلن کے محل سرائے میں داخل ہونے سے اسکی آب و تاب اور روش میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا اور اسیوجہ سے اہل برادری کے جذبات بھڑک اُٹھے تھے اور وہ لوگ نواب سے بدظن ہو گئے تھے

نگاہِ لطف کے کرتے ہی رنگ انجمن بگڑا	محبت میں تری ہمسے ہر ایک اہل وطن بگڑا

اسی تیلن خواص سے شر و فساد پیدا ہوا اور یہی نواب سردار خان کے زوال کا باعث ہوئی اگرچہ بادی الرائے میں یہ ایک معمولی سی بات متصور ہو لیکن صدیوں کے تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قوم قیام خانی میں قومی زندگی بسر کرنیکا یہی ایک بنیادی اصول ہے کہ قوم سے باہر شادی بیاہ کے تعلقات پیدا نہ کئے جائیں اسکی پابندی پانچ صدیوں سے ابتک شد و مد سے چلی آتی ہے جس نامور گھرانے نے جب کبھی اسکی خلاف ورزی کی وہ ضرور تباہ و برباد ہوا نواب عالم علی خاں دلاور جنگ بہادر کی تباہی کا یہی بیّن سبب ہے نواب مدن خان المخاطب رستم دل خان بہادر بھی اسی سبب سے برباد ہوئے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن اب ان پر زور دیکر بحث کرنا گویا مُردوں کی ہڈیوں کو اکھاڑنا ہے مگر یہ بتا دینا ضرور ہے کہ بیرون قوم تعلقات پیدا کرنے سے وہ اصلی زنجیر سے نکل کر جدا ہو جاتا ہی وہ خود قوم سے اور کل قوم اُس سے نفرت کرنے لگتی ہے یہاں تک کہ خاندان کے لوگ بھی اسکی ہمدردی سے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں اور وہ بھی خاندان کے لوگوں کو حقیر جاننے لگتا ہے اس باہمی کشمکش سے اسکی حالت روبہ تنزل ہو جاتی ہے۔

اب میں نواب فتح پور کے زوال کے موضوع پر نظر ڈالتا ہوں ناظرین کو واقعات یہ بتا دینگے کہ نواب سردار خان کی حکومت پر زوال وارد ہونیکی بڑی وجہ اسی تیلن فتنہ روزگار کا محل میں

داخل ہوتا ہے اگرچہ فنگنٹ ادرپن اور ترلی نے بتایا ہے کہ نواب سردار خاں کے ہاتھ سے فتح پور کی ریاست گئی مگر یہ انکی غلط فہمی ہے نواب سردار خان کے مرنے کے بعد کامیاب خان گدی پر بیٹھا تھا اور اسی نواب کو فتح پور کی تباہی کے دن دیکھنے پڑے کرنل ٹاڈ ریاست جھنجھنوں کی بربادی کے ذکر میں لکھتے ہیں۔ کہ جب نواب روح اللہ خان رئیس جھنجھنوں اپنی گدی سے بیدخل ہوگئے تو نواب سردار خان سادول سنگھ جی سے لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے سادول سنگھ بھی اس سے بیخبر نہ تھا انھوں نے اپنے باپ کو لکھ بھیجا کہ وہ ان کے بھائی کو جو اس وقت مہاراجہ سوائی جے سنگھ[۵۱] کی فوج کے سپہ سالار ہیں فوج دیکر مدد کے لئے بھجوائیں نواب سردار خان نے سادول سنگھ کے مقابلے کیلئے جھنجھنوں کی طرف پیشقدمی کی یہ سنکر سادول سنگھ بھی مدافعانہ ارادہ سے جھنجھنوں سے نکلے ادھر سے راؤ شیو سنگھ جی سپہ سالار بھی کثیر فوج لیکر سادول سنگھ کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور لوماس[۵۲] کے مقام پر سمت ۱۷۹۷ مطابق سنہ ۱۱۵۳ھ میں خونخوار جنگ ہوئی مگر نواب سردار خان نے نقصان کثیر کے ساتھ شکست پائی اور اپنے قلعہ فتحپور میں واپس آگئے شیو سنگھ اور سادول سنگھ بھی وہیں سے لوٹ گئے معتبر روایات شاہد ہیں کہ نواب سردار خان تیلن خواص کے دام گیسو میں ایسے گرفتار ہوچکے تھے کہ اہل برادری کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے اور تیلن کو تمام بیگمات پر ترجیح دیتے تھے ع بجھتا ہے چراغ آج سر شام ہمارا

نواب کے اس طرز عمل سے خود نواب کا خسر داری خان عمرخانی نواب کا جانی دشمن بنگیا تھا وہ اپنی دختر کی حمایت میں جو نواب کی بیگم تھی اس قدر منہمک تھا کہ نواب کا مرجانا غنیمت جانتا تھا

۵۱۔ صاحبزادہ محمد خان بھوپال مولف تاریخ جے پور لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں جے پور کی فوجی طاقت تمام ہمسایہ طاقتوں سے زبردست تھی راجہ مرزا جے سنگھ بائیس ہزار راجپوت اور بائیس سپہ سالار رکھتے تھے اور خود راجہ کو اپنی فوج پر بڑا ناز تھا اس راجہ کی چوتھی پیڑھی میں راجہ جے سنگھ مسند نشین ہوئے پادشاہ دہلی کی طرف سے جے سنگھ اول کو مرزا کا اور جے سنگھ دوم کو سوائی کا خطاب ملا تھا اس راجہ سوائی جے سنگھ کو بھی اپنی فوجی طاقت پر بہت گھمنڈ تھا اسی سبب سے اسوجگ کرنیکا ارادہ کیا تھا جسکے معنی عالمگیر حکومت کرچکنے کے تھے لیکن یہ ایک خبط تھا اس راجہ نے سنہ ۱۷۴۴ء میں انتقال کیا ۱۲ منہ

۵۲۔ اس مقام پر مظفر خانی شاخ کے اکثر نامور اشخاص کام آئے مگر افسوس ہے کہ بعد کوشش کے بعد بھی انکے ناموں کا پتہ نہ چل سکا۔ ۱۲ منہ

اس کوتاہ اندیش خسر نے اندر ہی اندر ایسی چال چلی کہ جس سے نواب کے کارپردازوں کی دو ٹولیاں ہو گئیں ایک فریق مداری خان کا ہمدرد بن گیا اور دوسرا نواب سردار خاں کی خیر خواہی میں تیلن خواص کا حامی ہو گیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگیوں کا سلسلہ پیدا ہو گیا۔ اُدھر راؤ شیو سنگھ جی کاسلی جو اسکے پہلے نواب کو سادول سنگھ کی کمک میں لوہاس کے مقام پر شکست دے چکے تھے اس موقع کی تاک میں تھے کہ فتح پور پر چھاپہ مارنے کا موقع ملے جب نواب کا خسر مداری خان باوجود ان خانہ جنگیوں کے اپنے مقصد میں ناکام رہا تو اس نے شیو سنگھ سے سازش کی اور ان کو یقین دلایا کہ اس وقت نواب کے بیجا طرز عمل سے انکے تمام کارپرداز بددل ہیں اگر آپ فتح پور پر چڑھائی کریں تو کامیاب ہو سکتے ہیں، اور میں بھی آپ کا ساتھ دونگا۔ اس سازش سے راؤ شیو سنگھ کو فتحپور پر چڑھنے کی جرأت ہوئی اور جے پور سے بڑی تعداد میں فوج لیکر نکلے ہر وقت نواب سردار خان کو اس سازش کا حال معلوم ہوا اور وہ فوراً ہی مردانہ وار فوج لیکر راؤ شیو سنگھ کے مقابلے میں فتح پور سے نکلا اور سرحد فتحپور ہی میں مغرب کی طرف دونوں کی ہولناک ٹکر ہوئی۔ اس گھمسان کے معرکہ میں خود نواب بھی زخمی ہوا انجام کار بسمت ۱۸۰۱ مطابق ۱۱۵۶ھ میں نواب سردار خان نے انتقال کیا نواب کی موت کی نسبت دو متضاد روایتیں ہیں۔ ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے	اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پہلی روایت یہ ہے کہ مداری خاں نے نواب کو زہر کھلوا دیا تھا جس کی وجہ سے نواب مرا۔ اور دوسری یہ ہے کہ نواب کو اس جنگ میں شدید زخم آئے تھے کہ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس وقت دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ متفق الخیال ہونا محال ہے مگر یہ کہنے میں تامل نہیں کہ ان دونوں میں سے ایک ضرور صحیح ہے ؎

دُنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہوں گے	چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہوں گے

سردار خان کے انتقال کے بعد بدنصیب کامیاب خان جو میر خان کا بیٹا اور نواب سردار خان کا بھتیجا تھا مسند نشین ہوا یہ زمانہ نہایت پُر آشوب تھا تیلن کی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ اگرچہ کامیاب خان نے تا بامکان ان اختلافات کے مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ اور دن بدن فتنہ و فساد بڑھتا گیا۔ راؤ شیو سنگھ جی کو جو ایک مدت سے فتح پور پر دانت

لگائے بیٹھے تھے دفعتاً فوقتاً یہ خبریں بھی بہم پہنچتی تھیں جو سراسر راؤ شیو سنگھ جی کی امید افزا تھیں بالآخر راؤ شیو سنگھ نے فتح پور پر فوج کشی کی کامیاب خان نے جس کا وجود حکومت کیلئے برائے نام تھا مقابلہ کیا اور ایک خفیف جنگ کے بعد سمت ۱۸۰۴ مطابق سنہ ۱۱۶۰ھ میں قلعہ فتحپور کو خالی کر دیا جس میں راؤ شیو سنگھ جی داخل ہو گئے اور شہر میں اپنی حکومت کا نقارہ بجوا دیا نواب کامیاب خان دہلی چلے گئے اور محمد شاہ سے راؤ شیو سنگھ کی جبر و تعدی اور اپنی بیدخلی کی داستان عرض کی محمد شاہ نے کامیاب خان کے حال پر توجہ مبذول کی اور جاں نثار خاں فیروز جنگ کو فوج دیکر کامیاب خان کی مدد کے لئے بھیجا فیروز جنگ ریاست فتح پور کی سرحد پر پہنچکر خیمہ زن ہوا۔ راؤ شیو سنگھ جی نے ایک طرف تو فیروز جنگ سے مقابلہ کیا اور دوسری طرف یہ چال چلی کہ راجہ سوائی جے سنگھ کے ذریعہ سے فیروز جنگ کے نام التوائے جنگ اور واپسی کا فرمان بادشاہ سے جاری کرا دیا جب یہ فرمان فیروز جنگ کے پاس پہنچا تو وہ مع فوج کے دہلی واپس ہو گیا اب نواب کامیاب خان بیک بینی و دوگوش رہ گیا افسردگی و مایوسی دامنگیر ہوئی مرتا کیا نہ کرتا اپنی ہمسایہ ریاست جودھپور میں گیا اور راجہ ابھے سنگھ جودھپور سے اقرار کیا کہ اگر وہ مدد کرکے فتح پور پر قابض کرا دیں تو وہ ان کو سرحدی مقبوضات دیدینگے اس عہد و پیمان پر راجہ ابھے سنگھ نے کامیاب خان کی حمایت میں اپنی فوج بھیجی جس کے ساتھ کامیاب خان بھی تھے اس وقت فتحپور میں راؤ شیو سنگھ جی کے فرزند راؤ نصرت سنگھ موجود تھے راؤ نصرت سنگھ کئی دن کے محاصرہ کے بعد ہر طرح سے تنگ ہو گئے اور شکست ہونے ہی والی تھی کہ اس کا حال راؤ شیو سنگھ سپہ سالار جے پور کو معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے دوسرے بیٹے راؤ چاند سنگھ کو فوج دیکر بھیجا اور ساتھ ہی والئ جودھپور سے رسل رسائل کرکے طے

ف ۵۱ کہ شاہ ارچہ بر عرصہ نام آوری است۔ چوں ضعف آمد از بیدقی کمتر است محمد شاہ کی حالت بعینہ شطرنج کے بادشاہ کی طرح تھی بنگال سے لیکر دکن تک ہلچل مچ گئی تھی ہر طرف سے خبریں آ رہی تھیں کہ کل بنگال کا صوبہ دار خود مختار ہو گیا اور آج دکن کا ہونیوالا ہے وغیرہ وغیرہ محمد شاہ یہ سب کچھ سنتے اور چپ رہتے اور کبھی کچھ کہتے تو اس کا مفہوم یہی ہوتا

ف ۵ حافظ تو تا بکی غم مال و جہاں خوری۔ نہ لب یار غم مخور کہ جہاں نیست پائیدار۔ اس موقع پر فتحپور کی ہمسایہ طاقتور ریاست جے پور کا ایک دلچسپ واقعہ مثالاً پیش کیا جاتا ہے اس سے محمد شاہ کے دربار کی اوٹ پٹانگ

بقیہ پر صفحہ ۷۴

کر دیا کہ جن مقبوضات کے دینے کا اقرار کامیاب خان نے کیا ہے وہ بھی ان کے دینے پر رضامند ہیں بہرحال راؤ شیو سنگھ جی اور والیٔ جودھپور میں مصالحت ہوگئی جس کی وجہ سے جودھپور کی فوج واپس چلی گئی اور کامیاب خان اپنی امیدوں کے تازہ کرنے میں ناکام رہے مورخ صولت افغانی نے تو بیکانیر کی فوج کا آنا ہی لکھا ہے ممکن ہے کہ بیکانیر کی فوج بھی آئی ہو لیکن اسکی وجہ تحریک معلوم نہ ہوسکی آخر کامیاب خان کہاں مرے کچھ پتہ نہیں لگتا ہے

بیابان مرگ ہے مجنون خاک آلودہ تن کس کا سیئے ہے سوزن خار مغیلاں تو کفن کس کا

ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ ریاست جودھپور کی طرف سے کامیاب خان کے گذارے کے لئے کچھ وظیفہ مقرر ہوگیا تھا اور وہ اسی علاقہ جودھپور بمقام میڑتہ میں رہکر بحالت گمنامی زندگی بسر کرتے تھے۔

چھٹا باب

ریاست جھنجھنوں کی بنیاد اور نواب محمدؐ خان کے واقعات

روایات معتبرہ سے ظاہر ہے کہ جب نواب قائم خاں کے فرزند اول محمدؐ خان نے اس ملک شیخاواٹی میں فاتحانہ قدم رکھا تو انکو چند دیلے اور چوہان جوڑ راجپوتوں سے مڈبھیڑ ہوئی اس وجہ سے کہ وہی اس ملک میں سربرآوردہ سمجھے جاتے تھے اگرچہ انکی کوئی حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳)

کارروائیوں کا اندازہ ہوسکے گا مولف تاریخ جے پور محمدؐ خان صاحبزادہ بھوپال لکھتے ہیں کہ راجہ سوائی جے سنگھ بحیثیت حکمران آنبیر موجود تھے باوجود اس کے آمیر کی سند بجے سنگھ کے نام لکھی گئی اور وزرا نے جن کے ہاتھ میں محمد شاہ تھا بے دھڑک مہر و دستخط کے لئے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کردی اسوقت نواب خان دوراں خاں جو راجہ سوائی جے سنگھ کے دوست تھے دربار میں موجود تھے جب ان کو راجہ سوائی جے سنگھ کی بیدخلی کا حال معلوم ہوا تو جھونکی اور فوراً ہی بادشاہ سے عرض و معروض کرکے راجہ جے سنگھ کو تباہی سے بچا لیا۔ نواب کامیاب خان اور مقرب خاں دونوں حقیقی بھائی تھے مقرب خاں کے دو بیٹے الف خاں اور مظفر خاں تھے یہ دونوں شیو ناتھ سنگھ والیٔ کچامن کے پاس چلے گئے شیو ناتھ سنگھ نے ان کے بسر اوقات کیلئے وظیفہ مقرر کردیا تھا کہتے ہیں کہ یہ دونوں کچامن ہی میں لاولد مرگئے۔ ۱۲ منہ

باقاعدہ نہ تھی تاہم وہ اپنی قوم پر مسلط تھے اور کہتے ہیں کہ وہ جھنجھنوں سے شمال میں تھوڑے فاصلہ پر بستے تھے اور انکے اس گاؤں کا نام روپ سر تھا اور بعض اسی کو سورت پوریہی کہتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ جھنجھنوں سے جانب مغرب سات کوس کے فاصلہ پر راجگڑھ قریہ آباد تھا جس میں وہ رہتے تھے لیکن نہ تو اسوقت ان مقامات پر کھنڈرات کی علامات موجود ہیں اور نہ دوسرے ایسے نشانات پائے جاتے ہیں کہ جن سے انکے وجود کی نسبت کوئی صحیح رائے قائم کی جاسکے ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو اگرچہ نواب قائم خان کو مارے جانے کے بعد نواب محمد خان کا ملک راجپوتانے میں آنا ظاہر ہے اور میں اس اجمال کی تفصیل پچھلے اوراق میں ظاہر کر آیا ہوں وقائع نگار بیان کرتے ہیں کہ جھنجھنوں ماہ بدی چودس بروز سنیچر سمت ۱۴۴۲ مطابق ۱۳۸۷ء میں آباد ہوا۔ لیکن بعض تاریخ دوست اصحاب کا بیان ہے کہ جھنجھنوں[۱] کی بنیاد ۸۹۱ھ میں پڑی اور تاریخ خانجہانی میں بھی ۸۹۱ھ میں جھنجھنوں کا آباد ہونا درج ہے مگر برخلاف اسکے واقعات یہ بتاتے ہیں کہ نواب قائم خاں کی وفات ۸۲۲ھ میں ہوئی اور اس وقت محمد خاں کی عمر جو نواب قائم خاں کے بڑے بیٹے تھے تیس سال کے لگ بھگ ہونی چاہیے اب اگر ناظرین بلحاظ مدت عمر متذکرہ صدر نواب محمد خان ۸۹۱ھ آبادی جھنجھنوں اور ۸۲۲ھ وفات نواب قائم خان کا توازن کریں تو یہی فیصلہ دینگے کہ جھنجھنوں کی آبادی کے وقت محمد خاں کی عمر ننانوے (99) سال سے کم نہ تھی اور یہ فیصلہ صریح واقعات مذکورہ بالا کے خلاف ہوگا ان وجوہ سے سمت ۱۴۴۲ میں فتح پور کے چودہ سال پہلے جھنجھنوں کا آباد ہونا بدرجہ یقین ظاہر ہے۔ اب ان حالات میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جھنجھنوں کی بنیاد نواب محمد خاں نے بزمانہ حیات نواب قائم خاں ڈالی یا انکے بیٹے شمس خاں نے یہ نظام آبادی قائم کیا۔ اس وقت اس سوال کے حل کرنے میں ہم صرف قیاس کے گھوڑے دوڑا سکتے ہیں اور تب بھی منزل مقصود پر پہنچنے سے عاجز رہجاتے ہیں

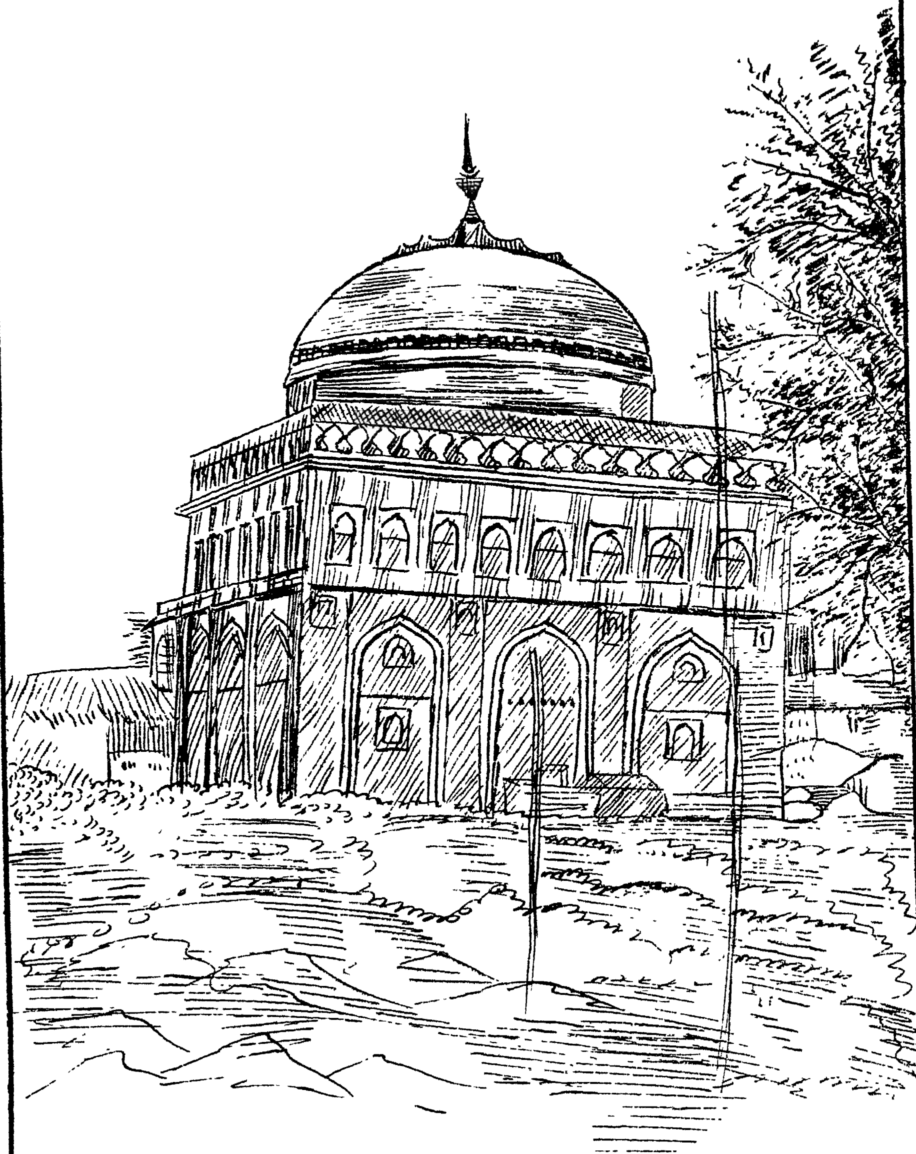
۱؎ جھنجھنوں کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ جب نواب محمد خان یا انکے فرزند شمس خاں اس سرزمین میں داخل ہوئے تو جھونجھار نامی جاٹ نے جو اس نواح میں با اثر تھا ان کی مدد کرنے میں جان لڑا دی تھی پس اسکی خوشنودی اور بقائے نام کے لئے اس شہر کا نام جھنجھنوں رکھا گیا اس جاٹ کی ذات دہسروال ہی بتائی جاتی ہے ۱۲ منہ

اس لئے فطری صلاحیت کہتی ہے کہ ان مبہم اور صدیوں کے واقعات کے قطعی فیصلے کی خاطر حال کو ماضی کی تکرار میں نہ الجھاؤ بلکہ تاریخی مواد اور معقول دلائل کی تلاش کرو یہی ایک بہترین تاریخی اصول ہے اس نقطہ نظر سے جب جھنجھنوں کی موجودہ آبادی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہمیں نواب شمس خان کے عہد حکومت کی تاریخ کے اندر اکثر عمارات و مفید عام اور خیر محض کے کاموں کی نمایاں یادگار نظر آتی ہے پس ان اسباب و علامات کے باعث شہر جھنجھنوں کی بنیاد رکھنے کا سہرا نواب شمس خاں کے سر ہی باندھا جاسکتا ہے میں بجد کوشش کے بعد بھی اس امر کا پتہ نہ لگا سکا کہ نواب محمد خاں کہاں مرے اور ان کا مقبرہ کہاں ہے باوجود اسکے یہ کہنا غلطی کرنا ہے۔ کہ جھنجھنوں کا سنگ بنیاد نواب محمد خان کے ہاتھوں رکھا گیا نواب محمد خان کے تین بیٹے تھے۔ اول شمس خاں۔ دوم بہرام خاں عرف بھون خان۔ سوم عالم خاں سے

نام منظور ہے توفیض کے اسباب بنا	پُل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

جھنجھنوں میں جو اس وقت شمس تالاب[۱] موجود ہے وہ اسی نواب شمس خاں کے زمانہ حکومت میں تعمیر ہوا تھا یہ ایک پختہ وسیع تالاب ہے اندر اُترنے کے لئے پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ایک طرف جانوروں کے پانی پینے کے لئے ایک بڑا گھاٹ بھی بنا ہوا ہے جو یہاں کی اصطلاح میں گئو گھاٹ کہلاتا ہے اسی نواب شمس خان نے سمت ۱۴۷۵ مطابق ۱۴۱۸ء میں ایک نہایت گرانقدر مفید عام کام یہ کیا کہ جھنجھنوں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک بیڑ چھڑوایا جس کا رقبہ بیس مربع میل ہے اور اس سے اس حصہ ملک کی قریب کی رعایا ابتک اس طرح مفید ہوتی چلی آتی ہے کہ جو سینہ مفت استعمال میں آتا ہے اور اس میں دور دور کے جانور بھی آکے چرتے ہیں پانی بہم پہنچنے کے لئے بہت سے پختہ کنوئیں بھی تعمیر کرائے گئے تھے جن میں سے کچھ ابتک باقی ہیں جن سے رعایا کے مویشیوں کو پانی ملسکتا ہے

[۱] شمس تالاب سے جنوب کی جانب پہاڑی پر اسی زمانہ کی ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے جو غیر آباد ہے ۱۲ منہ



گنبد نواب شمس خاں اولیٰ والئی جھنجھنوں

شمس پور جو سمت ۱۴۶۵ مطابق ۱۴۰۸ء میں آباد ہوا جو اس وقت جھنجھنوں سے مشرق میں واقع ہے اور اسی نواب کے نام گرامی کی یادگار کہنا چاہئے اور اسی شہر جھنجھنوں کے ایک پہاڑی کے دامن میں سیٹھ نام تالاب بھی بنا ہوا ہے اب عوام میں یہ ڈوڈوانی کے نام سے مشہور ہے اور اب اسمیں شہر کا کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے نواب شمس خاں بانی جھنجھنوں نے اسی شہر میں انتقال کیا اور شہر کے اندر ہی مدفون ہوئے ان کا مزار مع ایک پختہ گنبد کے اب تک موجود ہے قبر کا بالائی حصہ سنگ مرمر کا ہے اور ابتک اچھی حالت میں ہے اور اسی قبر کے سرہانے ایک دوسری قبر ہے اس کا تعویذ بھی سنگ سفید یعنی سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے اور اس پر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ کندہ ہے شہر کے کہن سال افراد بیان کرتے ہیں کہ یہ قبر نواب کی والدہ ماجدہ کی ہے نواب کے پہلو میں اور دو چھوٹی چھوٹی قبور بھی ہیں جو سنگ مرمر سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ ان کے کم سن بچوں کی ہونگی اور دوسرے دو مزار اور بھی انہیں کے قریب ہیں جس میں ایک کا تعویذ سنگ سنو کا بنا ہوا ہے ع سوئے ہیں کچھ سونے والے ایسے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے۔

اس مزار کی نسبت یہ متحقق نہوا کہ یہ کس کا ہے نواب شمس خان کے گمبند کے اوپر جانے کے لئے دونوں طرف سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور بائیں گنبد کا فرش نہایت قیمتی پتھر کا ہے۔ نواب شمس خاں کے بھائی نواب بہرام خاں عرف بہون خان کا مزار بھی اسی شہر میں ایک گنبد کے اندر موجود ہے اس نواب کی اولاد بوہان کہلاتی ہے نواب شمس خاں کے تین بیٹے تھے مبارز خاں۔ احمد خاں۔ ہاشم خاں۔ بڑے بیٹے ہونیکی حیثیت سے ریاست جھنجھنوں کی حکومت مبارز خاں کو ملی وقائع نگاروں کی تحریرات شاہد ہیں کہ اس نواب کے نام سے سمت ۱۵۳۲ مطابق ۱۴۷۵ء میں مبارز سر آباد ہوا۔ اور یہ جھنجھنوں سے مغرب کی طرف تین کوس پر ہے اور اب بگڑی ہوئی اردو میں مارگ سر کے نام سے مشہور ہے مبارز خاں نے مرتے وقت دو بیٹے چھوڑے۔ مبارک خاں عرف مبارک شاہ دوسرے فتح خاں۔ مبارز خاں کے بعد

ملے وقائع نگاروں کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سیٹ بانی نواب شمس خان کی بیگم تھی اور ایک ہندو راجپوت ہزہائنس کی دختر تھی اب بھی اس بیگم کے خاندان میں وہی ہزہائنس کا خطاب بدستور چلا آتا ہے نواب فتحپور کے رؤساکی بھی متعدد بیگمات راجگان خاندان سے تعلق جنکی تفصیلات بیگموں کی بہیوں میں موجود ہے لیکن میں نے سرے سے ہی ان واقعات کو اس وجہ سے نظرانداز کردیا ہے کیونکہ اصلاح کن رویہ جارحانہ صورت اختیار نکرے ۱۲ منہ

یہی مبارک شاہ گدی پر بیٹھے ان کی نسبت معتبر روایت یہ ہے کہ ان کو فتح خان نے قتل کیا اور خود گدی پر مسلط ہوا مبارک شاہ کا مزار قلعہ کی پہاڑی کے دامن میں اب تک موجود ہے اور عوام میں وہ مبارک شہید کے نام سے مشہور ہیں۔ انکے مرقد پر ایک گنبد بنا ہوا ہے اور اسی کے قریب اسی زمانے کی ایک پختہ مسجد بھی قائم ہے۔ مبارک شہید کی مزار کی جاروب کشی کے لئے قدرتاً ہمیشہ سے یکے بعد دیگرے ایک مجاور ہوتا چلا آتا ہے اور اس بیگناہ مقتول کا مزار ہمیشہ سرخ غلاف سے ملبوس رہتا ہے اور مجاور کی طرف سے ہر شب چراغ بتی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ مبارک شہید کے تین بیٹے۔ شہاب خاں کمال خاں اور لشین خاں باقی رہ گئے تھے جب فتح خاں نے انتقال کیا تو اسکی اولاد میں سے کسی کو گدی نہیں ملی بلکہ مبارک شہید کا بیٹا کمال خاں گدی نشین ہوا کمال خاں کے مرنے کے بعد بڑا بیٹا بھیکن خاں باپ کی جگہ بیٹھا کبیر خاں کمال خاں کا چھوٹا بیٹا تھا جو اپنے گدی نشین بھائی کے زیر پرورش رہا بھیکن سر جو اس وقت جھنجھنوں سے مغرب میں واقع ہے اسی نواب کے مٹے ہوئے نام کی یاد تازہ کرتا ہے ریاست جھنجھنوں کا تعلق بھی براہ راست شاہان دہلی سے تھا[۵۱] اس وجہ سے میں نے اکثر تاریخوں کی اس غرض سے ورق گردانی کی کہ آیا فتح پور کی طرح جھنجھنوں کے حکمرانوں میں سے بھی کسی کا کبھی شاہان دہلی کے دربار میں عروج رہا یا ان میں سے کسی نے کبھی کسی جنگ و پیکار میں کوئی حصہ لیا ہو لیکن معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنا نام تاریخ کے صفحات میں نہیں چھوڑا البتہ اقبال[۵۲] نامہ جہانگیری میں چند قیام خانیوں کی معرکہ آرائیوں کا حال مذکور ہے جو بجنسہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے

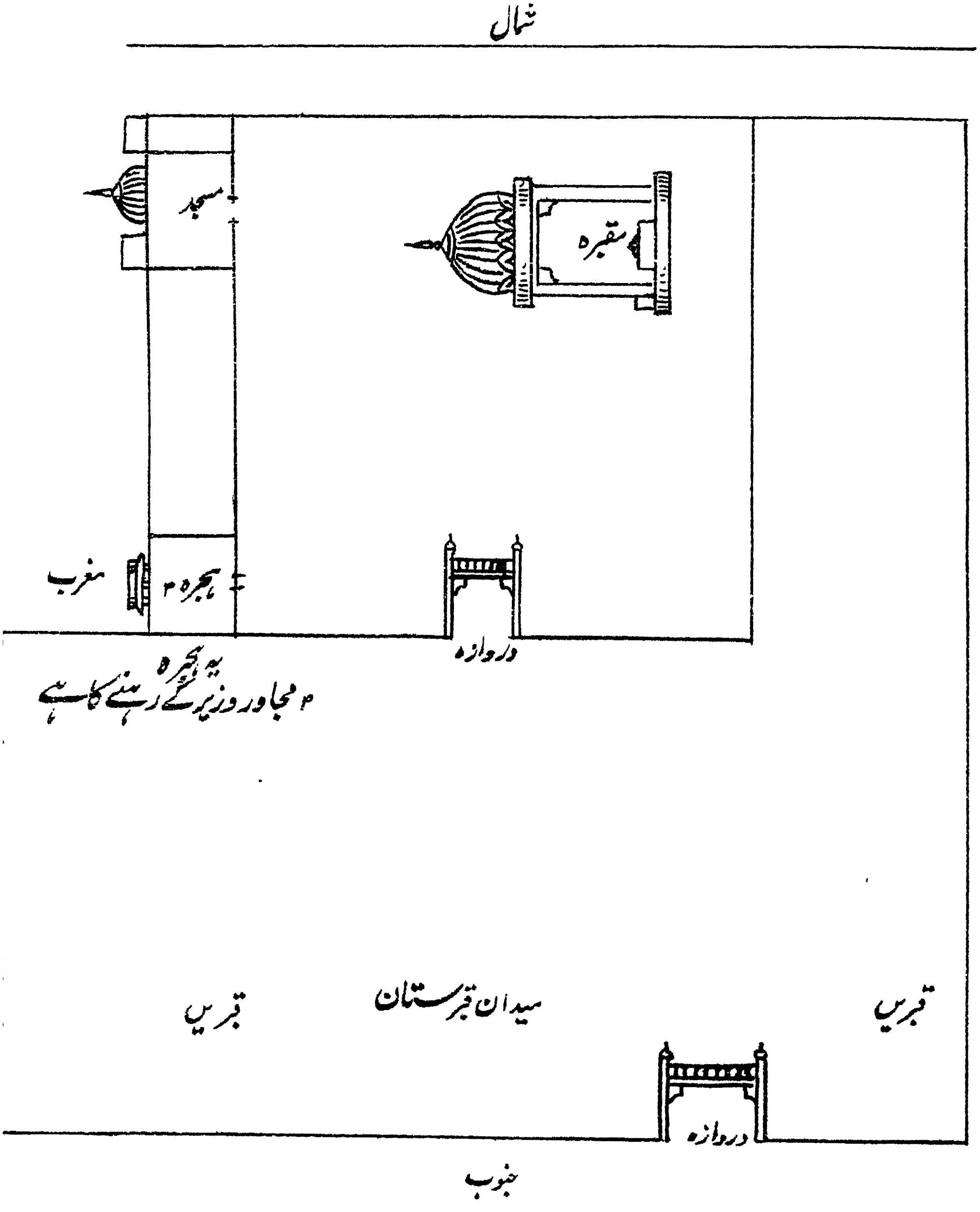
از وقائع آں سال آمدن رستم خان افغان است و مجملے ازیں سرگذشت آنکہ چوں

---

۵۱ ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۹۳ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲ منہ

۵۲ صفحہ ۱۲۱۔ اقبال نامہ جہانگیری مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ۔ اس معرکہ کا سنہ ۹۵۹ھ میں ہونا پایا جاتا ہے جو سلیم شاہ عادل اور ہمایوں میں پیش آیا تھا اب ان حالات یعنی زمانہ اور نام کے لحاظ سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ مبارک شہید کے بیٹوں میں سے یہ وہی شہاب خان ہو جو اس جنگ میں مع بجلی خان و تاج خاں اور آدم خاں کے شریک رہا ۱۲ منہ

نقشہ گنبد نواب مبارک خاں شہید



آنکہ خاں و دیگر ملازمان حضرت خاقانی کہ متوجہ حصار شد ند در دو کروہے حصار رستم خان وتاتار خان و احمد خان و پیر محمد رہتگی و تجلی خان و شہاب خان و تاج خان و آدم خان قیام خانی با جمعے از افغانان برآمدہ رزم طلب گشتند با آنکہ از افغانان قریب دو ہزار کس بودند اولیاء دولت از چہار صد کس جنگ عظیم پیوست و بتائید غیبی فتح شد و ہفتاد کس از مخالفان بقتل رسیدند۔"

بھیکن خان کی موت کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ ان کو خضر خاں نے جوان کا چچا زاد بھائی اور شہاب خاں کا بیٹا تھا قتل کر ڈالا اور خود گدی پر بیٹھا۔ نواب بھیکن خان کا مقبرہ جھنجھنوں سے شمال میں ایک پہاڑی کی دامن میں موجود ہے اور اب تک بھیکن شہید کے نام سے مشہور ہے جس پر ایک گنبد بھی بنا ہوا ہے اور گنبد کے روبرو ایک مختصر حیثیت میں غیر آباد پختہ مسجد موجود ہے جس کے قریب میں ایک پُرآشوب چشمہ بھی ہے شہر کے لوگ فاتحہ پڑھنے جایا کرتے ہیں۔ نواب خضر خان کے نام سے سمت ۱۵۸۲ مطابق ۱۵۲۵ء میں خضر سر آباد ہوا شاہ ابو المعالی اسی نواب خضر خان کے زمانہ حکومت میں پناہ لینے کی غرض سے جھنجھنوں آیا تھا لیکن اتنے بڑے سیاسی مجرم کو پناہ دینا نواب کی طاقت سے باہر تھا اس کے واقعات یہ ہیں" شاہ ابو المعالی پسر سید میر عدل جو ہمایوں کے ہمراہ ولایت سے آیا تھا اس کا ہمایوں کے نزدیک بہت کچھ عروج تھا۔ اور وہ ملک پنجاب کا گورنر بھی مقرر ہوا تھا وہاں سے اس نے بغاوت کی اور عرصہ تک ملک کی موجودہ حکومت کو مضرت پہنچانے اور اسکے زوال اور تبدیل کی غرض سے کارروائی کرنے کے لئے صوبہ جات میں پھرتا رہا۔

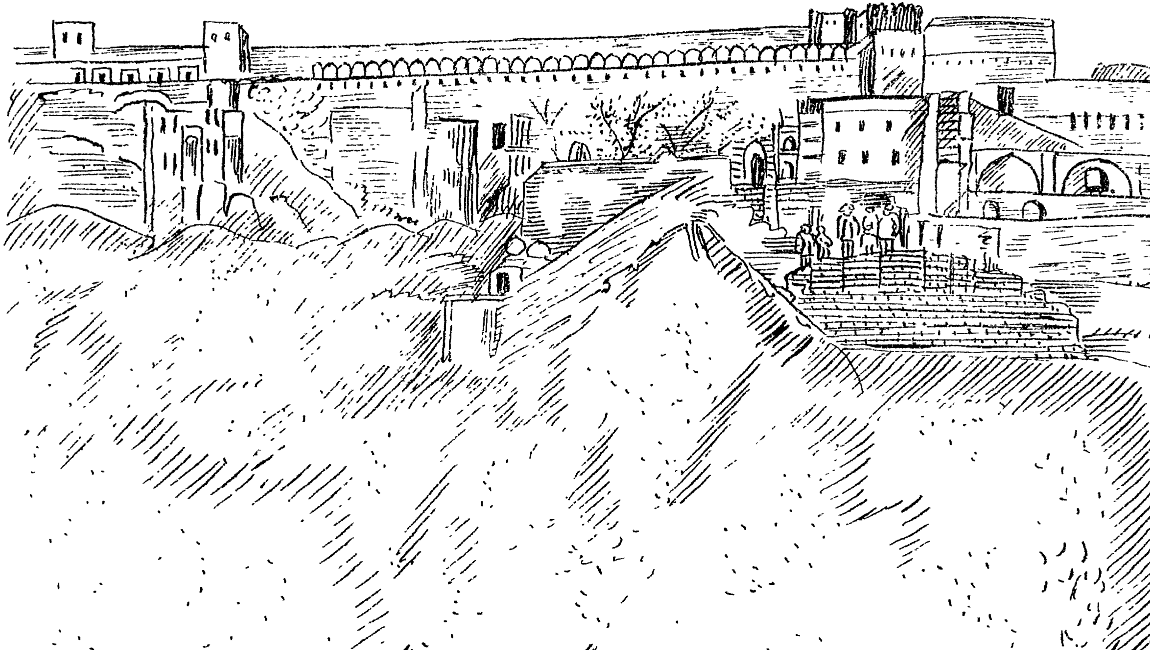
چنانچہ ۹۷۰ھ میں نارنول سے دار السلطنت جاتے ہوئے خزانہ کو لوٹا۔ جب بادشاہ کی فوج نے تعاقب کیا تو شاہ ابو المعالی مقابلہ پر کھڑا رہا لیکن انجام کار شاہ ابو المعالی کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہو گیا قصبہ ڈہرسو سے ہوتے ہوتے پرگنہ جھنجھنوں پہنچا اور وہاں سے حصار فیروزہ کو چلا گیا۔" نواب خضر خان کے مرنیکے بعد ان کے بھائی محبت خان

ﻟﮧ اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ مطبع نول کشور و تاریخ ہندوستان ۱۲ منہ

نے ریاست کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور محبت سرا ہنیں کے نام سے سمت ۱۶۰۵ مطابق ۱۵۴۸ء میں آباد ہوا۔ اس نواب کے دو بیٹے تھے اسلام خان عرف بہادر خان۔ دوم احمد خان جب موت نے نواب کی حیات مستعار کا خاتمہ کر دیا تو اسلام خان ریاست جھجنوں کا وارث ہوا یہ نواب ایک ہی لخت جگر رکھتا تھا جس کا نام شمس خاں تھا باپ کے مرنے کے بعد ہی شمس خاں جھجنوں کی گدی پر مسلط ہوا مولف شجرۃ السلین لکھتے ہیں کہ ہمارے دادا شیخ المشائخ شیخ جمال و شیخ قطب و شیخ فیروز پسران شیخ کمال الدین کے نام بطور عطائے جاگیر موضع باکرہ کا پٹہ ۱۰۱۴ھ میں ہوا اور اس پر نواب شمس خاں ثانی کی مہر اور دستخط ثبت ہیں مہر کا مسجع یہ ہے (بندہ درگاہ رحمانی شمس خاں قائم خانی) پادری عماد الدین[۵۱] لکھتے ہیں کہ شیخ مظفر کی شادی نواب جھجنوں یا اس کے اور کسی رشتہ دار کی بہن سے ہوئی تھی شیخ مظفر کے بیٹے محمد یوسف تھے چونکہ نواب سے انکی برادری کے لوگ عداوت رکھتے تھے اس سبب سے نواب نے محمد یوسف کو ہانسی سے بلوایا اور ریاست کا انتظام محمد یوسف کے سپرد کر دیا جس سے نواب کے رشتہ دار اور بھی برہم ہوئے جب نواب بادشاہ کی ملاقات کے لئے دہلی گئے تو دشمنوں نے محمد یوسف اور چند پٹھانوں کو قلعہ کے دروازے کے سامنے قتل کر ڈالا اور اسکے معین دراب خان اور سرمست خاں تھے (جناب زبدۃ النبیں صاحب بہادر ریاست جے پور نے تحقیق کر کے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ محمد یوسف، ارجب ۱۱۰۳ھ میں مارے گئے اور نواب محمد خان بھی کچھ دنوں بعد مر گئے ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں) محمد یوسف اور دیگر مقتولین کی قبریں قلعہ بادل گڈھ کے صدر دروازہ کے سامنے موجود ہیں اور اسی جگہ وہ مارے گئے تھے ان قبور کی وجہ سے قدیم دروازہ بند کر دیا گیا اور دوسری طرف بنا لیا گیا۔" مصنف سراج النسب[۵۲] نے بھی ان واقعات پر قلم فرسائی کی ہے جسکا اقتباس یہ ہے کہ نواب محمد خاں اپنے بھانجے محمد یوسف کو جھجنوں لیگئے چونکہ نواب سن رسیدہ تھے اور ان سے انکے بھائی بند عداوت رکھتے تھے اس

---

۵۱ پادری عماد الدین نے جو حضرت قطب جمال صاحب ہانسوی کے خاندان سے تھے انتساب العماد ۱۸۸۷ء میں تصنیف کی جسکے صفحات ۷۱ و ۶۳ قابل مطالعہ ہیں ۱۲ منہ ۵۲ صفحات ۷، ۱۳ سے ۴۰ تک ملاحظہ طلب ہیں ۱۲ منہ



نو محلا جھنجھنوں و فاضل گڈھ یعنی بادل گڈھ

سبب سے نواب نے محمد یوسف کو اپنا کارمختار بنا دیا تھا شیخ محمد یوسف کے اس تقرر سے نواب کے قرابت داروں کے جذبات بھڑک اُٹھے جب نواب دہلی دربار میں حاضر ہوئے تو دشمنوں نے محمد یوسف اور ان کے ہمراہیوں کو ۷ ار رجب ۱۱۰۳ھ میں قتل کر ڈالا انجام کار مجرموں نے محمد یوسف کے وارثوں سے صلح کی درخواست کی اور رفع ملال اس طرح کیا گیا کہ داراب[لہ] خاں اور انکے بھائی سرمست خاں کی پوتیاں قائم محمد اور احمد علی سے بیاہی گئیں وغیرہ اس نظام عمل کی حقیقت سے تو انکار نہیں لیکن ان واقعات کو نواب محمد خاں سے منسوب کرنے میں دونوں اصحاب نے اہم تاریخی غلطی کی ہے اس وجہ سے کہ نواب محمد خاں کا دور حیات ۱۱۰۳ھ سے تقریباً دو سو پچپن سال پہلے گذر چکا ہے پھر اس نواب کے بعد اسکے نام کا کوئی دوسرا نواب ریاست جھنجھنوں پر متمکن نہیں ہوا۔ اگرچہ میں نے ان دونوں مصنفین کے بیان کردہ واقعات کو بطور اقتباس بیان کر دیا ہے لیکن ان کی تفصیل اسوقت میرے سامنے موجود ہے جس سے واضح ہے کہ دونوں اصحاب کی اظہار واقعات سے محض غرض یہی ہے کہ انکی علویت تسلیم کی جائے اس سے ناظرین اس قوم قیام خانی کے اعلیٰ وارفع اخلاق و تمدن کا اندازہ کر سکیں گے کہ اولاد چار قطب صاحب ہانسوی بھی اپنی علویت اور افضیلت کے ثبوت میں داراب خاں اور سرمست خاں کی پوتیوں کی رشتہ داریوں کو پیش کرتے ہیں میں نے اس کو اس سبب سے محسوس کیا کہ ان کا طرز اظہار ایسا بے ڈھب اور تلخ ہے کہ جس سے قوم کے ایک ممتاز اور سربرآوردہ فرد کے احساس خودداری کو صدمہ پہنچتا ہے میرے خیال میں ایسی مفاخرت ہرگز پسندیدہ نگاہوں سے نہیں

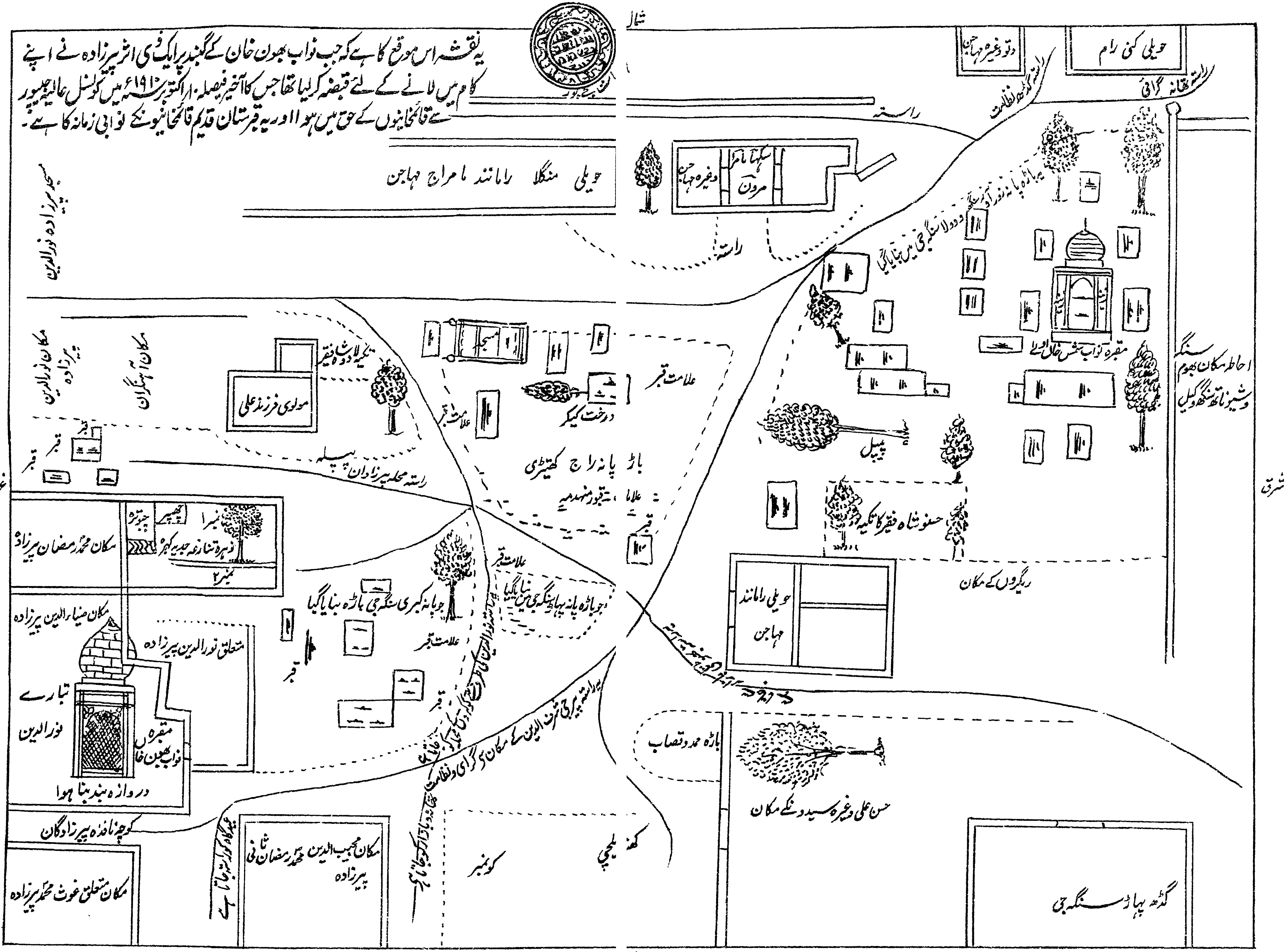
لہ نواب مجنّت خان جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے انکے دو بیٹے تھے چھوٹے بیٹے احمد خاں کی جو اولاد پھیلی وہ داراب خانی وبھیار خانی وغیرہ کہلاتی ہے نواب داراب خاں بزمانہ نواب فاضل خاں کسی معرکہ میں جو گھوڑی وارے میں ہوا تھا مارے گئے ایک کبشیر نے اس لڑائی کا زرمیہ گیت کہا ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ معرکہ کسی ہندو سے ہوا تھا۔ نواب داراب خان کی پختہ قبر گھوڑی شالے میں ایک چہار دیواری کے اندر اب تک موجود ہے اور اس پر ایک چھوٹا سا مقبرہ بھی اسی زمانہ کا تعمیر شدہ ہے۔ اس چار دیواری کے اندر اور بھی بہت سی پختہ قبریں ہیں ان تمام قبور کی جاروب کشی کی خدمت ایک مجاور کرتا ہے جسکے قبضہ میں کسی قدر زمین قدیم سے وقف چلی آتی ہے۔ ۱۲ منہ

دیکھی جا سکتی اگر وہ اس طرف جاتے تو مناسب ہوتا اللہ شرف الانسان بالعلم والادب لا بالمال والنسب یعنی آدمی کا شرف علم و ادب سے ہے نہ مال و نسب سے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ درویش صفت افراد رؤسا[۵] جھنجھنوں کے مقابلے میں نہ تو فوج لا سکتے تھے اور نہ سینہ بسینہ ہو کر کھڑے رہ سکتے تھے باوجود اسکے انھوں نے ازدواجی کے رشتہ میں منسلک کر کے انکو ٹھنڈا کیا اور یہ انکے راسخ العقائد ہونے کا بیّن ثبوت ہے یہی نہیں بلکہ ان کی فیاضی کا سلسلہ شاہ حمزہ صاحب دہرسویؒ کی اولاد تک بھی پہنچا ہے کہ ان کو تین گاؤں بطور یومیہ لکھ گئے جن کے نام یہ ہیں۔ تولاسیہی[۱]۔ بیگودنہ[۲]۔ میراج واسی[۳]۔ اگرچہ وہ نہ رہے اور نہ ان کی ریاست رہی لیکن یہ تینوں گاؤں ابتک شاہ حمزہ صاحب دہرسوی کی اولاد کے قبضے میں موجود ہیں نواب شمس خان کے چار بیٹے تھے۔

سلطان خان۔ مبارز خاں بعل خان۔ آصف خان۔ نواب شمس خان کے بعد سلطان خاں جانشین ہوا۔ سلطان خان کے بعد ان کا بیٹا واحد خاں اور واحد خاں کے بعد سعادت خاں انکے بعد فاضل خاں اور فاضل خاں کے مرنے کے بعد ان کے فرزند روح اللہ خاں گدی پر بیٹھے یہی خالی الذہن نواب روح اللہ خاں تھے جو جان بوجھکر گدی سے ہاتھ دھو بیٹھے میں انکی زندگی کی تصویر بھی زوال کے باب میں دکھاؤنگا موقع اور محل کے لحاظ سے پہلے جھنجھنوں کے آثار قدیمہ پر نظر ڈالتا ہوں گو وہ اس ٹوٹی پھوٹی صورت میں ہیں لیکن مورخانہ مذاق کا جزو اعظم ضرور ہیں کہ جن کی صدائے بازگشت افسانہ عبرت سناتی ہے نواب بہرام خاں کا گنبد شہر کے اندر پیرزادوں کے محلے میں واقع ہے اس گنبد پر ایک ذی اثر پیرزادے نے ۱۸۹۷ء میں اس نیت سے قبضہ میں کر لیا تھا کہ وہ چارہ گھاس ڈالنے کے کام میں آسکے لیکن حضرت الٰہی بخش شاہ صاحب سجادہ حضرت قمر الدین شاہ صاحبؒ نے انکے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ اس سے نہ صرف مزار کی توہین ہوتی ہے

---

۵ رؤسا جھنجھنوں کی طرف سے دلپاس کے چارن کو بھی ایک گاؤں انعام میں دیا گیا تھا جس پر اس خاندان کے لوگ ابتک قابض ہیں ۱ تولاسیہی چیڑاوہ سے جانب گوشہ مشرق و شمال واقعہ ہے ۲ بیگودنہ چیڑاوہ سے ایک کوس جانب شمال میں واقع ہے ۳ میراج واسی جھنجھنوں سے بجانب مغرب ۹ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔



یہ نقشہ اس موقع کا ہے کہ جب نواب بھون خان کے گنبد پر ایک ذی اثر پیرزادہ نے اپنے کام میں لانے کے لئے قبضہ کر لیا تھا جس کا آخیر فیصلہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۰ء میں کونسل عالیہ جیپور سے قائمخانیوں کے حق میں ہوا اور یہ قبرستان قدیم قائمخانیوں کے نوابی زمانہ کا ہے۔
شمال
جنوب
مشرق
غرب
حویلی کنی رام
حویلی منگلا رامانند ماںراج مہاجن
راستہ
راستہ
پیپل
مولوی فرزند علی
علامت قبر
درخت کیکر
مقبرہ نواب شمس خاں والے
احاطہ مکان بھوم سنگھ و شیوناتھ سنگھ وکیل
حسنو شاہ فقیر کا تکیہ
ریگروں کے مکان
حویلی رامانند مہاجن
باڑہ محمد قصاب
حسن علی وغیرہ سید کے مکان
مکان محمد رمضان پیرزادہ
مکان ضیاءالدین پیرزادہ
متعلق نورالدین پیرزادہ
مقبرہ نواب بھین خاں
دروازہ بند بنا ہوا
کوچہ نافذہ پیرزادگان
مکان متعلق غوث محمد پیرزادہ
مکان محیب الدین محمد رمضان ثانی پیرزادہ
گڈھ پہاڑ سنگھ جی
کھنڈ ہلچی
قبر

بلکہ قوم قیام خانی کے احساسات کو صریح صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے یہ مقدمہ مختلف محکمہ جات میں ہوتا ہوا جیے پور کی کونسل تک پہنچا کونسل نے فیصلہ دیا کہ شخص قابض کا قبضہ ناجائز ہے فوراً اٹھا دیا جائے انجام کار شخص متخاصم کو ندامت ہوئی اور چار و ناچار بیدخل ہونا پڑا نواب شمس خاں کے گنبد کے قریب اور قبرستان کے اندر سے نصیر الدین صاحب پیرزادہ نے جبراً راستہ بنا لیا تھا جس کا مقدمہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء میں شروع ہو کر آخر فیصلہ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء میں قائم خانیوں کے موافق ہوا۔ اسی زمانہ کی ایک وسیع عیدگاہ شہر کے متصل واقع ہے خدا مغفرت کرے اسکی مرمت سنہ ۱۳ھ میں حاجی محمد علی خاں ناظم جھنجھنوں نے کرائی تھی شہر کے اندر نو محلے کے صدر دروازے کے روبرو ایک اونچی کرسی کی مسجد جو اسوقت آباد ہے نوابی زمانہ کی ہے یہ رضیہ مسجد کے نام سے مشہور ہے قیاس کہتا ہے کہ رضیہ رؤسا جھنجھنوں میں سے کسی کی بیگم یا محرمہ عزیز ہو اسی کے مقابل ایک اور دوسری مسجد بھی ہے جو راجہ صاحب کھیتڑی کے محل کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے غیر آباد ہے۔

اسی زمانہ کی اور ایک تیسری مسجد شہر سے شمال میں واقع ہے اور قلعہ بادل گڈھ[ف۵۱] جو شہر کے قریب ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے۔ اسی زمانہ کا ہے بھکین شہید کے مزار سے جس کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں چالیس قدم کے فاصلے پر ایک ٹوٹی ہوئی چھت کا پرانا گنبد[ف۵۲] بھی دکھائی دیتا ہے اور نواب شمس خاں کے گنبد سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر جنوب کی طرف ایک چبوترے کے اوپر سات پختہ قبریں اسی زمانہ کی ہیں جب یہاں سے گوشہ شمال و مشرق میں نظر کو وسعت دیں تو کچھ فاصلے پر ایک اور چھوٹا سا گنبد دکھائی دیتا ہے اور نواب بہرام خاں و نواب شمس خاں کے مزارات کے بیچ کا قبرستان نوابی زمانہ کا ہے جو اس وقت محتاج حد بندی ہے۔

ف۵۱ اس قلعہ کو نواب فاضل خاں نے تیار کرایا تھا اور یہ فاضل گڈھ کے نام سے مشہور تھا اب عوام اس کو بادل گڈھ کہتے ہیں ۱۲ منہ

ف۵۲ قیاس غالب ہے کہ یہ گنبد بھی رؤسا جھنجھنوں میں سے کسی نواب کا ہے اسکا تعویذ زمین میں دھنس گیا ہے ۱۲ منہ

ساتواں باب

راجدہانی بڑواسی اور اسکے حکمرانوں ور اجدہانی نرہر اور کیہڑ کے حالات

وقایع نگار اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ نواب قائم کے تیسرے بیٹے موہن خاں اس ملک راجپوتانہ میں ہنیں آئے وہ فتح آباد کے حاکم تھے اور وہیں انھوں نے انتقال کیا نواب موہن خاں کے پسماندوں میں صرف انکے دو بیٹے ایلم خاں و احمد خاں[۵۱] تھے اور وہ دونوں اپنے چچازاد بھائیوں کی حمایت میں اس ملک راجپوتانے میں آئے اور جداگانہ طور پر بڑواسی کو اپنی راجدہانی[۵۲] قرار دی یاد وقایع نویسوں کی بھیوں سے ثابت ہے کہ بڑواسی کے ماتحت اسّی مواضعات تھے اور دیگر روایات معبترہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے تاہم اسکو ریاست جھنجھنوں کا ایک ضمیمہ کہنا چاہئے اور یہی وجہ ہے کہ اس بڑواسی کا نام آئین اکبری میں نہیں ملتا۔ نواب ایلام خان عرف ایلم خاں کی اولاد ایلیان کہلانے لگی۔ ایلم خاں کے چار بیٹے تھے۔ دلاور خان[۵۳] منجو خاں[۲] دولت خان[۳] محمود خاں[۴]۔ نواب ایلم خاں کے مرنے کے بعد محمود خاں بڑواسی پر متصرف ہوئے محمود خاں کے بعد ان کا بیٹا دریا خاں اور دریا خاں کے بعد مجاہد خاں انکے بعد فرزند اکبر الف خان جانشین ہوا جب نواب الف خان بھی باغ زندگی کی سیر کرکے چل بسے تو ان کا بیٹا حمید خاں حکمراں ہوا نواب حمید خان کی اولاد حمید خانی کہلاتی ہے حمید خاں کے مرنے کے بعد

---

۵۱ احمد خان نے اپنا صدر مقام کالیاسر قرار دیا جسکے تحت وقایع نگار آٹھ مواضعات بیان کرتے ہیں اور اب وہ کالیاسر علاقہ بیکانیر میں آگیا ہے جھنجھنوں فتح پور پر جب والی وارد ہوا تو احمد خاں کی اولاد کے قبضے سے وہ مواضعات بھی ... نکل گئے اب احمد خاں کی اولاد اپنے دادا موہن خاں کے نام سے مشہور ہے اور موہنان کہلاتی ہے اور تعداد میں بہت ہی کم ہے ۱۲

۵۲ بڑواسی میں اس خاندان کے نوابوں نے ایک قلعہ خام بھی تیار کرایا تھا کہ جسکے ابتک قدرے نشانات باقی نظر آتے ہیں

۵۳ دلاور خاں کے بیٹے سعید خاں کی اولاد سعید خانی منجو خاں کی اولاد مجہولان کہلانے لگی دولت خاں کی اولاد مواضعات جیلاسی بھیگرہ وغیرہ کے نام سے پکاری جاتی ہے ۱۲ منہ

ان کا تخت جگر نظام خاں بڑا وسی کا وارث ہوا نواب نظام خاں کے چھ بیٹے تھے امان اللہ خاں مدارئی خاں۔ راحت خاں۔ نتو خاں[۱] سعد اللہ خاں[۲] و آدم خاں۔ جب نظام خاں کا چراغ زندگی گل ہوا تو انکی جگہ نواب امان اللہ خاں نے لی لیکن انکے لئے یہ نہایت منحوس زمانہ تھا اس وجہ سے کہ نواب روح اللہ خاں جھنجھنوں غیروں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی کی طرح تھے اور وہ دل سے بھی متمنی تھے کہ اس سیاسی بوجھ کو کندھوں سے اُتار کر رکھدیں امان اللہ خاں بحیثیت دیوان ہونے کے چاہتے تھے کہ نواب روح اللہ خاں اس بار سیاسی کو تادم زیست اپنے دوش ہمت پر رکھیں تاکہ حق بحقدار رسد کا سلسلہ قائم رہے۔ انہیں وجوہ سے امان اللہ خاں و نواب روح اللہ خاں اور انکے چہیتے مشیر سادول سنگھ میں رقابت پیدا ہوگئی تھی نواب روح اللہ خاں اور سادول سنگھ کی یہی آرزو تھی کہ امان اللہ خاں بھی دوسروں کی طرح سر تسلیم خم کر دے لیکن نواب امان اللہ خاں جو طبعاً غیور اور بہادر تھا اس پر رضامند نہ تھا اس بہادر کے کارناموں سے واضح ہے کہ اس نے خطرناک موقعوں میں بھی دامن حق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا ناظرین اس جوانمرد کی ناموری موت کو آئندہ اُلے ورقوں میں پڑھینگے۔

راجد ہانی کیڈ

اس راجد ہانی کیڈ پر نواب جبرالدین خاں کی اولاد جو نواب قائم خاں کے بڑے بھائی تھے رؤسائے فتح پور و جھنجھنوں کی حکمرانی کے ساتھ ساتھ قابض و کار فرما رہے ان کے قدیم وقائع نگار بیان کرتے ہیں کہ نواب جبرالدین خاں چرخی دادری و کلیان پور سمت ۴۲ مطابق ۱۳۸۳ء تک حکومت کرتے تھے اس کے بعد یہ اپنے بھتیجوں کے پاس ناگور گئے اس لئے کہ انکے بھتیجے محمد خاں و تاج خاں کا قیام اس وقت ناگور میں تھا چندے بھتیجوں کے پاس رہے اس درمیان میں چچا اور بھتیجوں میں کچھ رنجش ہوگئی۔ ناگور سے نواب جبرالدین خاں نے کوچ کر دیا اور

---

[۱] نتو کے معنی ارتفاع ... دیرآمدگی ہر چیز کے ہیں ناواقف اسکو نتھو کہتے ہیں ۱۲ منہ [۲] سعد اللہ خاں کے بیٹوں کی تعداد آٹھ تک پہنچی ہے جنکے نام یہ ہیں جار اللہ خاں، عبد اللہ خاں، شکر اللہ خاں، فیض اللہ خاں، سوائی خاں، صالت خاں، سزاوار خاں، شہاب الدین خاں۔ ان میں سے شکر اللہ خاں لاولد مرے باقی ان ساتوں کی اولاد موا ضعات بامنواس و بھانجوت میں آباد ہے ۱۲

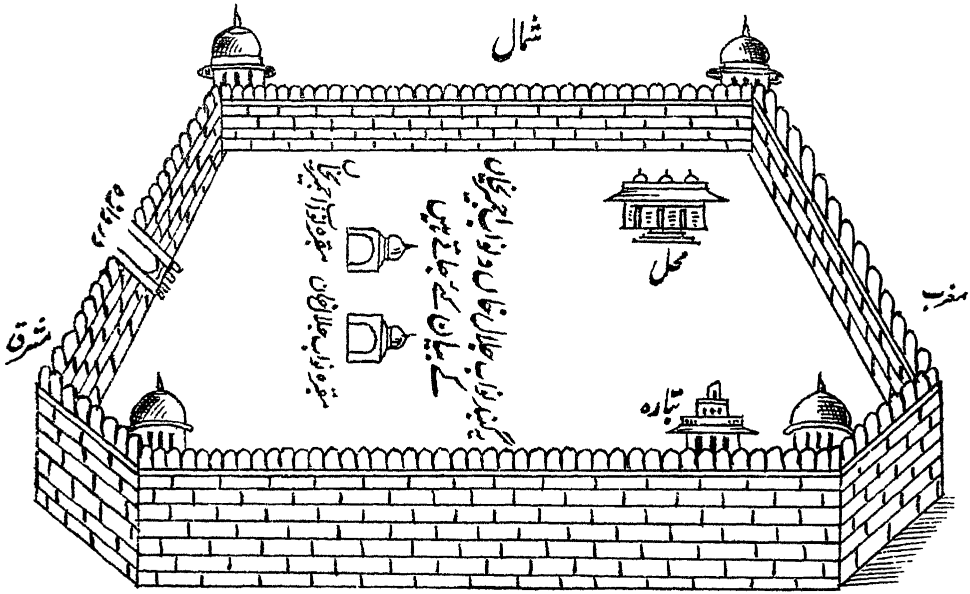
اب جہاں کیڈ آباد ہے یہاں آئے اور اس جنگل میں خیمہ زن ہوئے کاٹ لی ندی کے کنارے چند روز بسر کی اس نواح میں جوڑہ راجپوت حکمران تھے نواب جبرالدین خاں اور جوڑوں کی چند روز خفیف سے مقابلہ ہوتے رہے آخر جوڑ راجپوتوں کو شکست ہوئی اور تھوڑے ہی نقصان کے بعد نواب جبرالدین خان کا اس خطہ پر قبضہ ہوگیا۔ انھوں نے ایک پہاڑی کی ٹیک پر ندی کے کنارے سمت ۱۴۴۴ مطابق ۱۳۸۷ء میں ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی اور ایک چھوٹا سا سنگ بستہ قلعہ طیار کرایا جو ابتک اچھی حالت میں موجود ہے قلعہ کے اندر دو گنبد بنے ہوئے ہیں۔ ان گنبدوں کی نسبت روایت چلی آتی ہے کہ یہ دونوں گنبد کیڈ کے حکمرانوں کے نوابوں میں سے ہیں۔ مگر کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ ان نوابوں کے نام کیا تھے کہ جنکی مزاروں پر یہ گنبد بنائی گئی ہیں۔ کیونکہ ہر دو گنبدوں میں سے کسی پر بھی کتبہ کا نشان نہیں ہے ان گنبدوں کے اندر کوئی نشان قبر بھی نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ ان گنبدوں میں ایک ٹھاکر کی بود و باش زمانہ دراز سے چلی آتی ہے جو اسی راجدھانی کے حصہ دار ہیں انھوں نے ہر دو قبور کو صاف دیا ہے۔ نواب جلال خاں کے خاندان کا بیان ہے کہ ان میں ایک گنبد جلال خاں کا ہے اور دوسرا نواب اجمیری خان کا۔ نواب اجمیری خاں کی نسبت یہ لوگ لکھتے ہیں کہ سمت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۸ء میں جھوجار سنگھ کی اور انکی جنگ ہوئی اور اجمیری خاں کام آئے اور انکو قلعہ میں مدفون کیا گیا۔ مگر یہ بات لائق اعتبار نہیں ہے کہ اجمیری خاں اور جھوجار سنگھ میں جنگ ہوئی اسلئے کہ جھوجار سنگھ گوپال سنگھ کے دادا تھے اور جس زمانہ میں گوپال سنگھ نے کیڈ پر قبضہ کیا۔ اس سے عرصہ دراز پہلے ہی جھوجار سنگھ کا انتقال ہو چکا تھا۔

کچھ بھی ہو یہ مسلمہ امر ہے کہ یہ دونوں گنبد نواب جبرالدین خان کی اولاد کے نوابوں میں ضرور ہیں قلعہ سے شمال کی طرف کیڈ آباد ہے اور قائم خانیوں کی عالی شان عمارات بنی ہوئی ہیں اور جو ٹھاکر خاندان گوپال سنگھ جی کی اولاد میں یہاں کے حکمران ہیں وہ بھی یہاں آباد ہیں اور ان کے محلات بھی اسی کیڈ میں موجود ہیں قلعہ کے قریب سے یہ ندی بہتی ہے یہ منظر بہت ہی خوشنما اور دلکش معلوم ہوتا ہے قلعہ کے تھوڑے ہی فاصلہ پر حضرت ملا محمد شیروانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی درگاہ ہے اس سے اور بھی خوبصورتی بڑھ گئی ہے

۵۱ — جھوجھار سنگھ جی

جگرام سنگھ جی

ٹھکرانی اول سے | سادول سنگھ جی | سہدی سنگھ جی | ٹھکرانی دوم سے | موہن سنگھ | گوپال سنگھ | بھیکن سنگھ



قلعہ کیڈیہ وہی قلعہ ہے جو نواب جبر الدین خاں نے
تیار کرایا تھا

اس راجدہانی کو ریاست جھنجھنوں سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن آئین اکبری میں اسکا اندراج نہیں ہے اس کا تعلق ریاست نرہڑ سے تہا جسکے صدر ہی فرمانروا تھے اور مراعات خاص افغان بہی شامل کرلئے گئے تھے۔ یہ ایک نہایت پیچیدہ گتھی ہے اور اسکو سلجھانے کے لئے اس وقت ایک قدیم روایت میرے سامنے موجود ہے لیکن اس سے رقابت اور حسد کے پیدا ہونیکا احتمال ہے اور میں خواہمخواہ فضائے تعلقات کو مکدر بنانا نہیں چاہتا اسلئے اس بحث کو نظرانداز کرتا ہوں البتہ وہ اصحاب جو حالات اور واقعات پر گہری نظر ڈالنے کے عادی ہیں اس حقیقت پر باسانی خود پہونچ سکتے ہیں کہ دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں اور اسی طرح ایک گدی پر مختلف قوم کے دو حکمران نہیں بیٹھ سکتے۔ آئین[1] اکبری سے پتہ چلتا ہے کہ ریاست نرہڑ کا بلاواسطہ تعلق شاہان دہلی سے تھا جس پر قائم خانی اور افغان قابض تھے تقدم و تاخر لفظ قوم مدخلہ آئین اکبری سے تخیل کی یکسوئی ممکن ہے نواب جبرالدین خاں کے انتقال کے بعد اُنکے بڑے بیٹے نواب فیروز خان گدی نشین ہوئے۔ سمت ۱۴۹۸ مطابق ۱۴۴۱ء تک کیڈ پر حکومت کرتے تھے نواب فیروز خاں کے مرنے کے بعد اُنکے بیٹے داؤد خاں نے کیڈ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ نواب ما بین سمت ۱۵۵۳ مطابق ۱۴۹۶ء تک کیڈ اور اپنے حصہ نرہڑ پر حکمران تھے نواب داؤد خاں نے بھی جب داعی اجل کو لبیک کہا تو انکے فرزند موہن خاں راج کے مالک بنے نواب موہن خاں کی نسبت یہ تحقیق ہوا ہے کہ وہ سمت ۱۵۷۷ مطابق ۱۵۲۰ء تک نرہڑ و کیڈ پر قابض و متصرف تھے نواب موہن خاں کے دو فرزند تھے مظفر خاں و جلال خاں۔ جلال خاں کی اولاد کیڈ و بلدہ حیدرآباد دکن محلہ جنگھم پیٹ میں آباد ہے اور مظفر خاں کی اولاد کیڈ میں بستی ہے نواب موہن خان کے انتقال کے بعد نواب مظفر خان کیڈ پر قابض ہوئے اور نواب جلال خاں اپنے آبائی حصہ نرہڑ پر متصرف ہوئے یہ تو اوپر ظاہر ہو چکا ہے کہ نرہڑ کا تعلق بلاواسطہ شاہان دہلی سے تھا اور کیڈ نرہڑ کے زیر نگیں تھی۔ مگر جلال خاں کے خاندان کو اس سے انکار ہے وہ کہتے ہیں کہ نواب موہن خان کے انتقال کے بعد کل جائداد و ملکیت کے مالک

[1] ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۹۳ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۲ منہ

و مختار نواب جلال خاں ہوئے اور راجدھانی کیڈ پر بھی جلال خاں ہی قابض تھے۔
اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جلال خاں بڑے رتبہ کے نواب تھے اس کے ثبوت میں شاہی کاغذات پیش کرتے ہیں۔ اور مظفر خاں کے خاندان کے اشخاص اس پر زور دیتے ہیں کہ آخر تک ہمارے ہی بزرگوں میں نوابی چلی آئی۔ اب اس کا تصفیہ تاریخ سے ہوسکتا ہے اسکے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

تواریخ میں تو اس خاندان کا ذکر ایک ہی جگہ آیا ہے اور وہ بھی نزہٹر کے متعلق جو اوپر بیان کردیا گیا ہے۔

اب رہا سہا سہارا وقائع نگاروں کا ہے وہ بھی انکے یہاں مفقود ہے اس لئے کہ انکے بھی بھاٹ قدیم اور اصلی نہیں ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ سنت ۱۸۵۰ مطابق ۱۷۹۳ء میں انکے خاندان کا قدیم وقائع نگار یعنی بہی بھاٹ لچھمن جی کیڈ گئے تھے کہ کیڈ کے قائم خانی ان سے بے ادبانہ پیش آئے تو لچھمن جی نے یہ عہد کیا کہ میں اور میرے خاندان کا کوئی شخص آئندہ کیڈ میں نہ آئیگا اور نہ ان قائم خانیوں کے نام اور نہ انکے خاندانی حالات قائم خانیوں کی قومی بہیوں میں درج کرینگے۔ اور نہ ان سے کسی طرح کا انعام وغیرہ حاصل کریگا بلکہ تمام گروہ جیوان سے میرے خاندان کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اسکے بعد لچھمن جی کا بیٹا سری لال جی سمت ۱۹۰۲ مطابق ۱۸۴۵ء میں بلدہ حیدرآباد دکن گیا اور وہاں کے قائم خانیوں نے اسکو انعام واکرام دیا۔ نواب مدن خاں (الملخاطب رستم دل خان بہادر جو جیوان گروہ سے تھے) انکے یہاں سری لال جی نہیں گئے نواب مدن خان نے انکو اپنے یہاں بلا بھیجا اور کہا کہ آپ لوگ ہمسے کیوں الگ ہوتے ہیں۔ قصور ہے تو کیڈ کے قائم خانیوں کا ہے وہ خود تم سے معافی چاہ سکتے ہیں سب گروہ جیوان نے تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے آخرالامر نواب مدن خان نے سری لال جی وقائع نگار کو بہت کچھ دیا۔ اور ایک ہتھنی بھی انعام میں دی گئی کہ جسکا نام لچھمی تھا اور یہ بھی کہا کہ آپ لوگ گروہ جیوان کے قائم خانیوں کے یہاں جایا کرو اور انکے نام بہی لکھا کرو اور انعام وغیرہ بھی ان سے لو کیڈ کے قائم خانی جن سے تمکو پرخاش ہے اگر معافی چاہیں یا آپ لوگونکو کسی طرح راضی کرلیں تو ان سے رضامند ہوجانا اب تک اس قصہ لچھمن جی کو ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ برس گزر گئے نہ تو کیڈ کے قائم خانیوں نے وقائع نگاروں کو راضی کیا اور نہ وقائع نگار انکے

یہاں گئے اس لئے یہ اختلاف ان دونوں خاندانوں میں چلا آتا ہے اور موجودہ بھی بھاٹ کیڈ کے قائم خانیوں نے اس زمانہ سے مقرر کر رکھے ہیں وہ وشیں ذاتی کے بھاٹ ہیں انکے پاس انکا خاندانی سلسلہ صحیح نہیں ہے اس لئے یہ نوبت پہونچی یہ بھی بھاٹ کیڈ کے قائم خانیوں سے ڈرتے ہیں کسی وقت تو جلال خاں کے خاندان کو کیڈ کی نوابی سے نامزد کرتے ہیں اور جب دوسری طرف کا دباؤ پڑتا ہے تو مظفر خاں کے خاندان پر نوابی ختم کرتے ہیں بہرحال نواب مظفر خاں و نواب جلال خاں کی اولاد میں آئے دن یہی نوابی کا جھگڑا درپیش ہے جو غور طلب ہے۔

نواب جلال خاں کے خاندان کے اشخاص اس پر استدلال کرتے ہیں کہ نواب موہن خاں کے انتقال کے بعد راجدھانی کیڈ پر نواب جلال خاں ہی متمکن ہوئے تھے اور اکبر شاہ بادشاہ کی ان پر بڑی مہربانی تھی۔ جلال خاں کو بادشاہ کی طرف سے نواب خاں جہاں جلال الملک کا خطاب بھی حاصل تھا۔ اور آفتاب گیری و ماہی مراتب سے سرفراز ہوئے تھے وہ ایک موقعہ پر خلعت و شمشیر و اسپ سے بھی سرفراز ہوئے اور نواب خاں جہاں جلال الملک کو منصب پنجہزاری بھی عطا ہوا تھا یہ سب مراتب و مناصب شہنشاہ اکبر کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ اسکے ثبوت میں یہ تین کاغذات پیش کرتے ہیں ان میں دو کاغذ تو وہ ہیں جو شہنشاہ اکبر کی طرف سے جلال خاں کو بطور فرمان جاری ہوئے ہیں اور نواب خاں جہاں جلال الملک کے خطاب سے انکو ملقب کیا گیا ہے اور یہ ہر دو فرمان بادشاہ کے حکم سے فیضی نے خود لکھے ہیں ان فرمانوں پر آخیر میں تاریخ اور فیضی کا نام لکھا ہوا ہے یہ فرمان بڑی تقطیع کے کاغذ پر تیرہ تیرہ سطر میں ختم ہوئے ہیں۔ ان کی عبارت فارسی ہے ان ہر دو فرمان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ شہنشاہ اکبر آپ سے بہت خوش ہیں اور جن جن معرکوں میں آپ نے کارہائے نمایاں کئے ہیں اُس کا معاوضہ آپ کو مل چکا اور آئندہ ملتا رہے گا یعنی خلعت شمشیر اسپ ماہی مراتب و آفتاب گیری و خطاب نواب خاں جہاں جلال الملک سے آپ سرفراز ہوئے مگر منصب پنجہزاری کا ان میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

پہلے کاغذ پر آخر میں یہ تحریر ہے۔ فیضی ۷ رشہر رجب المرجب ۹۸۱ ہجری۔

دوسری پر بھی یہی تحریر ہے فیضی دہم ربیع الاول ۱۰۰۱ھ - تیسرے کاغذ اجازت نامہ کی عبارت بجنسہٖ درج کیجاتی ہے -

حضرت سلطان الاسلام کہف الانام امیرالمومنین ظلّ اللہ العالمین ابوالفتح جلال الدین اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً

اجازت یک کلیسہ در ریگستان بنا بر پرستش ہنوداں بہ سفارش جاں نثار مردو جلال خاں که غایت ونہایت حمایت مشرکان خواہد ما بدولت بہ نگاہ کارگذاری وجان نثاری رعایت کریم تادرہم چشماں ہم چناں ممتاز وسرفراز شد یازدہ ذی الحجہ الحرام ۱۱۰۱ھ - اس اجازت نامہ پر نہ کسی کے دستخط ہیں اور نہ مہر

میں نے تواریخ شاہان مغلیہ کی ورق گردانی کی مگر کسی تاریخ سے بھی یہ پتہ نہ چلسکا کہ جلال خاں قائم خانی مراتب مذکورہ بالا پر پہونچے تھے - اور نہ ان کا کسی تاریخ میں قائم خانی کے ساتھ نام ملا تعجب ہے کہ ان قائم خانیوں نے یہ اسباب کہاں سے پیدا کئے -

فیضی کی نسبت یہ امر مسلمہ ہے کہ شہنشاہ اکبر ۱۵۶۸ء میں چتوڑ کے محاصرہ میں مصروف تھے اس وقت فیضی اکبر شہنشاہ کا قدم بوس ہوا اور درباریوں میں داخل کر لیا گیا سات برس کے بعد ۱۵۷۵ء میں فیضی نے انتقال کیا - جن سنوں میں یہ فرمان جاری ہوئے - بیان کئے جاتے ہیں یعنی ۱۰۰۵ھ و ۱۰۰۷ھ میں اسوقت ۱۵۹۸ء تھا اس سنہ سے تیئس ۲۳ سال پہلے ہی فیضی کا انتقال ہو چکا تھا اب یہ امر غور طلب ہے کہ فیضی کا نام ان فرمانوں پر کیسا اور کیوں لکھا گیا اور کوئی دوسرا فیضی تو دربار اکبری میں اس مرتبہ کا تھا ہی نہیں -

میں نے ان امور کی تصدیق انکی قدیم واقع نگاروں سے چاہی واقع نگار کہتے ہیں کہ ہماری بہیوں میں تو یہی درج ہے کہ راجدھانی کیڈ پر نواب موہن خان کے بعد نواب مظفر خان گدی پر بیٹھے اور بہیں سمت ۱۵۹۵ مطابق ۱۵۳۸ء میں دان دیا یعنی انعام نواب مظفر خان کے بعد نواب حامد خاں ہوئے اُنھوں نے سمت ۱۶۲۲ مطابق ۱۵۶۵ء میں انعام دیا - حامد خان کے بعد نواب فتح خاں ہوئے فتح خاں کے بعد مہابت خاں ہوئے - انھوں نے سمت ۱۷۶۰ مطابق ۱۷۰۳ء میں انعام دیا - اور اسی نواب کے زمانہ سمت ۱۸۸۸ مطابق ۱۸۳۱ء میں کیڈ انکے قبضہ سے

نکل گئی۔ انکے خاندان کے لوگ کہتے ہیں کہ اس نواب کا نام داراب خاں تھا اور واقعہ نگاروں کی پوتھیوں میں مہابت خاں درج ہے واقعہ نگار کہتے ہیں کہ اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں ہمیں یہاں پر آکر جھجک گیا اسلئے کہ بغیر آگ کے دہواں نہیں نکلتا جلال خاں کے خاندان کے لوگ ایک زمانہ سے یہ کہتے آرہے ہیں کہ نوابی ہمارے خاندان میں تھی کچھ بات تو ضرور ہے۔

ایسے موقع پر مورخ کے لئے قرائن وقیاس اور روایات معتبرہ سے کام لینا ناجائز نہیں ہے بلکہ جائز وضروری ہے یہ تسلیم ہے کہ راجدہانی کیڈ پر آخر تک نواب مظفر خان کے خاندان ہی کا قبضہ رہا۔

مگر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ نواب جلال خاں کی نسل سے بھی نواب ہوتے آئے قیاس وقرائن اور روایات معتبرہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نواب موہن خاں کو اپنے فرزند جلال خاں سے بڑی محبّت تھی۔ انھوں نے اپنی زندگی میں یا قریب المرگ پیارے فرزند جلال خاں کو نہڑ کا حصّہ دیدیا تھا۔ اور جب یہ ظاہر ہے کہ کیڈ نہڑ کے زیرنگیں تھی اور بڑا حصّہ نواب موہن خاں نے جلال خاں کو دینا پسند کیا اس لئے کہ کیڈ کے تحت چند مواضعات تھے اور حصہ نہڑ کے تحت کثیر مواضعات تھے دوسرے نہڑ کیڈ کا صدر تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ سمت ۱۷۸۸ مطابق سنہ ۱۷۳۱ئہ تک نواب جبر الدین خاں کا خاندان اپنے حصّہ نہڑ پر قابض رہا یہ بھی روایت ہے کہ نواب جلال خاں ونواب مظفر خاں میں بہت ہی محبّت ومیل جول تھا۔ دونوں بھائیوں میں سے کسی کا بھی یہ خیال نہ تھا کہ کس کا رتبہ بڑا ہے مظفر خان سمجھتے تھے کہ جلال خاں مجھسے بڑھکر رتبہ رکھتے ہیں۔ اور جلال خاں کا یہ خیال تھا کہ مظفر خاں مجھ سے ہر طرح سے بڑھکر ہیں بلکہ چار پشت تک ان دونوں خاندانوں کی یہی حالت رہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بھائی اپنے مقبوضات کے کاروبار مل جلکر چلاتے تھے اور جلال خاں خود اور بعد میں اُنکی اولاد کیڈ میں ہی آباد رہی۔ دوسری دلیل میل جول کی یہ کہ اب جلال خاں کے خاندان کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ نواب حمید خان کی شادی نواب مظفر خان کے خاندان میں فتح خان کی دختر سے ہوئی تھی اور نواب حمید خاں کے فرزند نواب اجمیری خان کی شادی نواب فتح خان کی پوتی یعنی مراد خاں کی بیٹی سے ہونا بیان کرتے ہیں یہ اسکی بیّن دلیل ہے کہ نوابی کے وقت نواب

مظفر خاں و نواب جلال خاں کی اولاد میں بحد اتفاق اور میل ملاپ رہا۔ اس زمانہ میں اس قوم قائم خانی میں ایسے قریب کی رشتہ داری کسی جماعت میں بھی نہیں تھی جیسا کہ ان میں ہو گئی۔ اب اسکے برخلاف اس روشن زمانہ میں اُنکی یہ حالت ہے کہ جلال خان کے خاندان کے لوگ تو مظفر خان کے خاندان کے لڑکوں میں اپنی بیٹی بیاہ دیتے ہیں یہاں تک کہ لنگڑے اور لولوں کو بھی بیاہی گئی ہیں۔ مگر مظفر خاں کے خاندان کو اپنی لڑکیاں جلال خاں کے خاندان میں بیاہنے سے انکار ہے اور کہتے ہیں کہ ہم بڑے ہیں اور وہ چھوٹے۔ افسوس ہے ان پر جنکے ایسے خیالات ہیں انصافاً اسوقت نواب جلال خان کے خاندان کے بیشتر افراد وضع قطع طاقت و توانائی دولت و ثروت میں نواب مظفر خان کی اولاد سے ممتاز ہیں۔ البتہ ایک گھرانا نواب مظفر خاں کے خاندان میں ضرور ایسا تھا جو ہر حیثیت سے جیوان گروہ میں نواب مدن خاں المخاطب بہ رستم دل خاں بہادر کے گھرانے کے بعد۔ ہر شخص کی نظر اُسی گھرانے پر پڑتی تھی وہ کون حاجی قمر الدین خاں رسالدار میجر اور اُنکے فرزند علاؤ الدین خان کیپٹن و انکے بھتیجے غلام غوث خاں کیپٹن مگر افسوس ہے کہ اب علاؤ الدین خان کا خاندان گم ہو چکا ہے ان اولوالعزموں کے ذکر اسی تاریخ کے اوراق میں مفصل نظر آئیں گے۔ اب میں پھر اصل کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ جب تک یہ دونوں خاندان حصہ نرہڑ و کیڈ پر قابض رہے اس وقت تک ان میں اتفاق و ہمدردی کا سلسلہ اسی قدر چلا آیا جیسا کہ ان کے بزرگوں کا خاصہ تھا۔ مگر جب کہ زمانہ کی گردش سے ان کے دونوں مقامات اور انکی مقبوضات قبضہ سے نکل گئے تو اُسکے بعد نوابی کا جھگڑا انمیں شروع ہوا۔ ایک خاندان دوسرے خاندان پر برتری چاہتا ہے۔ نواب جلال خان کے خاندان کے لوگ چوند گئے اور اپنے مرتبہ کو بھول گئے اور مبالغہ کے رَو میں پڑکر دوسرے غیر مناسب ذرائع پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی اور وہ ذرائع جو پیدا کئے گئے تھے اس موقعہ پر بیکار ثابت ہوئے۔ بہرحال کچھ بھی ہو یہ مسلمہ امر ہے کہ نواب جلال خاں کا خاندان اپنے حصہ نرہڑ پر سمبت ۱۷۸۸ مطابق ۱۷۳۱ء تک قابض رہا اور نواب مظفر خان کا خاندان کیڈ پر اب نواب جلال خان کے خاندان کو یہ فخر حاصل ہو سکتا ہے

کہ بڑا حصہ نرہڑ ہمارے ہی بزرگوں کے قبضہ میں تھا۔ اور کیڈ بھی اُنہی کے زیر اثر تھی جیسا کہ راجدہانی چھاڑ ودپٹی، ریاست فتح پور کے زیر اثر تھی اور راجدہانی ٹڈواسی ریاست جھنجھنوں کے زیر اثر تھی۔ اسیطرح کیڈ بھی نرہڑ کے زیر اثر تھی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ بتا دیا جاوے کہ نواب موہن خان کے بعد اس خاندان کے نواب کون کون حصہ نرہڑ پر قابض رہے اور کون کون کیڈ پر۔

نواب موہن خاں

حصہ نرہڑ پر قابض	کیڈ پر
نواب جلال خان اُنکے بعد	نواب مظفر خان اُنکے بعد
نواب سلطان خاں انکے بعد	نواب حامد خاں اُنکے بعد
نواب حمید خاں ان کے بعد	نواب فتح خاں انکے بعد
نواب امیری خاں	نواب داراب خان عرف مہابت خاں

جب ریاست جھنجھنوں پر زوال وارد ہوا تو سمت ۱۷۸۷ مطابق سنہ ۱۷۳۰ء میں نرہڑ و کیڈ بھی اس سے نہ بچ سکے نرہڑ پر سادول سنگھ جی کا قبضہ ہوگیا اور کیڈ ٹھاکر گوپال سنگھ جی کے قبضہ میں آئی بہرحال یہ دونوں مقامات اور انکی مقبوضات خاندان جگرام سنگھ جی کے قبضہ میں گئے

اب میرے لئے خطرہ ہے کہ چھاڑ ودپٹی و ٹڈواسی و کیڈ ان تینوں راجدہانیوں کے قابضوں کی اولاد اعتراض کرے گی کہ ہماری راجدہانیاں ان ریاستوں کے زیر اثر نہیں تھیں

نواب زین الدین خاں کے خاندان کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ہماری راجدہانی چھاڑ ودپٹی ریاست فتح پور کے زیر اثر نہیں تھی اور اسکی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ چھاڑ ودپٹی کے مالک نواب امیر خان پر ظالم سنگھ میرٹیہ سمت ۱۷۸۵ مطابق سنہ ۱۷۲۸ء میں چڑھ آیا اور نواب امیر خاں و ظالم سنگھ میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ نواب امیر خان خود اور انکی قوم کے کثیر قائم خانی کام آئے اس واقعہ کے بعد انیس ۱۹ برس تک ریاست فتحپور قائم رہی مگر فتحپور کے حکمرانوں میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ دوسرے یہ کہ نواب امیر خان و ظالم سنگھ کے

لڑائی کے تین برس بعد نواب سردار خاں والئی فتحپور معہ اپنی فوج کے نواب روح اللہ خاں والئی جھنجھنوں کی کمک میں سادول سنگھ و راؤ شیو سنگھ سے لوہاس کے مقام پر مقابلہ جا کیا۔ نواب روح اللہ خاں تو نواب سردار خاں کے ہم پلہ رئیس تھے انکو تو امداد دینی ضروری خیال کیگئی۔ اور جو راجدہانی فتحپور کے زیر اثر بیان کیجاتی ہے اسکی خبر نہ لی۔ اب ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ راجدہانی جھاڑودیٹی فتحپور کے زیر اثر تھی آخر باتسا و بیری کے رؤسا نے ریاست جودھپور کا آسرا لیا اور چند روز اپنی زندگی گذاری۔

مولف! یہ سب سچ ہے اور یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ نواب سردار خاں بہادری میں بے مثل تھے مگر فتحپور کے زوال کا باب دیکھکر ہر ذی فہم جان لیگا اور اعتراف کریگا کہ اسوقت نواب سردار خاں کی کیا حالت تھی وہ اپنی خانہ جنگیوں میں کسقدر پھنسے ہوئے تھے اور ادھر راؤ شیو سنگھ کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس نازک حالت میں انکو اپنا ہی گھر سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ بیان کہ سادول سنگھ و راؤ شیو سنگھ جی کے مقابلے میں نواب سردار خاں لوہاس کے مقام پر نواب روح اللہ خاں کی کمک پر جا پہنچے دراصل یہ کمک نواب روح اللہ خاں کو نہیں دیجا رہی تھی بلکہ نواب سردار خاں کو اپنا بچاؤ مقصود تھا نواب سردار خاں نے یہ جان لیا تھا کہ اب کے نمبر وار ہونیوالا ہے اس لئے وہ اپنی روک تھام کر رہے تھے۔

اور ایسے ہی اعتراضات بڑواسی و کیڈ کے حکمرانوں کی اولاد بھی کریگی ہمارے پاس اسوقت اسکا کوئی کاغذی ثبوت تو نہیں ہے مگر بعض اسباب ایسے ہیں جنسے صاف عیاں ہوتا ہے کہ یہ راجدہانیاں ضرور ان ریاستوں کے زیر اثر تھیں خود بڑواسی کے رئیس نواب امان اللہ خاں اپنی زندگی تک ریاست جھنجھنوں میں عہدہ دیوانی کرتے رہے اور بڑی دلیل تو اسکی یہ ہے کہ آئین اکبری میں جھنجھنوں و فتحپور کا ذکر تو معہ قوم قائمخانی کے موجود ہے اور اسی طرح نرہڑ کا بھی ذکر معہ قوم قائمخانی کے موجود ہے۔ مگر کیڈ و بڑواسی و جھاڑودیٹی کا آئین اکبری میں کوئی ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہے کہ یہ تینوں راجدہانیاں اپنی ہی قوم کی زیر اثر تھیں مگر مذکورہ بالا راجدہانیوں کی قابضوں کی اولاد کا دعویٰ ہے اور استدلال کرتی ہے کہ ہماری راجدہانیاں بالکل ہی ان ریاستوں کے ماتحت نہ تھیں مگر یہ ضرور تھا کہ ہماری راجدہانیوں کے خراج کا روپیہ بڑی ریاستوں کے وساطت سے شاہی خزانہ میں داخل ہوتا تھا کیونکہ اسمیں یہ سہولت اور آسانی تھی کہ بحفاظت روپیہ بادشاہ تک پہونچنے کا اچھا ذریعہ تھا۔ یہ بیان کہ ان راجدہانیوں کا ذکر آئین اکبری میں نہیں ہے تو اس سے یہ صادق نہیں آسکتا کہ یہ راجدہانیاں ان ریاستوں کے ماتحت تھیں آئین اکبری میں انہیں ریاستوں کا ذکر ہے جن کی طرف سے شاہی خزانہ میں روپیہ داخل ہوتا تھا علاوہ

اسکے اور بھی واقعات ایسے ہیں مثلاً چھوٹی چھوٹی راجدھانیوں کا ذکر آئین اکبری میں نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بالفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ایسا ہوتا تھا جیسا کہ انکا بیان ہے تب بھی ایک طرح کی ماتحتی متصور ہے اب بھی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور بس

آٹھواں باب (۸)

سادول سنگھ کے عروج اور نواب روح اللہ خاں کی بربادی کے حالات

کرنل ٹاڈ صاحب[1] نے نواب روح اللہ خاں کی بربادی کی کہانی کو یوں تاریخی جامہ پہنایا ہے کہ۔ جگرام سنگھ اپنے باپ کی گدی اودے پور پر بیٹھا جگرام سنگھ کے چھ بیٹے تھے فرزند کلاں سادول سنگھ دسہرہ کی کسی رسم پر باپ سے تکرار کر کے گھر سے نکل گئے اور روزگار کی تلاش میں پھرتے رہے اس زمانہ میں یہ ملک جس پر اب سادول سنگھ کی اولاد حکمران ہے جھنجھنوں اور فتح پور کے زیر نگین تھا اور جس پر ایک نواب قائم خانی قوم سے حکمران تھا اور اسکو یہ ملک بادشاہ دہلی کی طرف سے عنایت ہوا تھا سادول سنگھ اسی نواب قائم خانی کے پاس آیا اور نواب قائم خانی نے سادول سنگھ کی بڑی خاطرداری کی اور اپنے پاس رکھ لیا رفتہ رفتہ سادول سنگھ کو اپنی ریاست کا منتظم بنا دیا سادول سنگھ کی ترقی کی نسبت دو روایتیں سنی گئی ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ نواب قائم خانی لاولد تھا جس نے سادول سنگھ کو متبنیٰ کر لیا تھا۔

دوسری روایت بر خلاف اسکے یہ ہے کہ جب سادول سنگھ نواب پر حاوی ہو گئے تو انھوں نے اپنے آقا یعنی نواب سے کہا کہ اب آپ ریاست کے معاملات میں دخل نہ دیں آپ کے گذارے کے لئے معقول تعداد میں وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے جس پر آپ بسر کریں اس آخری روایت کی نسبت ٹاڈ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ زیادہ موزوں نہیں پھر اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جب نواب نے اپنی حالت بیکسی پر غور کیا تو چپ چاپ

[1] ٹاڈ نامہ راجستان اردو جلد دوم صفحہ (۱۲ ۵) ۱۲ منہ

جھنجھنوں سے فتح پور چلا گیا جو ایک ضلع اسی ملک میں اسکے رشتہ دار کے قبضے میں تھا۔
والیٔ فتح پور نے نواب کو پناہ دی اور سادول سنگھ سے لڑائی کی ٹھان لی چونکہ سادول سنگھ
کا دوسرا بھائی[۱] مرزا راجہ جے سنگھ جے پور کی فوج کا سپہ سالار تھا پس سادول سنگھ
نے اپنے باپ کو لکھ بھیجا کہ یہ وقت میری مدد کرنے کا ہے میرے بھائی کو فوج دیکر بھیجو
جگرام سنگھ نے اپنے دوسرے بیٹے کو سادول سنگھ کی مدد کرنے کے لیئے لکھا جس پر
اس سپہ سالار نے مرزا راجہ جے سنگھ جے پور سے ملک مقبوضہ کا سالانہ پیشکش دینے کا
عہدو پیمان کر کے فوج کے لیجانے اور لڑانے کا حکم حاصل کر لیا اور فوراً چڑھائی کی
نواب قائم خانی نے بھی مقابلہ کیا لیکن پسپا ہو گیا اس کے بعد سادول سنگھ نے ایک
اور دوسرے علاقے سلطانہ پر قبضہ کر لیا جس پر قائم خانی خاندان سے ایک نواب حکمران تھا
میں نے اس لڑائی کی تفصیل فتح پور کے زوال کے باب میں لکھی ہے جس کا ذکر اس موقع
پر غیر ضروری ہے کہ کرنل ٹاڈ صاحب کے یہ بیان کردہ واقعات جزوی اختلاف کے
بعد متفق علیہ ہیں بنا رتبنیت تو صحیح ہے لیکن یہ سادول سنگھ سے ہنیں بلکہ ان کے بڑے
بیٹے زور آور سنگھ سے متعلق ہے مصنف صولت افغانی نے ان واقعات کی
اس سے بھی زیادہ تفصیل دکھائی ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے سادول سنگھ
اپنے باپ سے جھگڑا کر کے گھر سے نکلے اور نواب جھنجھنوں کے پاس آ گئے ان دونوں
میں پہلے سے ایک رشتہ تھا یعنی نواب اور سادول سنگھ کی شادی نا تھا سر میں ایک
معزز بیکاوت راجپوت کے گھر ہوئی تھی۔ اس سبب سے نواب روح اللہ خاں سادول سنگھ
سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آیا اور اپنی فوج کا سردار بنا دیا سادول سنگھ تقریباً بیس
سال تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے ایک روز دربار کے وقت سادول سنگھ
اور امان اللہ خان دیوان میں ایک معاملے پر بحث چھڑ گئی۔ دوران بحث میں بات چیت
کا سلسلہ بڑھ گیا جب درباریوں نے نواب کو سادول سنگھ کی تقویت کی طرف مائل
پایا تو سب نے سادول سنگھ کی تائید کی جس پر سادول سنگھ نے امان اللہ خاں سے

---

[۱] بھائی سے مراد راؤ شیو سنگ جی کا سلی ہیں ۱۲ منہ

کہا کہ میں اس کا تصفیہ آپکی راجدہانی بڑواسی میں پہنچکر تلوار سے کرونگا۔ نواب امان اللہ خاں نے دانائی اور بہادری سے جواب دیا کیا مضائقہ ہے تلوار کا جواب تلوار ہی ہوگا اسکے بعد امان اللہ خان اُٹھے اور بڑواسی روانہ ہوگئے اتفاقاً راستہ میں نواب کی سواری کو اونٹ چرتے دکھائی دیئے امان اللہ خان نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ انکو بڑواسی لے آئیں۔ نوکروں نے ایسا ہی کیا جب اسکی اطلاع نواب روح اللہ خاں کو ملی تو وہ سخت رنجیدہ ہوئے اور سادول سنگھ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہئے سادول سنگھ نے جواب دیا کہ امان اللہ خان پر سکہ بٹھانے کا یہی مناسب وقت ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں فوج لیکر یلغار کرتا ہوا بڑواسی پہنچوں اگر اس وقت قوت سے کام نہ لیا گیا تو امان اللہ خاں کا حوصلہ بڑھ جائیگا۔ جس سے یقیناً آپ کی ہستی معرض خطر میں پڑ جائے گی اس مشورہ سے نواب کی دلجوئی اور سادول سنگھ کا دلی مدعا حاصل ہوتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ امان اللہ خاں کی وجہ سے ان کی فتوحات کی امیدوں کا دروازہ بند ہے نواب روح اللہ خان اس مشورہ پر کاربند ہوئے۔ اور سادول سنگھ کو لڑائی کی اجازت دیدی۔

۱۱۴۲ھ مطابق سمت ۱۷۸۶ مطابق ۱۷۲۹ء میں سادول سنگھ جھنجھنوں سے مع فوج کے نکلے یہ سُنکر نواب امان اللہ خاں بھی چند جانبازوں کو لیکر تیزی سے آگے بڑھے اور جھنجھنوں سے تھوڑے فاصلہ پر دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی نواب امان اللہ خان لڑتا ہوا سادول سنگھ کے فرزند کلاں زورآور سنگھ کے قریب پہنچکر وار کیا چاہتا تھا کہ سادول سنگھ کے دل میں ہول اٹھا اور للکار کر کہا مان کیا کرتا ہے دیکھتا نہیں زورآور سنگھ تو تیرا بھتیجا ہے بھتیجے پر ہاتھ چلانا جوانمردی نہیں ہے یہ سنتے ہی امان اللہ خاں نے ہاتھ روک لیا اور سادول سنگھ کی طرف رُخ کیا بالآخر دشمنوں کو کاٹتا ہوا شمشیر بکف سادول سنگھ تک جا دھمکا اور جھکر وار کیا چونکہ سادول سنگھ زرہ بکتر زیب تن کئے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کاری ضرب نہ لگی اور وہ بال بال بچ گئے اسکی نسبت ایک دوسری معتبر روایت یہ ہے کہ سادول سنگھ نواب کے ایک خاص ہاتھی پر سوار تھے باوجود اس کے نواب امان اللہ خاں نے اپنے گھوڑے کو ہاتھی کے ہودے تک لپکا کر وار کیا۔ لیکن وہ اسی

زرہ بکتر کے سبب سے کارگر نہ ہوا تب امان اللہ خاں نے کہا کہ ساد ول سنگھ مقدر کا رنگ بدل گیا اب تجھ پر کوشش بے سود ہے چونکہ امان اللہ خان دشمنوں کے نرغہ میں گھر چکے تھے چاہا کہ انکا صفایا کرے تھوڑی دیر تک لڑتے رہے انجام کار دشمنوں کے ہاتھوں اسی جگہ جان بحق تسلیم ہوئے۵۱ خدا کے ہاتھ ہے فتح و ظفر ولے اے امیر ؔ مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔

اس غیور و جوانمرد کی پختہ قبر موضع ڈومرے کی سیوار میں اب تک بطور یادگار باقی ہے پھر مصنف صولت افغانی لکھتے ہیں کہ جب سادول سنگھ میدان کارزار سے جھنجھنوں واپس ہوئے اور نواب روح اللہ خاں سے امان اللہ خاں کا لڑائی میں مارا جانا بیان کیا تو نواب روح اللہ خاں نے کہا کہ آج میرے سیاسی محل کی عمارت بوسیدہ ہوگئی اور وہ یقیناً بہت جلد گر پڑیگی انجام کار اس بہادر کی موت سے نواب کو بہت صدمہ ہوا یہاں تک کہ نواب نے تین روز تک کھانا نہیں کھایا لیکن یہ سب کچھ بعد از وقت تھا نواب امان اللہ خاں کی موت کے دو سال بعد ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۳۱ء سمت ۱۷۸۸ بکرمی میں نواب روح اللہ خان مع زور آور سنگھ کے دہلی گئے اور انکی شثبیت بادشاہ سے منظور کرا کر واپس جھنجھنون ہو گئے یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ جب نواب روح اللہ خان دہلی سے جھنجھنون۵۲ واپس ہو رہے تھے تو سادول سنگھ نے جو انکی عدم موجودگی میں جھنجھنون میں تھے۔ نواب کو راہ میں سلام و پیام بھیجا کہ آپ دہلی ہی میں رہیں وہاں آپ کو ریاست کی طرف سے معقول وظیفہ ملتا رہے گا۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ نواب جھنجھنون میں داخل ہو چکے تھے اور کچھ دنوں کے بعد نواب نے اسی شہر جھنجھنون میں انتقال کیا ہے

---

۵۱ امان اللہ خان کے ساتھ صمند خان اور ایدل خان جو انکے عزیز تھے کام آئے انکے سوا اور بھی بہت سے آدمی مارے گئے ۱۲ منہ

۵۲ جھنجھنوں کی یہ بھی ایک بدقسمتی تھی کہ اس کے رؤسا میں سے نواب شمس خاں ثانی سے لیکر پانچویں پشت روح اللہ خان تک ہر ایک جانشین کا ایک ایک ہی بیٹا ہوتا آیا اور خود نواب روح اللہ خان بے اولاد رہے پادری عمادالدین کا یہ استدلال بھی محتاج غور ہے کہ نواب جھنجھنون نے پہلے انکے مورث اعلیٰ

(بقیہ صفحہ ۹۹ پر)

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا ؛ نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

نواب شمس خاں کے قریب ہی میں سنگ مرمر کی قبور کے علاوہ جو پختہ قبر دکھائی دیتی ہے اس پر عوام کا اتفاق ہے کہ یہی نواب روح اللہ خاں کی قبر ہے ۔

ماڈھن[5] کی آخری لڑائی

اس تاریخ میں یہ ایک عجیب اتفاق پیش آتا ہے کہ ساودل سنگھ کے مقابلے میں لڑائی کا آغاز نواب امان اللہ خاں سے ہوا اور اختتام بھی اسی شیر دل کے پسماندہ کے ہاتھوں ہوتا ہے سچ ہے کہ مردوں کا حسن شجاعت ہے گو جوانمرد مٹیں مگر ان کی جوانمردی کا آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا۔ ایک جوانمرد کا قول ہے کہ جوانمرد اور بہادر کا پتھر کے نیچے دب کر مر جانا بہتر ہے کہ وہ بدنامی اور شرمندگی کی زندگی بسر کرے ۔ نواب امان اللہ خاں اور اسکے بھائی بھتیجوں وغیرہ کے جو واقعات قابل یادگار شہرت ہیں ان سے ظاہر ہے کہ وہ فطری جرأت کے ساتھ لڑے اور اپنا جاہ و جلال واپس لینے کے لئے مضطرب رہے اگرچہ وہ جانتے تھے کہ انکے دشمن کی تائید میں مختلف طاقتور ریاستیں موجود ہیں مشکل ہے کہ قسمت انکا ساتھ دے تاہم انھوں نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ یا تو زندگی قبر کے تختہ پر یا حکومت کے تخت پر ہو کر رہے گی۔ ماڈھن کی آخری دھواں دھار لڑائی انہی بہادروں کی صحیح یادگار ہے جنگے یعنی وقائع نگار بیان کرتے ہیں کہ ماڈھن کی لڑائی سمت ۱۸۲۲ م ۱۷۶۵ع نواب امان اللہ خان سے ۴۲ برس بعد ہوئی یہ مدت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ امان اللہ خاں کی لڑائی سے ۱۰ سال بعد ماڈھن کی لڑائی کا زمانہ ہے لیکن وقائع نگار اسکی تردید یوں کرتے ہیں کہ اس لڑائی میں تو ساودل سنگھ شریک تھے نہ زورآور سنگھ تھے بلکہ نول سنگھ کے مقابلہ میں ہوئی تھی اور انکی پوتیوں میں نواب امان اللہ خاں کے عزیز جنکے نام یہ ہیں اس لڑائی

محمد یوسف کو اپنی ریاست جھنجھنوں سپرد کر دی تھی اس عناد کی وجہ سے ۱۱۳۰ھ میں نواب کے عزیزوں نے محمد یوسف کو قتل کر ڈالا جس سے نواب کو سخت صدمہ پہنچا اور انھوں نے ساودل سنگھ کو اپنی ریاست کا مالک بنا دیا۔

انتساب العماد صفحہ ۶۳ ۔ ۱۲ منہ

[5] ماڈھن ریواڑی سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر جانب گوشہ مغرب مائل بجنوب واقع ہے ۱۲ منہ

ہر کام آئی فوج میں خواہ کچھ بھی ہو ماڈھن پر ایک خونخوار لڑائی کا ہونا متحقق ہے جس کے واقعات یہ ہیں جب نواب امان اللہ خاں مارے گئے تو انکے حقیقی بھائی سعد اللہ خان مع اپنے تمام خاندان کے نواب فرخ نگر بلوچ کے پاس چلے گئے نواب نے ان کو اپنے پاس ٹھہرالیا چند روز کے بعد سعد اللہ خان کے دوستانہ تعلقات راؤ مترسین آہیر سے بھی ہوگئے تھے جس کی راجدھانی گوکل گڈھ یا ریواڑی تھی ایک مدت کے بعد سعد اللہ خاں نے نواب فرخ نگر و راؤ مترسین سے جھنجھنوں پر حملہ کرنے کی غرض سے فوج لی اور اسکے سرکردہ خود سعد اللہ خاں بنے اور جھنجھنوں کی طرف روانہ ہوئے سعد اللہ خاں کی اس حملہ آور فوج کی نقل و حرکت کی کیفیت جھنجھنوں میں بھی پہنچی یہ سنکر نول سنگھ چونک اٹھے اور مقابلہ کی تیاری شروع کی اور ساتھ ہی یہ کارروائی بھی کی مہاراجہ جواہر مل بھرت پور سے کمک کے لئے فوج طلب کی اس زمانے میں مہاراجہ بھرت پور کی فوج بڑی جرار و کرار تھی مہاراجہ نے نول سنگھ کی کمک میں فوج بھیجی اُدھر نول سنگھ نے جے پور سے راؤ مترسین کو لکھوایا کہ تمکو فوراً اپنی فوج واپس کرلینا چاہیئے اگر ایسا نہ کیا تو یاد رکھو کہ یہاں سے کافی فوج بھیجکر تمہاری سرکوبی کیجائیگی اور وہ تمکو اور تمہاری راجدھانی کو تحس نحس کردیگی جے پور کی طرف سے یہ محض ایک دھمکی تھی لیکن راؤ مترسین اس خطرے سے کانپ گیا اور اپنی فوج کے واپس ہونے کے لئے حکم روانہ کردیا یہ حکم اس وقت پہنچا جب کہ نول سنگھ مع فوج کے تقریباً اسی میل طے کرکے ماڈھن کے قریب پہنچ گئے تھے اور معرکہ شروع ہونیوالا ہی تھا کہ مترسین کی فوج کو فوراً ہی واپس ہوجانیکا حکم پہنچا اس حکم کی بنا پر مترسین کی فوج بغیر کسی لڑائی کے ریواڑی واپس ہوگئی۔ اب سردار سعد اللہ خاں کی ماتحتی میں نواب فرخ نگر کی تھوڑی سی فوج رہگئی تھی ساندرین حالت بکے ارادے میں جنبش نہ آئی انھوں نے استقلال سے نول سنگھ کا مقابلہ کیا اور دست بدست لڑائی ہونے لگی صبح سے شام تک خوں ریز لڑائی رہی طرفین کے کثیر آدمی کام آئے انجام کار خود سعد اللہ خان[۵] اور انکے نامی قوت باز و نتھو خان

[۵] سعد اللہ خاں و نتھو خاں نواب امان اللہ خان کے حقیقی بھائی تھے عبد اللہ خاں سعد اللہ خاں کے بیٹے تھے۔ اعتبار خاں و فتح خاں مداری خاں کے بیٹے اور نواب امان اللہ خان کے بھتیجے ہوتے تھے سصری خاں بھی آدم خان کے بیٹے

(بقیہ بر صفحہ ۱۰۱)

وعبداللہ خاں وصالت خاں واعتبار خاں وفتح خاں ومصری خاں دشاہجو خاں عرف چھاجو خاں ورشید خاں وسہام الدین خاں لعل خان وعیوض خان میداں کارزار میں کام آئے جس سے نول سنگھ کو فتح حاصل ہوئی فرخ نگر کی فوج کے سوا قریبا سوا لیمان جان نثار ہوئے اگرچہ نول سنگھ کو اس فتح یابی سے خوشی حاصل ہوئی تاہم نول سنگھ اپنی جوانمردی کی یہ دلیل چھوڑ گئے کہ وہ اپنے شکست خوردہ دشمنوں کے کمسن بچوں اور بیواؤں کے ساتھ اس طرح سخی بنے کہ ان کو اپنے پاس طلب کر لیا اور تسلی دینے کے بعد انکی گذر اوقات کیلئے دو دیہات بامنواس و جہانجوت دیئے اس لئے کہ ان جان بازوں کے پسماندوں کی اشک شوئی ہوا اور سعد اللہ خاں کے خاندان کے لوگ ان دونوں گاؤں میں آباد ہو جائیں راحت خاں جو عبداللہ خاں کے بیٹے اور سعد اللہ خان کے پوتے تھے اس پر رضامند نہ ہوئے انھوں نے کہا کہ میری گذر اوقات اس میں نہیں ہو سکتی اور بامنواس کا چوتھائی حصہ میرے لئے ناکافی ہے دوسرے یہ کہ میرے والد بھی جنگ میں کام آئے ہیں چونکہ راحت خاں کمسن تھے اس لئے نول سنگھ نے انہیں موضع ڈھاڈوت جو بامنواس سے تین کوس کے فاصلے پر گوشہ جنوب و مشرق میں واقع ہے دے دیا اسکے علاوہ بامنواس کا چوتھا حصہ بھی قائم رکھا راحت خاں نے ڈھاڈوت میں اپنی رہائش کر لی اور اپنے ایک عزیز کو جنکا نام دولتخان تھا نیز دولت خاں کا سلسلہ پانچویں پشت میں نواب حمید خاں سے ملتا تھا مینڈپور سے طلب کیا کیونکہ دولت خاں زمانہ کے ہاتھوں پریشان ہو رہے تھے اور انکے جماؤ کی کوئی

(بقیہ صفحہ ۱۰۰)

اور نواب امان اللہ خان کے بھتیجے تھے عیوض خاں سعد اللہ خاں کے چچا تھے ۱۲ منہ

۵۲ کہتے ہیں کہ پہلے اس گاؤں میں برہمن بستے تھے اسی وجہ سے اس گاؤں کا نام بامنواس ہے ۱۲ منہ

۵۳۔ جہانجوت کے سرداروں کے پاس ہر خوشی و غمی کے موقع پر جو چٹھیاں بھیجی جاتی ہیں ان میں سے ایک چٹھی باجی چانپاوت جی صاحب کے انتقال کے موقع پر جو بھیجی گئی ہے اسکی نقل ذیل میں درج کیجاتی ہے:۔

جہانجوت　　　　　　سری رام جی

سدھ سری راجیسری محبوب خان جی سانگو خان جی بھاؤ خاں جی سبجو خان جی۔ جوگ لکھتم مکند مختاری کھیتڑی کتے جے رگناتھ جی کی بنچیو اپر بخ بگت ایسی ہوئی کہ ماجی چانپاوت جی صاحبہ سرگ باش ہو گیا۔ پرتھم جیٹھ سدی ۱۳ رشکروار ایکادسو ۹۶

(بقیہ صفحہ ۱۰۲)

صورت نہ تھی اس لئے بامنواس کا چوتھا حصہ انکے سپرد کیا اس وقت دولت خان کا خاندان بامنواس میں موجود ہے جبکہ راجہ سادول سنگھ جی کے بیٹوں میں ملک کی تقسیم ہوئی تو کسی وجہ سے ڈھاڈوت رحمت خاں کے قبضے میں سے لے لیا گیا اور اسکے معاوضہ میں نزہٹر کے تحت ایک ہزار بیگہ زمین اور بگڑ کے حدود میں بھی اسی قدر و نیز بامنواس کی سیوا ریں کچھ زمین عطا ہوئی اور اس طریقے سے ڈھاڈوت کا پورا معاوضہ راحت خان کو مل گیا۔ انکے انتقال کے بعد انکے بیٹے سہام الدین خان ریاست کھیتڑی میں اپنے باپ کی جگہ مامور ہوئے سمت ۱۸۹۹ مطابق ۱۸۴۳ء میں جب اوائل عمر راجہ فتح سنگھ جی بہادر والی کھیتڑی بزمانہ ماجی راناوت جی صاحبہ انقلاب ہوا تو اس وقت سہام الدین خان کے قبضے سے وہ ہر سہ اراضی نکل گئیں اور اس عرصے میں سہام الدین خاں کا بھی انتقال ہو گیا اس کے بعد انکے بیٹے نھو خاں نے اپنے باپ کی جگہ ملازمت اختیار کی سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۶ء میں دانتل کے تنور راجپوتوں نے بغاوت کی جسکے انسداد کے لیئے ریاست کی طرف سے فوج کشی ہوئی اس ہنگامہ میں نھو خاں زخمی ہوئے جس پر راجہ فتح سنگھ بہادر کی توجہ انکے قدیم حقوق کی نسبت دلائی گئی گذشتہ واقعات بھی ظاہر کئے گئے اور مقبوضہ اراضیات کی واپسی کے لئے سفارش کی گئی لیکن اس پر یہ حکم ہوا کہ فی الحال بامنواس کے حدود میں جو زمین پہلے ان کے قبضہ میں تھی وہ دیدی جائے باقی زمینوں کے لئے وعدہ تو کیا گیا لیکن زمانہ کی گردش نے پورا نہ ہونے دیا اور یہ مرحمت شدہ زمین ابتک ان کے خاندان میں چلی آتی ہے اسکے علاوہ اب بھی اتنی رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ انہیں راج کی طرف سے خوشی و غمی کے مواقع پر ریاست کھیتڑی کی طرف سے جس طرح اپنی برادری کو خطاب کیا جاتا ہے اسی طرح ان کو بھی رقعہ[۵۱] لکھا جاتا ہے یہ کیوں کہ سعد اللہ خاں کا خاندان

(بقیہ صفحہ)

سودی ۱۴ار سینچر دوا دسوجہ متی برہم جیٹھ شدی ۵ سمت ۱۹۶ ۱۲ سنہ

[۵۱] اب میں ذیل میں ایک چھٹی کی نقل کرتا ہوں جبکہ راجہ امر سنگھ جی بہادر والی کھیتڑی کا انتقال ۶ مئی ۱۹۲۷ء کو ہوا اور راجہ سردار سنگھ بہادر کو راج تلک ہوا اس موقع کی چھٹی درج کیجاتی ہے:۔

بامنواس سری رام جی (البقیہ صفحہ ۱۰۳ پر)

مطیع ہونیکے بعد بھی راج گھیتڑی کی خیر خواہی میں ہمہ تن مصروف رہا سمت ۱۸۶۰ بکرمی میں جبکہ گورنمنٹ انگلشیہ کا مرہٹوں سے مقام چمبل ندی پر جنگ ہوا تو اس میں گورنمنٹ کا ہاتھ بٹانیکے لئے راج گھیتڑی کی فوج بھی شامل تھی جو بہادری کے ساتھ لڑی اور بہت سے فوج کے سپاہی اور افسر مارے گئے اسوقت سعد اللہ خاں کے بیٹے منزوا خاں بھی اس فوج میں شامل تھے نہایت بہادری کے ساتھ لڑے اور راج پر اپنی جان قربان کردی اور اس خاندان کے لوگوں کو ایسے موقعے بہت درپیش آئے ہیں۔ بعدازاں جوں جوں زمانہ گزرتا گیا واقعات دھندلے پڑتے گئے۔ اور ان مراعات کا سلسلہ ٹوٹ گیا ؎

جس سر پے غرور راج ہے یاں تاجوری کا	کل اس پے یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت	اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

دنیا نہایت عبرت کا مقام ہے خدا کی زمین پر کسی کو اجارہ استمراری کا حق حاصل نہیں۔ جسے چاہتا ہے اُسے دیتا ہے۔

تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ ط

نواں باب (۹)

زوال کے بعد شیخاواٹی راجپوتانے سے قائم خانیوں کے حیدرآباد دکن پہنچنے اور نام آوری پیدا کرنیکے حالات

ذکر نواب اعظم خاں قائمخانی

اس نواب کا خاندان گم ہوچکا اور اسکے تارک الوطنی کے واقعات پردہ خفا میں ہیں یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲)

جی سد سری راجیسری محبوب خان جی و رحم علی خان جی و وارث خان جی جوگ لکھت محکمہ مختاری کھیتڑی کین جے رگناتھ کی بنچیو اپرنچ بگت ایسی ہوئی کہ راجہ جی سری امر سنگہ جی بہادر کو سرگ واس ہوگیو متی بیساکھ سدی ۱۵ اسو موار ایکادشی جیٹھ سدی ایکے منگلوار ودادسہ چہ متی بیساکھ سدی نومی سمت ۱۹۸۳ء کا ۱۲

(یہ چٹھی اس مقام پر درج کرتا ہوں) بقلم لیاقت حسین خان

نواب راجپوتانے شیخاواٹی سے حیدرآباد پہنچے اور اپنی ذاتی قابلیت و بہادری سے دوہزار جمعیت کے سپہ سالار ہوئے اور بادشاہ نظام علی خاں بہادر کے بھائی امیر الممالک آصف الدولہ نواب سید محمد خاں صلابت جنگ کے ہمرکاب خصوصیت سے رہا کرتے تھے اور دھونی کے معرکوں میں مارے گئے اور ایک بیٹا غلام محی الدین خاں فاترالعقل چھوڑا اور وہ بہ سبب فاترالعقل ہونیکے آبائی جمعیت و سپہ سالاری کی خدمت سے محروم رہا۔ اس لئے اعظم خاں کی جگہ انکے ہمشیرہ زادے سعد اللہ خان احمدان شہاب خانی کو (جو محراب خاں کے بیٹے تھے) سرکار سے کل جائداد ملی۔

پادشاہ نظام علی خاں کی نواب سعد اللہ خاں پر بہت عنایت تھی یہ بھی بادشاہ نظام علیخاں کے ہمراہ ادھونی کی لڑائیوں اور دیگر معرکہ آرائیوں میں شریک رہا کرتے تھے سعد اللہ خاں کا بیٹا منور خاں باپ کی زندگی میں مرچکا تھا نواب سعد اللہ خاں کی ڈیوڑھی۔ وودہ باؤلی کے دروازے سے جانب مشرق ملٹر کی تعلیم کے قریب تھی سعد اللہ خاں لاولد مرے انکے مرنے کے بعد انکا بھانجا لعل خان جانشین ہوا لعل خاں کے بعد انکا بیٹا حسن محی الدین خاں مامور ہوا یہ حسن محی الدین خاں لاؤبالی زندگی بسر کرتے ہوئے مرگیا اور مرتے وقت پورن مل ساہوکار کا ایک لاکھ روپیہ قرضہ چھوڑا۔ تاریخ شان حیدری[1] میں لعل خان و اسد اللہ خاں کا ذکر حسب ذیل ہے۔

لعل خاں و اسد اللہ خاں سرخیل قائمخانی چہارصد جانباز ہمراہ داشتند دروازہ ہا قائم کردہ بدفع حملات سپاہ منصور مستعد گردیدند چوں ازہر دوجانب کوشش اعداقریب بظہور میر سید ناظم حیدرآباد برایں معنی وقوف یافتہ آب و خوریز خود ناگوار دانست و از دلیغاراں شیر بیشہ شجاعت و دلاوری و محاصرہ ادھونی ہوس و حواس خود در باختہ کاربیداز پیوند ازیں معنی آگاہ ساختہ ہر دو دریں باب مشاورت کردند وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری کاغذات میں سعد اللہ خاں کا نام اسد اللہ خان تھا نواب محمد خاں کے تاریخی حالات کے پڑھنے سے واضح ہوگا کہ جس زمانہ میں محمد خاں حیدرآباد پہنچے اس خاندان پر تباہی آچکی

[1] صفحہ ۳۰۴ تاریخ شان حیدری ۱۲ منہ

تھی اور نواب محمد خان کو پہلے پہل اسی خاندان کے سلسلہ میں ملازمت ملی تھی اور یہی انکی آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ تھا۔

محمد وزیر خان جو احمدان گروہ قائم خانی سے تھے ریاست فتح پور پر زوال ہونیکے بعد شیخاواٹی سے حیدرآباد دکن کو روانہ ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ شہریار دکن نظام علیخاں آصف جاہ ثانی سنہ ۱۱۷۶ و ۱۱۷۷ھ میں مرہٹوں سے نبرد آزما تھے اور انکو اس وقت بہادروں اور جوانمردوں کی ضرورت تھی محمد وزیر خاں بھی شہریار دکن کی فوج میں بھرتی ہو گئے اور اکثر معرکہ آرائیوں میں دلیرانہ حصہ لیا رفتہ رفتہ ایک فوج کے سردار ہو گئے اور لوازم سرداری یعنی ہاتھی، میانہ، پالکی وغیرہ سے سرفراز ہوئے اس نیک نہاد سپہ سالار کے خاندان میں نواب شیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر بڑے پایہ کے سردار ہو گذرے ہیں جنکے سوانح حیات اسی آخری سلسلہ میں مذکور ہونگے۔ نواب صالح محمد خان[1] یہ بھی ایک فوج کے سپہ سالار تھے لوازم سپہ سالاری فوج ہاتھی میانہ پالکی وغیرہ کے سوا سرکار سے ایک لاکھ پچاس ہزار کی جاگیر بھی مرحمت ہوئی تھی۔ انکی نسبت مؤلف تاریخ[2] گلزار آصفیہ حسب ذیل رقمطراز ہے "صالح محمد خان قائمخانی از جمعداران نامور سرکار ہموارہ برائے تنبیہ مفسدان و متمردان تعلقات سرکار مامور گشتہ با سواران و پیادہ ہائے ہمراہی خود از جمعیت قلیل کارہائے فراواں بظہور آورد کہ تا حال مشہور آفاق است باینہمہ متقی عبادت گذار ہموارہ بخیر و خیرات مصروف فرزندش غلام محمد خان نیز بسیار لائق در پنولا بدربارداری مشغول و معمورات خانگی بذاتہ مامور است۔" سرداران مراد خان و بایزید خاں کے تہورانہ کارناموں کی تصدیق تاریخ مذکورہ بالا سے ہوتی ہے یہ دونوں مورد عنایت خسروانہ تھے اور نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ کی ان پر بڑی مہربانی تھی یہ بوہان گروہ قائمخانی سے تھے انکے بزرگوار راجپوتانہ علاقہ جھنجھنوں سے حیدرآباد پہنچے تھے مورخ[3] گلزار آصفیہ نے انکی زندگی کی تصویر یوں کھینچی ہے "سردار خان جمعدار ولد مراد خان برادر بایزید خاں اما مراد خاں و بایزید خاں ہر دو برادر از قدما دولت اند و ہموارہ ہمراہ مہاراجہ بہادر راجہ چندو لعل کارہائے

(۱) یہ نواب احمدان ہاتھی خانی تھے (۲) صفحہ ۶۷۶-۴ (۳) سنہ صفحہ ۶۷۷-۴-۱۲ منہ

نمایاں بظہور آوردہ مورد تحسین و آفرین شاہانہ و مصدر عنایات خسروانہ از پیشگاہ بندگان عالی حضرت غفران مآب و اعظم الامرا ارسطو جاہ مدار المہام گشتہ بنام نیک نام آور شدند خصوصاً بالائے قلعہ بادامی جنگ ہائے صعب کردہ بر سر مفسدان سرکار با سم باجمعیت قلیل کار رستمانہ نمودہ از کہیں و مہین زبان صفت و ثنا کشادند و ہموارہ در جمعداران سرکار عزیز فرمودہ مشہور روزگار شدند و درکارہائے حسنات و سلوک با مردم بجا.... و اہل کمال سر مو قصور نہ کردہ بسیار ہا را بچشم توجہ خوشحال نمودند بعد رحلت مراد خاں جمعدار سردار خاں جمعدار بجمعداری و جمعیت موروثی سرافراز شدہ ہموارہ حاضر دربار جہاں مدار است بسیار آدم معقول صاحب مروت و اخلاق و رفیق پرور نجیب دان صاحب سلوک بجمیع صفات سرداری مشہور تر بشجاعت ذاتی معروف اما بایزید خان جمعدار بجمعیت ہمراہی خود در فدویت و جان نثاری سرکار مع پسران خویش محمد عمر خاں و محمد غوث خاں حاضر و سرگرم خدمتگزاری سرکار اند و ہمہ لائق و با اخلاق۔"

گو سرداران فوجدار خان[سلہ] و نامدار خان کا خاندان خلط ملط ہو چکا ہے اور طالعمند خاں کا خاندان گم ہو چکا ہے لیکن انکی جوانمردی کے واقعات روز روشن کی طرح عیاں ہیں یہ بھی اکثر سنگین معرکوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ خاصکر نامدار[سلہ] خاں کو میر عالم اور امیر الامرا منیر الملک بہادر کی ہمرکابی کا خاص اعزاز حاصل تھا فوجدار خاں و طالعمند خان کے والد کا نام خواجہ خاں تھا اور یہ ملک راجپوتانہ سے حیدر آباد پہنچے تھے انکی نسبت مورخ گلزار آصفیہ لکھتے ہیں کہ فوجدار خاں و طالعمند خاں ولد خواجہ خان قائم خانی کہ او از قدیم بہمراہی میر عالم بہادر کارہائے نمایاں و خدمات شائستہ بجا آوردہ ودیعت حیات نمود بسیار انسان باسلوک و رفیق پرور بودہ بعد رحلتش ہر دو برادر مذکور در عالم شیر خوارگی بدر ماہہ ذات و جمعیت سرفراز شدہ بسعی و کوشش خالوی خود یعنی ماموئے خود محمد نامدار خاں بہادر جمعدار نشو و نما یافتہ مالک کار و بار حاضر دربار جہاں مدار گردیدند و در تمام برادری خویش مشہور تر شدند در نبرد الابجوئیہائے بسیار و شجاعت ذاتی معروف و در ہر مقدمہ

[سلہ] فوجدار خاں و طالعمند خاں دلاور خانی تھے ۱۲ [سلہ] نامدار خاں بھی دلاور خانی گروہ سے تھے ۱۲ منہ

مشکل کہ خواہ بزمے یا رزمے بہمیں ہر دو برادر حکم میشود بآں راستی و درستی انتظام میدہند کہ زیادہ ازاں متصور نیست سلوک با برادران و آشنایان واہل کمال بخیا شناس نستعلیق مزاج ظاہرا جمعداری و باطناً امیری دارند محمد نامدار خان بہادر جمعدار در ابتدائی حال بہمراہی میر عالم و بعد رحلتش ملتزم رکاب امیر الامرا امیر الملک بہادر بودہ نام آور گردید عجب خوش مزاج سادہ وضع لاؤبالی طبیعت سخی عیاش مزاج با جمعیت ہمراہی خویش بعد انتقال بہادر موصوف بکمال آرزو رفیق مہاراجہ بہادر گشتہ اوقات عزیز بخوبی تمام گذرانیدہ ودیعت حیات نمود و پسر داشت یکے محمود خاں کہ در رفاقت راجہ دھراج حاضر بسیار باخلاق و عابد قرآن خواں دیگر غلام حسین خاں او در عالم ابتدائی سن تمیز ہموارہ ہمراہ فوجدار خان جمعدار حاضر دربار جہامدار بودہ چون بسن رشد رسید بذاتہ مع سواران خود سرگرم جان نثاری سرکار و تمدار است بسیار شجیع سخاوت شعار صاحب مروت خوش مزاج رنگین طبیعت مجمع خوبی شہواز محدثات نامدار خاں مکان عمدہ و مسجد نو احداث نمود در محلۂ جلال کوچہ کہ خود ہم دراں جا مدفون است۔

قمر الدین[۵] خاں قیام خانی بھی ایک فوج کے سردار تھے اس بہادر سردار نے کئی لڑائیاں لڑیں انکو ایک ہیرا جو وزن میں چھ تولہ و پانچ ماشہ تھا کسی معرکہ میں ملا تھا جسکو خلوص نیت سے اپنے تاجدار دکن کے ملاحظہ میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی اور تاریخ گلزار آصفیہ پتہ دیتی ہے "کہ محمد قمر الدین خاں تعلقدار نلگنڈہ کہ با پنجاہ سواران ہمراہی خود ہموارہ کارہائے نمایاں کردہ زمینداران شورہ پشت را بارہا داخل سرکار نمود و الماس بوزن شش تولہ پنج ماشہ از تعلقہ چنپول آوردچنانچہ ذکر آں خواہد آمد در قوم افغانان قائم خانی نامور تر ست باایں ہمہ بسیار خوش خلق با مروت و آدمیت و رفیق پرور بصفات لائقہ موصوف و پسران او محمد عثمان خان وغیرہ نیز طابق النعل و قدم بقدم والد خویش درباب رفیق پروری و مروت وغیرہ مشہور تر اند خاں مذکور را با عاصی محبت قدیمانہ است"

---

[۵] یہ احمدان اسد خانی سے تھے انکی ڈیوڑھی محلہ کھوکرواڑی میں موجود ہے ۱۲ منہ

ذکر نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ بہادر

محمد خاں شیخاواٹی راجپوتانہ میں پیدا ہوئے انکے والد کا نام محمد نیاز[۱] خاں تھا۔ محمد خاں[۲] کے لڑکپن کا زمانہ شیخاواٹی کے ایک قریہ دھنوری کے ٹیلوں کی بالوں میں کبھی کھیل کود میں اور کبھی طفلانہ کام کی دوا دوش میں گذرا جب یہ سن شعور کے زینہ پر قدم زن ہوئے تو معیشت کے دروازہ کو کھٹکھٹایا اور ریاست کھیتڑی میں اپنے باپ کی جگہ مامور ہوکر نوکری کرنے لگے کھیتڑی کی طرف سے انکو کچھ زمین بھی بطور انعام یا بصلہ ملازمت حاصل تھی محمد خاں کچھ دنوں کھیتڑی کی ملازمت میں سرگرم رہے۔ اگرچہ اس ملازمت کی آمدنی ان کے قیام وطن اور گذر اوقات کے لئے کافی تھی۔ چونکہ ان کا ستارہ ترقی پر تھا اور عنقریب انکو اعلیٰ اور بڑی خدمت پر جلوہ افروز ہونیکی بشارت دے رہا تھا جسکی وجہ سے قیام وطن اور سلسلہ ملازمت کو قطع کرکے وہ ترقی کی تدبیریں سوچ رہے تھے اور اس تاریخی اصول پر کاربند ہونا چاہتے تھے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرسکتا ہے اور اس کچھ نہ کچھ کا نتیجہ اور مجموعہ بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ محمد خاں نے تھوڑے دنوں کے بعد اس اصول پر اعتقاد جما لیا اور اس کی پیروی میں وطن کو چھوڑ کر حیدرآباد دکن کی راہ لی وطن سے نکلتے وقت سوداگری کے خیال سے دو چار گھوڑے بھی خرید لئے تھے یہاں پہنچکر گھوڑوں کو فروخت کیا اور پھر پانچ سال تک مختلف انتخابات سے تجارت کرتے رہے اسکے بعد ریاست ناگپور میں جاکر مہاراجہ کے ملازم ہوگئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ناگپور کی ملازمت سے بھی مستعفی ہوگئے اور وہاں سے حیدرآباد

---

[۱] محمد نیاز خاں بھی اپنی قوم میں سربرآوردہ شخص تھے انکی عمر کا معتدبہ حصہ ریاست کھیتڑی کی ملازمت میں گذرنا ثابت ہوا ہے راجہ ابھے سنگھ بہادر والی کھیتڑی نے محمد نیاز خاں کو دوہزار بیگہ زمین بصلہ ملازمت عطا کی تھی جو محمد خان کے بڑے بھائی حیات خاں کے خاندان میں کسیقدر رد و بدل کے ساتھ چلی آتی ہے اور یہ زمین جانب جنوب دھنوری واقع ہے محمد نیاز خان کے دو ہی فرزند تھے۔ بڑے حیات خاں چھوٹے محمد خاں۔ محمد نیاز خاں نے عمر طویل پائی اور انکی قبر پختہ دھنوری سے تھوڑے فاصلہ پر جنوب میں واقع ہے ۱۲ منہ

[۲] یہ نواب ذاب خانی گروہ سے تھے ۱۲ منہ

روانہ ہوئے یہی وہ زمانہ تھا کہ جس میں نواب سعد اللہ خاں قائم خانی کے خاندان پر زوال آچکا تھا۔
انکی جمعیت غیروں میں تقسیم ہو رہی تھی محمد خاں بھی اسکے دعویدار ہو گئے اور سرکار کو باور کرایا کہ
قائم خانی کا وارث قائم خانی ہی ہو سکتا ہے اس لئے میں سب سے زیادہ مستحق وراثت ہوں
اس زمانہ میں پورن مل سیٹھ[٥١] مہاراجہ چندو لعل کے پیش پیش تھے اور وہ وطن ہی
سے قائم خانیوں کے من و عن حالات سے واقف تھے محمد خاں کی اس کارروائی میں
وسیلہ بنگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ١٢٣٨ھ میں بشرط پرورش پسماندگاں نواب سعد اللہ خاں مرحوم
محمد خاں عہدہ جمعداری پر مامور ہوئے اوراس عہدہ جمعداری کے لوازمہ میں جمعیت پچیس ٢٥
راس اسپ پالکی یک نقارہ شتر یک زنجیر فیل یک تنخواہ جمعیت دو ہزار سات سو نود اور
تنخواہ ذات تین سو روپے مقرر ہوئی۔ اس ترقی سے محمد خاں کا وہ اعتقاد درجہ یقین
کو پہنچ چکا تھا کہ انسان کچھ کر سکتا ہے اور اس کچھ سے بہت کچھ ہو سکتا ہے اس سبب سے
وہ رات دن ملازمت سرکار میں مستعدی اور دیانت سے سرگرم رہنے لگے اور رفتہ رفتہ
ترقیوں سے سرفراز اور مالامال ہوتے گئے جن کی تفصیلات بقید سال حسب ذیل ہیں
١٢٤٥ھ میں (٤٧) راس اسپ مع تنخواہ ماہانہ دو ہزار دو سو پچہتر ٢٧٥ اور ١٢٥٢ھ میں ایک سو
سترہ ١١٧ جمعیت سواراں دو منزل پالکی ایک منزل میانہ چار زنجیر فیل سے سرفراز ہوئے جسکی
ماہانہ تنخواہ چھ ہزار تین سو روپے تھی ١٢٥٣ھ میں جمعیت سواراں دو سو اسی و جمعیت پیدل چوبیس
نفر و پالکی سہ منزل و دو منزل میانہ و زنجیر فیل چار و شتر نقارہ یک ماہانہ تنخواہ میں جاگیر
پندرہ ہزار تین سو چھپن روپے عطا ہوئی بالآخر ١٢٥٦ھ تک جمعیت سواران ساڑھے سات سو
جمعیت عرب یکصد جمعیت پیدل راٹھور پچیس ٢٥ نفر گیارہ منزل پالکی گیارہ زنجیر فیل یعنی ہاتھی نوبت
و گڑیال معہ نقارچیان و عماری یک معہ لوازمہ آفتاب گیری و علم و بھالہ برداران و چھتر ینیدہ
وغیرہ و دو شتر نقارہ و چار ضرب اتواب مع توپچیاں اڑتالیس نرگاواں برائے توپ
کشی و جاگیر براٹ برائے تنخواہ افواج سالانہ چھ لاکھ اور خطاب اعزازی ١٢٥٦ھ میں
نواب دلاور نواز جنگ بہادر سے سرفراز ہوئے تفصیل جاگیرات پرگنہ چنچولی پرگنہ

[٥١] یہ سیٹھ لچھمن گڑھ علاقہ راجپوتانہ شیخا واٹی کے رہنے والے تھے ١٢ منہ

کوئل کنڈہ، پرگنہ ڈمیڈہ پرگنہ نل رگ وتھوگاؤں و پرگنہ مکھل۔ اس جاگیر تنخواہ افواج کے سوائے ذات جاگیر بلحاظ اعزاز و منصب پرگنہ ششٹی ایک لاکھ اور برائے نوبت جاگیر پرگنہ جنچور رُد سٹرم بارہ ہزار اور تنخواہ ذات ماہانہ دو ہزار تین سو پچیس ۲۳۲۵ روپے مقرر ہوئی اس زمانہ میں سرفرازی جاگیرات مراتب و مناصب کے مواقع پر سرکار میں نذرانہ داخل کرنیکا بھی دستور تھا نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ بہادر نے جن تاریخوں میں سرکار میں نذرانہ داخل کیا تھا ان رسیدوں میں سے چند کے نقول درج کیجاتی ہیں۔

۱۲۰۴ھ
سراج الملک

یادداشت

آنکہ مبلغ ہفتاد و ہفت ہزار پانصد و شش روپیہ کہ نصف آں سی و ہشت ہزار ہفت صد و پنجاہ و سہ روپیہ باشد از محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ منجملہ باید داد وکان پستن جی و بکاجی ساہو تفصیل ذیل باستصواب رائے سوباجی پنڈت داخل سرکار گردیدہ شد کہ مبلغ مذکور از سرکار زیر بساہو مزبور خواہد رسید۔

مبلغ ہفتاد و ہفت ہزار پانصد و شش روپیہ بساہو
مذکور رسانیدہ شد کہ در حوالہ رسید و بعد رسیدات
سرکار واپس کردہ خواہد شد
معتمد

تفصیل نذرانہ داخل سرکار

سے لک

للعہ

اعہ
۱۰

دفعہ
سہہ لک عہ

دفعہ
لعہ

دفعہ
لعہ

دفعہ
مالہ لعہ

لعہ
۲

لعہ
۸

دفعہ سعہ رائے راجیسر رائے
ہزار

ازیں سوای شصت وپنجہزار روپیہ وصول پرگنہ پنجولی وپرگنہ
مکتقل در سنہ ۱۲۶۳ فصلی با بآن مودل کہ سرشکن آن از سعدیجا
کھوکر و شجاعت خاں قائمخانی بدرہاند وازیں سوائے دولاکھ روپیہ
محکمہ سلحداری برآید

۵ شجاعت خان نواب محمد خاں کے
سالے اور نیاز و خاں سعید خانی کے بیٹے تھے ۱۲ منہ

حکم شد

کہ محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ مبلغ نود سہ ہزار ہفتصد وچہل وپنج روپیہ دوانہ
رقم ششماہی منجملہ تنخواہ ذات وسواران ہمراہی الیشان سنہ ۱۲۵۹ فصلی درعوض پرگنہ دہندہ

وغیرہ محالات سرکار زمالہ وغیرہ صوبہ برار داخل سرکار نمایند۔

تحریر فی التاریخ ۳ ۱۲۶۶ھ

دولتمدار — خاص — حضور پرنور

مبلغ یک لکھ سی ہزار روپیہ کہ نصف آں ہفت دہ ہزار روپیہ باشد

حسب الحکم امام سرور علی مرسلہ محمد خاں بہادر دلاور نواز جنگ در سنہ ۱۲۵۹ فصلی معرفت راجہ رام بخش بہادر مع غلام علی چوبدار اہتمام بردہ اعتماد نواز خاں داخل خزانہ سرکار گردید۔

بموجب حکم دہند بدستخط صاد۔

مہر

راجہ شیو پرشاد بہادر آصف جاہ فدوی

وصول طلب

ششماہی تنخواہ ذات و سواران ہمراہی ← منجملہ آمدنی پرگنہ کو ملکنڈہ وغیرہ علاقہ

خود علاقہ دفتر راجہ رائے رایان بہادر — راجہ رام پرشاد بہادر

وصول طلب

تحریر بتاریخ ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ

۱۲۰۷ھ
سراج الملک

صـــــــ آنکہ

باسم محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ

مبلغ نود ہزار روپیہ کہ نصف آن چہل و پنجہزار روپیہ باشد بہ درعیوض دہی ہمدہ وکویل کنڈہ وغیرہ
محالات دہانیدہ شدہ باید کہ

مبلغ مذبور باستواب محمد برہان الدین خان بہادر رسانیدہ

ہمیں چہٹے واپس بگیرند

لعہ

تحریر فی التاریخ پانزدہم شوال سنہ ۱۲۶۷ھ

نواب سراج الملک بہادر

یادداشت آنکہ

مبلغ نود ہزار روپیہ کہ نصف آن چہل روپیہ باشد بابت خریدی -
نواب صاحب قبلہ! از نزد محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ بہادر معہ سود باینجانب رسید
بنابراں اینچند کلمہ بطریق رسید نوشتہ دادہ شدہ کہ ثانی الحال سند باشد۔

لعہ

خان بہادر جنگ محمد عمر خاں

مبلغ النصف

محمد عمر خاں بہادر جنگ

تحریر بتاریخ سیزدہم صفر المظفر سنہ ۱۲۶۸ھ

مختلف اسناد اور کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ نواب محمد خان کی بظاہر اپنے بھتیجوں پر نظر شفقت تھی چنانچہ قمر الدین خان برادرزادے کا تقرر عہدہ جمعداری پر کرایا تھا جس کی تنخواہ ماہواری پانسو روپئے تھی اور لوازمہ جمعداری میں ایک چتر و یک پالکی اور ایک ہاتھی تھا اور اسی قدر جمعیت و تنخواہ و لوازم جمعداری رنجیت خاں اور حاجی بردی خاں کے نام سے تھے لیکن یہ محض سرکار میں جلب منفعت کے لیئے ایک ذریعہ پیدا کیا گیا تھا چونکہ انکی آمدنی خود نواب کے مصارف میں صرف ہوتی تھی خصوصاً نواب محمد خان پادشاہ ناصر الدولہ کے بڑے مورد عنایت رہے نواب محمد خان کی اوقات کا اکثر حصہ دربار شاہی میں امور سلطنت کی مشاورت کی مصروفیتوں میں گذرتا رہا جب کبھی سلطنت میں بغاوت اور خونریزی کا خطرہ پیدا ہوتا تھا تو اس غرض سے کہ عوام میں خونریزی بھی پیدا نہ ہو اور خطرہ رفع ہو جائے نواب محمد خاں کے ذمہ کیا جاتا تھا۔ محمد خان جو قدرتاً تدبیر و فراست اور حکمت عملی کے سانچے میں ڈھلے تھے اس خطرے کو بغیر خونریزی کے رفع کر دیتے اور انکی ہمیشہ دلی تمنا یہی ہوتی تھی کہ وہ اپنی سچی اور بے لوث کارروائیوں سے دربار جہاندار کو مطمئن کرتے ہیں اور رعایا کے دلوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنے میں کامیاب ہوں انہی وجوہ سے محمد خاں ہمیشہ عظیم الشان اور رفیع المرتبت نظام سلطنت میں مقبول اور ممتاز رہے اس سلسلے میں یہ واقعات بغاوت قابل ذکر اور مناسب حال ہیں کہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ میں بادشاہ سکندر جاہ آصف جاہ ثالث نے انتقال کیا۔ ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ روز یکشنبہ میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ بہادر سریر آرائے سلطنت ہوئے جس سے نواب مبارز الدولہ کو جو بادشاہ ناصر الدولہ کے بھائی تھے ناقابل برداشت صدمہ پہنچا چند سال کے بعد مرشد زادہ بہادر کے پاس مولوی سلیم کا رسوخ ہوا اور مولوی نے جو وہابی طریقے کے تھے مرشد زادہ مبارز الدولہ کو تعلیم دی کہ دنیا میں بادشاہوں کا یہ دستور رہا کہ جب انکیں سے کسی کی سلطنت ہاتھ سے نکل گئی۔ یا اس میں ضعف پیدا ہونے لگا۔ اور فوج سے کچھہ کام نہ نکلا تو انھوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا اس مذہب کی تلقین و تفہیم و جوش برکات سے خلق اللہ کو اپنا معتقد بنالیا ہر ملک کے ہر مقام پر لوگ انکے مطیع ہوگئے اور وہ انکے لیے ایک جرار لشکر سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئے تاریخوں سے

بھی یہ پتہ لگتا ہے کہ اس جرار فوج سے اِن معزدل اور کمزور بادشاہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کو غارت اور تباہ کرکے اپنی حکومت کا نقشہ جمالیا۔ اگر آپ بھی اس طریقہ کو قبول فرمادیں تو اسوقت وہ دو لاکھ آدمی جو دہلی پشاور، لاہور، مدراس۔ بمبئی سورت اور حیدرآباد میں اس طریقہ کے پیرو ہیں آپ کو امیر المومنین خیال کرینگے اور جاں نثاری کے لیے ہمرکاب رہیں گے پھر حضور جس ملک کو چاہینگے مفتوح کرسکیں گے اور خلیفۃ المسلمین کا احترام ہمیشہ نام گرامی کے ساتھ رہیگا۔ مرشد زادہ مبارزالدولہ مولوی سلیم کے اس پھندے میں آگئے اور خود مسجد کوٹلہ عالی جاہ میں رونق افروز ہوکر وعظ کہنے لگے اُدھر نواب غلام رسول خاں والی قمر کونول ہی در پردہ اتواب گولہ بنادیق باروت اور ہر صورت سے بشیار سامان جنگ تیار کرنے میں مصروف ہوگئے اور قریب تھا کہ دکن اور ہندوستان میں غلبہ احساس بغاوت عامہ پھیل جاتا اور خون کی ندیاں بہنے لگتیں مگر خدا نے اپنی مخلوق پر رحم کیا کہ اسکی اطلاع میجر اسٹوارٹ صاحب بہادر رزیڈنٹ سرکار انگریزی کو ہوگئی۔ وہ حاضر دربار جہاندار ہوئے اور اس بغاوت و سازش کی مفصل کیفیت بیان کی بادشاہ ناصرالدولہ کو ان واقعات بغاوت کے سننے سے سخت تعجب ہوا اور طویل مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ سب سے پہلے بغیر خونریزی کے مرشد زادے مبارزالدولہ قید کرلیے جائیں اور قلعہ گولکنڈہ میں ان کو نظربند کردیں مورخ خورشید[۱] جاھی لکھتے ہیں کہ سرکار نے اس کام کی انجام دہی کے لئے مدبر جنگ عبداللہ ابن علی ابوالپنج عروب اور نواب محمد خان قائم خانی المخاطب نواب دلاور نواز جنگ بہادر کو مامور و متعین کیا تھا۔ جب یہ عہدہ دار مبارزالدولہ کی ڈیوڑھی پر پہنچے تو دروازہ دولت سرکار بند کروادیا اور چند لوگ گرد و پیش ہوگئے اور اندر داخل ہونے کا انتظام کرلیا آخر کار خود نواب محمد خان سہ پہر کے وقت سیڑھی لگاکر فصیل پر چڑھے اور وہاں سے اندر کودے اور دروازہ کھول دیا تب تمام عروب حبشی اور محمد خاں کی فوج قائمخانی مستعدی سے اندر داخل ہوئی اسوقت خود نواب مبارزالدولہ فرنگ علم ہاتھ میں لئے ہوئے اور خبردار خبردار کہتے ہوئے آگے بڑھے تب فوراً جمعدار عبداللہ بن علی مدبر جنگ نے جمعیت کو روک لیا

---

[۱] صفحہ ۵۹۶ تاریخ رشید الدین خانی یعنی خورشید جاہی مطبوعہ مطبع خورشیدیہ ۱۲۹۷ھ مطابق سنہ ۱۸۹۱ء بلدہ حیدرآباد ۱۲ منہ

اور زمین خدمت کو بوسہ دیکر عرض کی کہ آپ قلعہ گول گنڈہ میں تشریف لے چلیں جسطرح یہاں گذرتی ہے قلعہ میں اسی طرح گذرے گی ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ میں سبارز الدولہ میانہ میں سوار ہوکر داخل قلعہ گول کنڈہ ہوئے اور دیگر شرکا بغاوت کو سزائیں دی گئیں"۔ ایک اور دوسرا واقعہ راسے سوناجی پنڈت کا نہایت دلچسپ اور قابل تذکرہ ہے سوناجی پنڈت اورادو ضلع ناندیڑ کا باشندہ تھا علاقہ راجہ راسے رایان سے ملازمت سرکار میں داخل ہو کر متصدیانہ لیاقت کی وجہ سے تقسیم تنخواہ افواج کا سر دفتر ہوگیا تھا اسکے دفتر میں دو مرہٹہ سپاہیوں کی تنخواہ پیچیدگی حساب کے باعث باقیات میں چلی آتی تھی مرہٹے پیروی کرتے کرتے تھک گئے تھے جنھوں نے مایوس ہوکر سوناجی پنڈت کے قتل کی ٹھان لی تھی ایک روز موقع پاکر ایک عمارت کے اندر سوناجی پنڈت کو تنہا روک کر دروازہ بند کرلیا عبرت اور شہرت کے ارادے اور نیز فاقو نکی ایذا اور قتل کی نیت کے قصد سے ایک ہفتہ تک تکلیف دیتے رہے سوناجی پنڈت کی مخلصی اور رہائی کے لیے فوج نے محاصرہ تو کرلیا تھا مگر یہ دشواری پیش آگئی تھی کہ جب فوج کے سردار آگے بڑھنا چاہتے تھے تو ایک مرہٹہ انکے دیکھنے کے لئے دریچہ کے پاس ٹھہر جاتا اور دوسرا برہنہ خنجر ہاتھ میں لیکر پنڈت کے سینے سے لگا دیتا تب وہ پہلا مرہٹہ محاصرہ کنان عہدہ داروں سے باآواز بلند کہتا کہ اگر وہ آگے بڑھینگے تو فوراً پنڈت قتل کردیا جائیگا سرکار کا حکم پنڈت سوناجی کے زندہ صحیح وسلامت حاضر لانے کا تھا شہر میں ہلچل مچ گئی تھی اور ہر طرف لوگوں کا انبوہ در انبوہ ہجوم تھا آٹھ روز گذر چکے تھے لیکن صرف فوج نے محاصرہ ہی رکھا مگر پنڈت کو زندہ نہ نکال سکی تب بادشاہ ناصر الدولہ کے دربار جہاںمدار سے خاص نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ کے نام فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا کہ سوناجی مابدولت کے روبرو زندہ لایا جائے موقع تو بے ڈھب تھا مگر محمد خاں کا ستارہ اوج پر تھا فوراً ہی محمد خاں تعمیل فرمان خسروی میں مصروف ہوگئے اور چار منتخب[۵۱] سپاہیوں کی معیت میں مقام معرکہ پر پہنچے محاصرہ اٹھادیا اور ہجوم کو منتشر کردیا اور ان چار سپاہیوں کے ساتھ مرہٹوں سے مخاطب ہوگئے انکی گھبراہٹ اور پریشانی کو

---

[۵۱] وہ چار جانباز یہ تھے قمر الدین خاں موچھل الیمان۔ سانگو خاں دراب خانی مختار خاں شہاب خانی زبیر الدین میر ساکن گدھ؟

دور کرتے رہے اور باتوں باتوں میں کچھ آگے بڑھ گئے تب بھی مرہٹے اپنی بات پر اڑے رہے
آخر کار محمد خاں نے انہیں چاروں سپاہیوں کو اس سرعت اور تیزی سے سر کی ٹکر سے
دروازہ توڑ دینے کا اشارہ کیا کہ مرہٹے جو سوناجی پنڈت کے سینہ پر خنجر لگائے بیٹھے تھے
سوناجی کو خنجر نہ بھونک سکے ان چاروں بہادروں نے اشارہ کے ساتھ ہی دروازہ کو متفقہ
ایسی ٹکر دی کہ عمارت ہل گئی اور دروازہ کے کیواڑ ٹوٹ پڑے مرہٹوں کو خنجر سنبھالنے کی
مہلت نہ ملی اور ان چاروں بہادروں نے آناً فاناً میں ان کو تہ تیغ کر دیا جس کی وجہ سے سوناجی
پنڈت محفوظ رہے انجام کار محمد خان نے سوناجی پنڈت کو زندہ بارگاہ خسروی میں حاضر کیا
اس صلہ میں نواب کو سرکار سے بارہ ہزار کی جاگیر ملی تھی اس واقعہ پر مورخ خورشید جاہی
نے بھی زور قلم دکھایا ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے ۔
کہ آخر ماہ شوال ۱۲۶۶ھ میں دو شخصوں نے وحشیانہ لباس میں آکر سوناجی پنڈت
دفتر دار سرکار علاقہ راجہ رائے رایاں بہادر کو دغا سے پکڑ لیا اور ایک تنگ و تاریک حجرے
میں کٹار لگا کر بیٹھ گئے اور اپنے حسب مدعا درخواست کی حضور اور سراج الملک بہادر اور
جملہ ارکان دولت و عہدہ داران فوج ذی عزت کو فکر پنڈت جی کی مخلصی کی ہوئی سراج الملک
بہادر کی طرف سے بھی فہمائش ہوئی آٹھ روز تک اس کا چرچہ رہا مگر وہ زمانے کی سفاکی سے
اپنی پناہ میں اس چار دیواری کے دلیر ہو کر جو جی میں آتا تھا وہ کہتے تھے اور بیوفائیاں
ارکان دولت کی بیان کرتے تھے اہل مقدمات اور اپنی جان بخشی کے لئے اطمینان بڑے
صاحب بہادر (رزیڈنٹ صاحب عالی شان) سے چاہتے تھے آخر کار یہ ہوا کہ حسب
فرمان خسروی دلاور نواز جنگ محمد خان بہادر نے پہنچکر ایسی تدبیر شایستہ کی کہ سوناجی پنڈت
زندہ نکل آئے اور وہ دونوں مارے گئے خود بدولت نے سنکر فرمایا کہ خوب ہوا انکی
لاشیں گور گھاٹی کے جھاڑ سے لٹکا دو تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں اور بار دیگر ایسا نہو ۔
ایک اور تیسرے واقعہ کو بھی مصنف خورشید جاہی[۱] رشید الدین خانی نے
نواب محمد خاں کی وفاشعاری اور دلیری میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ۵ جمادی الاول ۱۲۶۷ھ

---

[۱] صفحہ ۵۰ ۱۲ منہ

میں نواب سراج الملک بہادر وزیر حیدرآباد دکن کی سواری سیر و تفریح کے لئے سرونگر پہنچی اور رسیدا باغ میں فروکش ہوئی جب شہر کی مراجعت فرمائی کا قصد ہوا تو افغانان مہدوی نے جو تنخواہ کے متقاضی تھے میانہ میں سوار ہوتے وقت نواب ممدوح سے مزاحمت کی اور کشت و خون پر آمادگی ظاہر کر کے سراج الملک کو مرعوب بنانا چاہا نواب سراج الملک نے اسکی پروانہ کی اور میانہ میں سوار ہوگئے مرفع بجنے لگا اس وقت مہدوی پٹھان باہم یکدگر کہنے لگے کہ ہمارا پیشہ سپہ گری ہے اگر ہم اس موقع پر پسپا ہوئے تو عزت ہی گئی فوراً میدان میں آ گئے اور مقابلے کے لئے قدم جمالئے اس وقت سب سے پہلے جو بیچ میں آئے وہ خود نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ اور انکی فوج تھی فریقین میں تلواریں چل گئیں عربوں نے انکو بندوقوں کا نشانہ بنالیا ان میں سے بہت سے زخمی ہو کر گر پڑے اور جو بچ رہے تھے وہ سر بکف لڑتے ہوئے نواب سراج الملک بہادر کے میانہ تک پہنچ گئے۔ اور ایک مہدوی نے نواب ممدوح الشان کو تفنچہ کا نشانہ بنایا خیر گذری کہ وہ بچ گئے صرف ایک چھرہ رخسارہ پر لگا تھوڑی دیر کے بعد بہت سے فوج کے سردار جمع ہو گئے آخر کار مہدوی مارے گئے اور خونریزی دفع ہو گئی ؟!

نواب محمد خان کی فوج کا زیادہ حصہ نواب کے ہم قوم قائم خانی افراد پر مشتمل تھا اسی وجہ سے نواب کو اپنی فوج پر کمال درجہ فخر و ناز تھا اور وہ ہمیشہ اس جاں باز فوج کو اپنی ترقی اور ناموری کا ذریعہ سمجھتے تھے اور ان کا ہر ایک ہم قوم بہادر سپاہی ہر وقت انکے قدموں پر اپنا خون بہا دینے کے واسطے تیار رہتا۔ نواب محمد خاں کی فوج رات دن لڑائی کیلئے تیار رہا کرتی تھی یہ وہ زمانہ تھا کہ بڑے بڑے قطعات اور رستان[1] کے اکثر رڈی سرکار سے باغی رہا کرتے تھے اور اہل قزاقوں کی ہزاروں کی ٹولیوں کی لوٹ مار سے ملک کی رعایا تاراج ہوتی تھی مرہٹوں کے خون آلود دھاوؤں سے ملک میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی شورہ پشت اور جرائم پیشہ قوم کے لوگ غارتگری میں لگے ہوئے تھے دیس مکھ اور دیس پانڈیے خراج گذاری کو بارگراں سمجھتے تھے اور برسرپیکار رہتے تھے ہر طرف

[1] ریاستیں

سے بغاوت اور سرکشی کی خبریں آتی رہتی تھیں اس پرآشوب زمانہ میں نواب محمد خان کی فوج نے اکثر ایسی لڑائیاں لڑی ہیں کہ اگر وہ تفصیل سے بیان کیجائیں تو قوم قیام خانی کا فاتحانہ جذبہ عام فاتحانہ رنگ میں نظر آئے گا اور یقیناً اس قوم کی گذشتہ بہادری کے عہد سے زیادہ دلچسپ تاریخ کا نیا دور شروع ہو جائے گا لیکن افسوس وہ کل مصالحہ ہماری دسترس سے باہر رہا اس موقع پر یہ ظاہر نہ کرنا سخت ناسپاسی ہوگی کہ نظام سرکار فیض آثار کی ہمیشہ اعلیٰ قدردانی اور بیحد پرورش اس قوم کے پسماندوں کے شامل حال رہی ۱۲۶۵ھ میں خبر آئی کہ جالنہ کے نواح میں ایک ہزار روہیل جمع ہو کر ملک کو تاخت و تاراج کر رہے ہیں انکی سرکوبی کے لئے نواب محمد خاں کو حکم ہوا نواب نے انکی روک تھام اور گرفتاری کے لئے اپنی فوج روانہ کی یہ فوج جالنہ کے قریب پہنچکر روہلوں سے دوچار ہوئی اور بہت سے سپاہی مارے گئے لیکن انھوں نے بھی اکثر روہلوں کو تہ تیغ کیا اور جو باقی رہے وہ گرفتار کر لئے گئے اس کے بعد کنٹجنٹ کا رسالہ بھی مدد کے لیے پہنچ گیا جب اس دلیرانہ معرکہ کی کیفیت سرکار میں پہنچی تو سرکار نے نواب کی فوج کی نسبت خوشنودی ظاہر کی بعہد وزارت راجہ راجایان مہاراجہ چندو لعل نواب محمد خاں سے جو بکار سرکار فارسی میں مراسلت ہوا کرتی تھی اس کا عنوان (شجاعت و تہور دستگاہ نواب محمد خاں) ہوا کرتا تھا۔ مورخ گلزار آصفیہ[1] نے نواب محمد خان کے حالات کو فارسی میں یوں سپرد تاریخ کیا ہے کہ نام اصلی آں محمد خاں قائمخانی و خطاب نواب دلاور نواز جنگ بہادر راست مرد قائم مزاج حاضرانہ و غائبانہ اش یک سو بزرگانش در دولت راجایان مارواڑ بکارہائے عمدہ مامور بودہ کارہائے نمایاں بظہور آوردہ اند او وارد ناگپور شدہ در انجا نیز بکارہائے لائق فایز گردید چوں وارد بلدہ خجستہ بنیاد گشت بزور تدبیر و تقویت بازوئے تقدیر چندے در تجارت بسر بردہ ہرگاہ بملازمت مہاراجہ بہادر رسید بسیار پسند خاطر گشتہ اول بہ پایہ ذات و دہ سوار بسر اسری معمولی سرکار سرفراز و ممتاز گردید رفتہ رفتہ بہ جاگیرات و ہفت صد سواراں ہیش قرار بخطاب نواب دلاور نواز جنگ و تعلقات کویل کندہ وغیرہ بڑاڑ و

---

[1] صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ مطبع محمدی بلدہ حیدرآباد ۱۲ منہ

بعضے از صوبہ اورنگ آباد لغایات نوبت وگھڑیال وعلم ونقارہ سرافراز وبلند آوازہ نہ پیشگاہ خداوند نعمت گردیدہ مشہور آفاق گشت معہذا السبب برآوردن کارہائے نمایاں ہمراہی صاحبان انگریز بہادر حسب الحکم سرکار مجدداً مشمول عواطف شاہانہ گشتہ مباہی ومشرف شد صاحب اخلاق تنخواہ ہمراہیان خود را بلا تعذر رسانیدہ در نوکری سرکار سر مو قصور کردن نمیدہد صاحب جرات سرخیل اکابر قوم خویش نمازی درپنجگانہ تساہل ہرگز نمی نماید و باجماعت میخواند نقارچیان خوش نواز داشتہ تمامی خاطر خود را مصروف خوشنوائی نوبت پہار پاسی دارد در خیر وخیرات وسلوک با فقرا وارباب استحقاق بقدر ضروراست ہروقت کہ حکم سرکار میرسد با جمعیت حاضری خود شبانہ روز حاضر است در تاریخ دانی نہایت شوق دارد در راگ ورنگ بسیار مائل ہموارہ صحبت با علما صاحبان علم وفضل داشتہ در مسائل فقہ خبر دار ہمیشہ باریاب دربار۔"

درحقیقت نواب محمد خان کو واقعات اور روایات تاریخی سے طبعاً دلچسپی تھی یہی وجہ ہے کہ انکے وقائع نگار انکے زمانہ عروج سمت ۱۸۹۴ بکرمی پھر سمت ۱۹۰۶ اور آخری مرتبہ سمت ۱۹۱۱ میں حیدرآباد پہنچے نواب محمد خان انکی کتابوں سے اپنے اسلاف کے کارناموں کو لطف لے لے کے سنتے تھے وقائع نگاروں کو پہلے مرتبہ دو ہاتھی و زیورات و پارچہ جات قیمتی سے سرفراز کیا پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ان کو دو دو ہاتھی بطور انعام دیئے اور ہر فیاضانہ عطیہ کے وقت ہر ایک ہاتھی کا ایک ایک سال کا خرچ دیا وقائع نگاران ہاتھیوں کو لیکر اپنے وطن راجپوتانے میں واپس آئے اور انکو تھوڑے دنوں رکھکر مختلف اوقات میں دو مہاراجہ کوٹہ اور ایک ہمیر سنگھ والی لباہو۔ اور ایک راؤ راجہ سیکر کے ہاتھ فروخت کیا۔ اور ایک ٹھاکر صاحب اچرول کے ہاں اور ایک موضع گڈانیہ میں مرگیا۔ نواب محمد خان کو فارسی یا اردو میں بالکل مہارت نہ تھی البتہ معمولی ناگری جانتے تھے وہ اپنے وطن کے کبیشروں کی کبیتائی کو کمال شوق سے سنا کرتے تھے کہتے ہیں کہ نواب نے اسی صلہ میں المین میر کو بھی ایک ہاتھی دیا تھا۔ نواب محمد خاں نے اپنے وقائع نگار کی بہی میں دست خاص سے ہندی میں دستخط کیئے ہیں جسکے ذیل میں کچھ اردو عبارت بھی لکھی ہوئی ہے فیاضی مذکورہ بالا سے محض نواب محمد خان کی نیت یہی تھی کہ ان کے وطن کے پرانے جنم کے مشہور لوگ بغیر کسی تعارف اور

شناسائی کے نواب کی رفیع المرتبت شان تسلیم کرلیں لیکن حیف ہے کہ نواب نے اپنے دور حیات میں اسکے سوا اور کسی سنجیدہ طریقہ سے کوئی ایسا سلسلہ سخاوت قائم نہیں کیا کہ جس سے قوم یا وطن کے جذبات کا نشو و نما ہوتا اور نہ کبھی اپنے خاندان کے مستقبل پر کوئی بہتری کی نظر ڈالی اگر وہ چاہتے تو اپنے خاندان کے فارغ البال بنانے میں بہت کچھ حصہ لے سکتے تھے آج انکے وطن عزیز دہنوری میں انکی طرف سے کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو رفاہ عام اور کار خیر کی ادنیٰ دلیل متصور ہو معلوم ہوتا ہے کہ نواب یہ محسوس کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے کہ دنیا کی زندگانی بہت جلد فنا ہونے والی ہے ۵

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت	بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ قیام اور بقا ہے وہ صرف حیات عقبیٰ کو حاصل ہے نواب محمد خاں نے حیدر آباد دکن میں اپنی رہائش کے لئے ایک شاندار محل[۵۱] بھی تیار کرایا تھا جس کا خشت بنیاد ۱۲۵۵ھ میں رکھا گیا تھا اور اسکی لاگت ایک لاکھ سے اوپر بیان کیجاتی ہے نواب کا اعزاز و امتیاز اس درجہ پر تھا کہ ۱۲۶۳ھ میں انکی دختر کی شادی میں سراج الملک بہادر وزیر اعظم انکی ڈیوڑھی پر رونق افروز ہوئے تھے نواب نے دستور قدیم کے مطابق وزیر اعظم کی نشست کے لئے ایک چاندی کا چبوترہ بنایا تھا گویا یہ وزیر اعظم کے شاندار خیر مقدم یا خوش آمدید کے لئے بنایا گیا تھا ۲۹ شوال ۱۲۷۵ھ روز جمعہ مطابق ۱۸۵۸ء میں نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ کے طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا اور تکیہ اکمل شاہ میں متصل مسجد عمر ابن عوض نواب برق جنگ بہادر سپرد خاک کئے گئے نواب نے مرتے وقت دو کمسن فرزند عالم علی خاں و امجد علی خاں چھوڑے نواب عالم علی خاں کا حال اسی تاریخ کے آنے والے متن میں حسرت و افسوس کے آنسو بہاتا ہوا نظر آئیگا۔

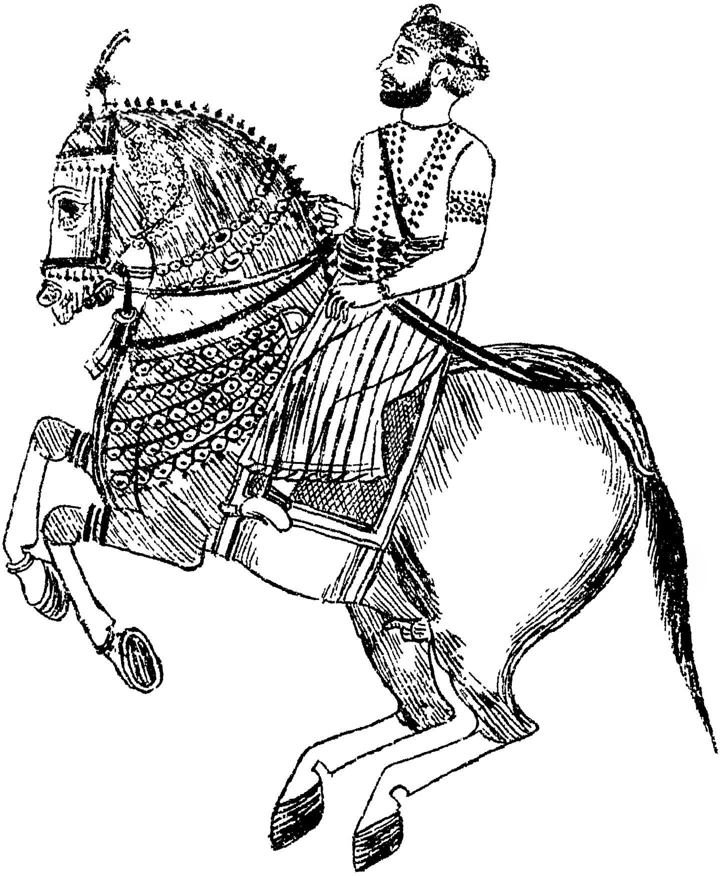
مدن خاں قائم خانی المخاطب نواب رستم دل خاں بہادر

نواب[۵۲] مدن خاں شیخاواٹی راجپوتانے کے ایک چھوٹے سے قریہ میں پیدا ہوئے ان کی

[۵۱] یہ ڈیوڑھی متصل دروازہ چار محل اور محلہ نجی براق خستہ حالت میں ابتک موجود ہے ۱۲ منہ
[۵۲] یہ نواب جیوان گروہ سے تھے اور موضع بھاتی واڑہ کے باشندہ تھے ۱۲ منہ

طفولیت اور اوائل شباب کا زمانہ اسی مرز بوم میں گذرا نواب مدن خاں کے عزیز قریب روشن خاں اس کے پہلے ۱۲۰۰ھ میں نظام حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں پہنچے اور اپنی ذاتی مساعی و سرگرمیوں سے ملازمان سرکار آصفیہ میں داخل ہو کر فوج میں ایک معزز عہدہ حاصل کیا جس کے لوازمات اعزازی یہ تھے جمعیت سواران ایک صد زنجیر فیل یک پالکی دو نقارہ شتر یک تنخواہ ذات ماہانہ ایک ہزار روشن خاں کے دو بیٹے منور خان دلیل خاں تھے جو باپ کی زندگی میں مر چکے تھے اور روشن خان کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی چھوٹی بیٹی کو مدن خاں سے بیاہیں اس سبب سے مدن خان کو راجپوتانے سے طلب کیا مگر اس زمانے میں شمال سے لیکر جنوب میں دکن تک نہ تو ریل تھی نہ کوئی آباد سڑک رستہ نہایت دشوار گذار تھا جس میں قزاقوں ٹھگوں اور لٹیروں کا خطرہ تھا قافلے کے قافلے ساتھ چلتے تھے تب ہی خوف و خطر کے ساتھ منزلیں کاٹتے ہوئے مہینوں میں حیدرآباد پہنچتے۔ الغرض اس زمانہ کا سفر نہایت ہی مصیبت ناک تھا اس سبب سے مدن خاں کے حیدرآباد پہنچنے میں دیر ہوئی اس انتظار کے تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۲۳۱ھ میں روشن خاں نے انتقال کیا روشن خاں کے مرنے کے بعد انکی جائداد کے مالک انکے داماد بایزید خاں قیام خانی ہوئے ابھی بایزید خاں کی شادی کو چھ مہینے سے زیادہ مدت نہیں گذری تھی کہ سرکار میں راجہ کوہیر ضلع بیدر کی بغاوت اور سرکشی کی خبر آئی۔ بایزید خاں جو ابتک ملک کی اکثر لڑائیوں میں حصہ لے چکے تھے سرکار سے راجہ کوہیر کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے بایزید خاں نے کوہیر پہنچکر لڑائی شروع کر دی انجام کار وہ خود لڑائی میں مارے گئے اب صرف روشن خان کی بڑی بیٹی نہابت بانو بیوہ گھر کی وارث رہ گئی تھی اور چھوٹی بیٹی کا عقد مدن خاں کے ساتھ آنے کے بعد ہونے والا تھا۔

بہرحال روشن خاں کے خاندان کی قسمت مدن خاں سے وابستہ ہو گئی تھی ۱۲۳۲ھ میں مدن خاں بھی اپنے وطن سے حیدرآباد پہنچ گئے اس وقت روشن خان کی چھوٹی بیٹی کا نکاح مدن خان سے ہو گیا اس وجہ سے وہ روشن خان کی کل جائداد کے (جو ان کے بڑے داماد بایزید خاں تک پہنچی تھی) مالک ہو گئے جسکو سرکار نے بھی منظور کر لیا اب مدن خاں سرکار کی خدمت گذاری میں مشغول ہو گئے اور رفتہ رفتہ ان کی شجاعت اور بہادری کے بے بہا جوہر جو چھپے



نواب محمد مدن خانصاحب المخاطب رستم دل خان بہادر مرحوم جیوان سپہ سالار افواج سرکار نظام

پڑے تھے ظاہر ہونے لگے جس کی وجہ سے سرکار کی قدردانی بھی روزافزوں ہوتی رہی اور وہ بتدریج جمعیت سواران دو صد و جمعیت پیدل و عرب و راٹھور ڈیڑھ سو زنجیر فیل دو پالکی دو میانہ دو چتر و توپ خانہ دو مع لوازمہ بلم و بھالہ برداران سے سرفراز ہوئے اور دو لاکھ کی جاگیر مرحمت ہوئی جس میں حسب ذیل مشہور مواضعات شامل تھے۔ ہلسور۔ اچولہ نانڈگانو تعلقہ بیدر۔ مکڑی میلور عرف اعظم پیٹھ۔ مدہول و کامسان پلی مع بارہ گانوں اس کے سوا سنہ ۱۲۵۵ھ میں مدن خان کو خطاب سرکار سے نواب رستم دل خان بہادر مرحمت ہوا شروع زمانہ ہی میں نواب رستم دل خان بہادر نے چند ایسی لڑائیاں لڑی تھیں کہ جن سے انکی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی خصوصاً انکی ذاتی شجاعت اور بہادری کی دھاک رڈیوں دسیمکھ دیشپانڈیوں اور شورہ پشت راجاؤں کے دلوں پر بیٹھ گئی تھی اور اسی وجہ سے سرکار سے بھی اہم معرکوں میں نواب مدن خان کا انتخاب ہوا کرتا تھا نواب مدن خاں یکالڑنیکے[۵۱] بہت شائق اور دلدادہ تھے وہ جب کسی لڑائی میں جاتے تو پہلے اس فوج کے سردار کے پاس یکالڑنے کا پیام بھیجتے تھے فی الحقیقت نواب مدن خاں میں بہادری کے سارے اوصاف موجود تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی اوصاف میں شجاعت ہی ایک اعلیٰ درجہ کا وصف ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ انسانی زندگی کی ضروریات میں شجاعت ہی ایک ایسا جوہر ہے جسکو انسانی اوصاف میں سب سے بڑھ کر شہرت اور ناموری حاصل ہے عوام میں خونخواری بہادری کے معنی میں لے لی گئی ہے مگر یہ غلط ہے خونخواری کا نام بہادری اور شجاعت نہیں ہے کوئی خونخوار ڈاکو ظالم یا خودکشی کرنے والا یا قصاب بہادر کہلانے کا حق نہیں رکھتا بلکہ تکمیل اخلاق کا نتیجہ شجاعت اور بہادری ہے بہادری کیلئے انسان میں خیال قوت حیا اور

سلہ ۵۱ زمانہ قدیم میں یورپ میں بھی ڈیول یعنی یکالڑنے کا رواج تھا اور عرب کی زمانہ اسلام کی لڑائیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑائی چھڑنے سے پہلے فارسی فوجوں میں سے تفاول یا شگون کی نیت سے کوئی ایک بہادر سردار یا سپاہی آگے بڑھکر عرب فوجوں کے سامنے آتا اور یکالڑنے کی خواہش کرتا عرب فوجوں میں سے بھی اسکے مقابلے کے لئے کوئی بہادر نکلتا۔ اور دست بدست لڑنے کے لئے تیار ہو جاتا۔ انکی لڑائی ختم ہونے کے بعد فوجوں کی مڈبھیڑ ہوتی ۱۲ منہ

حمیت کا ہونا ضرور ہے اور یہی بہادری کا جزو اعظم ہے سیرچشمی۔ خودداری۔ راست بازی عالی حوصلگی بہادری کا جوہر ہے۔ اگر اس پر قوت جسمانی ہو تو پھر وہ سونے پر سہاگہ ہے جس قوم اور انسان میں یہ اوصاف ہوں گے وہی انسان اور قوم بہادر کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے۔ نواب مدن خان بہادر کی لڑائیوں کی تفصیلات ہمیں معقول ذرائع سے بہم نہ پہنچ سکیں جسکا بہت افسوس ہے تاہم جو کچھ واقعات ملے وہ بلا مبالغہ درج ذیل ہیں۔

بھوپال رڈی جو گورمٹکال کا راجہ تھا سرکار سے ہمیشہ باغی رہا کرتا تھا اور دو تین مرتبہ سرکاری فوج کو شکست بھی دیچکا تھا جسکے باعث اسکی جرأت بڑھ گئی تھی عامۃ الناس کے دلوں پر اسکی دہشت بیٹھ گئی تھی انجام کار سرکار سے اسکی گوشمالی کے لیے نواب مدن خاں کا انتخاب ہوا نواب مدن خاں نے سرحد گورمٹکال پر پہنچکر راجہ کے نام پیغام بھیجا کہ بغاوت با سرکار بہادری نہیں ہے بلکہ عین نمک حرامی ہے ہر وقت فوج کی خونریزی بھی داخل جوانمردی نہیں ہے تم اپنے آپ کو بہادر سمجھتے ہو تو گڑھی سے باہر آؤ میں بھی میدان میں آتا ہوں دوبدو مقابلے میں دونوں کی جوانمردی کی حقیقت کھل جائیگی اور ہمیشہ کی خونریزی کا خاتمہ بھی ہو جائیگا راجہ اس پیام کو پڑھ کر ہچکچایا اور دل میں پیچ وتاب کھانے لگا مگر خود مقابلے کے لئے نہیں آیا بلکہ اپنے دیوان وینکٹ راؤ اور شیخ امام کو مع فوج کے لڑنے کے لئے روانہ کیا نواب مدن خاں نے بھی اپنی فوج کو محاذات پر بڑھنے کا حکم دیا لڑائی نہایت زور وشور سے ہو رہی تھی۔ یکایک نواب مدن خاں پیچھے سے بجلی کی طرح چمکا اور راجہ کی فوج پر جا پڑا دست بدست لڑتا ہوا وینکٹ راؤ دیوان اور شیخ امام افسر فوج تک پہنچ گیا وینکٹ راؤ اور شیخ امام دونوں مارے گئے گوپال راؤ اور بشونت راؤ گرفتار ہو گئے یہ دونوں راجہ کے قریب کے رشتہ دار تھے اور فوج بھاگ گئی تب بھوپال رڈی کو خود کثیر فوج کے ساتھ میدان کارزار میں نواب مدن خاں سے لڑنے کے لئے آنا پڑا دونوں میں پرجوش لڑائی ہوتی رہی طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے انجام کار بھوپال رڈی شکست کھا کر بھاگا نواب مدن خان نے گورمٹکال تک تعاقب کیا اور اس کی گڑھی کو مسمار کر دیا نواب مدن خاں کی جوانمردی کی فرد میں یہ واقعہ بھی اہمیت رکھتا ہے کہ چند

روہلوں کی ایک امیر سے لین دین کے بارے میں سخت مخالفت پیدا ہوگئی تھی جس کے باعث روہیلوں نے خوں ریزی پر کمر باندھ لی تھی مہاراجہ چندو لعل نے معاملہ تمنازعہ فیہ کو اس خیال سے نواب مدن خان کے سپرد کر دیا کہ وہ روہیلوں سے مرعوب نہ ہونگے۔ اور بلا رو رعایت فیصلہ کر دینگے جس کی یکسوئی کے لیے روہیلے نواب مدن خاں کی ڈیوڑہی پر آئے اور ان سے کہا کہ اگر اس معاملہ کا تصفیہ جلد اور انکے موافق نہ ہوگا تو وہ ڈیوڑہی کو خون سے رنگ دینگے نواب مدن خاں نے جواب دیا کہ فیصلہ تو انصاف کے ساتھ ہی ہوگا اور وہ ضرور تمہارے اس رعب و داب کے اثر سے خالی رہے گا ڈیوڑہی کو خون کے رنگ سے رنگ دینے کی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ تم میں سے ایک ایک یکے بعد دیگرے مجھ سے تلوار کے ساتھ آزمائش کے لئے آجائے اور دیکھئے کہ کس کی تلوار کیا فیصلہ کرتی ہے جب روہلوں نے نواب مدن خاں کو اس منصوبے میں مضبوط پایا تو وہ طرح دے گئے اور دھوکہ سے نواب مدن خاں کے مارنے کے موقع کی تاک میں رہنے لگے۔

ایک دن عید کے روز جبکہ ڈیوڑھی میں ملاقاتیوں کا ہجوم تھا یہ اعلیٰ حال باز اور سور ما سپہ سالار ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے زنانہ محل کے دروازہ سے باہر برآمد ہو رہا تھا کہ انہیں روہیلوں میں سے ایک روہیلے نے جو پہلے سے تاک میں کھڑا تھا دفعتہً نواب مدن خاں کے بائیں رخسارہ پر اس زور سے خنجر مارا کہ وہ رخسارہ کو چھیدتا ہوا دہنی طرف وار پار نکل گیا افغان نے چاہا کہ پھر دوسرا وار کرے اس زور سے خنجر کھینچا کہ اس کا قبضہ ٹوٹ کر افغان کے ہاتھ میں رہ گیا اور پھل نواب مدن خاں کے رخسارہ میں اٹک گیا خون کی دھاریں بہنے لگیں اس خطرناک زخم کے باوجود نواب مدن خان نے روہیلے پر تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے وہیں دو ٹکڑے ہو گئے جب یہ خبر دربار بادشاہ ناصر الدولہ میں پہنچی تو انھوں نے اپنے سپہ سالار کو آفرین کہا مگر ساتھ ہی انکا دل بھر آیا اور اپنے خاص جراحوں کو خنجر نکالنے اور علاج کرنے کے لئے حکم دیا لیکن جراح اس خنجر کے نکالنے سے عاجز رہے تب الوال کی انگریزی فوج کے جرنل کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنی فوج کے ڈاکٹروں سے انکے اس سپہ سالار کا علاج کرائیں الغرض چھ روز تک وہ فولادی

خنجر نواب مدن خاں کے جبڑوں میں رہا اسکے بعد ڈاکٹروں نے چیر پھاڑ کر نکالا اور صاحب بہادر جرنل فوج انگریزی نے اس جوانمرد سپہ سالار کے استقلال اور شجاعت کی کیفیت اس طرح لندن تک پہنچائی کہ انسانی تاریخ میں یہ واقعہ حیرت اور استحسان کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے۔ ان واقعات کو مصنف تاریخ گلزار آصفیہ نے بھی شاہد ہونیکی حیثیت سے فارسی میں یوں ضبط تاریخ کیا ہے"

کہ "محمد مدن خاں المخاطب نواب رستم دل خان بہادر از قوم قیام خانی بجمعیت سواران و پیادہ ہائے عرب از پیشگاہ حضور پر نور سر فراز و در سنہ ۱۲۵۷ھ یک ہزار دو صد و پنجاہ و ہفت ہجری از خداوند نعمت بخطاب رستم دل خاں بہادر منصب و علم و نقارہ ممتاز شجاعت ذاتی آں رستم وقت را حدے نیست چنانچہ روزے از افغانان بہ قضیہ دیگر معاملہ شخصے دیگر کہ فیصلہ آن بخان مذکور از سرکار حکم شدہ بود از تاخیر شدن چند روز خیال دیگر بدور دل خود آوردہ دانست کہ بہادر مذکور تائید مخالف میکند دفعتاً برائے ملاقات عید آمدہ قریب دروازہ زنانہ کاردولایتی بالائے رخسارہ بہادر مذکور چناں بزور و قوت زد کہ تا فک اسفل تیغش درآمد و قبضہ او شکستہ بدست او برآمد با وجود رسیدن ہمچون زخم کارے درآویختن تیغ کارد اندرون دندان آن بہادر تیغے کہ بدست خویش داشت بہ یک ضربش دو حصہ اش نمود کہ فرصت دم کشیدن نہ داد چوں جراحان بلدہ حسب الحکم حاضر آمدند صاف جواب دادند کہ از ما ایں کارد برآوردن تیغ و باقی ماندن جان بسلامت معلوم نمی شود پس ناچار مہاراجہ بہادر بجرنل صاحب لشکر حسین ساگر نوشتہ فرستاد آن تمامی سرداران و ڈاکٹران کلان لشکر مذکور جمع شدہ چنان مقرر نمودند کہ اول تیزاب باید انداخت تا مضبوطی کارد را مضمحل کند بعد ازاں ہرچہ صلاح وقت خواہد بود بعمل خواہم آورد پس سہ روز و سہ شب خان معزز با زخم کارد در لشکر ماند و بیشتر دو روز در بلدہ جملہ پنج شش روز پس انصاف شرط است کہ حال زخمی بکدام احوال بودہ باشد خصوصاً از اکل و شرب و عموماً از خواب استراحت و حرکات لابدی شبانہ روزے وغیرہ چہ حالت صعب آناً فاناً میگذشتہ باشد وقتیکہ ہمہ اہل لشکر جمع شدہ سہ چار دندان و

استخواں فک اعلیٰ و اسفل از آرہا چناں برید ندکہ گویے چوب خشک را باین سختی نمی برید بہادر مذکور حرفے از درد بر زبان نہ آورد بلغیر خندہ گفتگوے مرد انہ کہ ہمیشہ صاحبان انگریز تحسین و آفرین نمودند و ایں کیفیت شجاعت ذاتی خان مذکور تا بہ لندن رسید الغرض خان سطور ازیں زیادہ تر او صاف ہا دارد و ہموارہ بعبادت آلہی و فدویت و جاں نثاری خداوند نعمت مصروف ست۔

چمن میں صبح جو اس جنگجو کا نام لیا	صبا نے تیغ کا موج رواں سے کام لیا

مصنف نظام اُردو نے بھی اس واقعہ کو مختصر پیرائے میں اس طرح لکھا ہے:-

نواب مدن خان کو ۱۲۵۷ھ میں بادشاہ ناصر الدولہ بہادر کی پیشگاہ سے رستم دل خاں کا خطاب ملا رسالہ سواران و پیادگان و جمعیت عرب کے سردار تھے بڑے زبردست جری سپاہی واقعی رستم دل تھے ایک افغان نے انکے چہرہ پر اس زور سے خنجر مارا کہ اسکا دستہ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں اور پھل انکے رخسارہ کے اندر گھسکر رہ گیا انھوں نے اسی وقت ایک ہی تلوار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ خنجر ایسی بری طرح رخسارہ اور دانتوں میں گھس گیا تھا کہ شاہی جراح عاجز آ گئے تھے اور اسکے نکالنے سے انکار کر دیا تھا آخر کار ڈاکٹروں نے تیزاب ڈال کر لوہے کو گلایا اور پھر چار دانت اوپر تلے کے کاٹے تب وہ ٹوٹا ہوا خنجر نکلا چھ روز تک یہ خنجر رخسارہ میں رہا اور اس بہادر کو سوائے ہنسنے کے اور کوئی رنج و غم نہ تھا۔ سُبحَانَ اللہ جرأت خدا داد ہوتی ہے بنانے سے نہیں بنتی انکی بہادری کا چرچا لندن تک پہنچا۔"

اگر یہ واقعہ مورخ گلزار آصفیہ کی چشمدید شہادت سے ثابت نہوتا تو اس کے وقوع کو عقل مشکل سے باور کرتی[ف] یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ایک روز راجہ چندو لعل کے دربار میں مختلف سرداران افواج مثل عرب و قائم خانی و سندھی و افغان مہدوی و ناعرطو مندزئی و روہال و بلوچ و دکنی و سکھ و راٹھور وغیرہ سب حاضر تھے

ف کیونکہ نواب مدن خان بہادر کا بایاں ہاتھ کسی لڑائی میں بیکار ہو گیا تھا کہ جس کی وجہ سے نواب صاحب نے مصنوعی ہاتھ چڑھوا لیا تھا اور بوقت سواری گھوڑے کی باگ داہنے ہاتھ میں پکڑتے تھے۔ ۱۲ منہ

مہاراجہ چندولعل نے کسی وقتی کامیابی کے لحاظ سے نواب مدن خاں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ سرکار کو قائم خانیوں کی فوج کی جوانمردی و قدامت اور وفاشعاری پر ہمیشہ سے اعتماد رہا ہے ایک مہدوی سردار فوج کو یہ تعریف ناگوار خاطر گذری اور کہا کہ قائم خانیوں کی وفاداری تو پانی کے بلبلے کی سی ہے اور جوانمردی کی یہ حالت ہے کہ اگر ان سے مقابلۃً ہم میں سے کسی کا نام لے دیا جائے تو لڑکھڑا جائیں گے مہاراجہ بہادر نے اسکے اس گستاخانہ کلام پر خاموشی سے نفرت ظاہر کی تاہم نواب مدن خان بغیر جواب دیئے نہ رہ سکے اور کہا کہ یہ تو ایک بزدلانہ حملہ ہے میں اس وقت یہ نہیں چاہتا کہ آداب دربار کا احترام زائل ہو مگر یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ قائم خانیوں میں سے ایک میں ہی ہوں تم میں سے میری تلوار کی تاب لانیوا آج تک مجھے کوئی نظر ہی نہیں آیا اور اب میں یہ کھلم کھلا جتاتا ہوں کہ اس کا امتحان اس وقت ہوگا جبکہ میں اور تم دونوں کسی ایک میدان کارزار میں دشمن کے مقابل ہونگے۔ چند دنوں کے بعد ایک ایسا ہی موقع پیش آیا اس وقت نواب مدن خاں نے انکو دلیرانہ للکار سے پیغام دیا کہ آج امتحان کا دن ہے تن تنہا فوج سے باہر آجاؤ جس طرح میں آچکا ہوں مہدوی سردار پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ خاموشی سے معافی مانگنی پڑی جب چندولعل بہادر نے یہ سُنا تو فرمایا کہ وہ تو اس کی جاہلانہ مداخلت تھی تمہاری طرف سے ایسا نہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس میں خونریزی کا احتمال اور دشمن کا مفاد تھا نواب مدن خان نے ادب سے جواب دیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو دعویٰ بے دلیل رہجاتا اور وہ میری تاریخ میں بڑا داغ لگتا۔ نواب مدن خاں سیر چشم اور تاریخی یادگاروں کے قائم کرنے کے بہت شائق تھے انھوں نے اپنی سیر و تفریح کے لئے جہاں نما میں ایک باغ تیار کرایا اور اسکے بیرونی دروازہ کے روبرو غریب مسافرین کے ٹھیرنے کے لئے دورویہ سنگ بستہ سلیقہ حجرے تیار کرائے اور اندرون احاطہ باغ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جس پر یہ کتبہ کندہ ہے ؎

شکر صد شکر بفضل خداوند ایں عہد ہمایوں فرجام ‌‌ ‌ خوش بنا ساختہ رستم دل خاں مسجد باشرف و اکرام

برلب چشمہ و در بی بی گنج ‌ ‌ ‌ شدہ ایں سجدہ گہ خاص و عام ۱۲۷۵ھ

مذکورہ بالا احاطہ باغ کے اندر اسی وقت کی بنی ہوئی ایک باؤلی اور رہنے کے لئے

ایک پختہ عمارت اب تک موجود ہے اور باؤلی پر حسب ذیل کتبہ کندہ ہے ؎

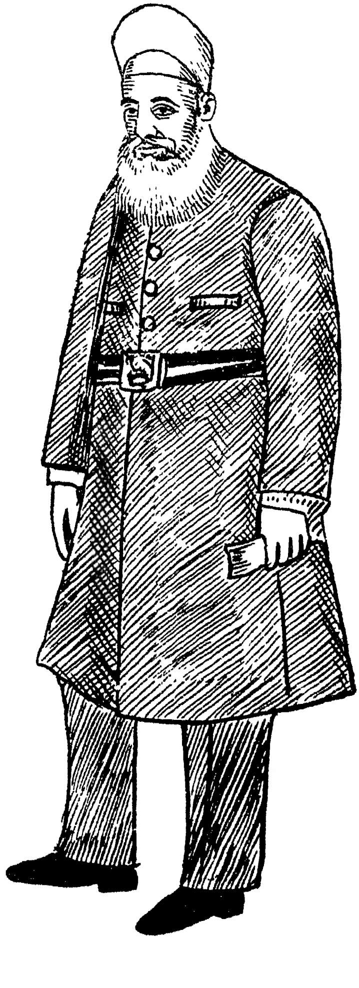
ساختہ ایں چاہ چو رستم دل خاں چشمۂ فیض ازل شد تاریخ	شد عیاں چشمۂ فیض باری باد ایں فیض چشمہ جاری

نواب مدن خاں نہ صرف پرجوش محب وطن بلکہ مخلص فرزند وطن تھے ابتک انکے وطن شیخاواٹی راجپوتانے میں ان کی کئی یادگاریں نظر آتی ہیں حضرت ملا محمد شیرانیؒ کی خانقاہ کے قریب کیڈ میں پختہ عمارات باؤلی کی تعمیر نواب مدن خاں کی سچی یادگار ہے اور ۱۲۷۶ھ میں جھنجھنوں میں ایک مسجد پیرزادوں کے محلے میں تیار کرائی اور اپنے وطن بھائی واڑ میں ایک وسیع پختہ سرائے بنوائی باسنواس میں بھی تعمیر مسجد کے لئے رقم بھجوائی تھی موجودہ مسجد کا سنگ بنیاد انہیں کی رقم سے رکھا گیا تھا اگر ان کی بھیجی ہوئی رقم پوری طرح صرف ہوتی تو اسی وقت مسجد کی تعمیر تمام ہو جاتی مگر تصرف رقم کی وجہ سے کچھ تعمیر ناتمام رہ گئی تھی نواب مدن خاں اپنے وطن کے راجاؤں کو ہمیشہ تحائف بھی بھیجتے رہے چنانچہ ایک ہاتھی راجہ شیونا تھ سنگھ والی کھیتڑی کو اور پھر ۱۸۶۲ء میں ایک ہاتھی ایک گھوڑا اور ایک مادیان و پارچہ جات قیمتی اور چند ہتھیار راجہ فتح سنگھ بہادر والی ریاست کھیتڑی کی خدمت میں بھیجے اور ایک ہاتھی ٹھاکر رتن سنگھ ٹھکانہ اودے پور کو بھیجا ہر ایک نے ان تحفوں کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا نواب مدن خاں کی فیاضی کا یہ واقعہ بھی نہایت دلچسپ ہے کہ ان کے وطن سے ایک جاٹ جوان کا بچپن کا دوست تھا حیدرآباد پہنچا اور ڈیوڑھی پر پہنچکر نواب کو اطلاع کرائی نواب مدن خاں ایک عالی شان عمارت میں اپنے دوستوں سے ضیافت طبع کے لئے ہمکلامی کے شغل میں تھے۔ جب خدمت گاروں نے اسکی اطلاع پہنچائی تو مسکراتے اور دوستوں سے کہا کہ آج میرا ایک دلی دوست بڑی منزلیں طے کرکے آیا ہے دوستوں نے بھی اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی نواب مدن خان نے خدمتگاروں کو حکم دیا کہ فوراً اسکو نہلاؤ پگڑی اور شال وغیرہ نئے کپڑے پہنا کر یہاں لاؤ اسی طرح حمام اور

تبدیل لباس کے بعد وہ مدن خان کے روبرو لایا گیا۔ نواب مدن خاں ملکر بہت خوش ہوئے اور اپنے دوستوں سے تعارف کرایا کہ یہ میرے وطن کا چودھری ہے خصوصاً بچپن میں ہم اور یہ دونوں ٹیلوں میں کھیلا کرتے تھے وغیرہ چند روز کے بعد چودھری نے وطن جانے کی اجازت مانگی مدن خاں نے اس سے کہا کہ دوست تو مجھ سے کھلے دل سے کہدے کہ کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ نواب مجھے دو ہزار روپے دیدیئے جائیں تو بہت کافی ہیں نواب مدن خان نے ہنسکر جواب دیا کہ بہت بیچارہ ہے بہرکیف اسکو اسکی خواہش سے زیادہ سرفراز کرکے وطن کو روانہ کیا اس بہادر اور فیاض نواب کو ۱۲ محرم ۱۲۸۳ھ میں ملک الموت نے بغلگیر کیا اور وہ اپنے ذاتی باغ جہاں نما میں مدفون ہوئے

اے اجل گر تن بے جان نہ کشش سیری	نہ توانی کہ نکونامیش از یاد بری

اے کاش کہ اس وقت کوئی ایسا بھی خواہ قوم ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ نواب مدن خاں کے روبرو قوم کی فلاح و صلاح کا نقشہ کھینچکر پیش کرتا اس میں شک نہیں کہ وہ بہادر اسکو عملی جامہ پہناتا جو آج اسکی یادگار دل میں نمایاں شان سے نظر آتا۔ نواب مدن خاں کے خانگی کاغذات میں درج ہے کہ ان کے اکلوتے فرزند کمال خاں بھی خطاب خانی و بہادری اور منصب یکہزاری سے سرفراز تھے جنھوں نے ۱۲۷۲ھ میں اپنے باپ کی زندگی ہی میں انتقال کیا نواب مدن خاں کے بعد جاگیر وغیرہ تمام داخل سرکار ہوگئی بعد ازاں صرف نواب کے بھتیجے قمر الدین خاں بمشاہرہ ایک سو بیس ۱۲۰ روپئے جمعداری پر مامور ہوئے اور باقی جائداد و دیوڑھی پر بھی قمر الدین خاں ہی قابض و متصرف رہے قمر الدین خاں نے عمر طویل پائی اور ۱۳۴۳ھ میں انتقال کیا انکی قبر نواب مدن خاں کے قریب پختہ موجود ہے قمر الدین خاں جمعدار کے انتقال کے بعد انکے بھتیجے اور نواسوں میں وراثت کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا دیوڑھی پر تو نواسے پہلے ہی سے قابض تھے۔ اور قمر الدین خاں کی جمعداری پر بھی پنجہ مارنا چاہتے تھے مگر سرکار نے



عالی جناب نواب بشیر نواز جنگ معین یار الدولہ بہادر صوبہ دار مرحوم
(گورنر) سرکار نظام دکن - حیاتی خانی

پنچ ورثار کی رو سے قمر الدین خان کے بھتیجے محمود علی خاں کو ہی جمعداری کا حقدار ٹھہرایا اور اس وقت محمود علی خاں جمعدار بہادر خاں کے بیٹے موجود ہیں افسوس ہے کہ نواب مدن خاں کی ٹوٹی پھوٹی یادگار کو جو بشکل عمارت موجود تھی قمر الدین خاں کے نواسوں نے حصے بخرے کرکے اس عالی شان دیوڑھی کو جو متصل شکر کوٹھا تھی فروخت کر ڈالا اور اب اس ڈیوڑھی پر خریدار قابض ہیں۔

ذکر غلام بہاؤالدین[1] خاں قائم خانی ملقب بہ نواب معین یارالدولہ بشیر نواز جنگ بہادر

میں! اس نواب کے جد اعلیٰ محمد وزیر خاں بہادر کا ذکر اسی تاریخ کے پچھلے ورقوں میں کر آیا ہوں وہ نظام سرکار عالی کی فوج کے معزز رسالدار تھے انکی تنخواہ ذات پانصد روپیہ اور لوازمہ رسالداری میں زنجیر فیل ایک و نقارہ شتر ایک منزل میانہ مع چتر ایک و جمعیت سواران یکصد تھی محمد وزیر خان نے علاوہ دیگر لڑائیوں کے کھڑلہ کی جنگ میں شریک ہوکر نمایاں حصہ لیا تھا محمد وزیر خان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند محمد مدن خاں اسی عہدہ رسالداری پر مع لوازمات مذکورہ بالا مامور ہوئے محمد مدن خان بھی اکثر لڑائیوں میں شریک رہے اور ہمیشہ سرکار آصفیہ کی خدمت گذاری میں ناموری سے عمر بسر کی محمد مدن خان کی وفات کے بعد انکے فرزند محمد سوائی خاں آبائی عہدہ رسالداری پر مامور ہوئے اور وہی اصلی لوازمات فیل میانہ چتر وغیرہ بدستور قدیم باقی رہے محمد سوائی خاں بہادر نے بھی سلطنت کی اکثر مدافعتی لڑائیوں میں دلیرانہ حصہ لیا خصوصاً انکی مرہٹوں اور پنڈاروں کے مقابلے کی معرکہ آرائیاں اہمیت رکھتی ہیں محمد سوائی خان بہادر کی فوج کا مستقر خاص ضلع اورنگ آباد میں تھا اور خود بھی اورنگ آباد ہی میں رہتے تھے انکی دیوڑھی[2] عالی شان محلہ قطب پورہ میں موجود ہے جس میں زنانے او

---

[1] یہ نواب احمدان ہاتھی خانی گروہ سے تھے ۱۲ منہ

[2] یہ دیوڑھی نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے فرزند نواب غلام محی الدین خان کے قبضے میں ہے ۱۲ منہ

ھروانے مکانات قدیم وضع پر بنے ہوئے ہیں ڈیوڑھی کا صدر دروازہ جانب شمال ہے دروازہ میں جاتے وقت سیدھی طرف اوپر کی منزل پر چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہے جو اس نیک نواب محمد سوائی خان نے تیار کرائی تھی انکے تمام مکانات کی وسعت جس کے اندر گھوڑوں کا طویلہ بھی تھا۔ اندازاً پانچ بھیگہ یہ تمام زمین ہوگی انکے اندر مکان بنے ہوئے تھے ان کے دھندلے نشانات کچھ معلوم ہوتے ہیں دروازے سے تیس گز کے فاصلے پر مغرب رخ ایک باروت کا کوٹھا بنا ہوا تھا مگر اب منہدم ہوگیا ہے ایک پیتلی توپ[۱] اور دو زنبورے اور اسی قسم کے ہتھیار ایک کوٹھے میں پڑے ہوئے ہیں۔ چند سال پہلے دو لوہے کی توپ بھی یہاں موجود تھیں اب بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۹۱۴ء میں وہ چوری گئیں ڈیوڑھی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد سوائی خاں بہادر کی بہت زیادہ جائداد تھی۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ محمد سوائی خاں کے خاندان میں پہلے سے جاگیر بھی چلی آتی تھی جو محمد سوائی خاں کے مرنے کے بعد صالح محمد خان ہاتھی خانی کے خاندان میں چلی گئی اور انھوں نے غاصبانہ قبضہ کر لیا اس لئے کہ محمد سوائی خاں بہادر کے فرزند کمسن رہ گئے تھے صالح محمد خاں کے خاندان کی جاگیر میں وہ بھی شامل ہوگئی محمد سوائی خاں کی ڈیوڑھی سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر محمد سوائی خاں بہادر کے مرشد کا مزار ہے مزار کے اطراف جالی بنی ہوئی ہے اور جالی کے دروازہ پر یہ قطعہ تحریر ہے ؎

حضرت شاہ کمال آں پیشوائے اہل حال	با حضور قلب کرد از حکم ایزد انتقال
سال تاریخ وفات اقدس او شد رقم	جنت الفردوس آمد موقف اہل کمال

۱۲۲۳ ہجری

حضرت کے مزار سے مشرق کی جانب محمد سوائی خان بہادر کا مزار ہے انکے مزار پر بھی ایسی ہی جالی بنی ہوئی ہے جیسا کہ حضرت قبلہ مرشد شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہے جالی کے دروازہ پر یہ قطعہ تحریر ہے ؎

چوں سوائی خاں مرید شاہ کمال	رفت از دنیا سوئے باغ جناں

[۱] قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائی خان بہادر کے خاندان میں توپخانہ اور جتنے امیری لوازمات تھے وہ سب موجود تھے مگر انکے دفتر سے کسی تاریخ و سنہ کا پتہ نہ چل سکا کہ یہ لوازمات انکو کس زمانہ میں حاصل تھے ۱۲ منہ

مومن نادر زماں رفت از جہاں ۱۲۳۶ ہجری		گفت تاریخ وفات او خرد

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت قبلہ شاہ کمال علیہ الرحمۃ کا مزار اور جالی نواب محمد سوائی خان بہادر نے تیار کرائی تھی محمد سوائی خان بہادر کی جالی کے بازو سنگ بستہ چبوترہ پر دو زنانی قبریں ہیں اور ایک مردانی چھوٹی قبر ہے اس میں سے ایک قبر نواب محمد سوائی خان بہادر کی صاحبزادی[۵۱] کی ہے جنکا انتقال ۱۲۷۷ھ میں ہوا اور دوسری قبر نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کی بڑی[۵۲] والدہ کی ہے جنھوں نے ۱۲۶۵ھ میں رحلت پائی تیسری مردانی قبر نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے صاحبزادے کی ہے جن کا نام معین الدین خاں تھا اس صاحبزادے نے دو سال کی عمر میں ۱۳۱۵ھ میں انتقال کیا جب نواب محمد سوائی خاں بہادر نے اس دار فانی سے رحلت کی تو انکے فرزند غلام قادر خاں و غلام محی الدین خاں کمسنی کے باعث ڈیوڑھی کی چار دیواری کے اندر ہی رہے جسکے باعث پریشان کن فضا پیدا ہوگئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں اس موروثی خدمت سے محروم ہوگئے جب وہ عالم شعور میں آئے تو ان میں اپنے آبا و اجداد کی خدمات کا جذبہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس گئی ہوئی شاندار خدمت اور عظمت کے نشانات کی تلاش میں مشغول ہوگئے اور مہاراجہ چندو لعل بہادر کو آشنا کرایا کہ کیوں انکے لئے ان کی آبائی خدمات اور جد و جہد اور قدیم وفاداری پر مہر لگ گئی انجام کار مہاراجہ چندو لعل نے ان پر اپنی توجہ مبذول کی اور عہدہ رسالداری قدیم سے سرفراز کیا۔ لیکن سوء اتفاق سے وہ تخفیف کیفیوت میں ملاءعینی جمعیت سواران چالیس زنجیر فیل یک نقارہ شتر یک چتر و میانہ یک اور تنخواہ ذات تین سو روپے تاہم یہ انکی ترقی کی جدید تمہید اور سرفرازی کا نیا عنوان تھا جو غنیمت سمجھا گیا۔ غلام محی الدین خاں کے کوئی اولاد نہ تھی البتہ غلام قادر خان نے انتقال کے وقت نونہال اکلوتے فرزند غلام بہاؤالدین خان کو اپنا جانشین چھوڑا غلام بہاؤالدین خاں ہی اسی عہدہ رسالداری پر مامور رہوے اب یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطنت نظام کے خارجی

---

۵۱ سوائے خان بہادر کے مقبرہ کی طرف یعنی مغرب میں سوائی خان کی صاحبزادی کی قبر ہے ۱۲ منہ

۵۲ . اور مشرق رخ کی قبر نواب بشیر نواز جنگ کی بڑی والدہ کی ہے ۱۲ منہ

دشمن فنا ہو چکے تھے اور ملک کے اندرونی سرکشوں کی گردنیں جھک گئیں تھیں جس سے عام طور پر خونخوار یورشوں و فتنہ انگیز سورشوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اب ان بہادروں کی نسلوں کی لئے جورات دن کمربستہ اور بر سر پیکار رہا کرتے تھے امن و عافیت سے زندگی بسر کرنیکا موقع مل گیا تھا بایں ہمہ نظام سرکار عالی کا مقصد یہ تھا کہ ان جان بازوں کی اولاد تعلیم پائے اور بعد ازاں جلیل القدر خدمات پر مامور ہوں اور انتظام سلطنت میں سرکار کا ہاتھ بٹائیں پس سرکار فیض آثار نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے دار العلوم کی بنیاد ڈالی اور خاصکر اس مدرسہ میں سرکار نے ان جانبازوں کے فرزندوں کو تعلیم پانے کا حکم صادر فرمایا اس حکم کی بنا پر غلام بہاؤالدین خان مدرسہ دار العلوم میں فارسی کی تعلیم پانے لگے جب وہ فارغ التحصیل ہوئے تو ان کو ۱۲۸۰ سنہ فصلی میں نواب میر تراب علی خاں مختار الملک سالار جنگ بہادر وزیر اعظم نے عہدہ دوم تعلقداری سے سرفراز فرمایا غلام بہاؤالدین خاں خدمت دوم تعلقداری کو تین سال تک انجام دیتے رہے اسکے بعد خدمت اول تعلقداری ضلع پر ترقی ملی ۱۳۰۵ سنہ ھ میں بعہد وزارت سر آسمانجاہ بہادر جشن سالگرہ مبارک حضور پرنور کی تقریب پر غلام بہاؤالدین خاں خطاب خانی و بہادری بشیر نواز جنگ اور منصب دو ہزاری یک ہزار سوار و علم سے ممتاز ہوئے بعد ازاں ۱۳۰۸ سنہ ہجری میں نواب بشیر نواز جنگ بہادر ایک جلیل القدر عہدہ صوبہ داری ورنگل پر بمشاہرہ ایک ہزار آٹھ سو روپے مامور ہوئے تاریخ بیجانگر سے واضح ہے کہ نواب ممدوح الشان نے ورنگل میں ایک وسیع مسجد کی تعمیر کے لئے سرکار سے کثیر رقم کی منظوری حاصل کی اور اپنے زمانہ کارگذاری میں ہی مسجد کی تعمیر کرائی اور ایک بازار بھی آپ ہی کے زمانہ میں ہنمکنڈہ میں بسایا گیا جس کو بشیر بازار کہتے ہیں ۱۳۱۲ سنہ ھ میں ورنگل سے صوبیداری اورنگ آباد پر تبادلہ ہوا اور تقریباً بارہ سال تک خدمت صوبیداری اورنگ آباد کو لیاقت اور دیانتداری سے انجام دیتے رہے نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے ۱۳۱۵ سنہ ہجری مطابق ۱۳۰۷ سنہ فصلی سے پہلے ہی مکانات قلعہ ارک کی تعمیر و ترمیم کی تکمیل نہایت توجہ سے کرائی یہ عالمگیر اورنگ زیب کے محلات قدیم تھے جو بوسیدہ حالت میں پڑے ہوئے تھے اور انکی ترمیم کے لئے مختلف اوقات

ہیں مختلف تعداد کی رقوم کی سرکار سے منظوریاں حاصل کی گئیں جن کی مجموعی تعداد سا ٹھ ہزار سے زیادہ تھی قطع نظر اس کے نواب ممدوح الشان نے اورنگ آباد کی قدیم شکستہ مساجد و منہدمہ باؤلیوں اور نہروں کی درستی میں اپنی مساعی جمیلہ کو پوری طرح صرف کیا اولاً کالی مسجد کی جو ایک قدیم اور نہایت وسیع مسجد ہے ترمیم کرائی پھر قلعہ ارک کی مسجد اور بعد ازاں مسجد مقبرہ رابعہ دورانی کی تعمیر و ترمیم میں دلچسپی سے حصہ لیا اورنگ آباد میں پلیتی کے نام سے ایک قدیم نہر ہے جسکے استحکام مضبوطی و اجراء سے نصف رعایا اورنگ آباد کی قسمت وابستہ چلی آتی ہے بہت عرصہ سے بے مرمت اور ابتر حالت میں پڑی تھی۔ نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے بلحاظ آرام و آسائش رعایا شہر اورنگ آباد ۱۳۰۵ فصلی میں اس کی مرمت کا حکم دیا اور سرکار سے مختلف اوقات میں کئی ہزار رقوم کی منظوریاں حاصل کیں یہ تمام ترمیمات بیدار مغز نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے عہد معدلت عہد کی دیرپا یادگار رہینگی نواب غلام بہاؤالدین خاں بہادر نہایت رحمدل اور غربا پرور تھے وہ جہاں کہیں کارگذار رہے وہاں اپنی تدابیر مستحسن کے ذرائع سے رعایا کے واجبی اور ضروری حقوق کی فراخدلی سے حفاظت کی آپ کے زمانہ قیام اورنگ آباد میں سخت قحط پڑا تھا جس کا انتظام آپ نے بڑی لیاقت سے کیا سرکاری امداد کے علاوہ چندے سے بھی ایک بڑا محتاج خانہ قائم کیا جس سے ہزاروں محتاجوں کو قحط کی آفت سے نجات ملی تھی نظام سرکار عالی میں خاصکر صوبیداری اورنگ آباد کو دیگر تینوں اسمات کی صوبیداریوں سے زیادہ امتیاز تھا اس وجہ سے کہ اورنگ آباد زمانہ گذشتہ میں شہنشاہ اورنگ زیب کا پایہ تخت رہ چکا ہے یہاں کے افسر اعلیٰ صوبیدار کی شان و تجمل کے لوازمات میں چوبدار نقیب وغیرہ شاہان مغلیہ کے دربار کی طرح متعین و مامور تھے نواب غلام بہاؤالدین خان بہادر یکم آبان ۱۳۱۶ فصلی میں اورنگ آباد ہی سے وظیفہ پر علحدہ ہوئے اور سرکار سے بصلہ حسن خدمت آٹھ سو پچاس روپے ماہانہ وظیفہ جاری ہوا اسکے بعد ۱۳۲۳ھ م ۱۳۱۳ فصلی میں دربار جہاندار سے جشن چہل سالہ کی تقریب پر معین یاور الدولہ بہادر کا دوسرا خطاب مع منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے اگرچہ اُس وقت نواب

معین یاور الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر عالم پیری میں تھے اور تقریباً (۳۵) سال تک مختلف خدمات انجام دے چکے تھے باوجود اس کے انکی مستعدی میں سر مو فرق نہ آیا تھا آپ کو ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹ آبان ۱۳۲۴ف فصلی میں اعلیٰ حضرت حضور پر نور میر عثمان علیخاں جواں بخت تاجدار دکن نے کنگ کوٹھی میں باریاب دربار کرکے خلعت فاخرہ سے ممتاز فرمایا اور دوسرے روز فرمان واجب الاذعان شرف نفاذ پایا کہ نواب غلام بہاؤ الدین خان خزانہ صرف خاص کے افسر بنائے گئے وہ علاوہ وظیفہ آٹھ سو پچاس روپے ماہانہ کے ہر ماہ سات سو روپے تنخواہ پاتے رہیں گے۔ اسکے بعد ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ مطابق ۲ شہریور ۱۳۲۵ف فصلی میں بتقریب جشن پنجسالہ حضور پرنور شاہ دکن میر عثمان علی خان بہادر۔ نواب غلام بہاؤ الدین خان باریاب دربار جہاں مدار ہوئے اور پیشگاہ خسروی سے شہزادگان بلند اقبال حضور پرنور کے اتالیق ہونے کی خدمت سے سر بلند ہوئے اور نواب ممدوح الشان اس خدمت کی انجام دہی میں مصروف ہوگئے پھر ۲ بہمن ۱۳۲۶ف فصلی مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں پیشگاہ خسروی سے فرمان عطوفت نشان صادر ہوا کہ نواب معین یاور الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر محلات شاہی کے معتمد کئے گئے لیکن افسوس کہ ان دنوں میں نواب غلام بہاؤ الدین خاں بستر علالت پر تھے انجام کار ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق یکم فروری ۱۳۲۶ف فصلی میں نواب معین یاور الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر نے بعمر ۶۵ سال جان جاں آفرین کو سپرد کی آپ حضرت شاہ یوسف صاحب وحضرت شاہ شریف صاحب کے احاطہ خانقاہ میں خاص گنبد سے جانب جنوب مدفون ہوئے تاریخ دبدبہ نظام حصہ اول نمبر ۶ صوبہ داران سرکار نظام میں آپ کے حالات حسب ذیل درج ہیں۔

غلام بہاؤ الدین خان بشیر نواز جنگ بہادر اورنگ آباد کی ولادت ۱۲۷۰ھ میں ہوئی آپ کا سلسلہ نسب نواب قائم خان بہادر وزیر اعظم محمد تغلق شہنشاہ دہلی تک پہنچتا ہے آپ ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۲ خورداد کو اپنی موروثی خدمت رسالداری سے مع معاش وجاگیر سرفراز ہوئے ۱۲۹۰ھ سے مختلف خدمات سرکار عالی کو نہایت خیر خواہی اور دیانتداری

سے انجام دیتے رہے ہیں ۱۳۰۷ھ سے صوبیداری اورنگ آباد کی معزز خدمت سے بشاہرہ یکہزار آٹھ سو حالی سرفراز ہیں"

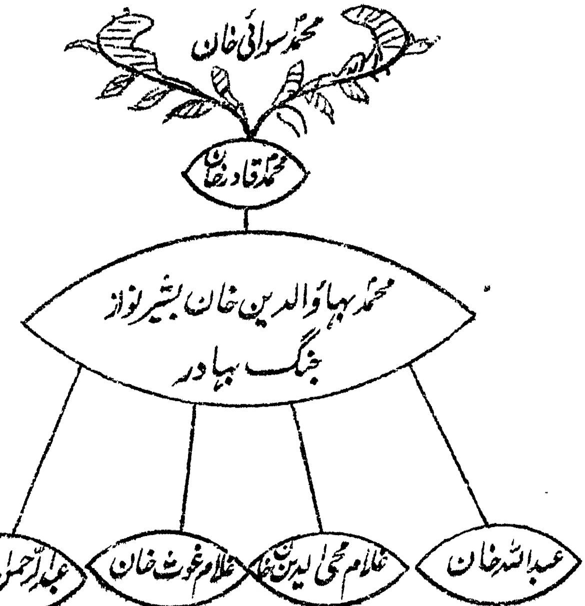
تزک محبوبیہ جلد دوم میں بھی آپ کے حالات حسب ذیل مذکور ہیں۔

بشیر نواز جنگ محمد بہاؤ الدین خان بہادر

آپ کا اصلی نام غلام بہاؤ الدین خان ہے آپ کے جد اعلی محمد سوائی خان بہادر رسالدار (بعہد وزارت راجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر) جاگیرات منصب مع جمعیت سواران ڈنکہ نشان۔ نقارہ وغیرہ سے سرفراز تھے اور سلحداری کیخدمت تفویض تھی۔ آپ عربی اور فارسی میں لائق سیاق وسباق سے واقف ہیں ابتدائی ملازمت ۳ صفر ۱۲۹۰ھ سے مختلف عہدہائے سرکار عالی پر مامور تھے اب ۱۳ شعبان ۱۳۰۷ھ سے خدمت صوبیداری اورنگ آباد خجستہ بنیاد (جسکا جائزہ ۱۰ شوال ۱۳۱۲ھ) کو لیا گیا خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں سترہ سو روپیہ تنخواہ ملتی ہے گو اس وقت عمر ۵۲ سال کی ہے مگر نہایت مستعدی کے ساتھ خدمت مفوضہ ادا کرتے ہیں آپ ۱۳۰۵ھ میں (بعہد وزارت نواب سر آسمانجاہ مغفور) بتقریب جشن سالگرہ مبارک خطاب خانی و بہادری بشیر نواز جنگ بہادر اور منصب ۲ ہزاری ایک ہزار سوار و علم سے ممتاز و مفخر ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے عبداللہ خاں غلام محی الدین خاں۔ غلام غوث خاں۔ عبدالرحمن خاں ہیں۔

آپ تعلیم عربی و فارسی کے ماہر ہیں اور نیک خلق پرہیزگار۔ فقیر دوست غریب پرور ہیں آپ کا دسترخوان ہمیشہ کشادہ رہتا ہے آپکے ہاں جناب پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز شریف خصوصیت کے ساتھ پُرتکلف ہوتی ہے۔ جس میں پوری ایک ماہ کی تنخواہ صرف ہوتی ہے۔ دوسرے نیازات بھی نہایت عمدگی سے ادا کرتے ہیں یہ آپ کے حسن اعتقاد کی بیّن دلیل ہے۔

ف ۱۳۰۷ھ ہجری میں آپ ورنگل میں صوبہ دار تھے ۱۲ منہ



اس کے بعد نواب معین یاور الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر کے خصائل حمیدہ کی خوبصورت تصویر ہمارے سامنے آتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسے آنیوالی نسلیں بھی دیکھ سکیں اور اس سے سبق حاصل کریں آپ کی طبیعت عقل و دانش سے معمور اور فہم و ادراک سے مالامال تھی آپ طبعاً سخی اور مخیر تھے مہماں نوازی اور انسانی دلجوئی میں بے مثل تھے خاصان حق اور بزرگان دین کے کشف و کرامات کے بڑے معتقد تھے علماء اور شیوخ سے محبت رکھتے پنجگانہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے درویش صفت و کلاہ تتری دار کے مصداق تھے وضع کے پابند حلم و بردباری متانت و سنجیدگی کے ستون۔ خوش بیان عجیب شان کے جوان تھے۔ حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کے سینکڑوں اشعار زبانی انہیں یاد تھے کہ انکو بحث و تمحیص و پند و نصائح کے وقت برجستہ بولتے رہتے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بلا مبالغہ آپ کی زندگی کا انحصار شیخ کے ان اشعار پر تھا ؎

عدو را بجائے خسک زر بریز	کہ احسان کند کند دندان تیز

دشمن کے راستہ میں کانٹے اور گوکھرو کی جگہ روپیہ بچھاؤ کیونکہ احسان ہی تیز دانتوں کو کند کردیتا ہے



جناب نواب عالم علی خان دلاور نواز جنگ بہادر دارابِ خانی سپہ سالار افواج سرکار نظام

بتدبیر شاید جہاں خوردولوس	چودستی نشاید گزیدن ببوس
ترجمہ تدبیر اور خوشامد سے جہاں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ؛ جب (دشمن کا) ہاتھ تو دانت سے نہ کاٹ سکے تو اُسکو) چوم لے ۵	
بتدبیر رستم در آید بہ بند	کہ اسفندیارش نجست از کمند
ترجمہ۔ تدبیر سے رستم قید میں آجاتا ہے	جیسے اسفندیار اس کی کمند سے نہ نکل سکا

آپ قوم کے مسن افراد سے نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ ملتے تھے اور ان سے حسب ونسب کی داستانیں سنا کرتے تھے قومی تعلقات کے برقرار رکھنے کے اصول کے دل سے پابند تھے قوم اور خاندان کے غریب آدمی سے بھی مساوات سے ملا کرتے تھے ملاقات کے وقت اپنی شان اور امارت کا مطلق خیال نہ لاتے تھے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اور میں دونوں ایک ہی صدف کے دو موتی ہیں آپ کے دسترخوان پر ہروقت پندرہ بیس آدمیوں سے کم نہوتے تھے الغرض آپ کی ذات ہر طرح مجموعہ صفات تھی ؛

ذکر نواب عالم علی خان قائم خانی المخاطب دلاور نواز جنگ بہادر ثانی

نواب محمد خان دلاور نواز جنگ اول نے جنکا ذکر صفحات ماقبل میں ہوچکا ہے انتقال کے وقت دو فرزند عالم علی خاں و امجد علی خاں چھوڑے. نواب عالم علی خاں ۲۳ جمادی الاول ۱۲۶۷ھ اور امجد علی خاں ۱۲ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے نواب محمد خاں کی وفات کے وقت عالم علی خاں کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ میں دربار گوہر بار افضل الدولہ بہادر تاجدار دکن سے فرمان واجب الاحترام صادر ہوا کہ جاگیر جو محمد خاں کی تنخواہ میں ہے داخل سرکار کی جاوے اور بعوض جاگیر تنخواہ جمعیت ماہانا اکیس ہزار سات سو بانوے روپے مقرر کردیئے جائیں اور ذاتی جاگیر پرگنہ ششتی

۵۱ انھوں نے ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ میں انتقال کیا اور رخانہ باغ میں مدفون ہوئے انکی شادی اپنے ماموں محمد بخش خاں جمعدار ہاتھی خانی کی دختر سے ہوئی تھی اور یہ لاولد مرے ۵۲ جاگیر نواب عالم علی خان بعنوان انعام التغاتھی ۱۲ منہ

مع بارہ دیہات کے جس کا محاصل ایک لاکھ روپئے اور پچیس ہزار کی جاگیر پرگنہ جھنجوڑ عالم علی خاں کے تفویض ہو جو نسلاً بعد نسل عالم علی خاں کے خاندان میں منتقل ہوتی رہیگی علاوہ اسکے نواب عالم علی خاں ماہ بماہ دو ہزار تین سو پچیس روپے تنخواہ پاتے رہینگے مگر خطاب آبائی کی نسبت فرمان میں کوئی صراحت نہ تھی نواب عالم علی خان کے زمانہ طفولیت میں فوج جاگیر وغیرہ کا انتظام۔ انکی والدہ[۱] ماجدہ کے ہاتھ میں رہا انھوں نے باحسن الوجوہ حسب سابق انتظام کو برقرار رکھا اور چند نیک کاموں میں بھی حصہ لیا۔

چنانچہ جھنجھنوں میں حضرت قمر الدین شاہ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ پر سنہری کلس چھڑائے اور دالان[۲] کی عمارت جنوب رویہ خانقاہ کے دروازہ کے قریب بنوائی اور حیدر آباد میں اپنے محل کے روبرو ایک مسجد تعمیر کرائی جس کا مادہ تاریخ یہ ہے۔

اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ لَا رَیْبَ فِیْہِ فَلَا تَدْعُوْ مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ۱۲۸۰ھ

اب نواب عالم علی خاں عالم شباب میں آئے اور لاکھوں کی جائداد یعنی جاگیر و جمعیت ولوازمات نوبت عماری پالکی و میانہ جات و توپخانہ جات وغیرہ وغیرہ پر بلا شرکت غیرے قابض و متصرف ہوئے اور خطاب کا شوق بھی دل میں پیدا ہوا جس کی کیفیت نقل حکم سر سالار جنگ نواب مختار الملک بہادر وزیر اعظم دکن سے واضح ہوتی ہے۔

مہربان شجاعت نشان عالم علی خان بہادر

حسب معروضہ آن مہربان برائے خطاب وقتیکہ بدیگر تجویز خطاب خواہد شد لحاظ ایشان ہم خواہد ماند و سند موضع متن چڑ عرف جھنجھوڑ پرگنہ جھجولی کہ بنام آیدار خان[۳] است و تصفیہ ایشان بقرار داد سہ صد و پنجاہ روپیہ ماہوار گردیدہ بنام فرزند ایشان ہم دستخط خواہد شد و رسید ہشت لک روپیہ مہانند رام پورن مل ساہوذمگی ایشان و یروز بالمشافہ حوالہ ایشان شد زیادہ چہ بقلم آید المرقوم ششم ماہ ربیع الاول ۱۲۸۸ھ نواب محمد خان کے انتقال کے تقریباً

[۱] انکا نام مہتاب بیگم تھا اور جمعدار شہامت خاں ہاتھی خانی کی دختر تھیں انھوں نے ۱۴ ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا اور اپنے خانہ باغ میں مدفون ہوئیں ۱۲ منہ

[۲] یہ دالان گوشہ مشرق و جنوب میں ہے اور اسکے تینوں دروازے شمال میں ہیں ۱۲ منہ

[۳] یہ نواب محمد خاں کے بڑے فرزند تھے مگر خاندان کی بیوی سے نہ تھے اسی لئے عالم علی خاں جانشین ہوئے ۱۲ منہ

پندرہ سال بعد سرکار سے ۱۲۹۱ھ میں عالم علی خاں کو نواب دلاور نواز جنگ بہادر کا
خطاب مرحمت ہوا تزک محبوبیہ جلد اول سے واضح ہے کہ نواب عالم علی خاں کو یہ
خطاب بتقریب جلوس سواری پادشاہ میر محبوب علی خاں بہادر مرحمت ہوا تھا مصنف
تزک محبوبیہ جلد اول نے اس سواری جلوس شاہی کی کیفیت کو یوں سپرد قلم کیا ہے۔

بادشاہ میر محبوب علیخان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک
آصف جاہ کی سواری جلوس ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں بڑی شان اور تجمل شاہانہ
کے ساتھ خلوت مبارک سے آصف نگر کے باغ میں رونق افروز ہوئی جلوس
میں تمام فوج رواں تھی اور پیادوں کی کثرت سے راستہ ملنا دشوار تھا دو رویہ سڑکوں
اور بنگلوں پر تماش بینوں کا ہجوم تھا تل دھرنے کو جگہ نہ تھی شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔
ہجوم میں سے ایک پر ایک گرا جاتا تھا ارکان دربار شاہی کے جمگھٹ اعلحضرت کی زرد
عماری تھی خواصی میں نواب مختار الملک اور نواب عمدۃ الملک بہادر بیٹھے ہوئے
تھے روپیہ اور اشرفیاں غربا کو خیرات دی جا رہی تھی نہایت تزک طمطراق شاہی کے
ساتھ ہمارے آقائے ولی نعمت اعلی حضرت عماری میں رونق افروز تھے سواری
شاہانہ کا پورا پورا اسماں بندھا تھا پچھلے شاہان دہلی وغیرہ کی سواری کے حالات جو تواریخ
میں دیکھے اور سنے تھے وہ نمونہ آج پیش نظر تھا جسوقت سواری مبارک گوشہ محل کے
قریب آئی تھی تمام فوجیں باقاعدہ سلامی کے لئے دو رویہ ایستادہ تھیں میر عسکر سلطانی
نے آئین فوجی کے ساتھ سلامی ادا کی (۲۱) ضرب اتواپ توپخانہ شاہی سے
سلامی سر ہوئیں سب کی زبانوں پر ازدیاد دولت اور اقبال کی دعائیں بلند تھیں
قریب شام کے سواری مبارک مراجعت فرمائے بلدہ ہوئی اسی سال ہر ربیع الثانی کو
محمد عنایت حسین خان بہادر پیشگاہ اعلحضرت سے کوتوالی بلدہ کے عہدہ پر مامور ہوئے
اور جشن سالگرہ کی مبارک تقریب میں امرا کو حسب ذیل خطاب سے سرفراز کیا گیا
محمد فضل الدین خان بہادر کو سکندر جنگ اقبال الدولہ۔ محمد حفیظ الدین خان کو ظفر جنگ بہادر
اور فیض الدین خان کو امام جنگ بہادر محمد عالم علیخان کو دلاور نواز جنگ بہادر اسی طرح

چھبیس (۲۶) امرا کو خطابات عطا ہوتے تھے اس سرفرازی خطاب کے بعد جبکہ نواب عالم علیخاں نے خود مختاری کے ساتھ زندگی کے میدان میں قدم رکھا تو خاندان اور قوم نے اس دور جدیدہ کے آغاز کو خوش آیند سمجھا اور امید بندھ گئی تھی کہ باپ کی جائداد اور ناموری کو جو بمنزلہ ایک ریاست اور رئیس کے ہے مستقل بنیاد کے ساتھ قائم کرینگے اس دور جدید کا آغاز ایسے مبارک وقت میں ہوا کہ ملک میں اس سرے سے اس سرے تک امن وامان کی لہریں موجیں مار رہی تھیں غارتگروں اور باغیوں کے نقارے اوندھے ہو گئے تھے جہاں بندوقیں اور تلواریں چلتی تھیں وہاں حکّام عدالت کے اجلاس ہوتے تھے جدال وقتال کی معرکہ آرائیاں محض داستانیں اور افسانہ بنکر رہ گئی تھیں تیر وتفنگ کے بجائے قانونی تازیانے چلنے لگے تھے حاکم ومحکوم ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر انصاف کے خواہاں ہوتے تھے شجاعت اور جوانمردی سے جوہر عجز وانکساری سے مبدل ہو گئے تھے بہرحال سرکار عالی کے ملک اور دارالسلطنت میں رزمیہ مرقع یکسر بدل گیا اور اس میں انقلاب عظیم اور بیحد تغیر ہو چکا تھا۔ اس پرامن زمانہ میں بھی نواب عالم علیخاں اس نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر رہے کہ انکے باپ کس جانفشانی سے اس مرتبے پر پہنچے تھے جو انکو ملا تھا اور وہ کس قوم کے تھے اہل خاندان اور قوم کے حقوق ان پر کیا تھے بعضوں نے ہزاروں جانونکی قربانی کی تھی باوجودیکہ اس راز کے معلوم کرنے کے لیے ان کی شادی بھی اہی کے خاندان میں عمزاد بھائی رحمت خاں کی دختر[ف] سے راجپوتانہ میں کی گئی تھی مدبروں کا قول ہے کہ ہر امیر وغریب کے لئے اس کا گھر اسکی سلطنت ہے اس کے کاروبار چلانے کے لئے میاں بادشاہ اور بیوی وزیر ہوتی ہے۔ سچ ہے ؎

زن خوب فرمان بر پارسا	کند مرد درویش را بادشا

(اچھی فرمانبردار نیک بیوی فقیر مرد کو بھی بادشاہ بنا دیتی ہے)

ف اس زیب النسا بیگم نے اٹہتر سال کی عمر میں نواب عالم علیخاں کے مرنے کے تیس (۳۰) برس بعد سہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں انتقال کیا اور اپنے خانہ باغ میں نواب عالم علیخاں کے برابر مغرب کی سمت مدفون ہوئیں ان بیگم صاحبہ نے دو حج بھی کئے تھے اور انکے نام صدر روپیہ وظیفہ ماہانہ سرکار سے جاری تھا ۱۲ منہ

پس لاکھوں کی دولت کا گھر تو ریاست ہی ہے نواب عالم علی خاں نے سب سے
پہلے جو کام کیئے وہ مسرت وشادمانی اور عیش وطرب کے سامان تھے راگ ورنگ
میں پڑ گئے انکی محفل گویوں قوّالوں بھانڈو مسخروں اور خود غرضوں سے گرم رہنے
لگی۔ اس میں لاکھوں کی دولت صرف ہوئی۔ نواب کو قوم کے بہادروں سے نفرت
ہونے لگی۔ اس سبب سے کہ وہ انکی برائیوں کا خاکہ کھینچتے اور ان کو نصیحت کرتے
تھے اور وہ اپنے آپ کو پائیداری کی دیوار آہنی بتلاتے تھے نواب نے چاہا
کہ اس دیوار کو مسمار کردوں تاکہ کھلے بندوں جدھر چاہوں پھروں اور جو چاہوں
کروں کوئی انگشت نمائی اور روک ٹوک کرنیوالا نہ رہے رفتہ رفتہ قوم کے بہی خواں
لوگ علیحدہ ہو گئے اور نواب سے نفرت کرنے لگے۔ بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ
میں خاتون خاندان کے بطن سے فرزند تولد ہوا جنکا نام تہور علی خاں رکھا گیا۔
۲۹ شعبان ۱۲۸۸ھ میں بسم اللہ خوانی کی تقریب اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی نواب مختار الملک بہادر
وزیر دکن بھی شریک جلسہ ہوئے تھے اسی تاریخ میں چھ ہزار سالانہ کی جاگیر بنام موہ خورد
تہور علی خاں کو سرکار سے عطا ہوئی تھی ۱۳۰۱ھ ہجری میں نواب کے دل میں یہ مسئلہ
زیر غور ہوا کہ تہور علی خاں کی شادی خاندان میں ہو یا امراء حیدرآباد میں ستارہ گردش
میں تھا کہ نواب کو خاندان اور قوم سے نفرت تو پہلے ہی سے ہو چکی تھی اور بربادی
اس کی منتظر تھی کہ خاندان سے قطع تعلق ہوا اور وہ اپنا تسلط کرے آخر کار تاریخ
۲۶ شعبان ۱۳۰۱ھ میں تہور علی خاں کی شادی[ل] نواب نصیر جنگ بہادر اولیٰ کے
خاندان میں ہوئی اور یہ قومی پابندی کی خلاف ورزی کی ایک نادر مثال تھی اور
اب نواب قوم سے اتنی دور ہو گئے تھے کہ گویا وہ بجائے کرہ زمین کے چاند میں
رہتے تھے سب سے بڑا یہی واقعہ ہے جو ان کی بربادی کا باعث ہوا شادی میں
نواب عماد السلطنت میر لائق علیخاں بہادر وزیر دکن بھی شریک ہوئے تھے شادی کی

[ل] نواب تہور علیخاں کی بیگم صاحبہ کا خاندانی سلسلہ حضرت سید حسن رسول نما علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے
جو ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں حضرت کا مزار دہلی میں ہے ۱۲ منہ

تیسرے روز ہی نواب تہور علی خاں بستر علالت پر پڑ گئے اور نویں مہینے ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور رخانہ باغ میں مدفون ہوئے اسکے بعد نواب نصیر جنگ بہادر کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ نواب لاولد رہ گیا ہے انکے مرنیکے بعد تمام جائداد ان ہی کے قبضہ میں آجائیگی نواب کو اپنا ہمراز کر لیا اور نواب ان ہی کے راگ گانے لگے انھوں نے جو چاہا کرایا اور نواب بیٹے کے رنج و غم کو بھول گئے تھے اور اپنی ہی شادیوں کے انتظام میں پڑ گئے تھے تہور علی خاں تخت جگر کے مرنے کے بعد نواب نے اپنی دس شادیاں کیں اور ان جدید رشتوں کا اثر نواب پر یہ بھی پڑا کہ وہ حُسن پرست بن گئے تھے بیگمات کے مہر میں ہزاروں روپئے باندھے گئے کسی کے مہر میں ڈیوڑھی اور کسی کے عقد نامہ میں کانات لکھی گئی یہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ طرح

؎ رات دن چکر میں ہیں سات آسماں	ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

مرنے سے پہلے ہی نواب اپنی شادی کی تیاری میں منہمک تھے اور جہیز تیار ہو رہا تھا۔ حسن پرست نواب کی یہ شادی نواب کرنول کے خاندان میں ہونے والی تھی مگر قضائے عجلت کی اور شادی کی تکمیل ناتمام رہی آخر کار عالم علی خاں ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۸۹۸ء روز چہارشنبہ کو راہی ملک بقا ہوئے اور پسماندوں کے لئے سات لاکھ کا قرض چھوڑ گئے یہ سب دنیا بے وفا کے لئے ہوا آسمان نے دیکھا اور زمین نے سنا کسی شاعر نے نواب کی وفات کی تاریخ اشعار ذیل میں نکالی ہے۔ ؎

افلاک نے کہاں کے ستم ہم پہ ڈھائے اب	بیٹھے بٹھائے ہنستوں کو کیسے رلائے اب
دُنیا سے جا کے آج دلاور نواز جنگ	دیکھو نثار حلقہ بخشش میں آئے اب ۱۳۱۶

ماہ شوال ۱۲۹۵ھ ہجری میں نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ نے حج کے ارادہ سے عرب کا سفر کیا اس حج میں انکے ساتھ انکی بیگم زیب النساء صاحبہ بھی ہمراہ تھیں اور دوسرے بیس آدمی اور بھی ہمراہی گئے تھے مگر مردوں میں قائم خانی ایک بھی نہ تھا۔ اسی سفر میں آپ مصر بھی تشریف لے گئے تھے سمت ۱۹۳۵ بکرمی مطابق ۱۸۷۸ء

ؔ اندرون شہر پنہ خانہ باغ میں جو متصل تکیہ اکمل شاہ ہے مدفون ہوئے اور ایک سنگ بستہ چبوترہ پر پختہ قبر بنی ہوئی ہے اسی چبوترہ کے اوپر مشرق رُخ دو قبور اور ہیں ایک نواب کی ہمشیرہ ہمت بانو کی دوسری فیض محمد خاں کی ہے جو نواب کے عزیزوں میں اسمٰعیل خاں کے فرزند تھے جنکا انتقال ۱۳ محرم ۱۳۱۶ھ میں ہوا ۱۲ منہ

میں بغرض زیارت اجمیر بھی گئے تھے اجمیر شریف کے دوران سفر میں نواب کا جے پور[۵]
تک بھی سفر ہوا تھا وہاں کے اکثر سرداران شیخاواٹی راجپوتانہ سے ملاقات ہوئی اور
خصوصاً راجہ اجیت سنگھ بہادر والئی کھیتڑی سے نہایت دوستانہ ملاقات رہی بعد
معاودت نواب نے تین کیپ نسل کی قیمتی گھوڑیاں راجہ اجیت سنگھ بہادر کو بھجوائی
تھیں ۱۳۱۳ھ میں نواب صاحب پھر دوبارہ بغرض زیارت اجمیر شریف گئے اور خانقاہ
والا جاہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ میں ایک دیگ بھی تیار کرائی خانقاہ کی موجودہ نصب
شدہ دیگوں میں سے بڑی دیگ نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ بہادر کے لطف ارادت اور دوسری دیگ
نواب عالم علیخاں کے حسن عقیدت کا نتیجہ ہے جس پر نواب دلاور نواز جنگ امیر دکن کندہ ہے ۹ محرم ۱۳۱۴ھ مطابق
سمت ۱۹۵۲ بکرمی راجہ اجیت سنگھ بہادر والئی کھیتڑی بھی حیدرآباد آئے ونزہائنس مہاراجہ دھراج
ناہر سنگھ بہادر والئی شاہ پور سیواڑ و مہاراجہ دھراج بہادر کے دونوں مہاراج کنوار بڑے
مہاراج کنوار امید سنگھ بہادر کی شادی اسوقت راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی
کی بائی صاحبہ سے ہوگئی تھی یہ بھی حیدرآباد آئے اور نواب عالم علی خاں دلاور نواز
جنگ بہادر کے مہمان رہے اور دس روز قیام رہا اور حیدرآباد کے مشہور مقامات
کی سیر و تفریح فرمائی جس طرح بعہدہ وزارت راجہ چندو لال بہادر نواب محمد خاں کو
بکار سرکار فارسی میں شجاعت و تہور دستگاہ القاب لکھا جاتا تھا اور نواب عالم علیخاں سے
بھی جو سرکار خانہ مراسلات ہوتی تھی اسکے سرنامہ پر مختار الملک بہادر بدستخط خاص مہربان شجاعت
نشان لکھا جاتا تھا اور دیگر اعزاز و مراتب و مناصب بدستور سابق بحال رہے دعوت
وضیافت کے موقع پر جو رقعے مطبوعہ آیا کرتے تھے ان میں سے ایک رقعہ کی نقل بھی
درج ذیل کیجاتی ہے۔

از طرف سرکار عالی

راجہ نریندر و مسٹر لائق علی خاں امید وار ند
کہ در جلسہ دعوت صاحب عالی شان مسٹر کارڈری صاحب بہادر دام اشفاقہٗ

---

[۵] جے پور میں نواب صاحب صفدر خان رسالدار کی حویلی میں مقیم رہے ۱۲ منہ

عالم علی خان بہادر

بروز چہار شنبہ ہشتم شہر رجب المرجب ١٣٣١ھ مقام باغ عامہ ساعت ہشت شام شریک خواہند شد

تزک محبوبیہ جلد دوم صفحہ (١٨٩) دفتر اول ردیف (د) کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

دلاور نواز جنگ محمد عالم علی خان بہادر۔ آپ کا اصلی نام محمد عالم علیخاں تھا۔ آپ محمد خاں قائم خانی[1] المخاطب دلاور نواز جنگ اولی کے خلف ارجمند تھے ابتداً محمد خاں قائم خانی ملک راجپوتانہ میں علاقہ جے پور شیخاواٹی قصبہ جھنجھنوں سے وارد ناگپور ہوئے وہاں چند روز نہایت عزت و آبرو سے بسر کرکے بلدہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد آئے بقول صاحب گلزار آصفیہ ہاں انھوں نے چند دن تجارت میں گذارے بعد ازاں بعہد نواب سکندر جاہ بہادر حیدر آباد دکن تشریف لائے وہ زمانہ مہاراجہ چندو لال بہادر کی وزارت کا تھا جہاں انھوں نے رسائی پیدا کرکے اولاً تنخواہ ذات اور دس سوار

---

[1] یہ قوم دراصل چوہان راجپوت ہے جس کا سلسلہ نسب مہاراجہ پرتھی راج راجہ دہلی و اجمیر سے ملتا ہے اسی قوم کے مورث اعلیٰ نواب قائم خان خلف موٹے رائے فرمانروائے ددیرہ ہیں۔ اور نواب قائم خاں فیروز شاہ بادشاہ کے اعلیٰ اور ممتاز اراکین میں سے تھے ٧٦٠ھ ہجری میں منجانب شاہ دہلی مع خطاب خان جہانی صوبہ حصار فیروزہ کی حکومت ان کے سپرد ہوئی پھر بزمانہ محمود شاہ تغلق خضر خاں کے مقابلہ میں تاریخ ٢٠ جمادی الاول میں کام آئے نواب قائم خاں خان جہاں کی وفات کے بعد ان کے فرزندان محمد خاں و تاج خاں نے جھنجھنوں و فتح پور میں خود مختار ریاستیں قائم کین بادشاہان مغلیہ سے ہمیشہ ان کا ربط و ضبط و اتحاد رہا جھنجھنوں اور فتح پور کی ریاستیں قائم خانیوں کے ہاتھ سے نکلکر شیخاوٹ راجپوتوں کے قبضہ میں آئیں جو اتبک حکمران ہیں اب بھی زیادہ تر اس ملک شیخاواٹی میں قائم خانی آباد ہیں جہاں انکی جاگیرات بھی ہیں اور انکے حکمرانوں کی نظروں میں انکی بہت عزت و وقعت ہے اور بیا دراندارہ و رسم جاری ہیں نواب محمد خاں نواب قائم خاں خان جہانی کی سولھویں پشت میں ہوتے ہیں ١٢ منہ

ہمراہی کے ساتھ سرا سری میں ملازم ہوئے چونکہ یہ ایک لائق اور تجربہ کار ہوشیار شخص تھے تھوڑے ہی دنوں میں ترقی کرتے گئے محمد خاں کو پہلے پہل نواب سعد اللہ خاں قائم خانی کا کارخانہ بوجہ لاوارث ہونے کے تفویض کیا گیا اور بزمانہ بادشاہ ناظر الدولہ بہادر درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے آخیر تک سات سو پچاس جمعیت سواران سو عرب سو راکھور گیارہ زنجیر فیل گیارہ منزل پالکی چار ضرب توپ دو نقارہ دو نقارہ شتر نوبت وعماری لوازمہ بجالا برداران وچھتر و آفتاب گیری و گھڑیال و علم تنخواہ ذات دو ہزار تین سو پچیس جاگیر ذات محاصل سالانہ ایک لاکھ روپئے جاگیر نوبت بارہ ہزار خطاب نواب دلاور نواز جنگ سے مباہی و مفتخر ہوئے آپ پولیٹکل معاملات میں بھی مدبران سلطنت کے ہمیشہ ہم صلاح و ہم مشورہ رہتے تھے آپ کی صاحبزادی کی شادی ۱۲۶۳ھ میں ہوئی اس وقت نواب سراج الملک بہادر آپ کے یہاں تشریف لائے تھے آپ کی فوج نے اضلاع میں اکثر کارہائے نمایاں کئے ہیں چنانچہ ۱۲۶۹ھ ہجری میں بمقام جالنہ ہزاروں روہیل جمع ہو کر ملک کو تاخت و تاراج کر رہے تھے جس کی سرکوبی آپ ہی کے ماتحت قوم کے ہاتھوں ہوئی اور آپ شجاعت و سخاوت میں بےمثل تھے چونکہ آپ اپنے خویش و اقارب پر نظر عنایت رکھتے تھے چنانچہ اسی وجہ سے آپ کے برادر زادگان مسمیان قمر الدین خان ہر دو نجابت رنجیت خاں کے نام چھوٹے چھوٹے کارخانہ جو اسی جمعیت میں شامل تھے کرادیئے گئے تھے دیوانی فوج میں آپ کا جلوس سب سے اول رہتا تھا آپ کے فرزند خلف اکبر محمد عالم علی خاں (جنکا نام زیب دہ عنوان ہے) دوسرے فرزند امجد علی خاں تھے جنھوں نے ۱۲۸۵ھ میں لاولد انتقال کیا نواب عالم علیخاں کے ایک ہی صاحبزادہ تھا جنکا نام تہور علی خاں رکھا گیا۔ جن کی بسم اللہ خوانی ۱۲۸۹ھ میں ہوئی بسم اللہ خوانی کے موقع پر نواب مختار الملک بہادر وزیر دکن تشریف لائے اور پانچ ہزار کی جاگیر تہور علی خان کو عطا فرمائی آپ نے اپنے اکلوتے فرزند کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی جسمیں نواب میر لائق علیخان بہادر

عمادالسلطنت مدارالمہام وقت نے تشریف لاکر آپ کی عزت افزائی فرمائی ۱۳۰۵ھ میں آپ کو اپنی جاگیرات میں دیوانی پانچ ہزار روپئے اور مقدمات فوجداری مجسٹریٹ درجہ اول کے اقتدارات بھی سرکار سے عطا ہوئے تھے آپ انتہا درجہ کے سخی و شجاع و دلیر تھے آپ کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اکثر گھوڑ دوڑ کے موقعوں پر انگریزوں سے شرطیں لگایا کرتے تھے محنت و جفاکشی میں بھی آپ اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اس کے ساتھ کسی قدر عیش پسند بھی تھے۔ اور اب مرحوم کی جائداد و جاگیرات و کارخانہ زیر نگرانی سرکار رہے"

نواب کو اپنی جاگیر میں[۵۱] مقدمات فوجداری و دیوانی کے فیصل کرنے کے لئے مجسٹریٹ درجہ اول کے اختیارات بھی حاصل تھے بہرکیف نواب عالم علی خاں کے آبائی حقوق سرکار کے پیش نظر تھے اگر نواب اپنی زندگی میں چاہتے تو یہ[۵۲] فیاض سرکار عالی نواب کے خاندان سے کسی قریب کے یکجدی وارث کو جانشین بنا دیتی اور یہ

---

۵۱ تفصیل جاگیر حسب ذیل ہے۔ (۱) سستی (۲) موضع پاٹودہ نصف (۳) موضع کھاندوی (۴) موضع دیوبلا (۵) موضع پاپے گاؤں (۶) موضع رانی وائی گاؤں واقع تعلقہ پاتری ضلع پربھنی صوبہ اورنگ آباد (۷) موضع واہی گاؤں (۸) موضع سنگولہ (۹) موضع جیٹر گاؤں (۱۰) موضع ڈولہارہ (۱۱) موضع نا ندرہ (۱۲) موضع ڈگرس بزرگ (۱۳) موضع ڈگرس خورد (۱۴) موضع کنولہ علاقہ تعلقہ اورنگ آباد (۱۵) موضع اڑگاؤں علاقہ تعلقہ اورنگ آباد (۱۶) موضع چمن چور واقع تعلقہ گلبرگہ اس چمن چور کی سند تہور علی خاں کے نام ہوئی۔ (۱۷) موضع مگنور علاقہ تعلقہ سیڑم ضلع گلبرگہ (۱۸) موضع ترن پلی علاقہ تعلقہ سیڑم ضلع گلبرگہ (۱۹) موضع روہنا ضلع پربھنی (۲۰) موضع کندہاری ضلع پربھنی (۲۱) موضع سکونہ ضلع اورنگ آباد (۲۲) موضع ونولہ تعلقہ سیڑم (۲۳) موضع رامچندر پور مقطعہ تعلقہ و ضلع محبوب نگر

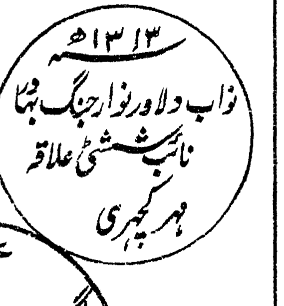
۵۲ جب جاگیر وغیرہ زیر نگرانی سرکار کورٹ آف وارڈ رہی اور ماہ خورداد ۱۳۰۹ فصلی مطابق ۱۳۱۸ھ میں بیگمات کی تنخواہ مبلغ ایکہزار تین سو سات روپئے ماہانہ مقرر ہوئی اور ۱۳۱۷ فصلی میں جاگیر شریک خالصہ کی گئی اور کارخانہ گھوڑے وغیرہ سب داخل سرکار ہوگئے۔ ذیل میں مہروں کی نقول اور نشان دیا جاتا ہے جو جاگیرات و کارخانہ نواب عالم علیخاں دلاور نواز جنگ بہادر سے متعلق ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۴۹ پر ملاحظہ ہو)

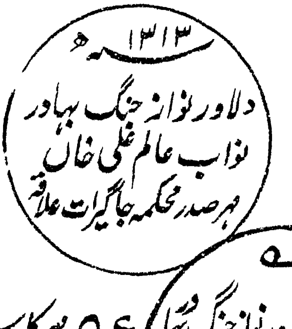
تمام جاگیر ومناصب علی حالہ قائم رکھتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے یہ خیال کرلیا تھا کہ انکے مرنے کے بعد وارثوں کی خوشی اسکے مصداق ہوگی ؎

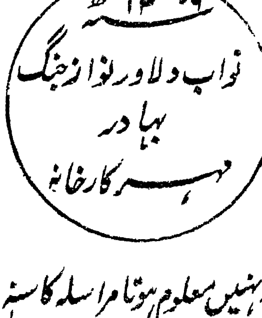
معشوق بنام من وکار دیگراں است ۔ چوں غرہ شوال کہ عید رمضان است

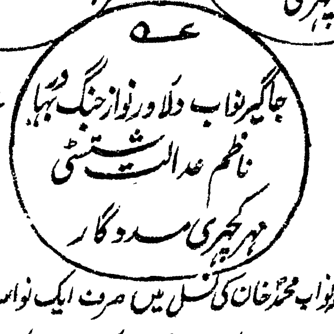
اگرچہ یکیدی ورثا میں سے ایک شخصیت بنام محمد فرید خاں جیسی موجود تھی کہ اگر نواب چاہتے تو اپنا جانشین کرسکتے تھے اور کارخانہ وجائداد وغیرہ کی اجرائی بحین حیات ہوسکتی تھی اور جو مضرت انگیز نتائج نواب کے پس ازمرگ منتج ہوئے وہ واقع نہ ہوتے چونکہ ستارہ نحوست میں تھا اس لئے بخت نامساعد نے اس سے باز رکھا جبکہ ۱۳۱۴ھ میں راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی حیدرآباد دکن رونق افروز ہوکر نواب کے یہاں فروکش ہوئے تو ممدوح الشان نے دوران ملاقات میں یہ تذکرہ بھی کیا کہ اگر آپ فرید خاں کو جو آپ کے عزیز واقارب میں ہیں اپنا جانشین فرماویں یا کم از کم آپ اپنے پاس رکھیں تو بہتر اور مناسب ہے کیونکہ خود ہمارے یہاں یہ آئین ودستور ہے کہ لاولدی کی صورت میں اپنے قریب کے وارثوں میں سے کسی ایک کو متبنیٰ کرلیا جاتا ہے اس کا جواب

(بقیہ صفحہ ۴۸)









ع مہر کا سنہ نہیں معلوم ہوتا مراسلہ کا سنہ دیا جاتا ہے ۱۳۱۵ھ م ۱۳۰۶ فصلی نواب عالم علیخاں کا جلوس دیوانی فوج میں سب سے اول رہتا تھا ۱۲ سنہ

مخفی نہ رہے کہ نواب محمد خان کی نسل میں صرف ایک نواسہ اعظم علیخاں باقی رہے اور انھوں نے نواب عالم علیخاں کے مقابلہ میں ترکہ کی بابت دعویٰ کیا اور انکے مرنیکے بعد بھی اسکے مدعی رہے مگر بر موقعہ بڑنا کامیابی رہی عمر طویل پائی ۱۳۴۲ ہجری میں لاولد فوت ہوئے ۱۲ سنہ

نواب نے اثبات میں دیا اور کہا کہ خود میرا خیال ایسا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ وعدہ ایفا نہوا اور رشتہ داروں کے آبائی و موروثی حقوق ضائع ہوگئے اور وہ جائداد جو بہ مشقت حاصل کی گئی تھی اور جس کے لئے نواب کے پدر بزرگوار نے خون جگر پیا تھا ذاتی آسائش و زیبائش میں صرف ہوگئی باوجودیکہ نواب اشرف خان فرزند نجیب خاں جو نواب کے عمزاد بھتیجے تھے محمد فرید خاں کو ان کا متبنی کر دیا تھا اس لئے کہ نواب ان پر نظر شفقت رکھیں نواب کے رشتہ داروں کو اس میں بھی کوئی کامیابی حاصل نہوئی اور نواب کے خیالات اپنی لاؤبالی عادت سے باز نہ آئے اس میں شک نہیں کہ اگر نواب عالم علی خاں محمد فرید خاں کے نام اپنی مملوکہ جائداد منتقل کرادیتے تو صاحب موصوف حسن و خوبی کے ساتھ تمام معاملات متعلقہ انجام دیتے جس کی خداداد اہلیت آپ میں موجود ہے اب بھی بحالت موجودہ جو کچھ جائداد اشرف خاں[5] نے چھوڑی ہے اس کا انتظام بذات خود فرماتے ہیں چنانچہ ایک وسیع مسجد بھی اشرف خاں نے اپنے مسکن دھنوری میں تعمیر کرائی تھی جس کی تاریخ کسی شاعر نے حسب ذیل قطعہ میں نکالی ہے ؎

واہ نواب اشرف خاں نے	مسجد عمدہ کی بنا ہے یہ
یاد تازہ قاسم خانے	معبد کبریا ہے یہ
بہر تاریخ یہ ندا آئی	تاج لکھ (خانہ خدا ہے یہ) ۱۲۹۲ھ

نواب محمد فرید خاں کی طبعی خوبیاں بھی کچھ کم نہیں آپ کا دم اس قوم میں بسا غنیمت ہے آپ طبعًا صاحب اخلاق بھی خواہ قوم ذی علم سلیم الطبع علم دوست اور مورخانہ خیال رکھنے والے شخص ہیں علاوہ ازیں آپ اس قوم میں ایک درسگاہ کے قیام کے متمنی بھی ہیں جسکے فقدان سے قومی مقاصد کو سخت صدمہ پہنچ رہا ہے اور اس قومی درسگاہ کی ہر طرح اعانت اور اسکے لئے جدوجہد کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کیلئے

[5] انھوں نے تاریخ ۲۷ شعبان سنہ ۱۳۰۲ ہجری میں انتقال کیا اور بمقام حیدرآباد دکن خانہ باغ میں مدفون ہوئے انکی پختہ قبر وہاں پر موجود ہے ۱۲ منہ



۱ے جناب نواب محمد فرید خاں صاحب عزیز ترین نواب عالم علی خاں دلاور
نواز جنگ بہادر مرحوم داراب خانی

۲ے محمد اکبر علیخاں صاحب یہ محمد فرید خانصاحب کے فرزند ہیں
جو بی اے میں تعلیم پا رہے ہیں

ہر طرح سے آمادہ ہیں آپ علم کے بڑے دلدادہ ہیں یہی اسباب ہیں کہ مقام حیدرآباد دکن میں اپنے دونوں فرزندوں کو اچھی تعلیم دلائی بڑے فرزند محمد حسین خاں اردو فارسی انگریزی میں اچھی مہارت رکھتے ہیں چھوٹے محمد اکبر علی خاں کی ابھی پڑھائی جاری ہے پنجاب میٹرک میں تو وہ کامیاب ہو چکے ہیں اب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کی ڈگری حاصل کر کے بی۔ اے میں داخل ہیں اور لا کلاس میں بھی شریک ہیں محمد فرید خاں شرع محمدی کے بھی دل سے پابند ہیں اور جو اس قوم میں شادی بیاہ میں بری رسمیں جاری ہیں انکی بیخ کنی کے ہمیشہ درپے رہتے ہیں جب آپکے بڑے لڑکے کی شادی تاریخ ۱۲ رجب ۱۳۴۲ھ میں مقام جھونپہ علیم الدین خاں کی دختر سے ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ نے خلاف شرع رسومات سے پرہیز کرنے کی بے حد کوشش کی مگر اس میدان میں تو سرے ہی سے بدعات کا اکھاڑا تھا یہ خاموش رہے اور انکی مرادول کی دل ہی میں رہ گئی افسوس ہے کہ محمد حسین خاں کی اہلیہ کا انتقال[1] چند روز کے بعد ۱۹ شوال ۱۳۴۳ھ ہجری میں حیدرآباد دکن میں ہوا۔ اس کے بعد دوسری شادی کی نوبت آئی محمد حسین خاں اور ان کے چھوٹے برادر محمد اکبر علی خاں کی شادی مورخہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۶ ہجری میں موضع بھمبر فتح محمد خاں مظفر خانی کی دختروں سے ہوئیں اس موقع پر بھی محمد فرید خاں نے بری رسموں سے بہت گریز کیا اور کسیقدر انکو کامیابی ہوئی اس لئے کہ فتح محمد خاں کے چچیرے بھائی علیم بخش خاں بہت ہی نیک اور تہذیب یافتہ ہیں اور وہ بری اور بیھودہ رسموں کے توڑنے کے ہمیشہ دل سے متمنی ہیں محمد فرید خاں عالی ہمت اور مستقل مزاج شخص ہیں نواب عالم علی خاں ولاور نواز جنگ بہادر کے انتقال کے بعد نواب عالم علی خاں کے رشتہ داروں میں سے دو چار شخص حیدرآباد گئے اور یہ چاہا کہ ہمیں بھی نواب کے گھوڑوں و جاگیر میں سے کچھ ملجاوے۔ مگر وہاں کے اخراجات کو برداشت نہ کر سکے اور بعض انمیں سے واپس اپنے وطن کو آگئے نواب محمد فرید خاں اور ان کے چھوٹے برادر سعادت علی خاں نے وہیں پر ڈنڈا ڈیرہ

[1] حضرت کلیمی صاحب علیہ الرحمۃ کے درگاہ میں مدفون ہوئیں ۱۲ منہ

ڈال دیا اور وہاں کے حکام سے ملنا جلنا شروع کیا اور انھوں نے اپنے حقوق جتلائے آخرکار چوبیس برس کے بعد حکام کی توجہ سے بنام محمد فرید خاں و سعادت علیخاں ایک مقطعہ جسکا نام رامچندر اپور ہے بتاریخ یکم امرداد ۱۳۳۱ فصلی مطابق ۹ رشوال ۱۳۴۰ھ میں اجرا ہوا یہ موضع نواب محمد خاں کا استمراری و زرخرید ہے اور ضلع محبوب نگر سے گوشہ مغرب وجنوب میں تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے نواب محمد فرید خاں کی توصیف میں کسی شاعر نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں سلہ

ہے مجھ کو مد نظر ایک فرد کی تعریف	جھکا ہوا ہے مدحت ہی کلک حسن طراز
ہے جو کہ نیر چرخ محاسن و اکرام	ہے جو کہ ایک عرصہ اخلاق خوش کا یکہ تاز
فرید خاں ہے نام اور ہیں فرید الدہر	اُٹھائی انکے نہ کیوں فطرت ملائکہ ناز
نواب ابن نواب اور خاندانی رئیس	ہیں آپ قائمخانی معزز و ممتاز
خدا گواہ ہے کہ ہمنے تو آپ سے بڑھکر	کوئی زمانہ میں دیکھا نہیں جہاں نواز
ہیں آپ شرع و طریقت کو دل سے عاشق زار	زہے نصیب کہ بخشا ہے حق نے ذوق نماز
حضور شاہ میں اے تاج ہو جو عرض کوئی	خدا کرے کہ وہی سابقہ ہوں پھر اعزاز

جلد دوم تزک محبوبیہ دفتر اول ردیف میم

ذکر محمد علی خان بہادر

آپ غلام احمد خانصاحب مغفور کے فرزند اور نواب صالح محمد خاں مرحوم کے پوتے ہیں آپ کے بزرگوں کا وطن فتحپور مضافات ہندوستان ہے اور نواب محمد قائم خاں بہادر وزیراعظم محمد تغلق شاہ شاہ دہلی سے سلسلہ ملتا ہے ابتداً نواب صالح محمد خاں فوج کنٹنجنٹ میں عہدہ رسالداری سے ممتاز تھے ۱۲۵۰ھ میں ترک ملازمت کرکے حیدرآباد دکن آئے یہ زمانہ بادشاہ ناصر الدولہ کی حکمرانی کا تھا۔ چنانچہ

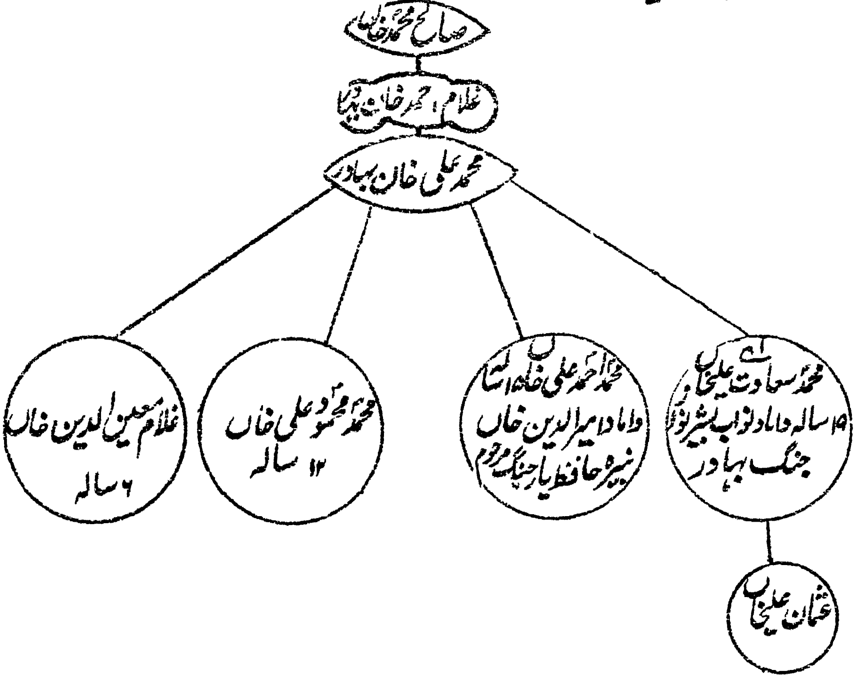
سلہ فرید خاں و سعادتخاں ابن اختیار خاں بن قمرالدین خاں بن محمد حیات خاں۔ اختیار خاں نے ۱۳۰۶ھ میں انتقال کیا اور خانہ باغ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

مہاراجہ چندو لعل مدار المہام وقت نے چار لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر کارخانہ جمعیت دو سو بیس سوار، پچاس عرب، پچیس جوانان علی غول۔ دو امتیازیاں یعنی واجب سو روپیہ زنجیر فیل و پالکی ماہوار ذات جمعداری ایک ہزار جملہ ماہوار دس ہزار دو سو بیس روپے سے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں جسوقت سرکار انگریزی سے تنخواہ کنٹنجنٹ کا مطالبہ ہوا تو نواب صلح محمد خاں نے حسب الحکم مہاراجہ بہادر پانچ لاکھ ایک ہزار روپیے نذرانہ داخل کیا اس حسن خدمت کے معاوضہ میں سرکار سے تعلقہ سڈو مرک پیری وغیرہ مواضعات سرکار ماہور و باسم صوبہ براڑ بالاگھاٹ محاصل چہل و ایکہزار و ہشتاد و ہفت سالانہ ذات جاگیر مرحمت ہوئی اور بزمانہ وزارت راجہ رام بخش بہادر آپ نے تیس ہزار روپیہ نذرانہ داخل کیا جس میں بحالی برطرفی کا اختیار عطا ہوا جب نواب سراج الملک بہادر کی وزارت کا زمانہ آیا تو آپ نے پانچ لاکھ پچاس ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا اس کا معاوضہ اس طرح کہ جمعیت میں اضافہ ہوا یعنی تین سو تیس سوار۔ ایک سو پچاس عرب پچاس جوانان علی غول معہ ماہوار ذات و امتیازیاں و لوازمہ فیل و پالکی و چھتر و آفتاب گیری کا اعزاز حاصل ہوا اور سرکار عالی کی جانب جو قرضہ سودی یکروپیہ نو لاکھ تیس ہزار پانسو اکاون روپے تھا اسکے معاوضہ میں تعلقہ ڈونگر گاؤں محاصلی چالیس ہزار روپیہ کلدار سالانہ ذات جاگیر میں عطا ہوا بہر حال آپ نے اپنی زندگی نہایت ہی آب و تاب اور ثروت و حشمت سے گذاری اور کارہائے نمایاں بھی سرزد ہوئے چنانچہ سنگولی و تعلقہ نرسی کے زمینداروں سے مقابلہ کرکے بھوجلہ کی گڑھی فتح کی اور زمینداران سرکش کو گرفتار کیا اس جنگ میں آپ کے داماد محمد فاضل خاں جمعدار کام آئے۔ آپکے دو فرزند تھے اول غلام محمد خاں دوم غلام احمد خاں نمبر دوم تو لاولد فوت ہوئے اب رہے غلام محمد خاں سو کل آبائی مناصب و اعزاز سے سرفراز ہوئے لیکن جب ملک براڑ سرکار انگریزی میں گیا تو آپ کی جاگیرات بھی اسی میں شامل ہوگئیں اسکے معاوضہ میں قصبہ سیداپور عطا ہوا اور بزمانہ وزارت سر سالار جنگ اعظم جب جمعیت میں تخفیف شروع ہوئی تو بتدریج آپ کی جمعیت میں بھی تخفیف ہوگئی نو سوار دس برقنداز و لوازمہ معہ فیل و میانہ و چھتر و ذات

جمعداری وامتیازیاں باقی رہ گئے بعدازاں جب تھرڈلانسرز کا رسالہ بنایا گیا تو آپ کے سواروں میں سے اڑسٹھ سوار اور لئے گئے ۱۲۶۲ھ میں جبکہ مفسدوں نے ہنگامہ کرنے کی غرض سے ایک محضر تیار کیا تھا آپ نے اُسکو بزور شمشیر چھین کر نواب مختارالملک کی پیشگاہ میں داخل کیا اس معرکہ میں آپ کے دو عزیز محمد خاں و مہدی خاں کام آئے اس کے صلہ میں سرکار نے خطاب و نوبت وغیرہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا مگر زمانہ کے انقلاب نے پورا نہ ہونے دیا آپ کے اکلوتے خلف محمد علی خان بہادر ۱۰ ر رجب ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے ابتداً گھر پر تعلیم پاتے رہے بعدازاں مدرسہ اعزہ میں شریک ہوئے فارسی میں فارغ التحصیل۔ انگریزی حسب ضرورت جانتے ہیں بعدانتقال اپنے والد بزرگوار کے جاگیر سیداپور وغیرہ اور خدمت جمعداری سے سرفراز ہوئے اور بعد وزارت سر آسماں جاہ بہادر آپ کے جد کا قرضہ جو سرکار پر نولاکھ کئی ہزار روپیہ کا باقی تھا اس کا دعوی آپ سے لیا گیا اور ڈونگر گاؤں ذات جاگیر شریک خالصہ کرلیا گیا صرف سیداپور آپ کے قبضہ میں باقی رہا۔ گو اس جاگیر کی آمدنی قلیل تھی مگر آپ نے اپنے حسن انتظام کے باعث بہت کچھ محاصل میں توفیر و ترقی کی آپ کو اپنے جاگیرات میں اقتدارات دیوانی ایک ہزار روپیہ اور فوجداری میں مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیار حاصل ہیں علاوہ بریں آپ مددگار ناظم نظم جمعیت و ہتمم تقسیم بھی ہیں اس خدمت کا صلہ تین سو روپے پاتے ہیں۔ آپ نے اپنی حیات میں ہی اپنی خدمت جمعداری اپنے فرزند دوم احمد علی خاں صاحب کے نام منتقل فرمادی ہے انہیں احمد علی خاں صاحب کی شادی میں بلحاظ اعزاز خاندانی و قدر پروری عالی جناب یمین السلطنۃ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار مدارالمہام سرکار عالی نے ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ کو بوقت شب آپ کے مکان[1] پر تشریف لاکر آپ کی عزت دوبالا فرمائی کچھ مدارالمہام حال پر ہی موقوف نہیں اکثر مدارالمہامان وقت اپنے اپنے زمانوں میں آپ کے مکان پر رونق افروز ہوئے ہیں۔ نواب بشیر نواز جنگ بہادر آپ کے عم بزرگوار ہوتے ہیں۔ آپ کو حضرت آغا داؤد صاحب قبلہ مدظلہم سے شرف بیعت ہے

[1] یہ ڈیوڑھی محلہ چیلہ پورہ میں واقع ہے ۱۲ منہ

آپ خلق مجسم سخی حلیم الطبع ۔ غریب پرور پابند صوم و صلوٰۃ شاغل ۔ ذاکر ۔ راغب علم تصوّف ہایں اولیا کرام سے آپ کو کامل اعتقاد ہے ہمیشہ نیازات والیصال ثواب حسن عقیدت سے فرماتے ہیں آپ کے چار صاحبزادے ہیں جو تعلیم یافتہ لائق ہوشیار صاحب اخلاق و مروت ہیں :-



لہ یہاں پر یہ امر محتاج تصحیح ہے کہ آیا محمد سعادت علی خاں نواب بشیر نواز جنگ کے داماد تھے جہاں تک ہم نے نواب صاحب کے سوانح حیات پر نظر ڈالی یہ بات مبالغہ آمیز معلوم ہوئی کیونکہ واقعات کی رفتار یہ بتلاتی ہے کہ نواب صاحب ممدوح کی پہلی شادی اسی قوم میں بمقام فرخ نگر ہوئی تھی اور اس رفیقہ حیات کے انتقال کے بعد دوسری نسبت اسی خاندان میں نواب اعظم علی خاں فرخ نگری کی برادر زادی سے ہونا ثابت ہے آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے دو صاحبزادیاں ہوئیں تھیں جو یکے بعد دیگرے محبوب علی خاں وداراب خانی سے منسوب ہوئیں دوسری اہلیہ سے ایک صاحبزادہ جنکا نام غلام محی الدین خاں ہے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ایک صاحبزادی تو علیم الدین خاں سے منسوب

لہ یہ دونوں بھائی اور بھتیجے موضع بھیکچہ پاشندے اور دائم خانی گروہ سے ہیں علیم الدین خاں کے والد کا نام محمد حسین خان تھا ۱۲ منہ

ہوئیں جو عبداللہ خاں صاحب کے فرزند ہیں دوسری عبداللہ خاں صاحب کے پوتے عظیم الدین خاں سے بیاہی گئی
تیسری صاحبزادی صفدر خاں ہاشمی خانی کے لخت جگر عبدالرحیم خاں سے منسوب ہوئیں
ان شادیوں کے علاوہ نواب بشیر نواز جنگ معین یاورالدولہ بہادر نے ایک بیوی
غیر برادری کی بھی کی تھی جس کے بطن سے صرف تین لڑکے تولد ہوئے جن کے اسماء گرامی
یہ ہیں عبداللہ خاں غلام غوث خاں۔ عبدالرحمن خاں۔ نواب صاحب ممدوح اپنے دامادوں
پر نظر شفقت رکھتے تھے اور انہیں مملکت دکن میں ممتاز عہدوں پر مامور کرایا محبوب[۵۱] علی خاں
کو عہدہ تحصیلداری پر ملازم کرایا اور علیم الدین خاں کو محکمہ آبکاری میں عہدہ انسپکٹری پر
رکھایا عظیم الدین[۵۲] خاں کو فوج باقاعدہ میں لفٹنٹ سے بھرتی کرایا نیز اپنے دامادوں کے
خویش واقارب سے بھی ہر طرح کا سلوک فرماتے تھے اسی لیے عظیم الدین خاں کے
والد محمد حسین[۵۳] خاں کو اضلاع کی پولیس میں امینی سے بھرتی کرایا

نواب محمد علی خاں بہادر کے حالات زندگی پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب
موصوف کی شادی محمد بخش[۵۴] خاں جمعدار ہاشمی خانی کی صاحبزادی سے ۱۳۰۲ھ میں ہوئی
تھی جو چند ہی سال کے بعد عالم بقا کو سدھار گئیں اور ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی
بعد ازاں نواب محمد علی خاں[۵۵] بہادر کی قوم قائم خانی میں کوئی عقد ہونا ثابت نہیں ہے۔

---

۵۱ ان کے فرزند کا نام غلام قادر خاں ہے پولیس اضلاع میں امین، محبوب علی خاں تحصیلدار نے
۱۵ رجمادی الثانی ۱۳۲۹ھ میں انتقال کیا ۱۲ منہ ۵۲ عظیم الدین خاں نے یکم جمادی الاول ۱۳۳۵ھ میں انتقال کیا ۱۲
۵۳ انکا انتقال ۲۰ رصفر ۱۳۳۶ ہجری مقام زیورگی ضلع گلبرگہ شریف میں ہوا صاحب موصوف ریاست حیدرآباد
اضلاع کی پولیس میں سرکل انسپکٹر تھے ۱۲ منہ ۵۴ آپ نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ بہادر ثانی کے
ماموں ہوتے تھے ان کے دو فرزند اب موجود ہیں بڑے محمد فاضل خاں جو باپ کی آبائی خدمت جمعداری
پر مامور ہیں اور چھوٹے محبوب علی خاں ان کا مکان دلاور نواز جنگ بہادر کی دیوڑھی کے روبرو واقع ہے ۱۲
۵۵ ان کا انتقال ۳۱ خورداد ۱۳۲۷ فصلی مطابق ۲۷ رجب ۱۳۳۶ ہجری میں ہوا حضرت آغا داؤد صاحب
رحمۃ اللہ علیہ ابوالعلائی سے بیعت تھے آپ نے عمر (۵۷) سال کی پائی درگاہ حضرت محمد حسین صاحب حسینی رحمۃ اللہ علیہ
میں مدفون ہوئے آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا مقبرہ بنا لیا تھا آپکا مقبرہ جانب مغرب درگاہ سے واقع ہے ۱۲ منہ



جناب نواب اعظم علی خاں فتح خانی فرخ نگری علاقہ سرکار نظام

چونکہ اس قوم کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ قوم سے باہر بیاہ شادی کے تعلقات پیدا نہ کیئے جائیں ورنہ قوم سے علحدگی متصور ہو جاتی ہے یہی نہیں بلکہ خود قوم میں ہی باہمی منافرت کا سلسلہ جاری ہے اس بنا پر مصنف تاریخ ہٰذا نے ایک جداگانہ کتاب حیات الاسلام تالیف کی ہے جس سے قوم کے ان خیالات کی تردید اچھی طرح ہوتی ہے۔

ذکر نواب اعظم علی خاں احمدان فتح خانی

ان کے والد کا نام مصری خاں اور دادا کا نام سردار خاں تھا سردار خاں ملک راجپوتانہ شیخاواٹی سے آئے تھے یہ موضع کرڈولی کے رہنے والے تھے سردار خاں کا چند سال بعد انتقال ہوگیا اور سردار خاں کے بیٹے مصری خاں دو گھوڑوں کی سلحداری سے ملازم تھے مصری خاں کی تعیناتی پیشکار صاحب بہادر کی جاگیر فرخ نگر میں تھی اور فرخ نگر پایہ تخت حیدرآباد سے گوشہ مغرب وجنوب میں پندرہ کوس کے فاصلے پر ضلع محبوب نگر کے متعلق ہے یہ مصری خاں تھے تو دو ہی گھوڑوں کے سلحدار مگر ضلع محبوب نگر میں وہاں کے راجاؤں تک انکی رسائی تھی اور ردیس مکھوں سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے یہ دیس مکھ قوم سے رڈی ہیں اور انکی بہادری اس ملک میں بے مثل ہے مصری خاں کے دو بیٹے تھے بڑے احمد علی خاں چھوٹے اعظم علی خاں مصری خاں کا پیمانہ حیات جب لبریز ہوگیا تو ان دونوں بھائیوں میں گھوڑوں کی تقسیم پر نزاع پیدا ہوا اعظم علی خاں یہ چاہتے تھے کہ ایک گھوڑے کی آسامی مجھے ملنی چاہیے اور احمد علی خاں دینا نہیں چاہتے تھے اعظم علی خاں نے تقدیر پر بھروسہ کرکے گھوڑے سے دستبرداری حاصل کی احمد علی خاں کی یہ غیر منصفانہ کیفیت چند ہی روز میں ان دیسمکھ لوگوں کو جو مصری خاں کے ساتھ نشست برخاست رکھتے تھے معلوم ہوگئی اعظم علی خاں سے اکثر دیس مکھوں نے کہا کہ تمہارے لیئے ہم ہر طرح سے حاضر ہیں اعظم علی خاں ملازمت کرنا نہیں چاہتے تھے اس زمانہ میں ملک سرکار عالی کے راجاؤں اور دیسمکھوں میں آپس کے جنگ وجدل کا بازار گرم تھا ڈاکوؤں کی یہ نوبت تھی کہ سو سو دو دو سو کی ٹکڑیاں گشت لگاتی تھیں

اعظم علی خاں کی عمر تھی تو کم ہی مگر ایسی اولوالعزم اور بہادر واقع ہوئی تھی کہ اس زمانہ کو انھوں نے غنیمت سمجھا کچھ زمینیں انکے قبضے میں آگئیں اور کئی بہادر آدمی بطور سپاہیوں کے نوکر رکھ لئے جب یہ خبر دیسمکھوں تک پہنچی تو اکثر موقعوں میں اعظم علی خاں سے ان لوگوں نے مدد چاہی اور جہاں کہیں گئے کامیاب ہوئے رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ ہر دیسمکھ ان سے اپنی اعانت چاہتا تھا چند ہی سالوں میں انکے قبضے میں کئی قطعات آگئے اور ہزاروں کی جائداد پیدا کرلی گئی گاؤں خرید لئے اور بہت سے گاؤں آباد کئے اس ضلع میں روہیلوں کی لوٹ مار سب سے زیادہ تھی اعظم علی خاں سے جب ان روہیلوں کا جہاں کہیں مقابلہ ہوا تو روہیلوں نے شکست کھائی اکثر تہ تیغ ہوئے اور اعظم علی خاں اپنے چند ہی ہمراہیوں سے اکثر انکی کثیر جماعت پر غالب آتے رہے آخر ان کی یہاں تک دھاک بندھی کہ کوئی رہزن اور ڈاکو ان کے حدود میں قدم تک نہ رکھتا تھا ڈاکوؤں سے چھینے ہوئے اسلحہ انکے مسکن پر عبرت کے لئے ایک اونچے درخت پر لٹکا دیئے جاتے تھے بہر حال اس نواب کا سرکار عالی سے ملازمانہ تعلق نہ تھا صرف اپنی قوت بازو سے کئی لاکھ کی جائداد پیدا کی اور علاقہ سرکار عالی میں ان کو نواب اعظم علیخاں فرخ نگری کے نام سے پکارا جاتا تھا انکے ملازمین میں روہیلے عرب سکھ راٹھور بھی رہتے تھے نواب اعظم علی خاں نے ایک وسیع باغ متصل فرخ نگر کے تیار کرایا تھا جس کو شاہی باغوں کا مقابل کہنا چاہیے باغ کے صدر دروازہ پر باقاعدہ پہرا رہتا تھا بغیر اطلاع اندر جانے کی اجازت نہ تھی باغ کے اندر بہت سی عالیشان عمارتیں اور بنگلے تیار کرائے اور بہت سی باؤلیاں کھدوائیں ان باؤلیوں سے پنجابی طریقے پر پانی نکالا جاتا تھا باغ کے اندر ہر طرح کی میوہ کے درخت موجود تھے باغ کے اطراف بانس کے گھنے درخت اُگے ہوئے تھے اور بعض بعض جگہ برج بھی بنے ہوئے تھے اُن میں ہر قسم کے ہتھیار کھونٹیوں سے لٹکے رہتے تھے ان کے باغ کا میوہ اور دھان منڈیوں کے چاول سرکار عالی کی ریاست میں مشہور تھے ان کا ایک مکان بلدہ حیدرآباد تاڑبن میں موجود ہے[۱] انکو گھوڑوں کا بہت شوق تھا ان کا اصطبل عربی ترکی اسٹریلیا کیپ

[۱] انکی ایک کوٹھی عالی شان محلہ بہادر پورہ میں اور دوسری محلہ رحمت پورہ میں موجود ہے ۱۲ منہ

اور دیسی گھوڑوں سے پُر رہتا تھا ان کی گھوڑوں کی جوڑیاں بھی بیش قیمت رکھتے تھے گجراتی اور ضلع حصار کی گائیں سینکڑوں کی تعداد میں پھرتی ہوئی نظر آتی تھیں گھوڑوں کی نسل بڑھانے کا بھی انتظام کر رکھا تھا اپنے باغ کے قریب ہی ایک بازار قائم کیا تھا جس کا نام سردار نگر ہے وہاں پر بہت سی جائداد اور مکانات تیار کرائے اور دور دور سے تاجر آتے تھے اور مال کی خرید و فروخت ہوتی تھی بلدہ حیدر آباد میں بڑے بڑے امرار سے ان کے گہرے تعلقات تھے ان کے یہاں وہ امرار ہمیشہ دعوت و مدارات میں آتے تھے مدار المہامان وقت سے انکی رسائی تھی یہ بزمانہ سر سالار جنگ بہادر لندن بھی تشریف لے گئے تھے ان کا رسوخ ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر بڑودہ اور ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر گوالیار سے بھی گہرا تھا اور اکثر راجاؤں اور نوابوں سے دوستانہ تعلقات تھے لارڈ رابرٹ اور لارڈ کرزن وائسرائے ہند سے یہ ربط ضبط گہرے رکھتے تھے سرکار عالی کی ریاست میں انکی بہادری کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں نواب اعظم علی خاں کی دو بیویاں تھیں ایک شادی تو اس نواب نے اپنی قوم میں نواب سالم خاں دراب خانی کی دختر سے کی تھی اور دوسرا عقد غیر برادری میں کیا تھا سالم خاں کی بیٹی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی نواب اعظم علی خاں نے مرنے سے چند سال پہلے ایک لڑکا جو فتح خانی شاخ سے اور انکا جدی تھا موضع کڑولی سے بذریعہ بہادر خاں رسالدار میجر ہاتھی خانی طلب کیا تھا ان کی اس سے یہ غرض تھی کہ میرا قومی سلسلہ قائم رہے مگر بعد میں اس لڑکے بھورےخاں[ل۵] کا دادا یہاں آیا اور اس کو واپس اپنے وطن لے گیا اس اولوالعزم اور بہادر نواب نے ۱۳۲۹ھ ہجری میں انتقال کیا اور عمر طویل پائی اور بمقام فرخ نگر اپنے باغ کے قریب جو پہلے ہی سے ایک احاطہ بنا رکھا تھا اس کے اندر وہ مدفون ہوئے اور انکی پختہ قبر وہاں موجود ہے مرتے وقت اس نواب نے ایک فرزند چھوڑا جسکا نام بہادر دل خاں تھا بہادر دل خاں نے علیگڈھ میں بھی تعلیم پائی ۱۸۹۹ء میں علیگڈھ میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۵ء میں انٹرنس پاس کر کے اٹھارہ برس کی عمر میں فرخ نگر واپس آئے نواب اعظم علی خاں کے مرنے کے بعد تمام جائداد

[ل۵] چند ہی روز کے بعد بھورے خاں کا انتقال ہوگیا پھر ۱۹۱۰ء میں اسکے چھوٹے بھائی بخشو خاں کو طلب کیا یہ بھی چند روز نواب کے پاس رہا مگر اس کم نصیب کو کچھ نہ ملا ان دونوں کے والد کا نام محراب خاں تھا ۱۲ منہ

وجاگیران کے قبضے میں آئیں یہ بہادر دل خاں کچھ ایسی طبیعت کے شخص تھے کہ باپ کے مرنے کے بعد کسی طرح سے تجارت شروع کی مگر ہر موقع میں ان کو نقصان اٹھانا پڑا اور بہت سے مواضعات پر دوسروں کا قبضہ ہوگیا بہر حال یہ بہادر دل خاں اعظم علی خاں کے عشر عشیر بھی نہ ثابت ہوئے جاگیرات بھی ان کے قبضہ میں تھوڑی ہی رہ گئیں بہادر دل خاں نے ۱۳۴۶ھ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے باپ کے قریب مقام فرخ نگر میں دفن ہوئے بہادر دل خاں نے مرتے وقت تین فرزند چھوڑے۔

ذکر فرزندان نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر

نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کا تذکرہ پچھلے اوراق میں کیا جا چکا ہے نواب صاحب موصوف نے انتقال کے وقت چار فرزند چھوڑے۔ محمد عبداللہ خاں غلام محی الدین خاں۔ محمد غلام غوث خاں۔ محمد عبدالرحمن خان۔ غلام محی الدین خاں قوم کی بیوی سے ہیں اور دوسرے تین فرزند غیر برادری کی بیوی سے ہیں محمد عبداللہ خاں عربی وفارسی میں لائق و فائق تھے انکا تقرر ابتداً سوم تعلقداری ضلع نظام آباد پر ہوا اور انکی شادی نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر نے اپنی زندگی میں ہی نواب غلام تقی خاں المخاطب نواب لشکر جنگ بہادر جاگیردار اول تعلقدار کی صاحبزادی سے بتاریخ ۲۶ محرم ۱۳۲۵ھ ہجری مطابق ۱۳۱۶ف فصلی میں کردی تھی مگر افسوس ہے کہ محمد عبداللہ خاں تعلقدار نے عین عنفوان شباب میں اپنے والد کے انتقال کے ایک سال کے بعد ۱۳۳۶ھ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے والد کے قبرستان ڈہڑواڑہ میں درگاہ حضرت شاہ یوسف صاحب وحضرت شاہ شریف رحمۃ اللہ علیہما کے احاطہ میں مدفون ہوئے انھوں نے مرتے وقت ایک فرزند اور ایک دختر[۵] چھوڑی فرزند کا نام محمد عبدالرزاق خاں ہے انکے والد کی جائداد جو نظم جمعیت میں امتیازی آسامی تھی انکو ملی اور نانا کی جائداد میں سے بھی انکو کچھ ترکہ ملا ہے یہ ہوشیار اور نیک اطوار وسمجھدار ہیں اسوقت مدراس میں ایف اے

[۵] اس صاحبزادی کی شادی محمد عیسے خاں جمعدار سے ہوئی جو نظم جمعیت کے ایک معزز جمعدار ہیں ۱۲منہ

یا بی اے میں تعلیم پا رہے ہیں ؀

دوسرے فرزند نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے نواب غلام محی الدین خاں ہیں۔ نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے ان کو کم سنی ہی میں اپنی آبائی خدمت جمعداری پر (۱۱ روپے ۱۳ آنے فصلی میں جس کی تین سو روپے ماہانہ تنخواہ ہے) مقرر کرا دیا تھا اسوقت نواب غلام محی الدین خاں کی عمر تقریباً چار سال کی تھی اسکے بعد تعلیمی سلسلہ جاری ہوا اور وہ بھی بہت ہی اچھے طریقے سے زمانہ دراز تک عربی کی تعلیم پاتے رہے آخر میں انگریزی شروع کی عربی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہوئی اور انگریزی میں بھی اب مہارت رکھتے ہیں اس کے بعد آپ نے حیدرآباد کی سول سروس کا امتحان بھی دیا آپ نے فارغ التحصیل ہو کر شادی کرنیکا ارادہ کیا۔

چنانچہ پہلے ہی سے نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے اپنی قوم میں انکی شادی کی نسبت طے کر رکھا تھا کہ آپ موضع جھونپہ ضلع حصار گئے اور آپ کی شادی یکم ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ میں محمد حسین خاں دائم خانی کی دختر سے ہوئی افسوس ہے کہ سات سال کے بعد آپ کی اہلیہ نے ، رجب ۱۳۴۵ھ میں اس دار فانی سے انتقال کیا اور حضرت کلیمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے احاطہ میں مدفون ہوئیں مرحوم نے مرتے وقت دو کمسن دختر[1] چھوڑیں۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ نے دوسری شادی کا ارادہ کیا اور اپنی سسرال میں حیدر[2] خاں و علیم الدین خاں سے سلسلہ خط و کتابت جاری کیا اور کئی مرتبہ تار بھی دیئے گئے مگر بہت دنوں تک انکی طرف سے جواب نہیں ملا۔ انکی غرض یہ تھی کہ شادی تو نواب صاحب ہمارے ہی قوم میں کرینگے چند روز خاموشی اختیار کی جائے تو بہتر ہے جیسا کہ اس گروہ کا دستور ہے۔ اس عرصہ میں نواب صاحب کے ملنے جلنے والوں نے اور نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے ہم نشینوں نے غلام محی الدین خان کو کہا کہ جب ایسا ہی ہے تو بلدہ حیدرآباد کے خاندان امرا میں شادی

---

[1] بڑی دختر نے ماہ شعبان ۱۳۴۶ ہجری میں انتقال کیا اور اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئی چھوٹی دختر موجود ہے ۱۲ منہ

[2] حیدر خان نواب صاحب کے پہلے خسر کے چھوٹے بھائی ہیں اور علیم الدین خان حیدر خاں سے چھوٹے ہیں ۱۲ منہ

کیوں نہیں کرتے بہت سی جگہ سے سلسلہ پیغام شروع ہوا۔ پھر بھی نواب صاحب نے یہی دھیان رکھا کہ میری شادی اسی خاندان میں ہو تو بہتر ہے جہانکہ پہلے ہوئی تھی آخر کار بلدہ حیدرآباد میں نواب اکرام الدین خاں جاگیردار و تعلقدار کی صاحبزادی سے پیغام ٹھہرا یہ سنتے ہی چھونپہ سے علیم الدین خان حیدرآباد آپہونچے اور نواب صاحب سے بہت کچھ کہا اور کئی قسم کے دباؤ ڈالے نواب صاحب نے جواب دیا کہ یہ شرافت کے خلاف ہے کہ میں کسی شریف سے وعدہ کرلوں اور پھر اس کو ایفا نہ کروں اگر انہی کی طرف سے کوئی بات پیدا ہوجائے تو میں آپ کے یہاں شادی کرنے کے لئے تیار ہوں اگرچہ یہ شادی تو ہوگئی مگر اسکے بعد نواب صاحب بھی مضمحل رہے ۔

آب بقا نے گرچہ بہت روک تھام کی آگے کے دن پاچھے گئے ہر سے کیا ہیت	پیری چلی نہ کچھ خضر علیہ السلام کی اب پچھتائے کا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

علیم الدین خان اپنے وطن کو واپس چلے آئے اور نواب صاحب کی شادی کی تاریخ قرار پائی اور رسومات کا سلسلہ جاری ہوا چار روز پہلے سے بیٹھے کو زرد لباس پہنایا گیا اور تیل بان بھی ہوا بہر حال سب رسومات پوری طرح ادا ہوئیں اور بتاریخ ۲۹ رجب ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ آپ کا عقد ہوا اور آپ کے عقد میں سوا لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ واکیس[۲۱] اشرفی مہر باندھا گیا اور قومی پابندی کی پختہ و مستحکم دیوار جو ساڑھے پانسو برس سے بدستور انکے خاندان میں قائم چلی آتی تھی وہ آناً فاناً دھڑام سے گرگئی اب قوم قائم خانی کے سربرآوردہ اشخاص کا یہ خیال ہے کہ غلام محی الدین خاں کے خیالات اب ایسے نہیں رہینگے جیسے کہ پہلے تھے نواب صاحب نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ میں علاقہ شیخاواٹی کا دورہ کروں گا اور قائم خانیوں کے بڑے بڑے مواضعات میں دو دو روز میرا قیام رہے گا تعلیم کی تحریک کی جائیگی اور موقع مناسب پر مدارس قائم کئے جائینگے اس کے صرفہ کے لئے میں خود مدد کروں گا اور قوم کے سربرآوردہ اشخاص سے چندہ لونگا۔ اور قوم قائم خانی میں جو فضول خرچی کی رسومات جاری ہیں اسکے متعلق وہاں کے قائم خانیوں کو مشورہ دیا جائے گا اور نیک کاموں کی طرف رغبت دلائی جائیگی

نواب صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنی آمدنی میں سے چھ سو روپیہ سالانہ قوم کے نیک کاموں کے لئے وقف کر دیا ہے قوم کے سربرآوردہ لوگوں کو اس لئے ملال ہے کہ نواب صاحب نے قوم سے باہر شادی کیوں کی ان کی وجہ سے فائدہ پہنچنے کی امید تھی اور اب نہیں ہے ان خیالات میں قوم کے تین طرح کے اشخاص شامل ہیں پہلی قسم کے تو یہ کہتے ہیں کہ نواب صاحب اگر قوم میں بھی شادی کرتے تو اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکتے تھے اسلئے کہ انکی آمد و رفت اس طرف سات سال تک رہی اور یہ ارادہ انھوں نے اپنی شادی کے وقت سے ہی نہیں بلکہ بہت پہلے سے ہی ظاہر کر رکھا تھا مگر پورا نہ کر سکے۔

دوسری[1] قسم کے صاحبان یہ کہتے ہیں کہ نہیں نواب صاحب اپنے قول کے سچے ہیں۔ انکو قومی محبت اور قومی روایات کے ساتھ دلبستگی ہے اس لئے اب بھی وہ اپنا وعدہ پورا کرینگے۔

تیسری قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ نواب صاحب کے وہ ارادے سب مصنوعی تھے قائم خانیوں کو خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اگر قوم میں سے ایک شخص علحدہ ہو گیا تو قوم میں کمی نہیں آ سکتی ہاں تمام ہی قوم ایسا عمل کرنے لگ جائے تو ضرور قوم کا نام و نشان مٹ سکتا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ نواب غلام محی الدین[2] خانصاحب اسوقت عہدۂ دوم تعلقداری پر فائز ہیں اور معتمد صاحب مال کے مددگار ہیں آپ کے خصائل پسندیدہ ہیں بزرگانِ دین کے آپ بہت معتقد ہیں آپ کو حضرت قبلہ احمد شاہ[3] صاحب کلیمی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل ہے آپ فی زمانہ کے

---

[1] مصنف دوسری قسم کے اصحاب کے ساتھ متفق الراے ہے ۱۲ منہ [2] انکی زیادہ تر تفصیل جہندی محبوب شواق ہے ۱۲

[3] حضرت احمد شاہ صاحب کلیمیؒ۔ حضرت خواجہ مرزا غلام حسین احمد الخاطب مرزا سردار بیگ صاحب قبلہؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت سردار بیگ صاحب قبلہ کو حضرت محمد علی شاہ صاحب قبلہؒ خیرآبادی سے خلافت حاصل تھی حضرت کلیمی شاہ صاحب کی درگاہ متصل درگاہ حضرت سردار بیگ صاحب قبلہؒ واقع ہوئی گورستان ہے حضرت کلیمی شاہ صاحبؒ نے ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ ہجری کو رحلت فرمائی آپ کا عرس شریف (بقیہ صفحہ ۱۶۴)

سے بڑے پابند ہیں آپ کی تحریر اعلیٰ درجہ کی ہے آپ بلا تکلف عربی میں باتیں کر سکتے ہیں آپ کا خیال ہے کہ میں اس قوم قائم خانی میں اس بات کی تحریک بہت جلد کرنے والا ہوں اور پہلے عملاً میں خود کر کے دکھلاؤنگا۔

کہ "دختروں کو والدین کی جائداد میں سے ترکہ دیا جائے کیونکہ خاصکر ہماری قوم راجپوتانہ میں یہ شرعی عمل مفقود ہے"۔

تیسرے فرزند نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے محمد غلام غوث خان ہیں یہ بھی نیک خصائل سلیم الطبع سردار ہیں ان کے والد کے انتقال کے بعد بوجہ ضعف بصارت انکا سرکار نظام سے پچاس روپئے ماہانہ وظیفہ جاری ہوگیا تھا جو اب تک ملتا ہے نظم جمعیت ہیں آپکی ایک سلیداری بھی ہے ان کی شادی بھی نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر نے ۱۳۳۳ھ ہجری مطابق ۱۳۲۴ فصلی میں نواب محمد ابراہیم علیخاں جاگیردار جو نواب انور خان والئی کرنول کے برادرزادہ ہوتے ہیں انکی بیوی کی آغوشی دختر جو ان کے قریب ترین عزیز کی بیٹی تھیں کردی تھی اس بیوی کے مرنے کے بعد نواب غلام غوث خاں کی شادی ایک شریف منصبدار کی لڑکی سے ہوئی جن کا نام محمد شریف الدین خان ہے آپکا مکان متصل بغلپورہ ہے نواب محمد غلام غوث خاں متقی صوم وصلوٰۃ کے پابند اور صبح وشام وظائف میں مصروف رہتے ہیں نواب محمد غلام غوث خاں و نواب غلام محی الدین خاں و نواب محمد عبدالرحمن خاں کو حضرت قبلہ احمد شاہ کلیمی صاحب سے بیعت حاصل ہے نواب محمد غلام غوث خان کو ان کے مرشد نے اچھا رنگ دیا ہے یہ نواب بہت ہی خلیق و مسکین طبیعت و ملنسار و درویش خصلت سردار ہیں قومی نیک کاموں میں حصہ لینے کے لئے پیشقدمی کرتے ہیں"۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۳) تاریخ مقررہ پر خوبی کے ساتھ انجام پاتا ہے اور اس نیک کام کا انتظام نواب غلام محی الدین خاں کے ذمہ رہتا ہے اس میں شک نہیں کہ حضرت قبلہ کے مریدین بھی اس کارخیر میں حصہ لیتے ہیں مگر نواب غلام محی الدین خان اس صرفہ کے ہر طرح سے کفیل رہتے ہیں عرس کے روز غربا و مساکین کو کھانا بھی کھلایا جاتا ہے ۱۲ منہ

نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کے سب سے چھوٹے صاحبزادے نواب محمد عبدالرحمٰن خاں ہیں بعینہٖ اپنے والد کے نمونہ ہیں۔ صورت شکل چال ڈھال، عادات و اطوار انکے اندر کل کے کل اپنے والد مرحوم کے پائے جاتے ہیں ؎

باپ پر پوت پتا پر گھوڑا	بہت ہی نہیں تو تھوڑا ہی تھوڑا

نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کے انتقال کے وقت نواب محمد عبدالرحمٰن خاں کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی انہیں علم کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ یہ اپنی ذاتی محنت اور لگاتار کوششوں سے فارغ التحصیل ہوئے علوم مشرقیہ کا آپ نے امتحان دیا فارسی و عربی میں آپ کافی مہارت رکھتے ہیں انگریزی میں انٹرنس کی سند حاصل کی ہے عہدہ داران مالگذاری و امتحان جوڈیشل عدالت العالیہ میں بھی آپ پاس ہیں مدارس گورنمنٹ میں چھ ماہ تک سرکاری طور سے سررشتہ آبکاری کی تعلیم حاصل کی اور فی الوقت سررشتہ آبکاری میں انسپکٹر ہیں۔ نواب محمد عبدالرحمٰن خاں کو ملازم ہونے تک پچاس روپئے وظیفہ سرکار سے ملتا رہا۔ ان کی شادی ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ میں شاہی خاندان میں ہوئی آپ کے خسر صاحبزادے نواب میر نجابت علی خاں نبیرہ نواب صمصام الدولہ بہادر مرحوم ہیں نواب محمد عبدالرحمٰن خاں کے محل میں صاحبزادگی کی تنخواہ محکمہ صرف خاص مبارک سے بطور منصب ملتی ہے جیسا کہ شاہی خاندان کی صاحبزادیوں کو ملا کرتی ہے قوم قائم خانی میں یہ نواب پہلے شخص ہیں جنکی شادی شاہی خاندان میں ہوئی شاہی خاندان کا سرکار آصفیہ اتنا لحاظ رکھتی ہے کہ بغیر حکم اعلیٰ حضرت کے ان کے مکان پر کوئی ڈگری وغیرہ نہیں آسکتی اور نہ کوئی عدالت و کوتوالی دست اندازی بلا حکم حضور پُرنور کے کرسکتی ہے نواب محمد عبدالرحمٰن خاں فی نفسہ نیک سردار ہیں اور جو کچھ ان کے مرشد نے فرمایا ہے اس کے پابند ہیں اور نیک قومی کاموں کے بھی دلدادہ ہیں۔"

ذکر فوجدار خاں و طالع مند خاں لاڈخانی

فوجدار خاں و طالع مند خاں کے والد کا نام محمد خواجہ خاں تھا ان کا ذکر صفحات گزشتہ

میں بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ لکھا گیا ہے فوجدار خاں وطالعمند خاں بڑے پایہ کے سردار گزرے ہیں یہ ہر معرکہ اور ہر مہم پر سرکار کی طرف سے بھیجے جایا کرتے تھے اور ان دونوں برادروں نے ہمیشہ نمایاں کام کئے جنکی تواریخ گواہ ہیں ان دونوں بھائیوں کا دربار شاہی میں بڑا رسوخ تھا خواجہ خاں جمعدار کے انتقال کے بعد فوجدار خاں وطالعمند خاں بسلسلۂ قدامت و وراثت بہ عہدہ جمعداری و جمعیت ہمراہی مع لوازمہ امیری سرفراز ہوئے اور ہر دو برادروں کی جمعداریاں و فوج وغیرہ علحدہ علحدہ تقسیم ہوئیں اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر طالعمند خان کا خاندانی و نسلی ذکر بتایا جائے۔

طالعمند خاں جمعدار نے ۱۶ رجمادی الاول سنہ ۱۲۷۷ھ میں انتقال کیا انکی جمعداری و جمعیت ہمراہی مع لوازمہ زنجیر فیل و منزل میانہ و کل جائداد انکے فرزند غلام رسول خاں کے نام بحال ہوئی غلام رسول خاں جمعدار نہایت ہی خدا رسیدہ غربا پرور نیک نفس شخص تھے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے انھوں نے حج بیت اللہ شریف بھی کیا۔ حاجی غلام رسول خاں جمعداری کے علاوہ نظم جمعیت کے منتظم بھی ایک زمانہ تک رہے اور باحسن و خوبی وہر دلعزیزی اس عہدہ کو انجام دیتے رہے انکی پہلی شادی حسین خاں سلیم خانی کی دختر سے ہوئی تھی اس بی بی سے ایک زمانہ تک اولاد نہونے کی وجہ سے غلام احمد خاں مجاہد خانی کو جوان کے رشتہ میں بھانجے تھے متبنیٰ کرلیا تھا اس نیک سردار نے غلام احمد خاں کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی اچھے پیمانہ پر کیا اور ایک کم آباد موضع بنام ملّارم واقع ضلع کریم نگر بعنوان سی سالہ غلام احمد خاں کے نام اجرا کرادیا حاجی غلام رسول خاں جمعدار کی بیوی کا جب انتقال ہوگیا تو بعد میں دوسری شادی صفدر خاں ہاتھی خانی کی دختر سے ہوئی اس شادی کے دوسرے برس بتاریخ ۲۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۱ھ میں بمقام بلدہ[۵۱] انکا انتقال ہوا[۵۲]

---

۵۱ حاجی غلام رسول خاں جمعدار کی دیوڑھی محلہ سرائے بوا ہیر میں تھی ۱۲ منہ

۵۲ یہ جمعدار تکیہ کھوکر واڑی میں جو وارث علیخان کے نام سے مشہور ہے مدفون ہوئے ۱۲ منہ

حاجی غلام رسول خاں کی لاولدی کی وجہ سے ان کا کارخانہ داخل سرکار ہوگیا اور انکی بیوہ کے نام پچاس روپے ماہانہ بطور پرورش اور چار سلحداریاں اسپ جاری ہوئیں ہزاروں روپے کے مکانات اور دیگر سامان بھی برباد ہوگیا غلام احمد خاں فرزند آغوشی کو غلام رسول خاں کی جائداد میں سے سوائے ایک مقطعہ کے کچھ نہ ملا وہ بھی اس لئے ملا کہ غلام رسول خاں جمعدار نے اپنی زندگی ہی میں مقطعہ انکے نام کرادیا تھا اب غلام احمد خاں کے لئے سوائے اس کے کچھ چارہ کار نہ تھا کہ وہ اپنے کسی دوسرے عزیز کا سہارا پکڑیں۔

محمد وارث علی خاں جمعدار طاہر خانی نے غلام احمد خاں کو اپنے پاس رکھا کیونکہ محمد وارث علی خاں جمعدار اور غلام احمد خاں کا رشتہ قریب کا تھا وارث علی خاں کو دلاور خانی خاندان سے برشتہ قریبی معقول جائداد مل چکی تھی۔

مخفی نہ رہے کہ خواجہ خاں جمعدار کے فرزند اکبر فوجدار خاں کا قومی سلسلہ ابتک جاری ہے فوجدار خاں جمعدار بڑے پایہ کے سردار ہوگذرے ہیں ان کا ذکر بھی بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ اوپر ہوچکا ہے فوجدار خاں جمعدار کے ایک ہی فرزند تھے جن کا نام وزارت علی خاں تھا اور ایک دختر تھی جس کی شادی کامدار خاں طاہر خانی سے ہوئی تھی اور اپنی حین حیات ہی میں کل جائداد یعنی جمعداری وغیرہ اپنے فرزند وزارت علی خاں کے نام اجرا کرادی تھی اس لئے کہ ۱۲۶۵ فصلی میں سرکار نے سب جمعداروں سے سابقہ اسناد لیکر نئے طریقے پر اجرا عمل فرمایا بہرحال مع لوازمہ امیری و ہاتھی سیانہ وغیرہ وزارت علی خاں کے نام اجرا ہوگئے وزارت علی خاں جمعدار کو اپنے ماموں غلام غوث خاں کی جائداد بھی مل چکی تھی اسلئے کہ غلام غوث خاں جمعدار لاولد فوت ہوئے۔

ملہ غلام غوث خاں اور انکے والد محمد خاں اور انکی برادری کے دوسرے سردار یعنی فوجدار خاں و طالع مند خاں و غلام رسول خان و وزارت علی خان و انور الدین خاں و محمود خاں وغیرہ وغیرہ یہ سب سردار نواب قائم خانی دلاور خانی شاخ سے تھے اور انکی ڈیوڑھیاں و محلات محلہ کھوکرواڑی اور اس کے قریب قریب تھیں مگر اب کوئی نہیں بتا سکتا کہ ڈیوڑھیاں کس کس جگہ تھیں اور نہ اب انکے نشانات باقی ہیں افسوس کا مقام ہے کہ کیا سے کیا ہوگیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس دنیا نا پائدار نے نہ تو کسی کا ابدی ساتھ دیا ہے اور نہ دیگی ۱۲ منہ

محمد وزارت علی خاں جمعدار کا کوئی لڑکا نہ تھا ایک دختر تھی جو انھوں نے اپنے بھانجے وارث علیخاں طاہر خانی سے منسوب کر دی تھی افسوس ہے کہ محمد وزارت علی خاں جمعدار کے لاولد ہونے سے انکا خاندانی سلسلہ یہاں سے ٹوٹ گیا مگر قومی سلسلہ باقی ہے یہ جمعدار نیک طبیعت و غریب نواز سردار تھے اس نیک بندے نے بتاریخ ۱۰ شوال سنہ ۱۲۸۹ھ میں مقام گلبرگہ شریف انتقال کیا اور انکی جمعداری منزل و میانہ و تمام جائداد انکے داماد محمد وارث علیخاں طاہر خانی پر اجرا ہوئی محمد وارث علی خان بھی بہت ہی نیک نیت شخص تھے محمد وزارت[۵۱] علی خاں کی ایک بیوی زمانہ حال تک زندہ تھیں پچاس روپئے ماہانہ تنخواہ انکی زندگی بھر دیتے رہے۔ حتیٰ کہ محمد وزارت علی خاں جمعدار کی کنیزوں کی بھی تنخواہ جاری کر رکھی تھی۔ محمد وارث علی خاں کے اولاد نرینہ نہ تھی اس سردار نے اپنی زندگی میں ایک کام ایسا کیا کہ جو انکی دانائی کی بیّن دلیل ہے کہ غلام احمد خاں ولد حاجی غلام قادر خاں[۵۲] مجاہد خانی شاخ سے ہیں اور محمد وارث علیخاں کے قریبی رشتہ دار بھی ہوتے ہیں اپنی زندگی ہی میں تمام جائداد و جمعداری نظم جمعیت وغیرہ سے غلام احمد خاں کو بتاریخ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ میں مع لوازمہ منزل میانہ سات نفر سات راس اسپ تین سو سینتالیس ۳۴۷ روپئے سرفراز کرایا اور یہی نہیں بلکہ اپنی سرپرستی میں غلام احمد خاں کی شادی بھی محمد وارث علی خاں جمعدار نے محمد علیخاں جمعدار سعید خانی کی دختر سے کرادی تھی بہر حال محمد وارث علی خاں جمعدار نے اپنی زندگی بہت ہی استقلال واطمینان کے ساتھ گذاری یہ جمعدار وضع کے بہت ہی پابند تھے اس نیک سردار نے ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ میں اس دار فانی سے رحلت[۵۳] کی۔ غلام احمد خاں جمعدار بھی محمد وارث علی خاں کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ یہ بھی ابتک لاولد ہیں غلام احمد خاں جمعدار نے سب سے

---

۵۱ وزارت علی خاں کی شادی طالع مند خان جمعدار کی دختر سے ہوئی تھی اور دوسری شادی غلام غوث خاں جمعدار کی صاحبزادی سے ہوئی ۱۲ منہ

۵۲ حاجی غلام قادر خاں کی بیوی نے جسوقت انتقال کیا انکے فرزند غلام احمد خاں کی عمر ڈھائی سال کی تھی حاجی غلام قادر خاں اپنے فرزند کو چھوڑ کر حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینہ منورہ کی غرض سے ملک حجاز میں مقیم رہے اور حج کرتے رہے مدت دراز کے بعد حیدرآباد واپس ہوئے اور تاریخ ۴ محرم سنہ ۱۳۳۰ھ میں حاجی غلام قادر خاں نے انتقال کیا حاجی غلام قادر خاں کی ایک ہمشیرہ بھی تھی جو عمر خان دار ابخانی سے منسوب ہوئی تھی ۱۲ منہ

۵۳ وارث علی خاں تکیہ کھوکرواڑی میں مدفون ہوئے اب یہ تکیہ انہیں کے نام سے موسوم ہے ۱۲ منہ

پہلے اپنا نیک ارادہ حج بیت اللہ شریف کا کیا اور وہ ۱۳۴۵ھ میں مع اپنی اہلیہ کے روانہ ہوگئے
اور حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے شرف حاصل کرکے تاریخ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو بلدہ
حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں واپس تشریف فرما ہوئے حاجی غلام احمد خاں عہدہ جمعداری کے
علاوہ موضع ملارم کے مقطعہ دار بھی ہیں اولاً یہ موضع قلیل تعداد میں آباد تھا انھوں نے اپنی
بلیغ سعی و صرف کثیر سے اس موضع کو نہایت ہی درجہ آباد اور زرخیز بنا دیا ہے۔ اس موضع کا محاصل
تخمیناً سات ہزار روپے ہوگا۔ اس موضع کو آباد کرنے کے صلہ میں سرکار عالی سے آراضی
موضع کا پٹہ بعنوان بالمقطعہ[لہ] والعطا دان مقدمی مالی دکوتوالی سے منظور ہوئے اور تا حال
بحال و اجرا ہیں حاجی غلام احمد خاں عربی میں قدرے اور فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے
ہیں انکو شعر و سخن کا بھی شوق ہے اور نہایت نیک نفس قبیلہ پرور صوم و صلوٰۃ کے پابند فقیر
دوست آشنا پرست شخص ہیں۔ ان سب خوبیوں کے ہوتے ہوئے آپ میں ایک بات ایسی
پائی جاتی ہے کہ شاید ہی کم اشخاص میں پائے جائے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے مخالف کی
چھوٹی شکایت آپ سے روبرو بیان کردے تو اس کا اثر آپ قبول کر لیتے ہیں۔
حالانکہ شکایت کرنے والے شخص کو آپ چھوٹا ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں جس کی شکایت کیگئی
ہے اگر وہ شخص آپ کے روبرو قاطع دلیل پیش کرے تو آپ کا دل صاف ہوجاتا ہے
اسی طرح ہمیشہ آپ قومی نیک کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ یہ خوبیاں خاص ہی لوگوں میں
ہوتی ہیں جو آپ میں بوجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

ذکر محمد نامدار خاں بہادر دلاورخانی

محمد نامدار خاں کے والد کا نام دیندار خاں تھا یہ ملک راجپوتانہ علاقہ فتح پور سے آئے تھے
اس وقت ریاست فتح پور پر زوال آچکا تھا۔ محمد نامدار خاں بہادر کے حالات بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ
پچھلے اوراق میں لکھے جاچکے ہیں محمد نامدار خاں بہادر کو میر عالم اور امیر الامرا منیر الملک بہادر کی
ہمراہی کا خاص اعزاز حاصل تھا۔ مؤلف گلزار آصفیہ نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ محمد نامدار خاں

[لہ] یہ وہی مقطعہ ہے جو حاجی غلام رسول خاں جمعدار نے انکے نام پر اجرا کرا دیا تھا ۱۲ منہ

بہا اکثر معرکوں میں شریک رہا کرتے تھے اور وہ ہمیشہ بہادر ثابت ہوئے۔

محمد نامدار خاں بہادر سرکار نظام کے فوج کے سپہ سالار اور اپنی قوم قائم خانی کے آفتاب وسرپرست تھے جب خواجہ خاں جمعدار دلاور خانی کا انتقال ہوگیا تو ان کے فرزند فوجدار خاں وطالعمند خاں کمسن رہ گئے تھے محمد نامدار خاں بہادر نے ہی انکی پرورش کی اور انکے نگران حال تھے۔ گلزار آصفیہ میں انکی نسبت لکھا ہے کہ دربار شاہی و دربار وزارت میں فوجدار خاں وطالعمند خاں دونوں محمد نامدار خاں بہادر کے ہمراہ رہا کرتے تھے انکے خاندان کے خانگی کاغذات میں درج ہے کہ محمد نامدار خاں راجہ چندولعل بہادر کے وزارت کے زمانہ میں تاریخ ۱۰ جمادی الاول ۱۲۵۳ھ ہجری میں بحکم شاہی جمعیت سواران ولوازمات امیری وخطاب بہادری سے ممتاز ہوئے تھے اور آٹھ سو چھیتر روپے ماہانہ انکی تنخواہ مقرر ہوئی محمد نامدار خاں بہادر دلیر اور جوشیلے وسلیم العقل سردار تھے علاوہ اسکے مذہبی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے چنانچہ محمد نامدار خاں بہادر نے شاہ گنج کے متصل محلہ جلال کوچہ میں ایک مسجد تیار کرائی اور اپنے اہل وعیال کے آسائش کے لئے ایک عالی شان ڈیوڑھی بنوائی اور محمد نامدار خاں بہادر اسی بنا کردہ مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے انکی پختہ قبر وہاں پر موجود ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْہُ محمد نامدار خاں بہادر نے تین فرزند چھوڑے

(۱) محمود خاں (۲) غلام حسین خاں (۳) انوار الدین خاں ۔ محمود خاں راجہ دھرج بہادر کی اکثر ہمراہی میں رہا کرتے تھے ۔ محمود خاں بالکل اپنے والد کا نمونہ تھے ۔ انکی نسبت مولف گلزار آصفیہ لکھتا ہے کہ محمود خاں عابد وقرآن خواں تھے محمود خاں نے لاولد انتقال کیا چھوٹے فرزند انوارالدین خاں کی بہادری کے واقعات بلدۂ حیدرآباد میں مسلمہ ہیں یہ وجیہ جوان اپنے بزرگوں کا نمونہ تھے قرابین چلانے اور اسکا نشانہ لگانے میں بے مثل تھے انکی بھی جمعداری ابتک علیحدہ تھی انھوں نے اپنے کسی ملازم کا لڑکا متبنیٰ کرلیا تھا جنکا نام رحمت اللہ خاں تھا انوارالدین خاں جمعدار کا انتقال مابین ۱۳۱۱ و ۱۳۱۲ھ ہجری کے ہوا انوارالدین خاں جمعدار کسی معاملہ میں سرسالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار عالی سے اڑ بیٹھے تھے نواب سرسالار

لہ فوجدار خاں وطالعمند خاں محمد نامدار خاں بہادر کے ہمشیرہ زادے تھے ۱۲ منہ

جنگ مختار الملک بہادر نے چند روز کے بعد حکم دیا کہ انور الدین خاں جمعدار شہر میں نہ رہ سکیں اس لئے وہ شہر پناہ کے باہر بیگم بازار میں رہتے تھے اب جہاں مسلم پل بنا ہوا ہے اس کے قریب سامنے ہی انکا مکان تھا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد نواب سر سالار جنگ بہادر نے ان کا قصور معاف کر دیا اور یہ ہمیشہ نواب صاحب کے سلام کو حاضر ہوا کرتے تھے۔

نواب سر آسماں جاہ بہادر کی مدار المہامی میں بھی انکا اچھا رسوخ رہا نامدار خاں بہادر کے دوسرے فرزند غلام حسین خاں اپنے آبائی عہدہ جمعداری پر مامور تھے لوازمہ ایک زنجیر فیل و منزل میانہ و فرد چھتر سے سرفراز ہوئے تھے مورخ گلزار آصفیہ انکی نسبت لکھتا ہے کہ یہ دربار شاہی و دربار وزارت میں فوجدار خاں جمعدار دلاور خانی کی ہمراہ رہا کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ نامدار خاں بہادر کے انتقال کے وقت ان کی عمر بہت ہی کم تھی غلام حسین خاں جمعدار بھی اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم چلتے تھے۔ ان کی اوقات کا حصہ شبانہ روز مثل اپنے والد کے دربار وزارت میں گذرتا تھا اس سردار نے یکم ذیقعدہ ۱۲۸۶ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت شاہ یوسف صاحب شریف صاحب رحمتہ اللہ علیہما کے احاطہ درگاہ میں دفن کئے گئے انہوں نے دو لخت جگر چھوڑے۔

محمد نصیر الدین خاں و غلام قادر خاں نواب سر سالار جنگ مختار الملک بہادر نے باظہار افسوس حسب رسم ان دونوں فرزندوں کو طلب فرماکر دوشالہ تعزیت مرحمت فرمایا محمد نصیر خاں تو پہلے ہی سے ملازم تھے مگر چھوٹے فرزند غلام قادر خاں، ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ میں عہدہ جمعداری پر مامور ہوئے۔ یہ دونوں برادر خوش اخلاق اور ہر دلعزیز تھے غلام قادر خاں جمعدار نے ۴ جمادی الاول ۱۳۱۷ھ ہجری میں لاولد انتقال کیا انکی جمعداری پر محمد نصیر خاں کے فرزند محمد خواجہ خاں کا تقرر ہوا محمد نصیر خاں جمعدار نے بھی ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا اور عمر طویل پائی محمد نصیر خاں کی جمعداری پر غلام قادر خاں محمد خواجہ خاں کے فرزند ۱۳۳۰ھ

فصلی میں ملازم ہوئے۔

محمد خواجہ خاں جمعدار ذی علم مرد صالح ہیں اور لیاقت کے اعتبار سے انہیں منشی عالم اور زبان ملکی کی سند حاصل ہے اور شبانہ روز انکا مشغلہ نیک رہتا ہے اور علم دوست دہر دلعزیز ہیں۔ بہر حال محمد نامدار خاں بہادر کا نسلی سلسلہ برقرار و جاری ہے اور خدا کی بڑی نعمت ہے کہ اس خاندان میں ہمیشہ مرد صالح ہوتے آئے ہیں۔

اللّٰھم زِد فَزِد۔

ذکر مراد خاں و بایزید خاں

یہ دونوں سرار بھوان گروہ سے تھے انکے والد کا نام احمد خاں تھا انکے خاندان کا سلسلہ رؤسا جھنجھنوں سے ملتا ہے مراد خاں و بایزید خاں کا ذکر بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ صفحات گذشتہ میں لکھا جاچکا ہے بزمانہ حکمرانی شہریار دکن بادشاہ ناصر الدولہ بہادر ان دونوں بھائیوں کا اچھا رسوخ رہا تھا مولف گلزار آصفیہ نے انکی بہادری کے متعلق زور قلم دکھایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مدار المہام اعظم الامرا ارسطو جاہ بہادر کی ان پر خاص توجہ تھی اور یہ دونوں بھائی بہادر اور سرکاری فوج میں رسوخ یافتہ سردار تھے قلعہ بادامی وغیرہ کی جنگ میں بہت سے کارنمایاں کیئے سرکار عالی کو انکی فوج اور ذاتی شجاعت پر بجید اعتبار تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکے خاندان کا ذکر بیان کیا جائے کہ یہ خاندان اس ملک میں کب اور کس سنہ میں آیا یہ ظاہر ہے کہ ان کا خاندان نواب بہرام خاں عرف بھون خان سے منسوب ہے بھون خاں کے بڑے بھائی نواب شمس خاں ریاست جھنجھنوں پر گدی نشین تھے اور نواب بھون خاں کو کچھ مواضعات دیدیئے گئے تھے۔ جس کا صدر مقام بجاوہ[1] تھا بھون خاں کی اولاد نواب روح اللہ خاں تک بجاوے میں رہی بھون خان کے خاندان کا جھگڑا گروہ شہاب خانی سے کسی معاملہ کی بناء پر ہوگیا تھا اور خونریزی کی نوبت پہونچی شہاب خانی گروہ کے سردار نواب روح اللہ خاں کے

[1] ۔ بجاوہ۔ جھنجنوں کے گرد و نواح میں واقع ہے ۱۲ منہ

پاس فریادی گئے اس پر نواب صاحب نے بھون خان کے خاندان کے سرآوردہ اشخاص کو اپنے پاس طلب کیا انھوں نے نواب صاحب کے پاس آنے سے انکار کیا اس پر نواب روح اللہ خاں برانگیختہ ہوئے اور فوجی دھمکی دی بھون خان کے خاندان کے لوگوں نے امان اللہ خان دیوان سے امداد چاہی اور کہا کہ آپ ہمیں نواب کی زد سے بچائیں امان اللہ خان نے اس خاندان کے سرداروں سے کہا کہ آپ ایک دفعہ بجاوہ خالی کردو چند روز کے بعد نواب صاحب ٹھنڈے ہوجائینگے اور میں آپ لوگوں کو پھر بلالوں گا اس خاندان نے سمت ۱۷۸۳ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۲۶ء میں بجاوہ خالی کردیا جنکے سرکردہ زورآور خاں و حسین خاں وغیرہ تھے یہ تمام سردار نواب فرخ نگر بلوچ کے پاس آئے اور اپنی سرگذشت بیان کی اور نواب صاحب نے انکو موضع جھولری میں آباد ہونے کی اجازت دیدی اور یہ بھی کہدیا کہ ہم آپ کے خاندان کے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ رکھیں گے۔ مگر جھولری کے گردونواح میں قوم جاٹ و آہیر کثرت سے آباد ہیں وہ لوگ وہاں پر کسی دوسری قوم کو مشکل سے آباد ہونے دیتے ہیں آپ لوگ جھولری میں استقلال کے ساتھ قدم جمالیں اگر کسی موقع پر سرکار سے مدد چاہی ہوگی تو ضرور مل سکے گی اس عرصہ میں۔ امان اللہ خان سادول سنگھ کے مقابلہ میں کام آچکے تھے اور امان اللہ خاں کے دو سال بعد نواب روح اللہ خاں کا بھی خاتمہ ہوگیا تھا بہر حال نواب بھون خان کے خاندان کے لوگ موضع جھولری میں آباد ہوگئے چند ہی روز گذرے تھے کہ موضع گوریا و خان پور کے جاٹوں نے جھولری پر حملہ کیا مگر قائم خانیوں نے جاٹوں کو مار بھگایا۔ اور خانپور تک انکا پیچھا کیا جاٹوں کے کئی آدمی مارے گئے اور قائم خانیوں کو بھی نقصان پہنچا پھر دوسری دفعہ جھولری پر موضع لوہ[۱] کے آہیروں نے حملہ کیا مگر فتح قائم خانیوں کو ہوئی آہیروں کے چند آدمی مارے گئے اور قائم خانیوں کو بھی نقصان پہنچا انکے ایک بڑے سردار سعادت خاں بہادری کے ساتھ لڑے اور بہت سے آہیروں کو مار کر خود بھی جان بحق ہوئے انکی قبر جھولری سے جنوب کی طرف جہاں پر

---

[۱] یہ موضع جھولری سے گوشہ مغرب و جنوب میں دو تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ

یہ کام آئے تھے تھوڑے ہی فاصلہ پر شکستہ حالت میں موجود ہے یہ سعادت خاں شہید کے نام سے مشہور ہیں جمعرات کے روز اکثر اشخاص انکے مزار پر فاتحہ کے لئے جایا کرتے ہیں اسکے بعد یہ خاندان جھولری میں مستقل طور سے آباد ہو گیا اسی دوران میں چند اشخاص یہاں سے اکھڑ گئے جبکہ ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۱ء میں نظام الملک آصف جاہ بہادر اول محمد شاہ بادشاہ دہلی کی تائید میں گجرات کی طرف مرہٹوں سے نبرد آزما تھے یہ سردار بھی ان فوجوں میں جا ملے اور ملازمت حاصل کی اور بڑے بڑے عہدوں پر انھوں نے ترقیاں پائیں ان ہی فوجوں کے ساتھ اس خاندان کے لوگ برہان پور آئے ان کے عزیزوں میں سے چند لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ اہل و عیال کو لیکر برہان پور پہنچے اور چند روز ان کا قیام برہان پور میں رہا اس کے بعد یہ سب خاندان آصفجاہی فوجوں کے ساتھ بلدہ حیدرآباد میں داخل ہوا زور آور خان عرف غازی خاں نے اپنی بود و باش فرخ نگر میں اختیار کی جو پایہ تخت حیدرآباد سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ضلع محبوب نگر میں واقع ہے ان میں سے چند لوگ ضلع نلگنڈہ میں آباد ہو گئے جہاں سرکاری فوجوں کا قیام تھا اور اکثر اصحاب خاص بلدہ میں بس گئے بہرحال یہ خاندان دکن میں آباد ہو گیا۔ خاندان کا ذکر کرتے ہوئے مضمون کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ مراد خاں و بایزید خاں کا عروج بزمانہ مدار المہامی مہاراجہ چندو لعل بہادر زیادہ رہا۔ مراد خاں کے انتقال کے بعد انکے فرزند سردار خاں کو تمام جائداد مل گئی اور سردار خاں اپنے باپ کی زندگی میں بھی ملازم تھے سردار خاں کے انتقال کے بعد انکے فرزند مہتاب خاں عرف مالی خاں پر وہی لوازمات امیری بحال رہے مہتاب خاں جمعدار نے لاولد انتقال کیا اور انکی جائداد و جمعداری مراد خاں کے چھوٹے بھائی بایزید خاں کی جائداد میں شامل ہو گئی بایزید خاں جمعدار کے دو فرزند تھے محمد عمر خاں و محمد غوث خاں۔

محمد غوث خاں نے لاولد انتقال کیا اور بایزید خاں جمعدار کے انتقال کے بعد ان کے بڑے فرزند محمد عمر خاں مع لوازمات قدیمی کے سرفراز ہوئے محمد عمر خاں جمعدار کے تین فرزند تھے ایک کا نام مراد خاں اور دوسرے کا نام بایزید خاں رکھا گیا اور تیسرے

قمرالدین خان جواب موجود ہیں مراد خاں و بایزید خاں ثانی تک اُنکے خاندان میں دو جمعداریاں چلی آتی تھیں اور مراد خاں ثانی کے انتقال کے بعد بایزید خاں ثانی کے فرزند محمد نیاز علی خاں مراد خاں کی جگہ پر مامور ہوئے محمد نیاز علی خاں نے عالم شباب میں تاریخ ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ میں انتقال کیا اب نیاز علی خاں کی جمعداری شکست ہوئی مگر اُنکے والد بایزید خاں کی تنخواہ میں کچھ اضافہ ہوگیا بایزید خاں جمعدار نے بھی اپنے فرزند کے ۴ سال بعد ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ میں انتقال کیا بایزید خاں کی جمعداری اُنکے برادر قمرالدین خاں پر اجرا ہوئی جمعدار قمرالدین خاں اسوقت موجود ہیں اور بہت ہی نیک پُرانی وضع کے سردار ہیں یہ سردار بالکل اپنے بزرگوں کا نمونہ ہیں افسوس ہے کہ دکن میں اس بھوان خاندان پر ایسا زوال وارد ہوا کہ ان میں چند ہی اشخاص باقی رہ گئے۔ قمرالدین خاں جمعدار کے ایک ہی فرزند ہے جنکا نام محمد عمر خاں ہے۔

مولوی غلام قادر خاں بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جنکے والد کا نام سوائی خاں اور دادا کا نام محمد خاں اور محمد خاں کے والد کا نام جاراللہ خاں تھا۔ جاراللہ خاں اور احمد خاں کا سلسلہ نسب بہت قریب ہی جا ملتا ہے مولوی غلام قادر خاں خاص ضلع اورنگ آباد میں ایک زمانہ سے آباد ہیں اور محکمہ مال میں ملازم ہیں۔ غلام قادر خاں کی رسائی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر صدر اعظم یمین السلطنت تک ہے وہ ان سے بلا تکلف ملتے جلتے ہیں۔ غلام قادر خان ذی علم ہونے کے علاوہ مورخانہ خیال بھی رکھتے ہیں انھوں نے قوم قائم خانی کے رسم و رواج و طرز معاشرت کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے جسکا نام ابھی تجویز نہیں ہوا اور غیر مطبوعہ ہے۔ آپکا دل قومی ہمدردی سے لبریز ہے آپ ہمیشہ قوم قائم خانی کی ترقی کی دُھن میں لگے رہتے ہیں اپنے وقت کا اکثر حصہ قومی

۵۱ قمرالدین خاں مراد خاں و بایزید خاں کے سوتیلے برادر ہیں ۱۲ ۵۲ نیاز علی خان تکیہ کھوکرواڑی میں مدفون ہوئے ان کی قبر اسی تکیہ میں پختہ موجود ہے ۱۲ منہ ۵۳ جمعدار بایزید خاں بھی اپنے فرزند کے قریب تکیہ کھوکرواڑی وارث علی خاں میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ ۵۴ ایسی کتابوں کی اشاعت کی قوم میں ضرورت ہے کہ جن سے قومی فلاح و بہبود ہو اور قوم ترقی کرسکے ۱۲ منہ

کاموں میں صرف کرتے ہیں آپ علم کے شائق ہیں اپنے فرزند کو جنکا نام عبدالحمید خاں ہے انھوں نے اچھی تعلیم دلائی وہ اس وقت جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کی تعلیم پاچکے ہیں اب کی سال بی اے میں شریک ہونگے آپ شرع شریف کے بہت ہی پابند ہیں آپ میں مہمان نوازی کا مادہ خدا نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے آپ نے پانچ پشت کے بعد ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں اپنے قدیم وطن کا دورہ بھی کیا جھولری آئے اور گڑہی بھی گئے اور اپنے خاندان کے اشخاص سے ملاقات کی اور نیک امور میں مشورہ دیا۔ مولوی غلام قادر خاں قوم کے سچے لیڈر ہیں اگر دو چار اصحاب انکے ہمخیال وہمعصر دکن میں اور ہوتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ ہر برس ایک دفعہ ریاست حیدرآباد میں جہاں جہاں قائم خانی کثرت سے آباد ہیں دورہ بھی کرتے ہیں نیز خاص بلدہ میں بھی ان کا قیام کئی روز رہتا ہے بلدہ حیدرآباد کے رہنے والے قائم خانیوں کو نیک مشورہ سے مستفیض کرتے ہیں انکے خاندان کے کچھ لوگ ضلع نلگنڈہ میں بھی آباد ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ جوہان گروہ نے ملک دکن میں آنیکے بعد بھی ابتک اپنی نسل کی نہایت سختی کے ساتھ حفاظت کی ہے اس گروہ کا آجتک خاندانی اور نسلی سلسلہ آب وتاب کے ساتھ جاری ہے مولوی غلام قادر خان بھی قوم قائم خانی کو ایسے امور میں ہمیشہ اچھا مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ بہر حال مولوی غلام قادر خاں کی زندگی کا انحصار بلامبالغہ ان اشعار پر ہے۔ ؎

وطن کی نہیں جس کے دل میں محبّت
جسے ملک کی اپنے الفت نہیں ہے
اسی سے ہے انسان کی آدمیت
میری جاں تجھے صد ہزار آفرین ہے
دیا الفت و قوم کو چھوڑ جس نے
تو اس سے نہیں ہے کوئی بڑھ کے کافر

کیا طرز اسلاف کو اس نے غارت
تو دنیا میں کچھ اُسکی عزت نہیں ہے
یہی دین وایماں یہی ہے شریعت
کہ حب وطن تر ایمان و دین ہے
لیا اس طریقت سے منہ موڑ جس نے
ذلیل اور رسوا رہے گا وہ آخر

عطا دے تو ہمکو وطن کی محبت	بھری ہو ہراک دل میں قومی اخوت
نفاق اور عداوت کو دل سے مٹادے	مروت محبت کی عادت بڑھادے
مئے حب قومی سے مخمور ہو دل	وطن کی محبت سے معمور ہو دل

ذکر محمد غازی خاں اسد خانی

محمد غازی خاں کے والد کا نام محمد بہادر خاں تھا ان کا سلسلہ نسب نواب فتح خاں والیٔ فتحپور سے ملتا ہے انکے خاندان کا دعویٰ ہے کہ محمد غازی خاں ۱۱۳۵ھ ہجری میں محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ میں دہلی سے نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ اول کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔

یہ تو تاریخوں سے بھی ثابت ہے کہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں صوبہ دار گجرات نے بغاوت کی تھی اور آصفجاہ نظام الملک بہادر اس کی تنبیہ کے لئے دکن سے دہلی بلائے گئے تھے اس زمانہ میں قائم خانیوں کی ریاست فتح پور برقرار تھی ممکن ہے کہ ریاستوں سے چیدہ چیدہ سپاہی اور افسر طلب کئے گئے ہوں اور محمد غازی خاں بھی نواب فتح پور کی طرف سے کچھ جمعیت لیکر محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں اور اس کے بعد آصفجاہ نظام الملک بہادر کی ہمراہی میں گجرات آئے ہوں اور آصفجاہ نظام الملک بہادر تک غازی خاں کی رسائی ہوئی ہو اس زمانہ میں ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی محمد غازیخاں آصفجاہ نظام الملک کی ہمراہ ہی رہکر بہت سی لڑائیوں میں شریک رہے تسخیر ملک کرناٹک و ملک ارکاٹ و فتح قلعہ ترچناپلی وغیرہ میں محمد غازی خان بہادر نے کارنمایاں کئے ان کے خانگی کاغذات میں لکھا ہے کہ یہ بڑے عہدوں پر بھی رہے ضلع نلگنڈہ انکی فوج کا مستقر تھا اور اس ضلع کے مالی نظم ونسق کے بھی یہ مختار تھے اور سرکار میں ہزاروں روپئے انھوں نے نذرانہ کے طور پر پیش کئے آخر ۱۱۶۵ھ میں بمقام نلگنڈہ اس سپہ سالار نے داعی اجل کو لبیک کہا زیر دامن کوہ مقبرہ حضرت خواجہ امین اللہ حسینی قدس سرہ مرشد خود میں مدفون ہوئے اس سپہ سالار نے ایک فرزند محبوب خاں وارث

چھوڑا محبوب خاں نے بزمانہ نواب صلابت جنگ بہادر ۱۱۶۵ھ ہجری میں خدمت آبائی کا جائزہ حاصل کیا اور بادشاہ نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی کے ہمراہ رہ کر احمد آباد و ایلچپور و ناگپور و ملک خاندیس و ملک کرناٹک کی لڑائیوں میں نمایاں کارگذاری کی محمد محبوب خاں ذات معاش و لوازمات اعزازی و جمعیت ہمراہی حسب ذیل سے سر فراز ہوئے تھے۔ ماہ للعہ منصب دو ہزار سوار ... الف ۳ منزل پالکی ۲ زنجیر فیل ۴ مہار شتر ~~دو توپ نفر دو منزل پالکی ایک زنجیر فیل~~ سات سو جوانان بار۔ توپخانہ جینسی علی غول فرد چھتر۔ فرد آفتاب گیری مع تنخواہ ذات ~~پانسو اٹھالیس~~ روپئے تھے۔ محبوب خاں علاوہ خدمت فوجی کے ضلع نلگنڈہ کے تعلقدار بھی تھے اور جوان کے والد کے اختیارات تھے وہ سب ان کو حاصل تھے محبوب خاں نے اپنی تمام عمر وفاداری و خدمت گذاری سرکار میں صرف کی محبوب خاں جمعدار نے ۱۲۲۴ھ ہجری میں مقام نلگنڈہ انتقال کیا اور اپنے والد کے قریب مدفون ہوئے محمد محبوب خاں نے ایک فرزند چھوڑا۔ جن کا نام محمد قمر الدین خاں تھا۔ محمد قمر الدین خاں کا بھی آبائی خدمت پر ۱۲۳۵ھ ہجری میں تقرر ہوا۔ جمعداری و لوازمات اعزازی و جمعیت ہمراہی و پرگنہ جات سے حسب مراتب اپنے والد کے سر فراز ہوئے یہ بھی علاوہ فوجی خدمت کے ضلع نلگنڈہ کے تعلقدار تھے محمد قمر الدین خاں نے اپنی زندگی میں بہت سے کارنمایاں کئے جسکی تاریخ گواہ ہے راؤ رام گماشتہ راجہ گوپال راؤ پرگنہ اتکور جو سرکار عالی سے غایت درجہ باغیانہ خیالات رکھتا تھا۔ آپ نے حسب الحکم سرکار مورخہ ۲۷ رمضان ۱۲۴۶ھ میں گماشتہ باغی کو شکست دی اور گرفتار کر کے داخل سرکار کیا اس لڑائی میں آپ بہت ہی بہادر ثابت ہوئے ۱۲۶۳ھ ہجری میں بہت سے روہیل جمع ہو کر سرکار عالی کے ملک میں لوٹ مار کر رہے تھے جمعدار محمد قمر الدین خان کو سرکار عالی کی طرف سے حکم ہوا کہ انکا انسداد کیا جائے محمد قمر الدین خان ان ڈاکوؤں کی گرفتاری اور تنبیہ کیلئے روانہ ہوئے اکثر کو تہ تیغ کیا اور جو بچے ان کو گرفتار کر کے مورخہ ۱۸ جون ۱۸۴۷ء میں انگریزی تحویل میں دیدیا قمر الدین خاں جمعدار نے بھی سرکار میں ہزاروں روپئے نذرانہ داخل کیا ہے اس معاملہ میں مہاراجہ چندو لعل سے بگاڑ بھی ہو گیا تھا اور جمعیت و لوازمات میں مہاراجہ نے کچھ تخفیف بھی کر دی تھی

بہر حال قمر الدین خاں جمعدار بڑے زبردست اور امانت دار و بہادر سردار ہو گذرے ہیں انکا ذکر بحوالہ گلزار آصفیہ صفحات ماقبل میں لکھا گیا ہے اس لیے یہاں طوالت کی ضرورت نہیں اس سپہ سالار نے ۱۱ رجب ۱۲۵۱ھ ہجری میں انتقال کیا اور قریب کار روان درگاہ حضرت میران خدا نما حسینی قدس سرہ کمرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون ہوئے قمر الدین خاں جمعدار کے دو فرزند تھے محمد عثمان علی خاں دوسرے محمد روشن علی خاں قمر الدین خاں کے انتقال کے بعد جائداد دو حصوں میں تقسیم کی گئی آدھی روشن علی خان کو اور آدھی غلام محبوب خاں کو ملی جو عثمان علی خان کے بیٹے اور محمد قمر الدین خان کے پوتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان علی خاں اپنے باپ کی زندگی میں مرچکے تھے محمد روشن علی خاں جمعدار نے علاقہ پائیگاہ سر آسمانجاہ میں سوار کلور تعلقہ شمس آباد ضلع اطراف بلدہ میں ایک مقطعہ موسومہ حبیب اللہ گڑہ خرید لیا تھا جو اب تک انکے خاندان میں موجود ہے۔

حضور ناصر الدولہ بہادر شاہ دکن کے زمانہ میں روشن علی خاں کے ذمہ یہ کام بھی دیا گیا تھا کہ علاقہ برٹش انڈیا سے چاندی خرید کرلائی جائے اس وقت سکہ چلنی کا رواج تھا جس کی تبدیل سکہ حالی سے ہونا مقصود سرکار تھا بہ تعمیل حکم سرکار آپ نے اپنی جمعیت ہمراہی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا اور ایسے ہی کام اکثر انکے ذمہ ہوا کرتے تھے

بہر حال روشن علی خاں جمعدار ایک مشہور سردار تھے روشن علی خاں نے ۱۲۸۱ھ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے والد کے قریب مدفون ہوئے دو فرزند وارث چھوڑے غلام قادر خاں و محمد اسمٰعیل خاں۔

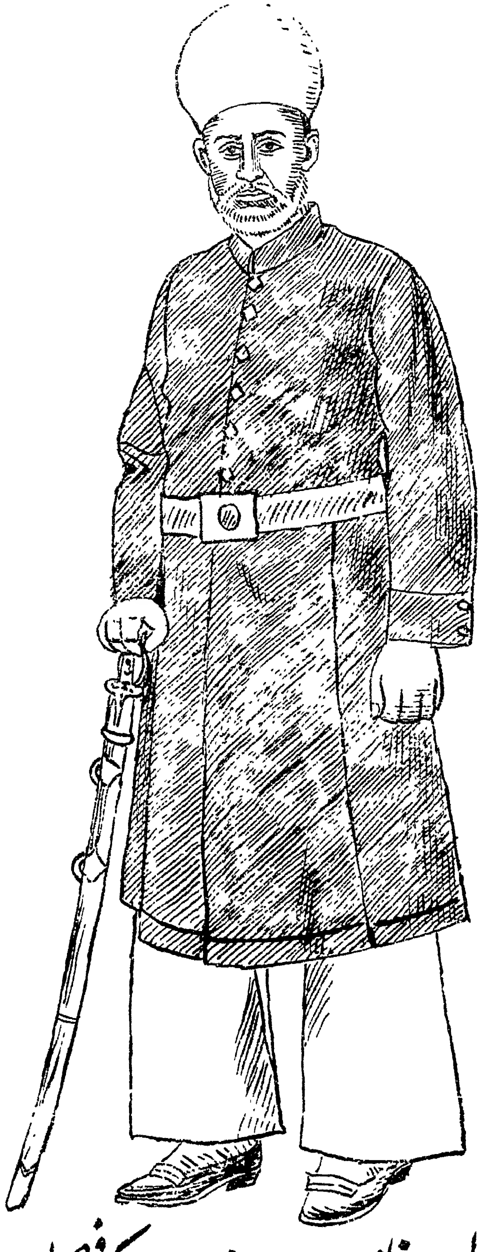
۱۲۸۱ھ ہجری میں غلام قادر خاں اپنے والد کی جگہ جمعداری سے سرفراز ہوئے اب غلام قادر خاں جمعدار کے قبضے میں تھوڑی ہی جائداد رہ گئی تھی اس پر بھی غلام قادر خاں جمعدار کو پانسو چودہ روپے تنخواہ ملتی تھی لوازمہ منزل پالکی و چھتر وغیرہ سے سرفراز تھے غلام محبوب خاں جو غلام قادر خاں کے چچازاد بھائی اور عثمان علی خان کے بیٹے تھے انھوں نے ۱۳۱۷ھ ہجری میں انتقال کیا اور کمرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون ہوئے محمد اسمٰعیل خاں کے نام ماہوار امتیازی غرہ محرم ۱۲۹۹ھ ہجری میں باستحقاق قدامت سرکار نے

علیحدہ سرفراز فرمائی تھی محمد اسمٰعیل خاں[۵] نے ۲ محرم ۱۳۲۹ھ ہجری میں لاولد انتقال کیا یہ بھی رکمرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون ہوئے اور ان کی جائداد میں کچھ کمی کی گئی بقیہ جائداد کا مختصر منصب حسب فرمان اعلیٰ حضرت حضور پرنور کے حکم خاص سے ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ میں غلام قادر خاں جمعدار کے نام اجرا ہوا آپ مقطعہ حبیب اللہ گوڑہ کے مقطعہ دار بھی تھے جب کہ اصلاح مصارف افواج کا مسئلہ پیش ہوا تو سرکار نے اس غرض کے لئے ایک کمیٹی منعقد فرمائی اور اس کمیٹی کا رکن ان کو بھی بنایا جس میں غلام قادر خاں جمعدار نے نہایت ہی خوش اسلوبی سے کام انجام دیا سرکار نے انکی لیاقت علمی کو مدنظر رکھکر مجلس فصل خصومات افواج بے قاعدہ نظم جمعیت سرکار عالی کا جمعدار موصوف کو مستقل رکن بنادیا تھا اس خدمت کو مدت العمر انجام دیتے رہے جمعدار غلام قادر خاں کو دربار شاہی کی باریابی کا فخر بھی حاصل تھا بطور خاص غفران مکان آصفجاہ سادس علیہ الرحمۃ نے طلب فرماکر شرفیابی عطا فرمائی اعلحضرت میر محبوب علی خاں بادشاہ دکن نے غلام قادر خاں جمعدار سے ایک عمل بھی سیکھا تھا جمعدار موصوف بہت ہی نیک نیت سردار تھے اپنے خاندان کی بیوگان وغیرہ کی کفالت و پرورش کو اپنا فرض عین سمجھتے تھے انکی شادی خواجہ خاں ہیبت خانی کی دختر سے مقام فرخ نگر میں ہوئی تھی اس بیگم کے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کی شادی محمد نیاز علی خاں جمعدار ایلمان سعید خانی سے ہوئی جب اس بیوی کا انتقال ہوگیا تو غلام قادر خاں جمعدار نے ایک دوسرا عقد غیر برادری میں بھی کیا تھا جن کے بطن سے ۱۳۰۱ھ ہجری میں ایک فرزند پیدا ہوا جنکا نام غلام یٰسین خاں ہے غلام قادر خاں جمعدار[۱] کے انتقال کے بعد جمعداری و کل جائداد غلام یٰسین خاں کے نام پر ۱۳۴۲ھ ہجری میں اجرا ہوئی و دیگر غلام محبوب خاں کی جمعداری کی تنخواہ بھی ان ہی پر اجرا ہوئی اور انکے چچا محمد اسمٰعیل خاں کی امتیازی اسامی بھی ان ہی کے قبضے میں آئی مقطعہ حبیب اللہ گوڑہ

---

[۵] محمد اسمٰعیل خاں صاحب کی شادی نہیں ہوئی تھی بذات خود نہایت خلیق اور ملنسار تھے اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے ۱۲ منہ

[۱] تاریخ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ ہجری بلدہ حیدرآباد میں انتقال کیا اور رکمرخی گنبد کے احاطہ میں اپنے اجداد کے قریب مدفون ہوئے ۱۲ منہ



جناب غلام یٰسین خانصاحب اسد خانی جمعدار رکن فصل خصومات کمیٹی

نظم جمعیت سرکار عالی

توان کے دادا کا زرخرید تھا ہی علاوہ منصب وغیرہ کے جمعدار غلام یٰسین خاں نظم جمعیت سرکار عالی میں صاحب آبرو بھی ہیں ان کو اس وقت آٹھ سو چھپن ۸۵۶ روپے ماہانہ کی آمدنی ہے مستقلہ اس کے علاوہ ہے اور منزل پالکی و چھتر وغیرہ برقرار ہیں جمعدار موصوف نظم جمعیت میں نفس حضورات کمیٹی کے رکن بھی ہیں اس کام کو گیارہ سال سے انجام دے رہے ہیں۔ یہ انجمن خزینہ اقتصادی امداد باہمی سرکار عالی کے معتمد بھی ہیں مثل اپنے والد کے اپنے عزیز و اقارب سے سلوک کرتے رہتے ہیں غلام یٰسین خاں کی شادی نواب محمد علی خاں جاگیردار کی دختر سے ہوئی تھی اس بی بی کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا اُس کا نام غلام محی الدین خاں ہے اس بی بی کا انتقال ہونے کے بعد دوسری شادی بھی نواب محمد علی خاں کی دختر سے ہوئی جو اب موجود ہیں۔ اِنکے بطن سے[۱] دو فرزند پیدا ہوئے۔ غلام یٰسین خاں جمعدار کو اپنے خسر نواب محمد علی خاں مرحوم کی جاگیر سے اپنے ہر دو محلات کے حصص شرعی میں چھ ہزار سالانہ کی جاگیر حاصل ہوئی ہے۔ غلام یٰسین خاں جمعدار نے اپنی موجودگی ہی میں اس جائداد کو تقسیم کردیا ہے فرزند غلام محی الدین[۲] خاں کے نام اور اپنی بی بی معین النساء بیگم کے نام خود سرکار سے جاری کرادیا ہے۔ غلام یٰسین خاں جمعدار نے عربی کی اچھی تعلیم حاصل کی ہے علم فارسی میں کامل اور علم عروض میں پورا دخل ہے قانون میں بھی دخل رکھتے ہیں اس لیے کہ لاکلاس میں ایک زمانہ تک شریک رہ چکے ہیں آپ سید کلیم الحق شاہ صاحب قادری عرف آزاد شاہ علیہ الرحمتہ کے مرید ہیں۔ اس لئے تصوف میں بھی لاثانی کمال رکھتے ہیں منشی عالم کی سند بھی حاصل ہے جمعدار صاحب موصوف امتحانات عہدہ داران مال و جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ سرکار عالی میں کامیاب ہوئے ہیں الغرض کہ آپ جامع العلوم ہیں آپ کو دینی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق ہے حدیث

[۱] غلام دستگیر خاں و غلام محبوب خاں جو اس وقت طالب علم ہیں اس بیگم سے ایک لڑکی بھی ہے ۱۲ منہ -

[۲] غلام محی الدین خاں کی شادی بھی احمد علی خاں کی دختر سے ہوئی ہے جو نواب محمد علی خاں کے بڑے فرزند تھے اور غلام محی الدین خاں کا ایک لڑکا بھی ہے جس کا نام محمد قمر الدین خاں ہے ۱۲ منہ

دفقہ و تفسیر و سیر و تاریخ میں زیادہ دخل رکھتے ہیں ان کو شعر و سخن میں مذاق ہی نہیں بلکہ اگر انکا دیوان جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بنجائے آپ ایک کتاب موسومہ منہاج الدارین فی زیارت حرمین لکھہ رہے جس میں ہر مقام کی کیفیت و حالات لکھے جائیں گے اور وہ حاجیوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوگی اس کا حجم اڑھائی سو ۲۵۰ صفحے تک پہنچ چکا ہے اور زیادہ حالات لکھنے کی کوشش کی جارہی ہے آپ عزم ہجرت بھی رکھتے ہیں آپ کا ارادہ ہے کہ اپنی کل جائداد اپنے ورثا میں تقسیم کر کے خود حج بیت اللہ شریف کو چلے جائیں اور وہاں سے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اقامت گزیں ہو جائیں اور اپنی بقیہ عمر جاروب کشی روضہ مطہرہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ختم کر کے آخر کار پیوند خاک مدینہ ہو جائیں آپ کی شاعری مختلف رنگ میں ہوا کرتی ہے اس سے کچھ کلام آپ کا ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو نظم مدحیہ شاہی لکھی ہے وہ بہت طویل ہے مگر ہم یہاں پر صرف چند اشعار ہی پر اکتفا کرتے ہیں ؎

یا رب تو سخن میں میرے اعجاز اثر دے
کچھ رنگ دگر دے مجھے کچھ بوے دگر دے
دے حکمت بقراط فلاطون کے ہنر دے
ممتاز مضامین کے نایاب گہر دے

تسنیم کی ہو روشنی طوبےٰ کا قلم ہو
جو مدح رقم ہو وہ اعجاز رقم ہو

رک رک کے جدہر اٹھتی ہیں عالم کی نگاہیں
تھم تھم کے جدہر چلتی ہیں ارماں کی ہوائیں
کٹ کٹ کے جدہر ملتی ہیں مخلوق کی راہیں
دب دب کے جدہر آرزوئیں سب کی بر آئیں

وہ شاہ کہ دریائے کرم جس کا رواں ہے
مخلوق خدا جس کی طرف تشنہ دواں ہے

لے سن میں بتاؤں تجھے اب نام گرامی
عالم میں وہی ایک ہے جو ہستی سامی
عثمان علی خان جسے کہتے ہیں تمامی
سلطان دکن مرجع کل رومی و شامی

ہے ایک یہی ہستی جو فخر جہاں ہے
ہے ایک یہی ہستی جو فیض رساں ہے

یٰسین کی ہے عرض کہ اے خالق اسباب
پتھر سے بنائے تری قدرت نے بہت آب

اور آپ سے پیدا کئے لاکھوں ورنایاب	بس کھول دے اب فتح و ظفر کے سبھی ابواب

آصف کو تو شاہنشہ اقلیم بنا دے
اب تک اسے جو تو نے دیا اس سے سوا دے

غلام لیسین خانصاحب جمعدار کا مضمون ختم ہونیکے بعد یہ لکھدینا بیجا نہوگا کہ آپ نہایت ہی خلیق اور قومی نیک کاموں میں حصہ لینے والی ہستی ہیں

ذکر جیون خاں ایلمان سعید خانی

جیون خاں کے والد کا نام دلیل خاں تھا ان کے خاندان کا دعوی ہے کہ جیون خاں جھنجھنوں[۵] و فتحپور کی طرف سے آئے اور سلطنت قلعہ گولکنڈہ بعہدہ سلطان قلی قطب شاہ سنہ ۹۲۰ ہجری میں جیون خان نے ملازمت قطب شاہی میں داخل ہوکر عہدہ افسری فوج حاصل کی اور بموجب سند مہری سلطان قطب شاہ سنہ ۹۲۰ھ میں پانچ مواضعات بالمقطعہ موضع بودوڑ موضع ملکاپور جمال پور زمین مقطعہ ملکاباؤلی درسیوار گولکنڈہ ۔ زمین مقطعہ درسیوار گرمکال سے سرفراز ہوئے اور اپنی مدت العمر جاں نثاری شاہی میں ثابت قدم رہے ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند دلاور خاں عہدہ فوجی و مواضعات موروثی سے سرفراز ہوئے ان کے انتقال کے بعد انکے فرزند محمد تجلی خاں مناصب مذکورہ پر فایز ہوئے سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں شہنشاہ اورنگزیب کا اس ملک پر تسلط ہوا اس وقت انکے مواضعات موروثی کی بموجب سند قطب شاہی سنہ ۱۱۰۱ھ میں تجدید فرمائی انکے بعد ان کے فرزند خواجہ خاں کو یہ سب جائداد بعہد بادشاہ نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی عطا ہوئی انکے بعد انکے فرزند محمد نیاز و خاں بعہد سلطنت بادشاہ سکندر جاہ بہادر عہدہ فوجی و مواضعات موروثی سے سرفراز ہوئے اور اعلی خدمت بجالائے انکی حسن کارگزاری مشہور عالم ہے چنانچہ ضلع ناگر کرنول و

---

۵ جیون خاں کا ملک دکن میں آنا انکے خاندان کے کاغذات سے سنہ ۹۲۰ ہجری میں ثابت ہے جیون خاں جھنجھنوں کی ریاست آباد ہونیکے (۱۳۱) برس بعد دکن میں آئے جیوں خاں قائم خانیوں میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے دکن میں آکر ملازمت حاصل کی ۱۲ سنہ

گرمٹکال کی تعلقداری پر فائز ہوئے اور انکے زمانہ تعلقداری کے عطا کردہ اراضیات انعامی مساجد و معابد وغیرہ کثیر تعداد میں پرگنہ اوچہ و کوڑنگل و کوئلکنڈہ و گرمٹکال وغیرہ میں ہنوز بحال و جاری ہیں۔

محمد نیاز خاں کے پانچ فرزند اور دو دختر[1] تھیں۔ محبوب خاں۔ شجاعت خاں۔ قمر الدین خاں۔ نامدار خاں۔ محمد خاں۔ ان پانچوں کو سرکار عالی سے انکی قدامت و جاں نثاری و حسن خدمات کے صلہ میں علحدہ علحدہ دو دو سو روپئے ماہوار عطا فرمائے گئے تھے محمد نیاز خاں سپہ سالار کے انتقال کے بعد جمعداری انکے فرزند اکبر محبوب خاں کو ملی اور موروثی جائداد سے بھی سرفراز ہوئے محبوب خاں نے لاولد انتقال کیا انکی جگہ پر ان کے برادر شجاعت خاں عہدہ جمعداری و فوج و معاش پر قابض ہوئے یہ ایک زمانہ تک خدمت سرکار بجا لاکر بتاریخ ۱۰ رجمادی الثانی ۱۲۸۷ھ میں بمقام تحصیل کوئلکنڈہ فوت ہوئے درگاہ حضرت سید شاہ عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہ میں مدفون ہوئے انکی جمعداری اور تمام جائداد انکے فرزند محمد علی خاں پر اجراء ہوئی محمد علی خاں جمعدار کا انتقال ۲۴ صفر ۱۳۲۳ھ میں ہوا اور بلدہ حیدرآباد میں مقبرہ وارث علی خاں میں دفن ہوئے محمد علی خاں[2] جمعدار کے بعد ان کے فرزند محمد نیاز علی خاں عہدہ جمعداری پر سرفراز ہوئے اراضیات وغیرہ تو محمد علی خاں جمعدار نے اپنی زندگی ہی میں تمام فروخت کردی تھیں اس لئے کہ یہ بہت ہی کاہل و سست جمعدار تھے مگر محمد نیاز علی خاں بہت ہی ہشیار اور جفاکش واقع ہوئے ان کا ایک موضع بودور جو ان کے خاندان میں چلا آتا تھا وہ بھی سرکار میں دب گیا تھا محمد نیاز علی خاں نے کوشش بلیغ کرکے ایک زمانہ کے بعد اس موضع پر قبضہ کیا یہ موضع بودور واقع قصبہ گرمٹکال تعلقہ یادگیر ضلع گلبرگہ شریف میں واقع ہے محمد نیاز علی خاں جاگیردار بروئے احکام سرکاری نشان ۲۹۴ مورخہ ۱۴ صفر

---

[1] یہ دونوں دختر یکے بعد دیگرے نواب محمد خاں دلراب خانی المخاطب دلاور نواز جنگ کو منسوب ہوئیں ۱۲ منہ

[2] محمد علی خاں جمعدار کے ایک فرزند اور تھے جنکا نام غلام غوث تھا وہ کمسنی ہی میں انتقال کرگئے ۱۲ منہ

۱۳۴۲ھ ہجری میں اور دو جمعیت عہدہ جمعداری نظم جمعیت سرکار عالی اپنے والد کی کل جائداد نظم جمعیت وغیرہ پر سرفراز ہوئے اور خدمت سرکار میں حاضر و سرگرم ہیں انکی ایک حویلی گر مشکال میں بھی ہے جو ان کے بزرگوں نے تیار کرائی تھی محمد نیاز علی خاں[۵] جمعدار کو فارسی میں علمی لیاقت اچھی ہے نوجوان اعلیٰ ہمت بلند حوصلہ شخص اور وجیہ جوان بھی ہیں جمعدار موصوف نے دو شادیاں کی ہیں پہلی شادی غلام قادر خاں جمعدار اسد خانی کی صاحبزادی سے کی تھی پھر اولاد نہ ہونے کے باعث دوسری شادی غلام غوث خاں احداں ہیبت خانی کی لڑکی سے ہوئی ہے جو فرخ نگر میں رہتے ہیں۔

ذکر شہامت خاں و محمد غازی خاں جمعداران ہاتھی خانی

انکے والد کا نام اختیار خاں تھا یہ ملک راجپوتانہ شیخاواٹی موضع چوڑی بیسوہ سے وارد ہوئے تھے شہامت خاں نظم جمعیت میں جمعدار تھے میانہ و چھترا ور لوازمہ جمعداری سے سرفراز ہوئے اور جمعداری واسی قدر لوازمہ سے محمد غازی خاں بھی سرفراز تھے۔

شہامت خاں نے ایک فرزند چھوڑا جنکا نام محمد بخش خاں تھا اور ایک دختر بھی تھی دختر نواب محمد خاں وار اب خانی ولاور نواز جنگ بہادر سے منسوب ہوئی تھی محمد بخش خاں جمعدار کے دو فرزند اس وقت موجود ہیں محمد فاضل خاں و محبوب علی خاں محمد فاضل خاں اپنی آبائی خدمت جمعداری پر سرفراز ہیں اور محبوب علی خاں کے نام بھی محمد بخش خاں جمعدار نے اپنی زندگی ہی میں معقول جائداد کر دی تھی ایک مقطعہ اور تقریباً دس ہزار روپئے نقد انکے نام پر لکھدیے تھے محبوب علی خاں نے اپنا کل سرمایہ تھوڑے ہی عرصہ میں بے ترتیبی سے خرچ کر دیا اور اسوقت خالی ہاتھ ہیں محمد فاضل خاں جمعدار

---

۵ یہ وحشت اثر خبر ہمیں اسوقت معلوم ہوئی کہ مسودہ کتاب ہذا مکمل تیار ہو چکا تھا کہ جمعدار محمد نیاز علی خاں نے ۱۰ ارشوال ۱۳۴۷ھ بروز جمعہ انتقال کیا اور رکمرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون کئے گئے افسوس اور صد افسوس ہے کہ یہ جمعدار صاحب عین عالم شباب میں لاولد انتقال کر گئے انکی دوسری شادی سال بھر پہلے ہی ہوئی تھی انکے خاندان کا دکن میں قطب شاہی زمانہ سے قومی اور نسلی سلسلہ آجتک آتا ہے چلا آتا تھا جمعدار صاحب بہت ہی وجیہ جوان تھے خدا تعالے انکو غریق رحمت کرے

اس وقت برقرار اور موجود ہیں محمد فاضل خاں کی شادی بہادر خاں جیوان کی دختر سے ہوئی اور دوسرا عقد انہوں نے غیر برادری میں بھی کیا ہے جس کے بطن[1] سے تین لڑکے اسوقت موجود ہیں۔ محمد غازی خاں جمعدار کی بیوی کا جب انتقال ہوگیا تو جمعدار صاحب موصوف نے غیر برادری میں ایک عقد کیا جس کی کے بطن سے دو فرزند تولد ہوئے محمد عنایت اللہ خان و محمد عبداللہ خاں محمد غازی خاں کے انتقال کے بعد بہت ہی کمی کے ساتھ جمعداری پر محمد عنایت اللہ خاں بحال ہوئے اور محمد عبداللہ خاں نے سن شعور کو پہنچنے کے بعد پولیس میں بعہدہ اپنی ملازمت حاصل کی محمد عنایت اللہ خاں نے لاولد انتقال کیا محمد غازی خاں جمعدار بڑے اولوالعزم شخص تھے بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے واقع نگاروں کو جمعدار موصوف نے انعام میں ایک ہاتھی بھی دیا تھا جو کوئی شخص ان کے وطن سے آتا تھا اس کے ساتھ اس کی حیثیت کے موافق سلوک کرتے تھے یہ جمعدار سخی اور بہادر تھے اب محمد غازی خاں جمعدار کے فرزند محمد عبداللہ خاں کا بھی انتقال ہوچکا ہے اور فارسی کی تعلیم انھوں نے اچھی پائی تھی محمد عبداللہ خاں نے اپنے فرزند کو جنکا نام حبیب اللہ خاں ہے اعلیٰ تعلیم دلائی حبیب اللہ خاں نے جامعہ عثمانیہ سے ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ کی ڈگری حاصل کی ہے اور اس وقت اخبار نظام گزٹ کے ایڈیٹر ہیں حبیب اللہ خاں وجیہ جوان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونیکے علاوہ سلیم الطبع اور صاحب اخلاق بھی ہیں آیندہ ان سے قوم کو فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔

حیدرآباد کا باب ختم کرتے ہوئے یہ نامناسب نہ ہوگا کہ ان اشخاص کی بھی فہرست دے دیجائے جو متفرق طور پر علاوہ امپیریل سروس ٹروپس کے باقاعدہ رسالوں و پولیس اضلاع سرکار عالی میں ملازم تھے اور ہیں اور وہ قائم خانی جنھوں نے موجودہ دور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے ان کا بھی تذکرہ کردیا جائے۔ لہٰذا فہرست حسب ذیل ہے

(۱) مولوی محمد بہاؤالدین خاں ولد مختار خاں الیمان حسید خانی ساکن موضع بامنواس ہیں، مولوی بہاؤالدین خاں صاحب نے علوم مشرقیہ میں اعلیٰ تعلیم پائی ہے یعنی منشی

---

[1] معین الدین خاں عظمت اللہ خاں۔ رحمت اللہ خاں ہمشنہ

منشی عالم و منشی فاضل اور مولوی و مولوی عالم و مولوی فاضل کی ڈگریاں درجہ اعلیٰ میں حاصل کی ہیں اور کامیاب ہیں اور یہ بھی طرفہ ہے کہ آپ کسی امتحان میں فیل نہیں ہوئے ہر امتحان میں درجہ اعلیٰ کامیاب ہوتے رہے آپ عربی کے شاعر بھی ہیں آپ نے بندگان عالی حضور پرنور میر عثمان علیخاں بہادر جوان بخت شہریار دکن کی تخت نشینی کی تقریب میں قصیدہ عربی بصنعت غیر منقوط لکھا تھا جس کی بنا پر اعلیٰ حضرت حضور پرنور بادشاہ دکن سے فرمان ہوا کہ انکو تعلیمات میں انکی اہلیت کے مطابق جگہ دی جائے اس وقت مولوی بہاؤالدین خانصاحب مدرسہ گورنمنٹ ہائی اسکول چادرگھاٹ میں عربی کے پروفیسر ہیں اور ابتک آپ کے شاگرد عربی میں بدرجہ اعلیٰ بہت سے کامیاب ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں۔

(۲) مولوی حبیب اللہ خاں ولد عبداللہ خاں احمداں ہاتھی خانی جنکا وطن قدیم چوڑی بسیوہ علاقہ سیکر ہے آپ نے جامعہ عثمانیہ سے ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی ہے اور اسوقت اخبار نظام گزٹ کے اڈیٹر ہیں۔ آپ کے حالات آپ کے خاندانی ذکر میں بھی اوپر لکھے گئے ہیں:۔

(۳) مولوی محمد رضا خاں ولد ولی محمد خاں[ل] آپ خانداں جیوان سے ہیں آپکا وطن موضع کیڈ علاقہ راجپوتانہ ہے آپ نے بھی جامعہ عثمانیہ سے بی اے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی ہے اور اس وقت دفتر انگریزی ہائی کورٹ حیدرآباد کے منتظم ہیں آپ منصفی کے امیدوار ہیں جس کی سردست پانسو روپئے تنخواہ ہوتی ہے اور کئی دفعہ اس عہدے پر منصرمانہ طور پر آپ کام بھی کرچکے ہیں۔

اس قوم قائم خانی کے لئے یہ بڑی فخر کی بات ہے کہ اس قوم کے اصحاب نے اس درجہ تعلیم حاصل کی ہے اس سے قوم کو اُمید ہوتی ہے کہ ایسے لائق اصحاب اس ڈگمگاتی ہوئی قوم کو اپنے علم کے ذریعہ سے ضرور سنبھال لینگے اور جہاں اس قوم کا معدن ہے یعنی شیخاواٹی راجپوتانہ وہاں پر یہ صاحبین دورہ کرینگے اور قوم

ل ولی محمد خانصاحب اپنی قوم میں سربرآوردہ شخص تھے اور انکا قیام ہمیشہ بلدہ میں رہا سرکار سے تنخواہ منصب بھی پاتے تھے

کو ہر طرح سے نیک مشورے دینگے اور علمی اشاعت کرینگے اور اس قوم میں جو ناقص رسوم فضول خرچی وغیرہ کی ہیں اس کو مٹانے کی کوشش بھی کرینگے ان حضرات کی تحریر و تقریر کا اثر اس قوم پر ضرور اچھا پڑے گا اور قوم انکی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائیگی مقام جھنجھنوں جو شیخاواٹی کے وسط میں ہے اور وہاں تک ریل بھی جاری ہے جھنجھنوں میں حضرت قبلہ قمر الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی وسیع خانقاہ ہے جو اسی قوم کے ایک بڑے بزرگ ہو گذرے ہیں اور ۱۱ ربیع الاول کو ہر سال آپ کا عرس ہوا کرتا ہے عرس کے موقع پر ہر گروہ اور ہر خاندان کے قائم خانی جمع ہوتے ہیں یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور بلدہ حیدرآباد کے ذی علم قائم خانی اصحاب اس موقع پر یہاں آئیں اور تقریریں کریں تو بہت ہی مناسب ہے جب کوئی شخص ہنر یا علم سیکھتا ہے تو اس دوران میں اس دل میں تین طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ اس کے ذریعہ سے دولت جمع کرونگا اور تا زندگی کرتا رہونگا اور مرتے وقت کسی عزیز کے حوالہ کر جاؤنگا۔ دوسرے یہ خیال کہ میں اس دولت سے عیش و عشرت کر جاؤنگا یہی نہیں بلکہ آمدنی سے زیادہ خرچ رکھونگا۔ تیسرے خیال یہ کہ میں اس دولت کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو حتی الامکان اور خاصکر اپنی قوم کو فائدہ پہنچاؤنگا اور فنا فی القوم ہونے کی کوشش کرونگا۔ یہ تیسرا خیال جو دل میں بندھ رہا تھا اس پر عمل پیرا ہوا تو وہ انسان کامل انسان کہلانے کا حقدار ہے اس لئے کہ اس نے حکم خدا اور اپنا فرض ادا کیا کیونکہ سب کا الحاصل آخر موت ہے!!

رسالہ تھرڈ لانسرز حیدرآباد دکن جبر الدین خان رسالدار۔ بایزید خان جمعدار بہادر خان رسالدار۔

یہ تینوں افسر نواب مدن خاں کے بھتیجے تھے جب نواب مدن خان کے رہے سہے گھوڑے انکے انتقال کے بعد تھرڈ لانسرز میں داخل ہوئے تو ان افسران کی امتیازی آسامیاں بھی اسی رسالہ میں داخل ہوگئیں اور یہ وہاں پر عہدوں سے بھرتی ہوئے اور ایک مدت دراز تک ملازمت کر کے فوت ہوگئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ نواب مدن خاں کے کارخانہ میں بہت سی امتیازی آسامیاں تھیں اب تک ان کے نشانات پائے جاتے ہیں حیدر خاں بھی نواب مدن خاں کے برادر زادہ تھے اور ایک امتیازی آسامی پر مامور تھے۔ اس وقت حیدر خاں کے فرزند خورشید علی خاں اس امتیازی آسامی پر ملازم ہیں اور نظم جمعیت سے تنخواہ پاتے ہیں۔

(۵) بہادر خاں رسالدار میجر احمدان ہاتھی خانی موضع چوڑی کے رہنے والے تھے انکا انتقال ہو چکا ہے

(۶) رحمٰن خاں رسالدار میجر جیوان گروہ سے ہیں اور اسوقت پنشن پاتے ہیں۔

جب نواب صالح محمد خان بہادر قائم خانی کے کارخانہ میں سے اڑسٹھ گھوڑے رسالہ تھرڈ لانسرز میں شامل ہوئے تو اس وقت یہ دونوں افسر بھی اسی رسالہ میں داخل ہوگئے اور ترقیاں پائیں۔

(۷) دولیخاں جمعدار احمدان دولت خانی بساہو کے باشندے تھے ان کا انتقال ہو چکا ہے

(۸) شاہ محمد خاں رسائیدار احمدان ہاتھی خانی موضع جبیوہ کے تھے ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

رسالہ گولکنڈہ لانسر حیدرآباد دکن

(۱) محمد خاں رسائیدار احمدان فتح خانی موضع کڑولی کے باشندے ہیں اور اسوقت پنشن پاتے ہیں اور قلعہ گولکنڈہ میں مقیم ہیں۔

(۲) احمد علیخاں جمعدار داراب خانی موضع ہسیسر کے باشندے تھے ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

پرنس باڈی گارڈ

(۱) مراد خاں جمعدار دلاور خانی موضع ہانسیم سر علاقہ سیکر کے رہنے والے تھے انکا انتقال ہو چکا ہے۔

علاقہ پائیگاہ نواب اقبال الدولہ وقار الامراء بہادر

(۱) امام علی خاں رسالہ باقاعدہ. نواب وقار الامراء بہادر میں کمانڈنگ افسر تھے اور نواب سلطان الملک بہادر کے ایڈی کانگ بھی تھے انکا انتقال ہوچکا ہے انکے فرزند

(۲) محبوب علیخاں اب اسی رسالہ میں اجیٹن ہیں۔

(۳) بشارت علی خاں اسی رسالہ میں رسائیدار تھے اور انتقال ہوچکا ہے۔

(۴) علاؤالدین خاں اسی رسالہ میں جمعدار تھے اور انتقال ہوچکا ہے۔

(۵) غلام علی خاں رسائیدار اسی رسالہ میں موجود ہیں۔

(۶) حیات محمد خاں رسائیدار اسی رسالہ میں موجود ہیں یہ تمام افسر موضع کیڈ کے رہنے والے تھے اور ہیں انکا سلسلہ نسب نواب جبر الدین خاں میں ملتا ہے اسی لئے اس گروہ کو جیوان کہا جاتا ہے متصل فلک نما محلہ جنگم منڈہ میں ان سب کا قیام ہے۔

علاقہ پائیگاہ نواب سر آسمان جاہ بہادر

(۱) علاؤالدین خاں کپتان اسی علاقہ کی باقاعدہ فوج میں ملازم تھے ان کے حالات قمر الدین خاں رسالدار میجر کے فوج باب کے ذکر میں لکھے جائیں گے۔

(۲) غلام غوث خاں کپتان بھی اسی علاقہ میں ملازم تھے انکی بھی مفصل کیفیت قمر الدین خاں رسالدار میجر کے ذکر میں لکھی جائیگی انکے فرزند۔

(۳) غلام دستگیر خاں اسی علاقہ کی باقاعدہ فوج میں لفٹنٹ ہیں۔

فہرست امنا ر پولیس اضلاع سرکار عالی

(۱) ابراہیم علی خاں جیوان گروہ سے تھے اور اندرون بلدہ میں امین تھے کیڈ کے باشندے تھے. ان کا انتقال ہوچکا ہے۔

(۲) مختار خاں الیمان حمید خانی موضع بامنواس کے باشندے تھے پولیس اضلاع

میں امین تھے ان کا انتقال ۲۳ شوال ۱۳۳۵ھ ہجری میں ہوا یہ اس سے پہلے نواب عالم علیخاں
دلاور نواز جنگ بہادر کی فوج میں جمعدار تھے اور ضلع گلبرگہ شریف میں انکی تعیناتی
تھی جب سنہ ۱۳۰۵ھ میں سنٹرل جیل ضلع گلبرگہ کے قیدیوں نے ہنگامہ کیا اور پندرہ
قیدی پہرہ داروں کو زد و کوب کر کے جیل سے باہر نکل گئے تو ان قیدیوں کا تعاقب
سب سے پہلے نواب عالم علی خاں کی فوج نے کیا مختار خاں جمعدار اپنی ہمراہی فوج
کے ساتھ گلبرگہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر موضع کملاپور کے قریب پہنچے اور ان
قیدیوں سے مقابلہ ہوا سات قیدی زخمی ہوئے اور باقی گرفتار کر لیے گئے مختار خاں
بھی شدید زخمی ہوئے ان تمام قیدیوں کو صوبہ دار اکرام اللہ خانصاحب کے روبرو
پیش کیا گیا مولوی اکرام اللہ خانصاحب صوبیدار نے مختار خاں کو آفرین کہا
اور نواب سر سالار جنگ بہادر مدار المہام کو اس واقعہ کی اطلاع کی اس پر
یہ حکم ہوا کہ مختار خاں جمعدار کو سردست امینی کا عہدہ پولیس اضلاع میں دیا جائے
یا کافی انعام دیا جائے مختار خاں نے نہ امینی لینے کی کوشش کی اور نہ انعام کی
مگر اس حکم کی نقل لے لی جو محکمہ مدار المہامی سے جاری ہوا تھا جب نواب عالم علی خاں
دلاور نواز جنگ بہادر کے کارخانہ کے سنہ ۱۳۱۰ھ ہجری میں امپیریل میں شامل ہونیکا حکم
ہوا تو مختار خاں کو امینی کی جستجو ہوئی یہ ناظم کوتوالی اضلاع پولیس لڈلو صاحب بہادر کی
پیشی میں حاضر ہوئے اور اس حکم کی بناء پر انکو عہدہ امینی دیا گیا مختار خاں کو پڑھنے لکھنے
میں معمولی دخل تھا مگر تیرہ سال تک انھوں نے عہدہ امینی کو باحسن وجوہ انجام دیا اسکے
بعد ان کا وظیفہ ہو گیا تھا۔

(۳) محمد حسین خان احمدان دائم خانی پولیس اضلاع میں سرکل انسپکٹر تھے اور موضع
جھونپہ ضلع حصار کے باشندے تھے ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

(۴) عبداللہ خاں احمدال ہاتھی خانی پولیس اضلاع میں امین تھے ابھی حال

؎ نواب دلاور نواز جنگ بہادر قائم خانی کے کارخانہ میں سے دو سو گھوڑوں کی تعیناتی ضلع گلبرگہ میں تھی
جس میں تمام قائم خانی ملازم تھے ۱۲

ہی ہیں ماہ رجب ۱۳۴۹ھ ہجری میں انکا انتقال ہوا ہے۔

(۵) امیر علی خاں داراب خانی امین تھے دھنوری کے باشندہ ہیں اور اسوقت وظیفہ پاتے ہیں اورنگ آباد میں مقیم ہیں اور کئی ہزار روپئے کی زمینیں انھوں نے خریدلی ہیں اور اس وقت درویشانہ خیالات کے پیرو ہیں یہ منجھلے بہادر افسر ہیں خان بہادر میر مبارک علی خاں ہتم کے ہمراہ رہ کر انھوں نے نمایاں کام کئے ہیں اور ان کی جملہ خدمات اور کار لائقہ کا ثبوت دفتر سررشتہ کوتوال اضلاع سے ملتا ہے۔

(۶) محمد یسین خاں داراب خانی امین تھے۔ اور دھنوری کے باشندے ہیں اب نوکری سے علحدہ ہوگئے۔

(۷) غلام قادر خاں داراب خانی موضع دہنوری کے ہیں اس وقت علاقہ صرف خاص میں امین ہیں اور نوکری کر رہے ہیں یہ امین صاحب نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کے نواسے ہیں یہ بہت ہی فیض رساں شخص ہیں اکثر انکے عزیز و اقارب انکے وطن سے آتے ہیں اور ان سے یہ ہر طرح کا سلوک کرتے ہیں۔

(۸) عبدالرحیم خاں احمدان ہاشمی خانی موضع بیسوہ کے باشندے ہیں علاقہ صرف خاص میں امین ہیں اور نوکری کر رہے ہیں یہ صاحب نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کے داماد ہیں۔

(۹) اسمٰعیل خاں ساکن گولکنڈہ بھی امین تھے اور اس وقت وظیفہ پاتے ہیں۔

(۱۰) بخش اللہ خاں نشوان امین تھے اب پرتور میں رہتے ہیں۔

(۱۱) محمد علی خاں داراب خانی موضع دھنوری کے خاص اندرون بلدہ اورنگ آباد پولیس میں امین کچہری کے محرر ہیں عظیم الدین خان احمدان دائم خانی موضع جھونپہ ضلع حصار کے باشندے تھے اور پلٹن باقاعدہ نمبر ۳ میں لفٹنٹ تھے ۱۳۳۵ھ ہجری میں انھوں نے انتقال کیا یہ لفٹنٹ صاحب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کے داماد تھے اور بہت ہی نیک طبیعت اور اولوالعزم شخص تھے۔ علاوہ اس کے چھوٹے چھوٹے عہدوں پر اور سپاہیوں میں اضلاع پولیس سرکار عالی میں اور امپریلیوں و باقاعدہ فوج میں و محکمہ

مال، محکمہ تعلیمات میں اکثر قائم خانی ملازم ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔

دسواں باب (۱۰)

پیشن انڈیا کے فوجی قائم خانی سپاہی اور انڈین افسروں کے حالات

ذکر رسالدار میجر صفدر خاں مظفر خانی

صفدر خاں کا مولد نواسر ہے جو جھنجھنوں کے گرد و نواح میں واقع ہے یہ بہادر اور دلاور انسان تھا نوجوانی ہی سے دکن کی طرف روانہ ہو کر حیدرآباد پہنچا ابتداً نواب محمد خاں دلاور جنگ بہادر کی جمعیت میں ملازمت کی اس زمانہ میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں روہیلوں کی لوٹ مار اور غارت گری کی بڑی دھوم مچی ہوئی تھی روہیلوں کی ایک کثیر جماعت نے نواب ممتاز خاں کی جاگیر سلطان پیٹھ میں ڈاکہ ڈالا یہاں پر نواب محمد خاں دلاور جنگ بہادر کی طرف سے دس سوار تعین تھے اس قلیل جماعت نے ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا اور ممتاز خاں جو صفدر خاں کے ایک حقیقی بھائی ہوتے تھے مارے گئے جب صفدر خاں کو اس واقعہ کی خبر بلدہ حیدرآباد میں پہنچی تو بے قرار ہو گئے اور اسی وقت نواب کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے انتقام کے لئے اس جگہ پر جہاں روہیلے لوٹ مار کر رہے تھے مع چند ساتھیوں کے صفدر خاں پہنچے بالآخر نانڈ گاؤں کے قریب روہیلوں سے مقابلہ ہوا روہیلوں کو صفدر خاں نے شکست دی اور پانچ روہیلے گرفتار کر لئے اب صفدر خاں نے عزم کیا کہ ان گرفتار شدہ روہیلوں کو اس مقام پر لے چلنا چاہئے جہاں ممتاز خاں مارا گیا ہے وہاں پہنچ کر ان روہیلوں کو قتل کر دیا جائے تاکہ لوگ میری جوانمردی کی داد دیں اسی باعث صفدر خاں مقام کرتا ہوا اکثیر پہنچا جہاں نواب مدن خاں المخاطب بہ رستم دل خاں بہادر قائم خانی کی جاگیر تھی گاؤں سے باہر ایک باؤلی پر قیام کیا اس جاگیر میں نواب مدن خاں کی جانب سے

اعظم خاں[۱] ایلمان حمید خانی ساکن باسنواس بطریق نائب کے رہا کرتا تھا صفدر خاں کو اپنے یہاں مدعو ہونے کے لئے دعوت دی صفدر خاں نے دعوت کی قبولیت سے انکار کیا اور اس کے وجوہات بیان کئے لیکن نائب اعظم خاں نے اصرار کیا جسکی بنا پر صفدر خاں کو دعوت قبول کرنی پڑی صفدر خاں مع اپنے ہمراہیوں کے گڑھی کی طرف روانہ ہوئے اور چند آدمیوں کو روہیلے قیدیوں کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا اس جاگیر میں نواب مدن خاں کی طرف سے روہیلوں کی ایک جماعت اعظم خاں کی ماتحتی میں رہا کرتی تھی یہ نواب کے ملازمین روہیلے اپنے ہم قوم لوگوں کو مقید اور محبوس دیکھکر آمادہ فساد ہوگئے اور مصمم ارادہ کر لیا کہ ان اسیر روہیلوں کو صفدر خاں کے قبضے سے چھڑا لیا جائے اس عزم کی بنا پر یہ روہیلے ان قائم خانی محافظوں پر ٹوٹ پڑے اور کشت و خون کے بعد اسیر شدہ روہیلوں کو چھڑا لیا۔

جب صفدر خاں کو اس ہنگامہ کی خبر پہنچی تو فی الفور گڑھی سے باہر نکلا اور مفسدوں کے مدمقابل پہنچکر جمال خاں روہیلے کو جو بختو خاں کا قاتل تھا تہ تیغ کیا اس کشمکش میں صفدر خاں کے ساتھیوں میں سے میرو خاں ہاتھی خانی اور بختو خاں ایلمان حمید خانی سکنہ باسنواس تو زخمی ہوئے اور محی الدین خان جیوان سکنہ کیڈ معرکہ میں کام آیا۔ اس واقعہ کی کیفیت اطراف و اکناف میں پھیل گئی جس کی وجہ سے صفدر خاں نے اپنی سابقہ ملازمت پر جو نواب محمد خاں کی معیت میں تھی حاضر ہونے سے پہلوتہی کی اس عرصے میں صفدر خاں سے چند امور ایسے ظہور پذیر ہوئے جس سے عہدہ داران ضلع کو نقض امن کا اندیشہ ہوا اور جس ضلع میں یہ پھرتے تھے وہاں رعایا کے اضطراب و تشویش کا موجب ہوئے اسی بنا پر سرکار میں رپورٹ ہوئی کہ صفدر خاں کی وجہ سے اس نواح میں بدامنی پھیلنے کا خطرہ ہے اور ان کے ساتھ آئندہ ایک کثیر جماعت کے شامل ہونے کا اندیشہ ہے اس کا انسداد کیا جائے اس تحریک پر ان کی تنبیہ کے لئے نواب

---

[۱] نواب رستم دل خاں بہادر کی جاگیر میں ایک موضع اعظم پٹی [illegible] انہی اعظم خاں کے نام سے آباد ہوا ہے ۱۲ منہ

غلام یٰسین[لہ] خاں بہادر کو سرسالار جنگ بہادر مدارالمہام سرکار عالی کیجانب سے حکم ہوا
کہ اس کا انسداد کیا جائے نواب ممدوح الشان کافی جمعیت لیکر روانہ ہوئے تاکہ
صفدر خاں کو گرفتار کرکے بموجب حکم کے مدارالمہام وقت کے پیش کریں چند روز
تعاقب کے بعد صفدر خاں کی گرفتاری سے نواب صاحب نے مایوسی ظاہر کی اور
بڑی اکیلی میں مقام کیا راز دار خاں ہتھیار خانی جو نواب صاحب کی جمعیت میں جمعدار
اور نواب ممدوح کے اول درجہ کے مشیر تھے عرض کی کہ اگر آپ صفدر خاں کی
گذشتہ خطاؤں اور غلطیوں کو معاف فرمادیں اور ان سے کشادہ پیشانی کے ساتھ
ملیں تو میں انہیں آپ کے پاس حاضر کرسکتا ہوں چونکہ وہ میرا ہمقوم ہے مجھ سے
خائف نہ ہوگا نواب صاحب نے وعدہ کیا کہ میں صفدر خاں کے ساتھ شریفانہ
برتاؤ کروں گا۔ بعدازاں راز دار خاں وہاں پر گئے جہاں صفدر خاں روپوش تھا
اور ان سے ملکر سمجھایا کہ تم کب تک آوارہ پھرتے رہوگے میرے ساتھ چلو میں تمہاری
خطاؤں کو نواب صاحب سے عفو کراؤنگا اور سرکار عالی کے عتاب سے بھی مطمئن
ہو جاؤگے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی اذیت نہ پہنچے گی اس اقرار کی بناء
پر صفدر خاں جریدہ (تن تنہا) راز دار خاں کے ہمراہ بڑی اکیلی نواب غلام یٰسین خاں بہادر سپہ سالار
کی خدمت میں حاضر ہوا اور نواب صاحب ممدوح نے حسب وعدہ مہربانی فرمائی اور صفدر خاں نے نذر گذرانی
نواب صاحب نے صفدر خاں کو اطمینان دلایا کہ بلدہ چل کر مدارالمہام بہادر سے
تمہاری تقصیرات پر خط نسخ کھنچوا دونگا اس کے بعد نواب صاحب نے مع
صفدر خاں کے بلدہ کو مراجعت فرمائی اور سرسالار جنگ بہادر کی خدمت

لہ نواب غلام یٰسین خان بہادر کے تین فرزند ہیں نواب غلام محمود خان انکا انتقال ہوچکا ہے و نواب غلام امام خاں
و نواب غلام مصطفٰے خاں موجود ہیں انکے خاندان میں تقریباً اسی ہزار کی جاگیر بھی آصفجاہ نظام الملک بہادر کے
زمانہ سے چلی آرہی ہے اور انکی برادری کے کئی اشخاص اس میں حصہ دار ہیں انکے خاندان کا ایک زمانہ
میں بہت بڑا اعزاز تھا اور اب بھی نواب غلام یٰسین خاں بہادر کے صاحبزادوں کی رشتہ داریاں
شاہی خاندان میں ہوتی ہیں ۱۲ منہ

میں حاضر ہو کر صفدر خاں کو پیش کیا اور عرض کی کہ صفدر خاں کی نسبت جو واقعات مشہور تھے ان میں سے اکثر قابل اعتماد نہیں ہیں جو میری تحقیقات کی تفتیش میں واضح ہوئے اس میں شک نہیں کہ صفدر خاں سے چند وجوہ کی بنا پر ایک شورش ہوگئی تھی جسکی معافی کے لئے یہ خواستگار ہے اور آئندہ امن پسند زندگی بسر کرنے کا اقرار کرتا ہے اسی وجہ سے میں انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں اور ایسے بہادر دلاور سپاہیوں کی ضرورت بھی اکثر سرکار میں رہا کرتی ہے اس معروضہ کے اختتام کے بعد نواب صاحب نے صفدر خاں کی نذر مدارالمہام بہادر کی خدمت میں گذرانی نذر گذراننے کے بعد مدارالمہام بہادر نے نواب صاحب کی سفارش کی بنا پر صفدر خاں کو تمام الزامات سے بری کر دیا اس کے بعد نواب غلام یٰسین خاں بہادر نے صفدر خاں کو اپنے زمرہ فوج میں رکھ لیا اور ایک امتیازی آسامی پر مقرر فرمایا اور نواب صاحب کی روز افزوں عنایات و توجہات صفدر خاں پر ہوتی رہیں ۱۸۵۸ء میں سرکار عظمت مدار کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے بہادر اور جرار سپاہیوں کی جستجو ہوئی۔ اور ایک رسالہ ہیٹسن ہارس بسر کردگی جنرل ولیم ہیٹسن صاحب بہادر مقام بلارم حیدرآباد دکن بھرتی کیا جا رہا تھا نواب غلام یٰسین خاں بہادر نے جنرل صاحب مذکور سے صفدر خاں کی پر زور سفارش کی اور انہیں رسالداری سے مامور کرنے کے لئے فرمایا جنرل صاحب نے اسکو بخوشی منظور کیا اور ۴ مارچ ۱۸۵۸ء میں صفدر خاں کو نائب رسالداری سے رسالہ دوم ہیٹسن ہارس میں مامور کیا گیا۔ نواب غلام یٰسین خاں بہادر نے صفدر خاں کی روانگی کے وقت نہایت فیاضانہ سلوک کیا وہ یہ کہ پینتیس ۳۵ گھوڑے ایک بڑا ڈیرہ اور کل آسائش کا سامان جسقدر ان کو ضرورت تھی بخشا اور بتاریخ ۵ مارچ ۱۸۵۸ء صفدر خاں مع ۳۵ راس اسپ کے سلحدار ہوئے چند دنوں کے بعد یہ رسالہ دکن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا مقام جالندھر ۱۲ جون ۱۸۵۸ء میں صفدر خاں نائب رسالداری سے رسالدار ہوئے اور دوران ملازمت میں صفدر خاں ہر معرکہ اور ہر مہم پر افسران بالادست کو

اپنی کارگذاری سے متاثر کرتے رہے اور سرکار انگلشیہ سے بھی وقتاً فوقتاً سرٹیفکیٹ حاصل کرتے رہے سنہ ۱۸۵۸ء میں جبکہ ہندوستان میں کلیتاً امن ہوگیا تو یہ رسالہ بھی اس تخفیف میں آگیا اور صفدر خاں کو پاس دس اسپ کی قیمت [illegible] ہزار روپیے دیکر حسب خواہش فارغ کردیا سرکار انگلشیہ نے ریاست جے پور سے [illegible] رسالداری [illegible] کرنے کے لئے سفارش کی مہاراجہ رام سنگھ بہادر والی جے پور نے صفدر خاں کو عہدہ رسالداری سے سرفراز فرمایا اور دس سوار سلحداری کے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور بمعاوضہ تنخواہ ایک گاؤں سلیم پورہ جاگیر میں عطا فرمایا جبکہ رزیڈنٹ صاحب بہادر اور ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ تشریف فرما ہوتے تو صفدر خاں انکی سلامی کے لئے بطور اعزازی دستہ کے مقرر کئے جاتے تھے اور نیز مہاراجہ صاحب بہادر کے مع سواران ہمرکاب بھی رہا کرتے تھے اور مہاراجہ بہادر تک انکی رسائی تھی اس ریاست میں بھی صفدر خاں نے اکثر نمایاں کام کئے چنانچہ جب سمت ۱۹۲۳ م سنہ ۱۸۶۶ء ٹھکانہ الیسرہ میں کنور قائم سنگھ اور انکے بھائی میں آپس کی رنجیدگی کے سبب ایک فساد برپا ہوا اس وجہ سے مہاراجہ رام سنگھ نے صفدر خاں اور میر احمد علی ناظم کو حکم دیا کہ کنور قائم سنگھ کو ہمارے پاس حاضر کریں کوئی جھگڑا اور خونریزی نہ ہونے پائے صفدر خاں اور میر احمد علی ناظم جمعیت لیکر الیسرہ پہنچے سرکاری رعب وداب اور حکمت عملی کو کام میں لاکر کنور قائم سنگھ کو مہاراجہ کے پاس حاضر کیا یہی کنور قائم سنگھ مہاراجہ رام سنگھ کے انتقال کے بعد سنہ ۱۸۸۰ء میں سوائی مادھو سنگھ بہادر کے نام سے راج کا مالک بنایا گیا اس صلے میں صفدر خاں کو مہاراجہ رام سنگھ بہادر نے اندرون چاندپول دروازہ ایک قیمتی مکان عطا فرمایا جو ابتک صفدر خاں کی حویلی کے نام سے موسوم ہے صفدر خاں آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے اسی وجہ سے اپنے فرزند محمد عالم علی خاں کو بہ حین حیات اپنی جائداد اور رسالداری پر مامور کرادیا تھا نابینا ہونیکے بعد سنہ ۱۳۰۲ھ میں صفدر خاں بلدہ حیدرآباد بھی گئے تھے اور نواب غلام یسین[1] خان بہادر

[1] انکی ڈیوڑھی متصل شاہ علی بنڈہ واقع ہے ۱۲ منہ

سے کے خلف الرشید نواب غلام محمود خاں[1] بہادر کے یہاں دو ہفتے قیام کیا نواب صاحب اور نیز نواب صاحب کے اعزہ نے صفدر خاں کی ہر طرح خاطر و تواضع کی اور اپنے دیرینہ تعلقات کا خیال پیش نظر رکھا بتاریخ ۴ رشوال ۱۳۰۶ھ میں بجے پورہ ہی میں صفدر خاں نے انتقال کیا اور بیرون دروازہ چاندپول مدفون ہوئے ان کے فرزند محمد عالم علی خاں نے لاؤ بالی میں اپنی زندگی بسر کی اگر وہ چاہتے تو اس روشن زمانہ میں بہت کچھ فائدہ اٹھا لیتے لیکن انھوں نے تو اپنے اولوالعزم باپ کی جائداد کی نگہداشت سے بھی اغماض کیا اور بتاریخ ۸ رجمادی الاول ۱۳۱۲ھ روز شنبہ بمقام جھنجھنوں گھوڑے سے گر کر انتقال کیا اور احاطہ درگاہ حضرت قمرالدین شاہ میں مدفون ہوئے محمد عالم علی خاں کی جگہ پر انکے انتقال کے بعد ان کے فرزند کلاں محبوب علی خاں کا رسالداری پر تقرر ہوا۔

ذیل میں ان چٹھیوں کی نقل کی جاتی ہے جو رسالدار صفدر خاں کو ان کے یوروپین افسران بالا دست سے وقتاً فوقتاً عطا ہوتی رہیں۔

(۱) کلیڈات ہوٹل بمبئی۔ رسالدار صاحب

آج صبح مجھے آپ کا خط ملا نہایت خوشی ہوئی مگر دوسرے خطوں کے بارے میں آپ نے جو لکھا ہے وہ شاید کہیں گم ہو گئے کیونکہ جب میں نے آپ کو بمبئی میں رخصت کیا تھا اس وقت سے مجھے آپ کا کوئی خط نہیں ملا مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ اپنے کمانڈنگ افسر کو خوش رکھتے ہیں جس کا ثبوت اس طرح سے ہوا کہ انھوں نے آپ کو رسالداری جیسی کی معزز خدمت پر جس کے لئے آپ بہت موزوں ہیں مقرر کیا ہے امید ہے کہ آپ ہمیشہ اپنا کام عمدگی سے انجام دیتے رہینگے اور نیز اپنے ماتحتوں کو بھی کام کی طرف متوجہ کرتے رہینگے اور اس طریقے سے آپ اپنے کمانڈنگ پر (۱) اعتبار قائم رکھینگے جس کی بنا پر انھوں نے آپ کو اس اعلیٰ عہدہ پر سرفراز

(۱) نواب غلام محمود خاں بھی ۱۲۸۴ھ یا محرم ۱۲۸۵ھ میں جب ٹونک تشریف لیگئے تھے رسالدار صفدر خاں کے فرزند عالم علی خاں کے یہاں رہے انکے شایان شان برتاؤ کیا گیا ۱۲ مصنف۔

فرمایا ہے اور جس کی خبر سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے میری بیوی اور بیٹیاں آپکو سلام کہتی ہیں۔ فقط آپ کا دائمی دوست ڈبلیو ایف سٹین ۷ ار نومبر ۱۸۶۰ء

(۲) از مقام گونہ

میں نے بحیثیت ایک افسر کے صفدر خاں رسالدار سٹین ہورس حال منصرم رسالدار میجر رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس کو ان کے عمدہ چال چلن کے اظہار میں ایک بندوق اور برچھا دیا ہے اور اس غرض سے میں ولایت سے ایک جوڑی پستول دو ضربی لایا تھا جو میں نے نہایت خوشی سے عطا کیا اب وہ رسالدار میجر مقرر کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ اپنے کمانڈنگ افسر کو خوش رکھتے ہیں فقط ڈبلیو سٹین سابق کمانڈنگ سٹین ہورس ۳۰ ر دسمبر ۱۸۶۰ء

(۳) صفدر خاں عنقریب رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا کے ہمراہ یہاں سے جانیوالے ہیں لہذا میں اس خیال سے کہ شاید آئندہ مجھے انکی سفارش کا موقع نہ ملے یہ خط خوشی سے ان کو دیتا ہوں میں صفدر خاں کو کم و بیش ایک سال سے جانتا ہوں میری رائے ہمیشہ ان کی نسبت اچھی رہی ہے وہ گذشتہ چھ مہینے بحیثیت منصرم رسالدار میجر رجمنٹ نمبر ۳ میں نہایت تندھی اور عمدگی سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ ہر رجمنٹ کے واسطے مفید ہیں فقط۔

اسے جی ہیں لفٹنٹ سٹاف افسر سنٹرل انڈیا ہورس ۲۰ ر جون ۱۸۶۱ء

(۴) از مقام گونہ

صفدر خاں رسالدار بوجہ چار سال ملازم ہونیکے ۱۳ رمئی ۱۸۶۱ء کو بحکم جی۔ او جی ملازمت سے علیحدہ کر دیئے گئے انھوں نے چھ مہینے رجمنٹ نمبر ۳ میں رسالدار میجری کا کام بہت عمدگی سے انجام دیا اب وہ رجمنٹ ٹوٹ گئی ہے ان کی روانگی کے وقت میں بار بار وہی کلمے دہراتا ہوں جو میں پہلے کہہ چکا ہوں

کہ وہ بہت ہی دلیر اور بہادر دیسی افسر ہیں غالباً بریگیڈ کا ہر ایک افسر انکی جدائی کا دل سے افسوس کرتا ہوگا۔ وہ بہت خوش ہوتے اگر رسالدار صاحب موصوف چند سے اور فوج میں ٹھہر سکتے مگر افسوس کہ اب وہ جانیوالے ہیں فقط

اے جی مین لفٹنٹ ساؤتھ افسر سنٹرل انڈیا ہورس ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء

(۵) نقل سرٹیفکیٹ

یہ خط ایکر صفدر خان سابق رسالدار رجمنٹ نمبر ۳ آپ کے پاس آتے ہیں وہ پنشن سے چار سال کے بعد بموجب حکم گورنمنٹ انتظام و تکمیل خدمت سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں اول جنرل سپٹن نے ان کو رجمنٹ نمبر ۲ میں رسالدار مقرر کیا تھا جو جولائی سنہ ۱۸۶۰ء کو رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس میں ضم ہونیکے باعث ٹوٹ گئی اور صفدر خان کو مجبوراً علیحدہ ہونا پڑا۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ نواب صاحب الورث قریب شادی یہاں آنے والے ہیں اور انکا ارادہ اپنے رسالہ میں کچھ معزز آدمی بھرتی کرنے کا ہے اگر واقعی یہ سچ ہے تو انکو صفدر خان سے بہتر کوئی شخص نہیں ملے گا۔ یہ ایک اعلی درجہ کے راستباز دلیر مستعد اور عمدہ دیسی افسر ہیں اور اپنے فرائض اور فوجی تعلیم سے بخوبی واقف ہیں اور اپنی متعلقہ فوج کو عمدہ انتظام سے رکھتے ہیں اگر آپ انکے واسطے کچھ کر سکتے ہیں تو صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ بریگیڈ کے تمام افسروں پر بڑی مہربانی ہوگی کیونکہ رسالدار صاحب ایک پرانے سپاہی ہیں فقط

آپ کا مخلص اشٹن جورج میٹ

(۶) صفدر خان رسالدار نے مجھ سے اپنے چال چلن کا سرٹیفکیٹ مانگا ہے اور مجھے یہ ایک غیر مفید سی بات معلوم ہوتی ہے جب میں خیال کرتا ہوں کہ کرنل ہٹین اور کرنل ٹریور سے اعلی صاحبان کے سامنے میرے سرٹیفکیٹ کی کچھ وقعت ہوگی لہذا میں صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ سنٹرل انڈیا ہورس میں صفدر خان ایک اعلی درجہ کے سپاہی اور افسر ہیں اور اگر ممکن ہوتا تو میں کسی دوسر

دیسی افسر کو علحدہ کرکے ان کو اپنی رجمنٹ نمبر ۲ میں رکھ لیتا۔ فقط
سی مارٹن لفٹنٹ کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۲ سنٹرل انڈیا ہورس

(۷) جب سے یہ رجمنٹ قائم ہوئی ہے صفدر خاں رسالدار اس میں ملازم ہیں اس سے قبل وہ بیٹن ہورس میں رسالدار تھے یہ ایک ہوشیار چالاک سنجلے اور محنتی دیسی افسر ہیں جنکی کہ ایک باقاعدہ فوج میں ضرورت ہوتی ہے چند عرصے تک یہ رسالدار میجری کی خدمت اپنے حکام کے پورے اطمینان کی ساتھ ادا کرتے رہے ہیں یہ ایک بہت ہی اعلیٰ درجے کے سپاہی اور بہت بانکے گھوڑے کے سوار ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ اگر کوئی موقع پڑے تو وہ پورے بہادر ثابت ہونگے یہ اپنی فوج کو بہت عمدہ انتظام سے رکھتے ہیں فقط

سی ہے فنچر الڈ لفٹنٹ ڈی۔ ڈی رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس
از مقام گونہ ۲۸ جون سنہ ۱۸۶۱ع

(۸) میں اس امر کو نہایت خوشی سے بیان کرتا ہوں کہ صفدر خاں رسالدار رجمنٹ نمبر ۳ میڑ ہورس سابق رسالدار سکینڈ بیٹن ہورس ایک نہایت ہی عمدہ دیسی افسر ہیں وہ نہ صرف اپنے ہی عہدہ کی اعلیٰ قابلیت رکھتے ہیں بلکہ وہ رسالدار میجری کے لئے بھی بہت موزوں ہیں میں نے بہت غور سے صفدر خاں کی قابلیتوں پر نظر ڈالی تو یہ نتیجہ نکلا کہ وہ بحیثیت سپاہی اور کیا بحیثیت ایک شریف دیسی افسر ایک قابل شخص ہیں ان کا اپنے ماتحتوں پر بہت رعب ہے اور رجمنٹ کا ہر ایک افسران کو نہایت ہی آبرو کی نظر سے دیکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی عمدہ دیسی افسر ہیں صفدر خاں متعدد جگہ میرے ہمراہ گئے ہیں میں نے ان کو بہت ہی ہوشیار لائق فرمانبردار اور نیک رویہ پایا۔ میں امید کرتا ہوں کہ صفدر خاں مدت تک اپنی خدمت پر قائم رہیں گے جس کے لیئے میں ان کو بہت ہی موزوں لائق قابل اور اہل سمجھتا ہوں فقط سی کیمبل کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۳ میڑ ہورس۔

(۹) از مقام گونہ۔
۲۳ ستمبر ۱۸۶۱ء۔
میں نہایت خوشی سے صفدر خاں کے صداقت ناموں میں یہ تھوڑا سا اضافہ کرتا ہوں میری ہمیشہ سے یہ آرزو ہے کہ وہ جہاں کہیں جائیں خوش قسمت اور با اقبال رہیں یہ ایک عمدہ آدمی ہیں اور اب گونہ سے جانیوالے ہیں جس کا ان تمام افسروں کو بہت رنج ہے جنکو بحیثیت افسر یا سپاہی ان سے کبھی کسی قسم کا سابقہ پڑا ہے فقط
جی بیڈن لفٹنٹ و اڈجیٹن رجمنٹ نمبر ۲ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۰) گونہ
صفدر خاں رسالدار رجمنٹ نمبر ۲ سنٹرل انڈیا ہورس و منصرم رسالدار میجر چار سالہ ملازم ہونے کے باعث بموجب حکم جی۔او۔ مورخہ ۲۳ مئی ۱۸۶۱ء گذشتہ خدمت سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں ان کے اعزاز اور حقوق کی نسبت تو میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اب مجھے سخت افسوس ہے کہ میں ان کو ہٹا دینے پر مجبور کر دیا گیا ہوں میں ہر قسم کے اطمینان کے ساتھ انکی سفارش کر سکتا ہوں۔ فقط ۲۳ ستمبر ۱۸۶۱ء۔
جیمس ٹریورس کرنل کمانڈنگ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۱) از شملہ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۶۱ء
منجانب کرنل ڈبلیو ایف بیٹسن ایچ۔ ایم انڈین آرمی سابق کمانڈر سٹین ہورس
بخدمت عالی معتمد صاحب افواج محکمہ سرکار کلکتہ
چونکہ سنٹرل انڈیا ہورس گورنر جنرل کے ماتحت ہے اس لئے میں بجائے وساطت کمانڈر انچیف بالراست آپ سے تحریک کرتا ہوں اس خیال سے کہ ان احکام کی رو سے جو رجمنٹ نمبر ۲ میں تخفیف کے متعلق جاری ہوئے ہیں صفدر خاں رسالدار جنکو کمانڈنگ افسر نے ان کی اعلیٰ خوبیوں کی وجہ سے

رسالداری کے واسطے منتخب کیا تھا اور اس خدمت کو وہ کچھ عرصہ تک نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے ہیں اب بارہ ماہ کا انعام دیکر علحدہ کر دیئے جائیں گے ہیں بحیثیت افسر اور نیز اس لحاظ سے کہ میں نے ہی اول ان کو انگریزی ملازمت میں لیا تھا اس امر کے اظہار کو اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مجھے گورنمنٹ کے احکام کی نشار اچھی طرح سے معلوم ہے کہ صفدر خاں جیسا قابل آدمی ان احکام کی روسے علحدہ نہیں کیا جاسکتا اب میں اس وجہ سے صفدر خاں کے حقوق اور اعلیٰ صفاتوں کو ظاہر کرتا ہوں کہ سرکار صفدر خاں اور انکے مانند آدمیوں کے حق میں ایسی کارروائی کرے کہ جس سے سرکاری عام خدمات کو نقصان نہ پہونچے جو کہ ایسے آدمیوں کی علحدگی کی وجہ سے ضرور ہونیوالا ہے اور ضرورت کے وقت ایسے آدمی ملنے محالات سے ہیں۔

۱۸۵۸ء کے شروع میں جبکہ بہت سے دیسی لوگوں نے ہماری مخالفت کی تھی۔ اس وقت صفدر خاں نے ایسی سرگرمی اور جوانمردی سے ہمارا ساتھ دیا کہ جس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے اور اسی وقت سے وہ اپنی عمدہ قابلیتوں کی وجہ سے رسالداری کی خدمت پر مامور کیئے گئے جس کی میں نے سفارش کی تھی اور گورنمنٹ نے منظور کی صفدر خاں ایک اعلیٰ خاندان کے شخص ہیں اور اپنے ہموطنوں میں بہت بارسوخ اور عقلمند آدمی ہیں اگر مجھے کسی مشکل مہم کے واسطے ایک دیسی افسر کے انتخاب کی ضرورت پڑتی تو صفدر خاں ہی ایک ایسے شخص ہیں جنکو میں منتخب کرتا میں نے تو اپنی طرف سے صفدر خاں کے حقوق گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں اور امید کرتا ہوں کہ جب میں اسکی نقل کرنل ٹریورس حال کمانڈنگ افسر بریگیڈ اور کپتان کونولی کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۳ کی خدمت میں بھیجوں گا تو وہ بھی اس معاملہ میں میرے ساتھ اتفاق کرینگے فقط۔

(۱۲) صفدر خاں رسالدار میجری سفارش پر منصرم رسالدار میجر مقرر کئے گئے تھے وہ نو مہینے تک جبکہ میں رجمنٹ کا کمانڈنگ افسر تھا اپنے فرائض منصبی نہایت سرگرمی اور تندہی سے انجام دیتے رہے یہ ایک مضبوط مستعد عمدہ سوار واقف فرائض اعلیٰ خاندان کے ایک بارسوخ شخص ہیں صفدر خاں علاوہ رسالدار میجری کے تیسرے دستہ فوج کے کمانڈنگ بھی تھے اور اپنے ماتحتوں اور گھوڑوں کو بہت اچھی حالت میں رکھتے تھے اپنے فرائض اور سرکاری احکام کی تعمیل میں بہت مستعد تھے ان کا اس رتبہ کو پہنچنا اور انکے بہت سے لوگوں کا ہماری ملازمت میں داخل ہونا ہی ان کے لئے کافی ثبوت ہے کیونکہ ۱۸۵۸ء میں ہر ایک شخص ہماری ملازمت میں داخل ہونے سے پرہیز کرتا تھا ان کو موجودہ ترقی محض ان کی متواتر کوششوں اور محنتوں کے باعث حاصل ہوئی ہے بالآخر میں اس امر کے اظہار کی جرات کرتا ہوں کہ ایک ایسے دیسی افسر کی کارگذاریوں اور حقوق پر پانی پھیر دینا گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ سے بعید ہے فقط

ڈبلیو پی کوڈلی لفٹنٹ کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۳) مجھکو تمام رسالہ میں صفدر خاں سے کوئی اچھا سوار نظر نہیں آتا کیونکہ وہ ہر وقت ہر قسم کے کام و خدمت کے واسطے موجود ہیں اور ایک اعلیٰ درجہ کے مضبوط جوشیلے دلیر بہادر سوار ہیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں ان کو اپنی قوم قائم خانی اور قوم ناغڑ میں بہت رسوخ وعزت حاصل ہے۔ فقط

جے کرنیل ٹریورس کمانڈنگ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۴) از گونہ

مندرجہ بالا سرٹیفکٹ صفدر خاں کی طرف سے ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا کی خدمت میں پیش کئے گئے مگر چونکہ گورنمنٹ کا حکم چار رسالہ ملازم کی علیحدہ گی

کیواسطے قطعی تھا لہذا صاحب موصوف صفدر خاں کی بحالی میں مجبور ہیں صفدر خاں
بارہ ماہ کا انعام دیکر علیحدہ کر دیئے گئے ان جیسا دیسی افسر ملنا بہت دشوار
ہے اب ان کو رجمنٹ نمبر ۳ میں بھی نہیں رکھ سکتے کیونکہ وہ تو بالکل ٹوٹ چکی
ہے اس لئے وہ کسی رئیس کی ملازمت چاہتے ہیں صفدر خاں اپنے فرائض کی
انجام دہی اعلی چال چلن اور دیانتداری میں یکتا ہونے کے باعث ہر دیسی رئیس
کے واسطے بہت ہی مفید ثابت ہونگے فقط

اگست ۱۸۷۱ء ڈبلیو پی کونولی کپتان سنٹرل انڈیا ہورس

علاوہ ان اسناد کے صفدر خاں کو مندرجہ ذیل عطیات یورپین افسروں
کی طرف سے ملے ہیں۔

۱ منجانب کرنیل سٹین صاحب۔
ایک جوڑی پستول۔ ایک بھالا۔ ایک بندوق۔ ایک گھڑی۔ ایک شامیانہ۔

۲ منجانب ڈی کیسنڈو صاحب۔
ایک خیمہ۔ ایک پیش قبض۔ ایک گھڑی

۳ منجانب کپتان کونولی صاحب۔
پیش قبض ایک۔ زین ایک۔

۴ منجانب لفٹنٹ مین صاحب۔
شیر کی کھال کا زین پوش۔ ایک

۵ منجانب کرنیل بریٹ صاحب۔ . . . ایک زین

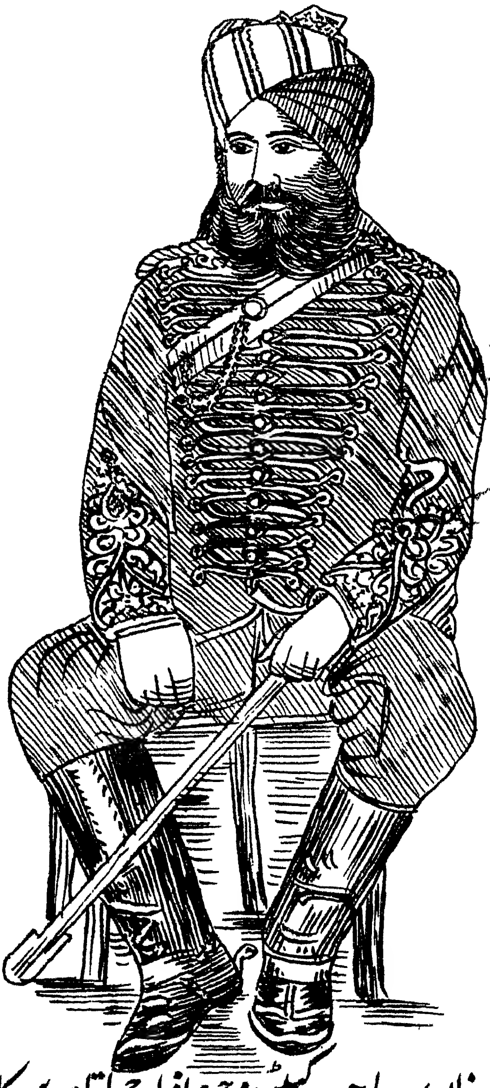
۶ منجانب ایجوٹنٹ کلارک صاحب۔ . . . گھوڑا ایک راس

۷ منجانب کپتان مارین صاحب ۸ عدد بھالے

ذکر قمر الدین خاں رسالدار میجر جاوان

قمر الدین خان کا مولد کیڈ ہے ان کے والد کا نام سام خاں تھا یہ سام خاں اپنی

قوم میں ایک سربرآوردہ شخص تھے اس زمانہ میں گھوڑوں کی سوداگری سے متمتع ہونا موقر سمجھا جاتا تھا اس لئے قمرالدین خاں بھی ۳۰ راس اسپ لیکر دکن کی طرف روانہ ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ۱۸۵۷ء میں برٹش گورنمنٹ کو باغیوں کے انسداد کے لئے دلیر اور جری سپاہیوں کی ضرورت تھی اور رسالہ بیٹسن ہارس بسر کردگی جنرل ولیم بیٹسن صاحب بہادر بمقام بلارم حیدرآباد دکن بھرتی کیا جارہا تھا اس موقع کو غنیمت جان کر قمرالدین خاں بھی اسی رسالہ میں بیس راس اسپ سلحداری کے عہدے رسالداری سے مامور ہوتے چند دنوں کے بعد یہ فوج حیدرآباد دکن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوگئی رسالدار قمرالدین خاں دو سال تک اس رسالہ میں نیک نامی اور مستعدی و دیانتداری کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیتے رہے ان کے پاس یورپین افسران کی عطا شدہ چٹھیات جوان کی کارگذاری کے متعلق تھیں وہ زمانہ کے انقلابات کی وجہ سے بہم نہ پہنچ سکیں کیونکہ اب اس خاندان پر ایسا زوال وارد ہوا کہ صرف ایک کمسن لڑکا باقی رہ گیا مگر افسوس کہ یہ غنچہ امید بھی مرجھا گیا اور حال ہی میں اس صغیر سن لڑکے نے انتقال کیا ۱۸۶۰ء میں جبکہ ہندوستان کے اندر امن وامان کی لہر دوڑ گئی تو رسالہ بیٹسن ہارس برخاست کردیا گیا اور رسالدار قمرالدین خان کو آسامیوں کی رقم دے دی گئی اس کے علاوہ مملکت نظام میں نواب مختارالملک سرسالار جنگ بہادر مدارالمہام وقت کے نام ایک سفارشی چٹھی دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قمرالدین خاں رسالہ فسٹ لانسر سرکار عالی میں رسالداری میجری سے مامور کئے گئے فسٹ لانسر میں بھی رسالدار میجر قمرالدین خاں نے اپنے پچیس گھوڑے سلحداری بھرتی کرائے تھے اس وقت ایک گھوڑے کی آسامی گیارہ سو روپے میں قائم ہوتی تھی قمرالدین خاں اپنے عزیزواقارب پر خصوصیت کے ساتھ نظر مشفقانہ رکھتے تھے اور انہیں موقع بموقع ترقیاں بھی دلائیں چنانچہ اپنے عمزاد بھائی کے پوتے غلام غوث خاں کو رسالہ فسٹ لانسر میں لفٹنی سے بھرتی کرایا ۱۳۰۵ھ ہجری میں رسالدار میجر قمرالدین خاں بغرض حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے



جناب علاؤالدین خاں صاحب کپتان مرحوم افواج باقاعدہ سرکار عالی نظام
علاقہ پائیگاہ سر آسماں جاہ بہادر

بعد ادائیگی حج کے مدینہ منورہ بھی روضہ اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اثنائے راہ میں لٹیرے بدوؤں کے ہاتھوں زخمی بھی ہوئے مگر چند ہی روز میں زخم کا اندمال ہوگیا حرمین الشریفین سے واپسی کے وقت مقام بمبئی ۱۳۱۵ھ میں بعارضہ اسہال انتقال کیا حاجی قمرالدین خان رسالدار میجر وجیہ جوان نیک سیرت اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے ان کا دسترخوان ہمیشہ مہمان نوازی سے معمور رہتا تھا خویش واقارب کے علاوہ کئی اشخاص تناول طعام سے فیضیاب ہوتے تھے رسالدار صاحب موصوف کے انتقال کے بعد ان کی جائداد پر غلام غوث خاں کی نگرانی رہی اسی عرصہ میں سرکار عالی میں امپیریل کے قائم کرنے کا حکم ہوا جو فسٹ لانسر سیکنڈ لانسر کے نام سے مابین ۱۸۹۳ء میں موسوم ہوئی امپیریل مکمل ہونیکے بعد گھوڑوں کی آسامیوں کی قیمت میں تخفیف ہوگئی ۱۳۰۷ھ میں حاجی قمرالدین خاں رسالدار میجر مرحوم کے بیٹے علاؤالدین خاں اپنے وطن کیڈھ سے روانہ ہوکر بلدہ حیدرآباد پہنچے اور انہیں اپنے جانباز باپ کی طرح یہ اشتیاق ہوا کہ میں بھی کوئی اور نئی جائداد پیدا کروں لہذا علاقہ پائیگاہ نواب سرآسماں جاہ بہادر میں ایک باڈی گارڈ جو سو گھوڑوں پر مشتمل تھا قائم کیا اس باڈی گارڈ کو خاص نواب سرآسماں جاہ بہادر مدارالمہام سرکار عالی کے اسٹاف میں رہنے کا اعزاز حاصل تھا اور علاؤالدین خاں اسی علاقہ پائیگاہ میں عہدہ کپتانی سے مامور ہوئے نواب خورشید جاہ بہادر کی فوج میں بھی ایک باقاعدہ رسالہ قائم ہورہا تھا اس میں بھی علاؤالدین خان کپتن نے پینتالیس ۴۵ گھوڑے بھرتی کرائے اور آسامیاں قائم کیں. ان گھوڑوں کی بھرتی کے وقت یہ بھی حکم تھا کہ ایک جمعداری کی جائداد بھی دی جائیگی اسی لئے علاؤالدین خاں نے اپنے بھانجے امداد علی خاں کو پینتالیس ۴۵ گھوڑے تفویض کئے اور امداد علی خاں؎۱ سے یہ بھی کہدیا کہ میں تمہیں جمعداری سے ترقی دلادونگا. افسوس کہ امداد علی خاں کا پیمانہ حیات لبریز ہوچکا تھا ۱۳۱۲ھ میں

؎۱ یہ موضع یاسنواس کے حمیدخانی تھے اور علاؤالدین خاں کپتن کے داماد بھی تھے امداد علی خاں حضرت شاہ نورالدین صاحبؒ کے احاطہ درگاہ میں مدفون ہوئے صدر دروازہ سے اندر جاتے ہی سامنے ہی انکی قبر پختہ موجود ہے ۱۲

ان کا انتقال ہو گیا کپتان علاؤالدین خاں اس سانحہ ہائلہ سے بیحد مغموم ہوئے اسکے
علاوہ علاؤالدین خاں کو اور کئی مصائب نے گھیر رکھا تھا وہ یہ کہ عبیر چند بنسی لال ساہوکار
سکنہ برٹش کنٹونمنٹ سکندرآباد نے اپنے قرضہ کے متعلق دعویٰ دائر کیا تھا چونکہ
رقم قرضہ کثیر تھی اس لئے بحالت موجودہ اس کی ادائگی دشوار معلوم ہوتی تھی اسی الجھنوں
کے باعث وہ پینتالیس گھوڑے بھی عدم توجہی کی وجہ سے قبضے سے نکل گئے ان
ہی تفکرات کی بنا پر کپتان علاؤالدین خاں نے اپنے بھتیجے و داماد غلام غوث خاں کو
امپیریل سے اپنے پاس طلب کرلیا غلام غوث خاں امپیریل کی لفٹنٹی سے سبکدوش ہوکر
علاقہ پائگاہ سر آسمانجاہ بہادر میں کپتنی سے بھرتی ہوئے اور علاؤالدین خاں کی مملوکہ
جائداد کے انتظام و انصرام میں مزید تقویت کا باعث ہوئے علاؤالدین خاں کپتان
ایک اولوالعزم شخص تھے زرکثیر یعنی ایک لاکھ روپیہ صرف کرکے باڈی گارڈ وغیرہ قائم
کیا اور قدیم رسم و رواج کے بھی بے حد پابند تھے ملک شیخاواٹی میں بھی اکثر رؤسا
سے گہرے تعلقات رکھتے تھے چنانچہ جب ۱۳۱۴ھ ہجری م سمت ۱۹۵۳ بکرمی میں راجہ
اجیت سنگھ بہادر والئی کھیتڑی بغرض سیاحت وارد حیدرآباد دکن ہوکر نواب دلاورنواز
جنگ بہادر ثانی کے مہمان ہونے کے علاوہ کپتان علاؤالدین کو بھی میزبان بنایا تھا
اوران کو راجہ صاحب[۵۱] بہادر سے قدیم تعارف بھی حاصل تھا اس موقع پر یہ واقعہ
بھی قابل ذکر ہے کہ بوقت رونق افروزی سواری راجہ اجیت سنگھ بہادر اسٹیشن پر پیشوائی
کے لئے نواب دلاورنواز جنگ ثانی کے سو سوار قائم خانی اور کپتان علاؤالدین خاں
کے سو سوار افغان زرق برق وردی سے حاضر تھے الغرض اس پیشوائی سے
شہر حیدرآباد کی اس سڑک پر جہاں سے جلوس گذرتا تھا تماشائیوں کا دورویہ ہجوم
نظر آتا تھا کپتان علاؤالدین خاں نے ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ ہجری میں اپنے وطن
موضع کیڈ ہی میں انتقال کیا اسی جگہ انکی پختہ قبر موجود ہے چونکہ علاؤالدین خاں

---

۵۱ موضع کیڈ میں بھی راجہ جی بہادر دو دفعہ علاؤالدین خاں کے مکان پر تشریف فرما ہوئے تھے اور علاؤالدین خاں
ایک عرصہ تک راجہ صاحب بہادر کے اسٹاف میں مقام کھیتڑی میں رہ چکے ہیں ۱۲ منہ



جناب غلام غوث خاں صاحب کپتان مرحوم افواج باقاعدہ سرکار عالی نظام
علاقہ پائیگاہ سر آسمان جاہ بہادر

کی کوئی اولاد نرینہ[۱] نہ تھی اس لئے انھوں نے اپنے نواسے غلام محبوب خاں کو تبنی کرلیا تھا جو کپتان غلام غوث خاں کے بیٹے تھے علاؤ الدین خاں کے مرنے کے بعد انکی جائداد کے نگران کار ان کے بھتیجے غلام غوث خاں ہوئے اور بنسی لال عبیر چند کا مقدمہ بھی جاری رہا کپتان غلام غوث خاں حلیم الطبع تعلیم یافتہ اور مدبر شخص تھے علاوہ ازیں فنا فی القوم ہونیکی تمنا بھی اپنے دل میں رکھتے تھے انکی یہ بھی آرزو تھی کہ جھنجھنوں میں اس قوم کی ایک درسگاہ قائم ہو لیکن افسوس کہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں انھوں نے انتقال کیا اور متصل[۲] باغ مدن خاں المخاطب رستم دل خان بہادر مدفون ہوئے۔

کپتان غلام غوث خاں نے دو بیٹے چھوڑے بڑے غلام محبوب خاں جو اپنے نانا علاؤ الدین خاں کپتان کے تبنی تھے دوسری غلام دستگیر خاں یہ دوسری بیوی[۳] سے ہیں غلام غوث خاں کی جو کچھ جائداد تھی اس پر غلام دستگیر خاں قابض و متصرف ہوئے اور علاؤ الدین خاں کے باڈی گارڈ پر سرکاری نگرانی موجود تھی رائے بہادر عبیر چند بنسی لال ساہوکار کا مقدمہ جو قرضہ کے متعلق تھا پائیگاہ اور عدالتہائے سرکار نظام و ہائیکورٹ انگریزی میں ہوتا ہوا پریوی کونسل لندن تک پہنچا جس کا فیصلہ ۱۳۳۵ف ۱۳۴۵ھ میں غلام محبوب خاں کے موافق ہوا مگر افسوس کہ غلام محبوب خاں کی زندگی نے بھی وفا نہ کی اور ستائیس سال کی عمر میں تباریخ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ ہجری میں رحلت کی اور اپنے باپ غلام غوث خاں کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے غلام محبوب خان نے ایک صغیر سن لڑکا غلام محی الدین خاں چھوڑا تھا لیکن اس معصوم لڑکے نے بھی ۲۱ رمضان ۱۳۴۶ھ میں انتقال کیا غلام محبوب خاں کے انتقال کے بعد پھر بدستور کارخانہ پر نگرانی ہوگئی اور پسماندوں کے اخراجات کے لئے سرکار سے وظیفہ

---

[۱] گو اسلام میں تبنیت درست نہیں ہے مگر ہماری قوم میں تبنیت رواجاً چلی آرہی ہے اور مسلمہ قوم ہے اس لئے فرزند تبنی کا لفظ علاؤ الدین خاں کے نام کیساتھ استعمال کیا گیا ہے جو مذہباً نہیں مگر رواجاً صحیح ہے ۱۲

[۲] تکیہ باوڑی میں مدفون ہوئے انکی پختہ قبر روبرو مسجد موجود ہے

[۳] یہ فوجدار خاں کی دختر تھیں جو دھا ملا داس کے راجہ سعادت خاں کے فرزند تھے ۱۲ منہ

علاؤ الدین خاں کپتان نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں ہر بیوی کے بطن سے ایک ایک لڑکی ہوئی مگر اللہ کی مرضی لڑکا کسی سے بھی نہ ہوا ۱۲ مرشد دکن لالہ پورٹ جلد ۱۶ نمبر ۲ باہتہ ماہ اردی بہشت ۱۳۳۵ فصلی ۱۲ منہ

مقرر ہوگیا۔ انکے وطن گیڈ میں حاجی قمر الدین خاں رسالدار میجر کی بنوائی ہوئی ایک شاندار حویلی موجود ہے جو انکی گذشتہ شان و شوکت کی گواہی دیتی ہے اور زبان حال سے یہ کہہ رہی ہے ؎

ز رنج و راحت گیتی مرنجاں دل مشو خرم	کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

ذکر سعادت خاں رسالدار علیی خانی

ان کے خاندان کا سلسلہ بھی رؤسا جھجنوں میں ملتا ہے ریاست جھجنوں کے زوال کے بعد ان کا خاندان علاقہ جھجنوں کے باہر چلا گیا چند دنوں انکے خاندان کا قیام موضع جھولری[ف۱] میں رہا جو ضلع رہتک میں انہیں کے عزیزوں کا ایک موضع ہے پھر انقلاب زمانہ کی وجہ سے سعادت خاں کے بزرگوار ریواڑی چلے گئے ریواڑی یا گوکل گڈھ پر راؤ متر سین[ف۲] کے خاندان کا قبضہ تھا اس وقت راؤ نے انکو موضع دہاملاواس[ف۳] میں رہنے کی اجازت دیدی یہ سمجھئے کہ انکو دہاملاس دیدیا ایک دہاملاواس ہی کیا بلکہ ریواڑی کے رؤسا نے انکی گذر اوقات کے لئے معقول انتظام کردیا اور رؤسا ریواڑی کے یہاں انکی قدر و منزلت رہی اس نواح میں جہاں یہ خاندان آباد ہے سعادت خاں رسالدار[ف۴] کو راجہ جی کے نام سے پکارا جاتا تھا انکے انتقال کے بعد بھی یہی سلسلہ جاری ہے اب بھی راجہ جی کا دہاملاواس بولا جاتا ہے جبکہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں شورش ہوئی اس وقت اکثر ریاستوں پر زوال آیا اور اس سے خاندان راؤ متر سین بھی نہ بچ سکا

ف۱ موضع جھولری کے قائم خانی نواب بہرام خاں عرف بہون خان کی اولاد میں ہیں جو نواب شمس خاں جھجنوں کے چھوٹے بھائی تھے یہ خاندان سنہ ۱۱۸۳ م سنہ ۱۷۲۶ء میں علاقہ جھجنوں سے اکھڑ گیا تھا اسلئے کہ نواب روح اللہ خاں سے انکی ان بن ہوگئی تھی انھوں نے تنگ آکر اپنا مقام بجا وہ چھوڑدیا بجا وے کے تحت انکے کئی مواضعات بھی تھے ۱۲ منہ

ف۲ راجہ متر سین کی راجدہانی ریواڑی تھی اور یہ راجہ قوم اہیر سے تھا ۱۲ منہ

ف۳ دہاملاواس ریواڑی سے گوشہ جنوب مشرق میں دو ڈیرہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ

ف۴ راجہ رسالدار سعادت خاں کے پانچ فرزند تھے نواب فتح خاں[۱]۔ امیر خاں[۲]۔ الف خاں[۳]۔ فوجدار خاں[۴]۔ محمد جمیل خاں عرف جمیل خاں یہ محمد جمیل خاں چھوٹی بیوی کے بطن سے ہیں ۱۲ منہ

راجہ بترسین کے خاندان سے ملک نکل گیا اور انکے مقبوضات گورنمنٹ انگلشیہ کے قبضہ میں آگئے ۱۸۵۷ء سے قبل بھی اس راجدھانی پر کسیقدر زوال آچکا تھا ان انقلابات کے بعد بھی یہ موضع دہاملا واس سعادت خاں کے خاندان کے قبضہ میں رہا اور اس وقت تک استمراری چلا آتا ہے بہرحال یہ دہاملا واس ضلع گوڑگانوہ تحصیل ریواڑی میں گورنمنٹ کے زیر اثر ہے اس خاندان کے لوگوں نے اور بھی زمینیں اس علاقہ میں بطور بسوہ داری خریدلی ہیں اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے راجہ سعادت خاں کے عروج واولوالعزمیوں کا ذکر کیا جائے جبکہ ۱۸۵۸ء میں گورنمنٹ انگلشیہ کو یہ جستجو ہی کہ بہادر اور اونچے خاندان کے لوگوں کو سوارہ افواج میں بھرتی کرکے عہدے دیئے جائیں اس موقع پر سعادت خاں کو بھی یہ ولولہ پیدا ہوا کہ گورنمنٹ کی ملازمت کرنی چاہیے اس زمانے میں رجمنٹ[1] نمبر ۵ پنجاب بھرتی ہو رہی تھی سعادت خاں وہاں پہنچے اور اعلیٰ فوجی افسران سے ملکر عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میں اپنی قوم قائم خانی سے ایک ترپ کے سپاہی لا سکتا ہوں۔ مگر مجھے رسالداری سے مامور کرلیا جائے جنرل صاحب بہادر نے انکا یہ معروضہ بخوشی منظور کرلیا اور سعادت خاں کو نائب رسالداری سے بھرتی کرلیا گیا انھوں نے اپنی قوم کے نوجوان قائم خانیوں کو اپنے پاس بلایا اور اسی فوج میں نوکر رکھا دیا پورا ترپ تو آخر تک اس قوم کا نہیں ہوا مگر رسالدار صاحب موصوف کی طرف سے اس قوم کے اشخاص کو کثیر فائدہ پہنچا موضع بامنواس کے بیسوں آدمی اس فوج میں نوکر تھے شاہ دل خاں دفعدار نے اس فوج میں اچھا نام پایا جن کا ذکر اگلے اوراق میں لکھا جائیگا۔ شاہ دل خاں کے برادر زادے رحم علیخاں اسی فوج میں رسالدار ہوئے بہرحال سعادت خاں رسالدار اس قوم کی ترقی کو اپنا فرض عین سمجھتے تھے

اس بہادر رسالدار نے اپنی ۲۸ برس کی ملازمت میں بہادری کے نمایاں کام کئے مگر افسوس ہے کہ انکے خاندان سے ایک چٹھی بھی دستیاب نہ ہوئی ایک تمغہ

[1] بعد میں اس رجمنٹ کا نمبر ۲۵ ہوگیا تھا ۱۲ منہ

سنہری آرڈر آف برٹش انڈیا (جسکو جگنی بھی کہتے ہیں) اسکے فرزند محمد جمیل خاں کے پاس موجود ہے ان کا بیان ہے کہ یہ تمغہ رسالدار سعادت خاں کو ۱۸۶۰ء میں اس موقع پر عطا ہوا تھا جبکہ ان کا اسکواڈرن مقام ٹانک میں دشمن کے نرغہ میں آگیا تھا اور بعد میں کامیابی حاصل ہوئی اور دوسرا چاندی کا تمغہ وزیرستان کی لڑائی کا بھی ان کے پاس موجود ہے جس پر نائب رسالدار سعادت خاں پانچ کیولری لکھا ہوا ہے رسالدار صاحب کے پوتے فیض علیخاں تحصیلدار کے پاس ایک تلوار ہے اس پر حروف کندہ ہیں ان کا بیان ہے کہ یہ تلوار رسالدار صاحب موصوف کو ان کی کارگذاریوں کے صلہ میں عطا ہوئی تھی جو انھوں نے ٹانک کی لڑائی و غدر میں کارہائے نمایاں کئے تھے۔

یہاں پر تلوار کے کندہ شدہ حروف بھی لکھے جاتے ہیں۔

(شمشیر ہذا از پیشگاہ نواب معلی القاب وائسرائے و گورنر جرنیل بہادر کشور ہند بجلای شجاعت و ہزیمت دہی طائفہ کثیر مردم و بسیار جوان مسعود و قتل جمعیت افغانان در مارچ ۱۸۶۰ء واقعہ شدہ نائب رسالدار بہادر سعادت خاں رجمنٹ پنجم پنجاب)

اس بہادر اور نامور سردار نے ۱۲۹۱ھ م ۱۸۷۰ء میں بعارضہ فالج داعی اجل کو لبیک کہا موضع دہالا واس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر انکی پختہ قبر[1] موجود ہے اس ہی وجہ سے گورنمنٹ نے بھی اسکے خاندان کا ہمیشہ لحاظ کیا سعادت خاں رسالدار کے بڑے فرزند فتح خاں کو بڑی بڑی جگہوں پر انتظام کے لئے بھیجا مثلاً ریاست بہاولپور میں بزمانہ نابالغی نواب صبح صادق خاں بہادر گری صاحب و منچن صاحب کے ماتحت فتح خاں ریاست کا کام کرتے تھے یہ زمانہ ۱۸۸۲ء کے قریب قریب کا تھا بہاولپور میں انھوں نے اپنے بھائیوں کو بھی فائدہ پہنچایا امیر خاں و الف خاں کو ریاست کی فوج میں رسالداریوں سے بھرتی کرایا۔ اس کے بعد ۱۸۸۵ء میں مہاراجہ ڈونگرگھ

[1] ان کی قبر کے قریب ہی شاہ دل خاں دفعدار حمید خانی کے والد قدرو خاں کی بھی پختہ قبر موجود ہے انہیں اور اُن میں زندگی میں بھی نہایت دوستانہ تعلق تھا ۱۲ منہ۔

والی بیکانیر کے انتقال ہونے پر بیکانیر میں پنچایت سے ریاست کا کام شروع ہوا یہ سمجھیے کہ انگریزی انتظام ہوگیا اس موقع پر بھی فتح خاں کا انتخاب بیکانیر کی پنچایت کیلئے کیا گیا۔ مگر فتح خاں چند ہی روز میں بیکانیر سے آ گئے بیان کیا جاتا ہے کہ فتح خاں نے بیکانیر اس لئے رہنا منظور نہیں کیا کہ خط و کتابت میں انکو راجہ لکھنے کے لئے وہاں کے سرداروں کو تامل تھا اور فتح خاں ایسا چاہتے تھے نواب فتح خاں نے ۱۳۱۹ھ میں انتقال کیا انکی قبر سعادت خاں رسالدار کی قبر سے تھوڑے ہی فاصلہ پر پختہ قبر موجود ہے۔

فتح خاں کے بڑے فرزند محمد عیسیٰ خاں قریب قریب ۱۸۸۰ء کے بزمانہ راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی کے کھیتڑی آئے اور ملازمت حاصل کی اور عہدہ فوجداری پر مامور کئے گئے اس کے بعد محمد عیسیٰ خاں کو پرگنہ کوٹ پتلی کی نظامت بھی دیگئی اور ایک زمانہ تک انھوں نے اپنی لیاقت اور دیانتداری سے کام کیا انکی نظامت کے زمانہ میں جبکہ راجہ اجیت سنگھ بہادر نے لندن سمت ۱۹۵۴ م ۱۸۹۷ء میں تشریف لیگئے اس کے بعد پرگنہ کوٹ کے تنور راجپوتوں نے بغاوت کی مقام موضع نارٹرہ پر راج کی طرف سے فوج جمع ہوئی اور جنگ شروع ہوگئی۔ اکثر تنور راجپوت مارے گئے اور ان کے سرگروہ گرفتار ہوئے محمد عیسیٰ خاں نے اس موقع پر بھی اپنی بہادری اور حوصلہ مندی سے کام لیا اسی نظامت کے زمانہ میں انھوں نے ایک گاؤں علاقہ کوٹ میں آباد کیا جس کا نام اجیت پورہ ہے یہ موضع راجہ اجیت سنگھ بہادر نے محمد عیسیٰ خاں کے نام پر استمراری کر دیا تھا۔ ابتک استمراری چلا آتا ہے محمد عیسیٰ خان ریاست کھیتڑی میں نواب عیسیٰ خاں کے نام سے پکارے جاتے تھے نواب

لہ محمد عیسیٰ خاں نے موضع اجیت پورہ میں پہاڑی کی ٹیک پر مردانہ وزنانہ مکانات عالی شان تیار کرائے اور ایک باغ لگوایا اور ایک مسجد تیار کرائی و ایک دھرم شالہ بھی بنوائی بہرحال ہندو و مسلمانوں کے لئے اس موضع میں ہر طرح سے رہائش کا آرام موجود ہے۔ یہ نواب محمد عیسیٰ خاں کی اولوالعزمی کی دلیل ہے جو ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گی ۱۲ منہ

محمد عیسیٰ خاں سے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اپنے چھوٹے بھائی فیض علی[۵۱] خاں کو متبنیٰ کر لیا تھا اس لئے نواب محمد علیٰ خاں کی کل جائداد فیض علی خاں کے قبضہ میں آئی اور جو کچھ بسودار ی وغیرہ محمد عیسیٰ خاں نے خریدی تھی اس پر بھی فیض علی خاں تحصیلدار کا قبضہ ہے نواب محمد عیسیٰ خاں نے بتاریخ ۱۲ صفر یوم جمعہ ۱۳۴۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اسی احبیت پورہ میں انکی پختہ قبر باغ کے اندر موجود ہے۔

ذکر شاہ دل خاں دفعدار ایلمان حمید خانی

شاہ دل خاں موضع بامنواس کے رہنے والے تھے ان کے والد کا نام قادر خاں تھا یہ بھی اپنی قوم میں سر برآوردہ شخص تھے شاہ دل خاں ۱۸۴۵ء میں رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب میں ملازم ہوئے یہ ایسے دلیر شخص تھے کہ جس معرکہ اور مہم پر گئے بہادرانہ کام کیا ان کی ہمیشہ یہی تمنا تھی کہ فوج میں سب سے اول بہادری میں میرا نمبر رہے یہ بہادر یکا (تنہا) لڑنے کی بھی بڑی خواہش رکھتا تھا اور سرحدی مقامات پر ایسے موقع ہمیشہ در پیش آتے تھے اور اکثر ایسے معرکوں میں انھوں نے اپنے سپہ گری کے جواہر اچھے دکھائے ہیں جس وقت انکی فوج کا قیام ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں تھا ایک سکواڈرن انکی فوج میں سے مقام ٹانک جو ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے چپس کوس کے فاصلے پر مغرب کی طرف واقع ہے متعین تھا شاہ دل خاں بھی اس اسکواڈرن میں تھے ۱۸۶۰ء میں دشمن نے یکایک ان کے اسکواڈرن پر حملہ کر دیا یہ اسکواڈرن لڑتا ہوا درہ جام تک چلا گیا جو ٹانک سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے دشمن نے اس مقام پر ایسا حملہ کیا کہ اسکواڈرن کو ہٹنا پڑا اور میاں کے باغ کا آسرا لیا مگر اس بہادر نے اپنا گھوڑا دشمن کی طرف اٹھا دیا اور چیرتا ہوا دار پار نکل گیا ان کا گھوڑا زخمی ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد مر گیا تھوڑے ہی عرصے میں کمکی فوج پہنچ گئی پھر دشمن کو ہٹا دیا گیا امن کے بعد ان کے بالا دست افسروں

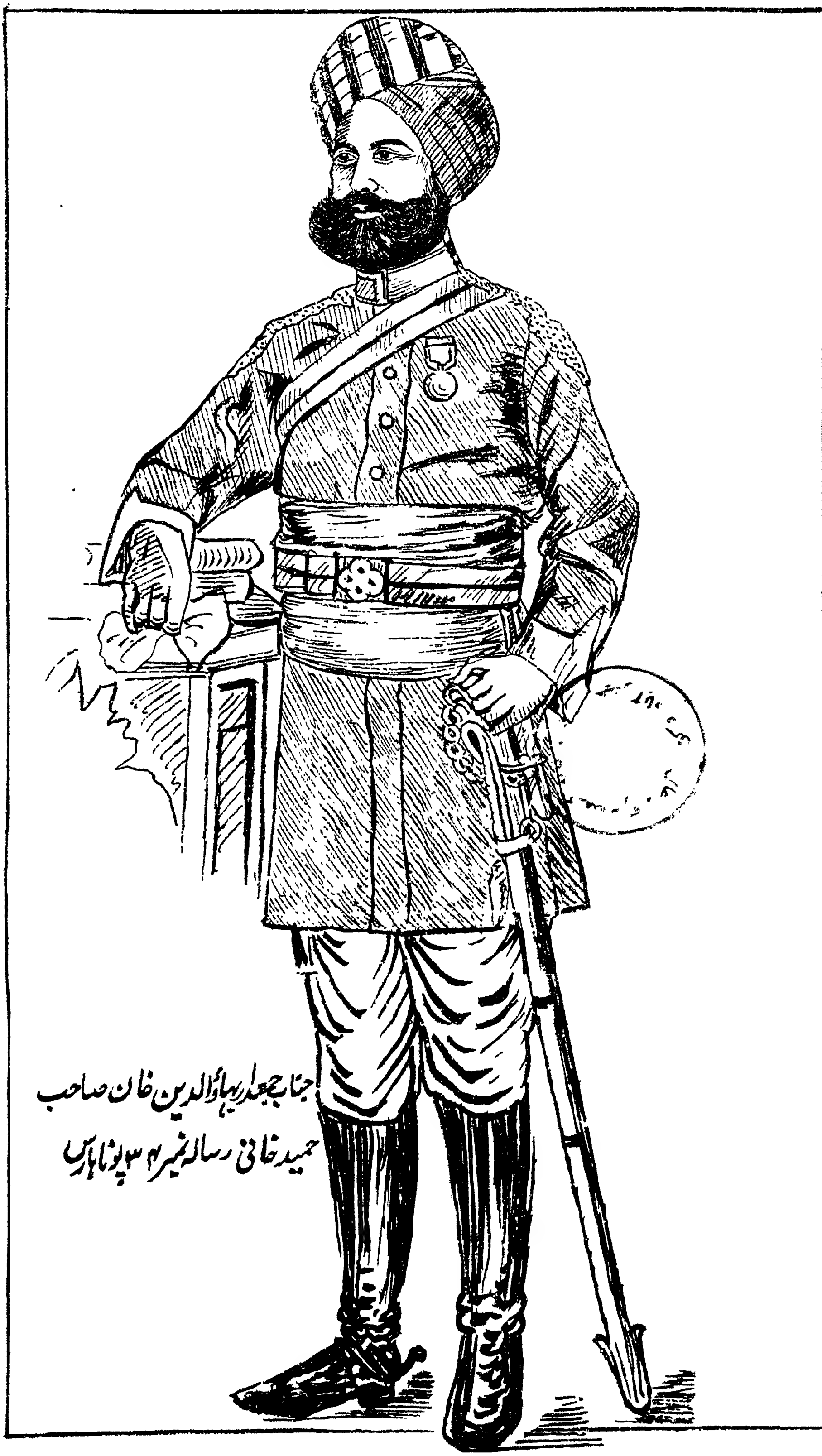
---

[۵۱] نواب محمد فیض علی خاں نے پنجاب چیفس کالج میں تعلیم پائی اور اسوقت سرسہ ضلع حصار میں تحصیلدار ہیں بہ نوجوان لائق سردار ہیں آئندہ بھی انکی ترقی کی توی امید ہے ۱۲ منہ

نے تنبیہ کی کہ ایسا بے قاعدہ کام نہ کرنا چاہیے مگر انکی بہادری قابل تسلیم سمجھی گئی جس وقت انکی فوج کا مقام کوہاٹ تھا اس وقت ۱۸۷۹ء بزمانہ امیر شیر علی خاں ویعقوب خاں کابل پر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے چڑہائی ہوئی اور تمام فوجوں کے افسر جنرل رابرٹ صاحب بہادر تھے یہ پانچویں پنجاب بھی کوہاٹ سے روانہ ہوئی اور دوسری فوجوں کی ساتھ کوچ کرتی ہوئی کابل کے قریب جا پہنچی کابل کے قریب ان فوجوں کا مقام شتر گردن پہاڑ کے نیچے ہوا یہاں سے پایہ تخت کابل پانچ ہی کوس رہ گیا تھا دوسرے دن یہ فوجیں پہاڑ کو طے کرکے مقام خوشی ہوتی ہوئی لنڈی کوتل دریا کے قریب جو ایک سخت مورچہ تھا جا پہنچیں وہاں پر ایک سخت معرکہ ہوا چار حاشیہ مقام پر جو کابل سے شمال رُخ کسیقدر فاصلے پر ہے چندروز فوجوں کا مقام رہا کچھ معمولی جھڑپ ہوتی رہی پھر یہ تمام فوجیں قلعہ شیرکوٹ میں جو خالی پڑا ہوا تھا اور کابل سے قریب ہی شمال رُخ پر ہے اس میں داخل ہوئیں آٹھ ماہ تک ان فوجوں کا وہاں قیام رہا دور دور تک نکل کر فوجیں لڑنے جاتی تھیں شاہ دل خاں نے اس عرصے میں بالا افسروں پر اپنی بہادری کا سکہ بٹھا دیا ایک روز انکی فوج قلعہ سے باہر نکل کر دور تک دشمن سے لڑتی ہوئی چلی گئی شاہ دلخاں بھی اس میں شامل تھے اتنے میں ایک طرف سے غنیم کی ٹکڑی آئی اور تھوڑی دیر مقابلہ ہوتا رہا۔ شاہ دل خاں تھوڑے فاصلے پر دوسری طرف نکل گئے ایک پٹھان سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی کچھ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اس عرصے میں انکے افسر اسٹور صاحب سکنڈ کمانڈر اور بہت سے سپاہی وہاں پر جا پہنچے اس پٹھان کا نرغہ کرلیا گیا پٹھان نے کہا تم بہت ہو اور میں اکیلا ہوں میں چاہتا ہوں کہ ایک ایک سے مقابلہ کروں اس وقت معلوم ہو جائیگا کہ سپہ گری کیا چیز ہے اس کے لئے اسٹور صاحب بہادر کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ شاہ دل خاں نے پٹھان کی طرف اپنے گھوڑے کی باگ اٹھائی پٹھان پیدل تھا شاہ دل خاں بھی گھوڑے سے نیچے اتر گئے مگر کسیقدر گھوڑے کی اوٹ لے لی پٹھان نے پہلے

ہی سے کچھ آسرا نے رکھا تھا شاہ دل خاں کے پاس پستول تھا اور پٹھان کے پاس بندوق تھی پٹھان نے بندوق کا فیر کیا جسکو شاہ دل خان بچا گئے مگر گھوڑا مارا گیا شاہ دل خاں نے بھی پستول کا فیر کیا جو خالی گیا اس کے بعد شاہ دل خاں نے تلوار نیام سے کھینچی اور ادھر سے پٹھان شاہ دل خاں کی طرف بڑھا اور کچھ شاہ دل خاں اسکی طرف بڑھے ان دونوں کا مقابلہ درمیان میں ایسا ہوا کہ پہلے وار شاہ دل خاں نے کیا اور وہ بھی ایسا کارگر کہ پٹھان کی کھوپڑی کھل گئی مگر شیر دل پٹھان نے بھی شاہ دل خاں پر بے ہوشی کی حالت میں تین وار ایسے کئے کہ شاہ دلخاں بھی بے ہوش ہو گئے پٹھان اور شاہ دل خاں گتھم گتھا ہو کر گر پڑے شاہ دل خاں کو فوراً اٹھا لیا گیا اور پٹھان جان بحق ہوا شاہ دل خاں نے ڈیڑھ ماہ کے بعد غسل صحت کیا زخم تو شدید آئے تھے مگران کی چند روزہ اور زندگی تھی صحت کے بعد شاہ دلخاں سے ان کے افسروں نے پوچھا کہ تم اکثر موقعوں میں ایسا بے حکم اور بے قاعدہ کام کر جاتے ہو کہ وہ ہمارے فوجی قانون کے خلاف ہے شاہ دل خاں نے جواب دیا کہ جب ایسا موقع آتا ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی اور ایسے وقت میں سپاہی کے حکم کی تعمیل کرنے سے مجبور ہو جاتا ہوں اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ شاہ دل خاں نے ایسا کیا اور ان ہی باتوں نے شاہ دل خاں کو ترقی سے روکا یہ آخر کار کوتہ دفعداری ہی پنشن یاب ہوئے یہ بہادری بھی انکی قابل تعریف ہے کہ ٹانک کی لڑائی میں ان کو تمغہ آرڈر آف میرٹ دیا گیا تھا اور یہی تمغہ کابل کی لڑائی میں بھی ملا ان کے کاغذات جو گورنمنٹ سے ان کو ملے ہیں ان میں یہ صراحت ہے کہ جو تنخواہ اس تمغہ کی ہے انکے مرنے کے بعد آئندہ دو پشت تک ملتی رہے گی اور ایسا ہی ہوا شاہ دل خاں نے ۱۸۸۳ء میں پنشن پائی واقعی شاہ دلخاں

لہ اگرچہ اس مقابلہ کو عام طور پر اہل اسلام اس لئے ناپسند کرینگے کہ اس معرکہ میں ایک مسلمان نے مسلمان کے بالمقابل جنگ کیا لیکن بنظر تعلق ملازمت شاہ دلخاں سرامر عند الناس لائق معافی ہیں کیونکہ باطاعت حکام اولی الامر انھوں نے ایسا کیا تھا ۱۲ منہ



جناب جمعدار بہاؤالدین خان صاحب
حمید خانی رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس

بڑے بہادر سپاہی تھے بہادری کے علاوہ حلیم الطبع اور پرہیزگار پنجگانہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اس ثانی امان اللہ خاں[۵] نے ۱۳۲۳ھ ہجری میں اس دار فانی سے رحلت کی اور مقام موضع بامنواس اپنی ہڈوار میں مدفون ہوئے اب انکی نسل میں کوئی باقی نہیں رہا اور چند ہی روز میں ان کی قبر کا نشان تک مٹ گیا. اور اب کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ شاہ دل خاں یہاں مدفون ہوئے تھے سچ ہے۔

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا — مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

مگر انکی بہادری کی جنگی کارنامے ہمیشہ سنہری حروف میں قومی تاریخ کے اندر باقی رہینگے اور قوم انکے نام سے ہمیشہ فخر کرتی رہے گی انکے اور بھی جنگی کارنامے تھے مگر افسوس کہ وہ ہم تک نہ پہونچ سکے انکا چہرہ تلوار کے زخموں سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا اور انکی بہادری کی گواہی دیتا تھا۔ عاقبت بخیر ہو آمین۔

ذکر بہاؤالدین خاں ایلمان حمید خانی بانی اسکوآڈرن قائمخانی قوم بندی

بہاؤالدین خاں کا مولد موضع جھانجھت ہے انکے والد کا نام شبو خاں تھا بہاؤالدین ۱۲۶۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے یہ تیسری کنٹنجنٹ سرکار نظام مقام ہنگولی ۱۸۷۳ء میں ملازم ہوئے جبکہ ۱۸۸۶ء میں ملک برہما پر گورنمنٹ کی طرف سے فوج کشی ہوئی تو تیسرا رسالہ کنٹجنٹ بھی اس میں شامل تھا. بہاؤالدین خاں آخیر لڑائی تک اس فوج میں شامل رہے تیسری کنٹنجنٹ میں تقریبًا پچاس قائم خانی ملازم تھے مگر قوم بندی کا کوئی سلسلہ نہ تھا اس سے قبل اس فوج میں موضع کیڈ کے ضابطہ خاں رسالدار اور رستم خاں جمعدار ضرور ہو چکے تھے ۱۸۸۹ء میں کمانڈنگ افسر ۳۴ پونا ہارس ہاک صاحب بہادر نے یہ چاہا کہ اس فوج میں قوم قائمخانی کا اسکوارڈرن قائم کروں اسوقت انگریزی افواج میں قوم بندی کا سلسلہ جاری ہو رہا تھا ہاک صاحب بہادر نے ایک چھٹی ۱۸۸۹ء

[۵] یہ امان اللہ خاں اس حمید خانی گروہ کے ایک بہت بڑے بہادر ہو گذرے ہیں۔ اس لئے شاہ دل خاں کو ان سے مشابہ کیا ہے ان کا ذکر پچھلے اوراق میں لکھا جا چکا ہے ۱۲ منہ ۵۲ صرف انکے ایک لڑکا پیرو خاں تھا جو ۱۳۴۲ھ میں لاولد فوت ہوا ۱۲ منہ

میں مقام الوال کرنل فریزر صاحب بہادر تیسری کنٹنجنٹ حیدرآباد دکن لکھی کہ ہم کو قائمخانی اسکوارڈرن بھرتی کرنا ہے آپ کے یہاں قائم خانی قوم کے لوگ موجود ہیں کسی ہوشیار قائم خانی کو ہمارے پاس روانہ کیجئے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے بھرتی منگائیں کرنل فریزر صاحب بہادر نے بہاؤالدین خاں کو پسند کیا اور حکم دیا کہ گھڑندی جاکر ہاک صاحب بہادر سے ملو اور انکے حکم کی تعمیل کرو اس موقع میں تم کو ضرور ترقی ہوگی یہ اس بنا پر گھڑندی آئے اور کرنل ہاک صاحب بہادر سے ملے. ہاک صاحب نے انکو حکم دیا کہ تم راجپوتانہ میں جاکر اپنی قوم کی بھرتی لاؤ بہاؤالدین خاں راجپوتانہ آئے اور بارہ سپاہی لیکر گھڑندی پہنچے اس کے بعد پونا ہارس سے تیسری کنٹنجنٹ کو لکھدیا گیا کہ بہاؤالدین خاں کو ہم نے وفاداری سے ترقی دے دی ہے انکا نام وہاں سے خارج کردیا جائے اور انکی سلداری گھوڑے کی رقم بھیجدیجائے بہاؤالدین خاں کنٹنجنٹ میں لیس دفعدار بھی تھے مقام پونا ۱۸۹۲ء میں ایک کمیٹی مقرر ہوئی اس میں اکثر فوجوں کے یورپین افسر شامل تھے اور مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر والیٔ ایڈر بھی شریک ہوئے تھے اس کمیٹی میں یہ مشورہ ہوا کہ سوارہ فوجوں میں قوم بندی کے ساتھ اسکواڈرن قائم ہوں اور پیدل میں اسی طریقے پر قومی کمپنیاں ہونا لازمی ہیں اس وقت ہاک صاحب جنرل میجر ہوچکے تھے بہاؤالدین خاں بھی اپنے کمانڈنگ اڈیسن صاحب کے ساتھ پونا گئے اڈیسن صاحب بہادر نے مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر سے قوم بندی کے بارے میں مشورہ کیا اور بہاؤالدین خاں کو بھی پیش کیا کمانڈنگ اڈیسن صاحب بہادر نے مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر سے یہ کہا کہ میں کیولری ۴۳۔ پونا ہارس میں قائم خانی اسکوارڈرن قائم کرنا چاہتا ہوں اس معاملہ میں مجھے بہت جلدی ہے راجہ صاحب نے فرمایا کہ زیادہ کثرت اس قوم کی علاقہ جےپور ضلع شیخاواٹی میں ہے علاقہ جودھپور میں یہ قوم کم ہے میرے یہاں ۱۸۸۶ء میں جو امپیریل قائم ہوئی اُس میں مجھے بڑی دقت کے بعد بھی میری منشا کے موافق اس گروہ کے لوگ نہیں مل سکے اور ابھی تک یہ کوشش جاری ہے

علاقہ بیکانیر میں بھی یہ قوم آباد ہے اور علاقہ الور میں بھی اس قوم کے کسیقدر لوگ رہتے ہیں بیرون راجپوتانہ ضلع حصار رو ہتک اور ضلع گوڑ گانوہ میں بھی اس قوم کے لوگ آباد ہیں آپ اپنے طور پر اس قوم کے لوگوں سے دریافت کر سکتے ہیں وہی قوم کے لوگ بھرتی لائیں گے اس گفتگو کے بعد سر پرتاب سنگھ بہادر بہاؤالدین خاں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ اسی قوم کے ہیں اپنی قوم کی بھرتی جلد پوری کیوں نہیں کرتے بہاؤالدین خاں نے اپنا مافی الضمیر جو کچھ تھا ظاہر کیا ۱۸۹۳ء میں بہاؤالدین خاں جمعدار ہوئے جمعداری کا کوئی امتحان نہیں لیا گیا ہمراہی اجیٹن فریزر صاحب پونا جاکر سراسری گھوڑے کی سواری کا امتحان دیدیا بہاؤالدین خاں نے اپنے زمانہ ملازمت میں چھ سال کے اندر فقط ستر قائم خانی بھرتی کرائے جب افسران بالا نے یہ دیکھا کہ اسکواڈرن پورا نہیں ہو سکتا تو ۱۸۹۹ء میں بہاؤالدین خان کو پنشن دیدی گئی سب سے پہلے اس قوم میں قوم بندی اور اسکواڈرن بندی کا سلسلہ بہاؤالدین خاں سے ہوا انکو بانی قوم بندی اور اسکواڈرن بندی کہنا چاہیئے اب وہ فوجی اصحاب میرے اس بیان پر شاید نکتہ چینی کرینگے کہ جب ایسا تھا تو بہاؤالدین خان اس قدر جلدی اور تھوڑی ہی ترقی کے ساتھ پنشن یاب کیوں ہوئے جو صاحب فوجی معاملات پر گہری نظر ڈالنے کے عادی ہیں وہ اس پر خود اپنی رائے لگا سکتے ہیں اس لئے کہ میرا یہ شیوہ نہیں ہے مگر میں یہ ضرور کہونگا اور فوجی کارنامے بتا رہے ہیں کہ بانی اسکواڈرن قائمخانی بہاؤالدین خاں جمعدار ضرور رہیں - اگرچہ اس زمانہ کے قریب قریب ۱۸۸۵ء میں عمر خاں مظفر خانی کے ذریعے سے بھی رسالہ نمبر ۳ مدراس کیولری میں اسکواڈرن قائمخانی کی بنیاد پڑی تھی مگر اسکواڈرن پورا نہو سکا اور ۱۸۹۶ء میں ٹوٹ گیا اس سے قبل ۱۸۹۵ء میں عمر خاں جمعدار بھی ہو چلے تھے بعد میں رسالہ نمبر ۳ مدراس کا نمبر ۲۸ لائیٹ کیولری ہوا یہ ضرور ہے کہ جب سے گورنمنٹ برطانیہ کا اس ملک میں تسلط ہوا اور نئی طرز سے فوجوں کو ترتیب دی گئی اس وقت سے اس قوم قائمخانی کے اشخاص نوکر ہوتے آئے یہی نہیں بلکہ رسالداریوں سے بھی بھرتی ہوئے مگر خاص اسکواڈرن اور قوم بندی کا سہرا بہاؤالدین خاں

ہی کے سر باندھا جا سکتا ہے اور اس سے قوم کو بہت بڑا فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے جب بہاؤالدین خاں کو پنشن ہو گئی تو اس کا افسوس وہ دل میں لئے ہوئے فوج سے الگ ہوئے کہ مجھ سے اسکوارڈرن پورا نہ ہو سکا۔"

ذکر معزالدین خان رسالدار حمید خانی

معزالدین خاں بامنواس کے رہنے والے تھے اور بہاؤالدین خاں کے یک جدی بھتیجے تھے بہاؤالدین خاں کی موجودگی میں ہی دفعدار بھی ہو چکے تھے یہ معزالدین خاں بہاؤالدین خاں کی جگہ پر جمعدار ہوئے ۱۸۹۷ء میں قوم اور اسکوارڈرن کی باگ اپنے ہاتھ میں لی معزالدین خاں مستقل مزاج و محنت کش اور بڑی جستجو کے آدمی تھے یہ تینوں باتیں دلیری کا جزو اعظم ہیں ان کو اسکوارڈرن پورا کرنے میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں اور اسکوارڈرن پورا ہونے تک کئی مواقع ایسے پیش آئے کہ اسکوارڈرن اور اس قوم کو برخاست کر دینے کی نوبت پہنچ جاتی مگر معزالدین خاں نے اپنی اعلیٰ ہمتی سے اپنے قدم کو جنبش تک نہ ہونے دی راجپوتانہ میں آئے اور ایک دو چکر میں قوم کے نوجوان اتنے جمع کر لئے کہ جگہ ملنی بھی مشکل ہو گئی اپنے اسکوارڈرن میں ایک قائم خانی فنڈ قائم کیا۔ جس میں فی سوار دو روپے ماہوار وضع کر لئے جاتے تھے یہ رقم اس فنڈ میں داخل کرنے کا حکم بالادست افسروں سے لے لیا اس وقت اس رسالہ میں یہ قاعدہ تھا کہ گھوڑے کی آسامی کے پہلے ایک سو روپئے داخل کئے جائیں اس لئے کہ گھوڑے سلحداری تھے اور اسامی پانسو روپئے کی تھی سو روپے بالفعل قائم خانی فنڈ میں سے لیکر جمع کر دیئے جاتے تھے۔ اور باقی رقم گھوڑے اور سوار کی تنخواہ میں سے بتدریج وضع ہوتی رہتی رقم وضع ہونے کے بعد سوار پورا سلحداری کا حقدار ہو جاتا تھا بہر حال معزالدین خاں نے جلدی اسکوارڈرن قائم خانی پورا کر دیا۔ اسکوارڈرن پورا کرنے میں جو جو دقتیں معزالدین خاں کو پیش آئیں ہیں اگر وہ تمام لکھی جائیں تو کئی اوراق چاہئیں! اس میں شک نہیں کہ بانی اسکے بہاؤالدین خاں جمعدار



جناب رسالدار معز الدین خانصاحب مرحوم حمید خانی رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس



جناب رسالدار رن مست خان صاحب مرحوم حمید خانی رسالہ نمبر ۳۲ لائٹ کیولری

ضرور ہیں مگر معز الدین خان نے اسکوارڈرن کو مکمل کیا اور ذرہ سے اُسکو آفتاب بنایا
ان کی یہ مستعدی اور جانفشانی اور انکے آئندہ کارنامے مدت دراز تک فوجی تاریخ
میں قائم رہینگے یہ معز الدین خاں پہلے رسائیدار ہوئے اور پھر رسالدار ہوگئے یہ ان ہی
کی مستعدی کا نتیجہ ہے کہ جو آج کے دن اس قوم قائم خانی میں تقریباً ستر سے
اونچے انڈین افسر تمغے زیب تن کئے ہوئے نظر آتے ہیں دھا ملا و اس ضلع گوڑ گانوہ
سے لیجیے اور جھولری و مینڈپورہ اور شیخاواٹی سے ہوتے ہوئے مارواڑ تک اسی کی مستعدی
اور بہادری کا ثمرہ ہے یہ اسکوارڈرن پورا ہونے کے بعد ۱۸۹۹ء میں نمبر ۲۳ لائٹ
کیولری میں بھی یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ قائم خانی یہ افراط مل سکتے ہیں اس فوج میں
بھی ایک اسکوارڈرن قائم خانی ہونا چاہئے کمانڈر افسر صاحب بہادر نے اس معاملہ میں
پیش قدمی کی اور مقام چھاؤنی گونہ کمانڈر رجمنٹ سنٹرل انڈیا ہارس کو لکھا کہ کسی ہوشیار
قائم خانی دفعدار کو ہمارے یہاں روانہ کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے سے ہم اس
قوم کی بھرتی منگائیں اور اسکوارڈرن قائم کریں۔

ذکر رن مست خاں رسالدار حمید خانی

یہاں سے رن مست خاں الیمان حمید خانی کو روانہ کیا جو اپنے فن میں نہایت ہی
قابل تھے وہ آئے اور جمعداری سے انکو بھرتی کر لیا گیا انھوں نے بہت ہی قلیل عرصہ
میں اسکوارڈرن پورا کر لیا مگر ان سب کو رجمنٹ ۳۴ پونا ہارس کا ہی سلسلہ کہنا چاہیے
۱۹۰۰ء میں یہ فوج چین گئی اور جنگ چین میں شریک ہوئی اور ایک سال سے زیادہ
اس فوج کو وہاں رہنا پڑا اس عرصہ میں ہی رن مست خاں جمعدار نے بہت مستعدی
اور ہوشیاری کے ساتھ نوکری کی اور ہمیشہ اپنی قوم کا دل بڑھاتے رہے بعد میں یہ سائیدار
بھی ہوئے ۱۹۱۳ء میں کسی عارضہ کے سبب سے ان کو پنشن ہوگئی اور ۱۳۳۲ ہجری میں
بمقام جھنجھنوں اس فوجی افسر نے انتقال کیا اور احاطہ حضرت قمر الدین شاہ میں مدفون ہوئے
نمبر ۲۳ کیولری و نمبر ۳۴ کیولری میں اسکوارڈرن جب مکمل ہوگئے تو ایک عرصہ

درانی کے بعد جنگ عظیم یورپ سے چند سال پہلے گورنمنٹ کے فوجی صیغہ میں قوم قائم خانی کی اور مانگ ہوئی اسی بنا پر نمبر ۲ کیولری میں ایک اور اسکوارڈرن اس قوم کا ہونا قرار پایا۔ اور رسالہ نمبر ۸ میں بھی ایک ترپ کا حکم ہوا نمبر ۲ کیولری میں مشرف خاں رسالدار الف خانی نے بیحد کوشش کی اس کیولری میں افسر بھی قریب قریب اسکوارڈرن کی تعداد کے موافق ہوگئے تھے مگر سپاہیوں کی بھرتی پوری نہ ہوسکی یہ فوج جنگ عظیم میں بھی شریک ہوئی تھی البتہ وہاں پر اس قوم کے متفرق سپاہی بھی اسکوارڈرن میں شامل ہوگئے تھے مگر جنگ سے واپس آنے کے بعد یہ اسکوارڈرن ٹوٹ گیا اور جنگ عظیم میں رسالہ ۸ ترپ قائم خانی کے سپاہی بھی شریک ہوئے تھے لیکن یہ ترپ بھی آخر تک نامکمل رہا جنگ سے واپس آنیکے بعد نمبر ۲ کیولری و نیز نمبر ۸ رسالہ ترپ قائم خانی ٹوٹ جانیکے حالات رسالدار تاج محمد خاں کے ذکر میں ملینگے۔

جبکہ ۴ اگست ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا یورپ میں آغاز ہوا تو اس وقت ہندوستان کی فوجیں روانہ ہوئیں ۲۰ ستمبر ۱۹۱۴ء کو ۳۴ پونا ہارس بمبئی سے جہاز میں سوار ہوکر یورپ علاقہ فرانس میں داخل ہوگئیں اس لئے کہ ہماری گورنمنٹ کو وہاں فوجیں بھیجنی تھیں فرانس پر جرمن نے یورش کی تھی ۳۳ رلائیٹ کیولری بھی ۲۲ نومبر ۱۹۱۴ء میں ملک عراق عرب جانے کیلئے جہاں جنگ ہو رہی تھی جہاز میں سوار ہوئی جب ۳۴ نمبر پونا ہارس وہاں پہنچ گیا تو معز الدین خاں نے بہت ہی ہوشیاری اور مستعدی سے کام کیا ان ہی کا دم خم تھا کہ اس عرصہ میں انکے اسکوارڈرن میں کوئی غیر معمولی خلل ہونے پائی اور یہ قوم گورنمنٹ کی وفاداری میں مصروف رہی معز الدین خاں اپنی قوم کو ہمیشہ ہمت دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ بہادرو یہی وقت ہے کہ اپنی قوم کا نام شجاع بہادروں کی فہرست میں لکھا دو اتفاقاً یہ موقع ہاتھ آیا ہے اسوقت گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا پورا ثبوت دو! تم نے فوجی ملازمت اس لئے کی ہے کہ کسی معرکہ میں اپنے قدم پیچھے نہ ہٹنے دو۔ یہاں جو مرے گا۔ اس کا نام وفاداروں کی فہرست میں ہمیشہ بطور یادگار رہے گا۔ پس تم میں سے جو زندہ رہینگے

وہ میرے اس قول کی مدام پابندی کریں ۱۸؍ دسمبر ۱۹۱۴ئہ شب کے وقت مقام فیو پر علاقہ فرانس کے مورچے پر جانے کے لئے ان کی فوج کو حکم ہوا جس میں اور بھی بہت سی فوجیں شامل تھیں اس وقت معزالدین خاں رسالدار کے پیروں پر ورم آرہا تھا اور پیدل چلنا دشوار تھا اس لئے کہ وہاں پر گھوڑوں سے کام کم لیا جاتا تھا اور پیدل سے زیادہ جتنے معرکہ ہوئے اکثر سوارہ فوج نے پیدل ہوکر کئے بہت سے سپاہیوں کے پیروں پر بھی ورم آگیا تھا مورچے پر جانے سے تھوڑی دیر پہلے ان کے اسکوارڈرن کمانڈر گریم شاہ صاحب نے تمام افسروں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ آج رات میں فلاں مقام پر اپنی فوجوں کا حملہ ہونے والا ہے اور اس کا نقشہ بھی بتلادیا گیا کہ اس صورت سے کام کرنا پڑیگا معزالدین خاں رسالدار سے کہا گیا کہ آپ اس معرکہ میں شریک نہیں ہوسکتے اس لئے کہ آپ کے پیر کام نہیں دیرہے ہیں اس کے قبل بھی معزالدین خاں ۲۴ ر نومبر ۱۹۱۴ئہ کے معرکہ میں شریک ہوچکے تھے انکے ساتھ کئی آدمی مقتول اور بہت سے زخمی ہوئے اور ان سب کے نام ذیل کی فہرست کے ذریعہ سے بتائے جائیں گے معزالدین خاں نے سپاہیانہ لہجے میں جواب دیا کہ میں ایسے ہی وقت کے لئے نوکر رکھا گیا ہوں اگر مجھے آپ اس شرکت سے باز رکھتے ہیں تو میری قوم کی اس میں کسرشان ہے معلوم نہیں کہ میری قوم سے کیا واقعہ ظہور میں آئے بہرحال معزالدین خاں اس معرکہ میں شریک رہے۔

فوجیں اس مورچے پر پہنچی جہاں ان کو حکم دیا گیا تھا راستہ میں جو دقتیں ہوئیں وہ بیان سے باہر ہیں مورچہ کے قریب جب فوجیں پہنچیں تو جرمنی کی طرف سے مشین گنوں کے فیر شروع ہوئے گویا آسمان سے اولے گر رہے تھے اور تین طرف سے آگ برس رہی تھی اسوقت معزالدین خاں رسالدار اپنے قوم کے ماتحت ترپ کو بڑھاتا ہوا مورچے کے قریب جا پہنچا اور اپنے ماتحت سپاہیوں کو اشارہ سے بڑھاتا رہا ایسے خطرناک موقع میں بھی اس بہادر نے اپنا قدم پیچھے نہ ہٹایا بلکہ برابر مردانہ وار داد شجاعت دیتا ہوا مورچے کے قریب جا پہنچا مگر مشین گن کی گولیوں کا گروپ اس شیر کے گھٹنوں میں ایسا لگا کہ دونوں گھٹنے ٹوٹ گئے اور اسکی جرئت وبہادری دل کی دل ہی میں رہ گئی

لیکن اس پر بھی اس بہادر کا رُخ مورچے کی طرف تھا۔

اس بہادر نے اپنی قوم کی آن رکھ لی اس کا صلہ معز الدین خاں رسالدار کے پسماندوں کو کم ملا یا زیادہ اس سے تو بحث نہیں مگر اس قوم کے لوگوں نے اور معز الدین خاں[1] رسالدار نے جو کچھ اس جنگ میں مستعدی اور دلیری سے کام کیا وہ اسی بہادر اور نیز اس قوم کے مستعد جانبازوں کا ثمرہ ہے معز الدین خاں کے ساتھ اس معرکہ میں بہت سے قائم خانی کام آئے اور اکثر زخمی ہوئے یہ ان ہی کے کارناموں کا نتیجہ ہے کہ جنگ کے بعد اس قوم کا ایک اسکواڈرن اور قائم ہوا اور اس تیسرے قائم خانیوں کے اسکواڈرن کا قائم ہونا اس کی واضح دلیل ہے کہ اس قوم نے جنگ عظیم میں اچھا کام کیا اور گورنمنٹ کے فوجی صیغہ میں اچھی نظر سے دیکھی گئی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بہادر کے پسماندوں کو اس کے خدمات فوجی کے صلہ میں جو چٹھیاں بطور صداقت نامہ جات ملی ہیں انکی نقل بھی یہاں کر دی جائے انکے اسکوارڈرن کمانڈر کریم شاہ صاحب بہادر نے رسالدار معز الدین خاں کی ایک تصویر انکی بیوہ کے نام روانہ کی جس پر یہ عبارت درج ہے۔

کہ رسالدار معز الدین خاں صاحب پونا ہارس اپنے ترپ کو بہادری سے آگے بڑھاتے ہوئے مقام فیوبر فرانس میں تاریخ ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو کام آئے جو نظیر انھوں نے قائم کی قائم خانی لوگ اس پر فخر کر سکتے ہیں۔

دوسری چٹھی حسب ذیل ہے۔

جسکو یہ سند یاد دلاتی ہے وہ ان میں شامل ہے جس نے بادشاہ اور ملک کی آواز پر تمام چیزیں جو اس کو عزیز تھیں چھوڑ دیں تکلیف برداشت کی خطرہ کا مقابلہ کیا اور آخر کار آدمیوں کی نگاہ سے اپنے فرض اور جاں نثاری کے واسطے غائب ہو گیا اور اپنی جان کو خیرباد کہدیا تاکہ دوسرے آزادی سے زندگی بسر کر سکیں وہ لوگ جو اس کے بعد آنیوالے

[1] معز الدین خاں رسالدار ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء م ۲ر صفر ۱۳۳۲ ہجری میں مارے گئے تھے انھوں نے ایک بیٹا عبد الحمید خاں چھوڑا جس کی عمر اسوقت اڑھائی سال کی تھی ۱۲ منہ

ہر میجسٹی جنابہ ملکہ معظمہ میری صاحبہ قیصر ہند دامت اقبالہا



In sorrow and sympathy my thoughts fly across the seas to my Sisters in India that beautiful Land which I have twice visited and love so well. I send you this to do honour to a very brave Soldier of the Empire who died for you and for us in the glorious fight for truth and freedom against tyranny and broken faith.

Mary R. I.

MURARI ART PRESS, DELHI

ہیں اس بات کو دیکھیں کہ اس کا نام بھولا نہ جاتے۔ رسالدار معزالدین خاں ۳۴ پونا ہارس تیسری چھٹی جو بطور تعزیت کے انکی بیوہ کو ملی وہ حسب ذیل ہے۔

میں اپنے شکر گذار لوگوں کے ساتھ ایک باہمت ہستی کی یادگار میں جو دوسروں کے لئے جنگ عظیم میں کام آئی اس کی تعزیت کی چھٹی تمہارے پاس بھیجنے میں شامل ہوتا ہوں۔ فقط

دستخط شہنشاہ جارج آر۔ آئی

بکنگھم پالیس ۸ رجنوری ۱۹۱۵ء

بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ نے نہایت افسوس کے ساتھ اس حادثہ کو سنا ہے جو آپ کو اور تمام افواج ہندوستان کو برداشت کرنا پڑا بوجہ رسالدار معزالدین خاں ۳۴ پونا ہارس کی موت کے جو شاہی ملازمت میں واقع ہوئی مجھے حضور بادشاہ سلامت کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ کے اس غم میں سچی ہمدردی آپ کے ساتھ ظاہر کروں فقط

دستخط سٹیم فورڈھم پرائیویٹ سیکرٹری حضور شہنشاہ سلامت

حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کی جانب سے جو چھٹی موصول ہوئی وہ ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

منجانب ہزایکسلنسی جنابہ لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ سی۔ آئی۔ زوجہ محترمہ حضور لارڈ چیلمسفورڈ صاحب بہادر بالقابہ والسرائے ہند۔

بنام مساۃ جنت بانو بیوہ

حسب الحکم حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند میں آپ کو اطلاع دیتی ہوں کہ جنابہ ممدوح کو آپ کے بہادر خاوند رسالدار معزالدین خاں صاحب مرحوم پونا ہارس کے انتقال پُرملال کا حال سنکر سخت قلق ہوا ہے اس صدمہ کی وجہ جو ہمدردی حضور ملکہ معظمہ کو آپ کے ساتھ ہے اسے عملی طور پر ظاہر کرنیکی غرض سے ملکہ ممدوحہ نے اپنی تصویر مع ذیل کے شفقت آمیز پیغام تعزیت

عبدالغفور خان کو جمعدار ہونے کے بعد تمغہ کراس آف دی آرڈر آف سینٹ جارج ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۴ء کے معرکہ کے صلہ میں عطا ہوا تھا اس وقت ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے مگر اس دلیر اور بہادر شخص نے اپنی جان کی کوئی پروانہ کی اور اوراق تاریخ میں اپنی دلیری کا ثبوت باقی چھوڑ گیا۔"

ذکر جیون خان صوبیدار بہادر احمدان دولت خانی

موضع چوڑی علاقہ بیگہ کے رہنے والے ہیں یہ پلٹن نمبر ۱۰۲ بمبئی گرینیڈیر میں ملازم ہوئے بتدریج ترقی کرتے ہوئے صوبیداری کے عہدے تک پہنچے یہ شیر دل صوبیدار جس پلٹن میں نوکر تھے اس میں چند ہی قائم خانی ملازم تھے اسلئے کہ ان کی پلٹن میں کوئی قوم بند کمپنی نہ تھی انھوں نے جو کچھ اس پلٹن میں فائدہ اٹھایا اور بہادری حاصل کی وہ تنہا ان کے قوت بازو کا سبب ہے یہ ان ہی کی مستعدی اور جانفشانی و بہادری کا نتیجہ ہے جو اس پلٹن میں اسی قوم کے نام سے کمپنی قائم ہوئی انکی پلٹن بھی جنگ عظیم میں شامل ہوئی تھی یہاں سے جہاز میں سوار ہوکر بندرگاہ عدن اُتری اور حدیدہ وکامران کے اطراف میں مختلف مقامات پر لڑتی رہی بنلوس کے فرنٹ پر جیون خاں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے بتاریخ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۸ء میں جیون خان کو تمغہ ملٹری کراس عطا ہوا عدن فیلڈ فورس حدیدہ کامران کے پاس دوبارہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۸ء میں ایک حملہ شدید ہوا اور اس میں بھی جیون خان صوبیدار نے نمایاں بہادری دکھائی اس کے صلہ میں بھی اسی سنہ میں انکو دوبارہ تمغہ ملٹری کراس ملا اب ان کو ہر دو تمغوں کے صلے میں پچاس روپے ماہانہ ملتے ہیں۔ اور چھ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر کے لئے گورنمنٹ سے حکم ہوا تھا جسکے ملنے کے لئے ضلع حصار میں ابتک کارروائی جاری ہے فی الحال خزانہ ضلع حصار سے چھ سو روپیہ سالانہ زمین کے معاوضہ میں ملتے ہیں اور پچاس روپئے ماہانہ تمغہ جات ان کے خاندان میں تین پشت تک ملتے رہینگے یہ بھی اس قوم کے لئے فخر کی بات ہے کہ ۱۹۱۹ء میں جیون خاں

بوقت صلح کانفرنس لنڈن گئے تھے اور شہنشاہ معظم جارج پنجم نے اپنے دست خاص سے جیون خاں کے سینہ پر تمغہ آویزاں کیا یہ جیون خاں صوبیدار سردار بہادر اس وقت پنشن پاتے ہیں یہ سردار بہادر بہت سمجھدار اور شائستہ مزاج وملنسار اور سچے اور سیدھے انسان ہیں اور چہرے سے بہادری کے آثار نمایاں ہیں"۔ اب اپنے وطن میں اقامت گزیں ہیں۔

اب میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ ۳۴ پونا ہارس کے اسکواڈرن قائم خانی اور ۳۲ لایٹ کیولری کے اسکواڈرن قائم خانی کے مقتولین وزخمی سپاہیوں اور جو بیماری سے فوت ہوئے ونیز جہاں جہاں وجن جن ممالک میں یہ اسکوارڈرن برسرپیکار رہے ہیں اور دیگر اسپیریلوں وپلٹنوں کے ملازمین کو نقصان پہونچا یعنی یورپ بمقام فرانس۔ عراق عرب وفلسطین کی طرف لڑائی میں شریک رہیں اونکے بھی مقتولین وغیرہ کے نام فہرست کے ذریعہ سے بتادوں اور جن افسروں وسپاہیوں کو بہادری کے صلہ میں تمغہ جات وجنگی انعامات عطا ہوئے ہیں وہ بھی اس فہرست میں ظاہر کردوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ اس قوم نے جنگ عظیم میں کیسی جانبازیاں کیں ہیں اور سرکار عظمت مدار انگلشیہ کے ساتھ اس قوم کی جانبازی کا تعلق کس درجہ گہرا رہا ہو جس کا پاس ولحاظ سرکار عظمت مدار کے لئے ہمیشہ ضروری اور بقائے سلطنت کا ضامن ہے۔

فہرست اُن اشخاص کی جو بہمراہی رسالدار معزالدین خاں ۴ ۲ رنومبر ۱۹۱۴ء کو بمقام فرانس ۳۴ پونا ہارس اسکوارڈرن کے قائمخانی زخمی ہوئے اور کام آئے

نام	مقتول یا زخمی	قوم	سکونت
سوار بھورے خاں	مقتول	ہتھیار خانی	موضع شیخ سر
سوار عبداللہ خاں	″	ایلمان حمید خانی	″ بامنواس
سوار اشرف خاں	″	سلیم خانی	″ موضع تھیلاسر

{فہرست اُن اشخاص کی جو ۴ر نومبر ۱۹۱۴ء کو زخمی ہوئے}

دفعدار امام علی خاں	زخمی	ایلمان حمید خانی	موضع جھا نجوت
سوار نیاز محمد خاں	زخمی	ایلمان حمید خانی	" جھانجوت
سوار صفدر خاں	زخمی	ایلمان حمید خانی	" جھانجوت
سوار عبداللہ خاں	زخمی	ایلمان	" سرپاسر
سوار وارث خاں	زخمی	نرین داس	" دھن کولی

{دوسرا معرکہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۴ء کا جس میں خود رسالدار معزالدین خان کام آئے}

رسالدار معزالدین خاں	مقتول	ایلمان حمید خانی	موضع باسنواس
لیس دفعدار مقرب خاں	مقتول	داراب خانی	" لادوسر
سوار مقرب خاں	مقتول	داراب خانی	" لوزان
سوار بڑدی خاں	مقتول	مظفر خانی	" بباہو
سوار اکبر خاں	مقتول	ایلمان	" ہمیر خاں کا باس
سوار قطب الدین خاں	مقتول	بھوان	" جھولری
سوار بھورے خان	مقتول	ایلسان	" سیکر
سوار امان اللہ خان	مقتول	ایلمان حمید خانی	" باسنواس
سوار عبدالرحمٰن خان	مقتول	جیوان	" کیڈ
سوار[۵۱] معین الدین خان۔	مقتول	پنوار	" سنگھانہ

[۵۱] یہ سپاہی مثلاً پنوار سادات قوم ناغڑ، وغیرہ قائم خانی نہ تھے مگر چونکہ قائم خانیوں کے نام سے شریک ہوئے تھے اسلئے انکی فوجی خدمات کو ترک کرکے نظر انداز کردینا خلاف سمجھا گیا اور غیرت قومی کے بھی منافی تصور کیا گیا ۱۲ منہ

{فہرست ان اشخاص کی جو ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو زخمی ہوئے}

جمعدار فیض محمد خاں	زخمی	الیمان حمید خانی	موضع بامنواس
دفعدار شہزاد خاں	زخمی	بینوار	〃 سنگھانہ
دفعدار غلام محی الدین خان	زخمی	افغانان ناغڑ	〃 اسلام پور
دفعدار تاج محمد خان	زخمی	داراب خانی	〃 نوان
سوار الٰہی بخش خان	زخمی	چوہان	〃 بامنواس
سوار عنایت علی خان	زخمی	الیسان	〃 بڑسی
سوار بھورے خان	زخمی	مظفر خانی	〃 بساہو
سوار غفور خاں	زخمی	بھوان	〃 دھاملاواس

{فہرست ان اشخاص کی جو مختلف مقامات علاقہ فرانس میں ۱۹۱۷ء میں کام آئے}

سوار منو خان	مقتول	مظفر خانی	موضع چین پورہ
سوار الٰہی بخش خاں	مقتول	الیمان حمید خانی	〃 جھانجوت

{وہ اشخاص جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۷ء تک مختلف مقامات علاقہ فرانس میں زخمی ہوئے}

جمعدار انو خاں	زخمی	الیمان	موضع بڑاؤ
سوار سلیمان خان	زخمی	احمدان	〃 بھولری
جمعدار تاج محمد خان	زخمی	داراب خانی	〃 نوان
دفعدار کریم بخش خان	زخمی	داراب خانی	〃 نوان
دفعدار مصطفےٰ خان	زخمی	نامعلوم	〃 نامعلوم
دفعدار نذر محمد خاں	زخمی	داراب خانی	〃 بھیم سر
دفعدار انو خاں	〃	مظفر خانی	〃 بساہو

سوار ہدایت علی خاں	زخمی	اسمٰعیل خانی	موضع جاباسر
سوار غلام رسول خاں	زخمی	الیمان حمید خانی	" جھابجوت
سوار عظیم الدین خان	زخمی	مظفر خانی	" دھنوری
سوار جوانمردی خاں	زخمی	الیمان	" جواہر پورہ۔

{ فہرست اُن اشخاص کی جو فرانس میں بیماری سے فوت ہوئے }

رسالدار عیسٰی خان	الیمان حمید خانی	موضع جھابجوت
رسالدار عبدالغفور خاں	ایضاً	" مینڈ پور
سوار کالے خاں	داراب خانی	" دھنوری
سوار علیم الدین خان	مظفر خانی	" لادوسر
سوار علیم الدین خان	"	" بساہو
سوار رحیم داد خاں	بھوان	" جھولری
سوار شکور خاں	الیمان	" ہمیر خان کا باس
سوار بہاؤ خان	الیمان	" ہمیر خاں کا باس
سوار عبداللہ خاں	الیمان حمید خانی	" بامنواس
سوار کریم بخش خاں	داراب خانی	" دھنوری
کوتہ دفعدار محبوب خاں	بھوان	" دھاملاواس
سوار صبدل خاں	بھوان	" دھاملاواس
سوار کریم بخش خاں	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
سوار عطا محمد خاں	سادات	" مستر پورہ
دفعدار کالے خاں	احمدان دولت خانی	" اٹاوتہ

بمقام فلسطین رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس کے ۱۹۱۸ء میں مقتول ہوئے

سوار غلام رسول خاں	مقتول	الیمان حمید خانی	موضع جھابخوت

بمقام فلسطین ۳۴ پونا ہارس ۱۹۱۸ء کے زخمی حسب ذیل ہیں

لیس دفعدار عبدالکریم خاں	زخمی	جیوان	موضع کیڈ
سوار فیض محمد خاں	زخمی	الیمان	؍؍ کنڈل
سوار خورشید علی خان	زخمی	عیسیٰ خانی	؍؍ دھالاواس

بمقام فلسطین جو بیماری سے ۱۹۱۸ء میں فوت ہوئے

سوار شہزاد خاں	الیمان حمید خانی	موضع بامنواس

نمبر ۳۳ لائیٹ کیولری جب عراق عرب میں داخل ہوئی تو فوراً مقابلے شروع ہوئے اور اس رجمنٹ کا اخیر تک اکثر دست بدست مقابلہ ہوتا رہا یہ رجمنٹ جہاں پر لڑ رہی تھی اس نے بہت ہی بہادرانہ کام کیا خاصکر اس فوج کے کمانڈنگ بردن صاحب بہادر جب فوج کا حملہ دشمن پر ہوتا تھا۔ تو اسکواڈرن قائم خانی کو آگے رہنے کا حکم دیتے تھے اور پسپائی کے وقت جب فوج لڑتی ہوئی ہٹتی تھی تو قائم خانی اسکواڈرن کو پیچھے رہنے کا حکم ہوتا تھا اسلئے قائم خانی اسکواڈرن کے اشخاص زیادہ مقتول بہت ہو نظر آئیں گے تاریخ ۸ ر مارچ ۱۹۱۵ء کے معرکہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ یہ اسکواڈرن دشمن کے بیچ میں آگیا اور انکے افسر لفٹنٹ کرنل اسٹاک[۱] صاحب نے چاہا کہ کسی ترکیب سے اسکواڈرن کو دشمن کی زد سے بچالیں کیونکہ دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی مگر کوئی بات بن نہ پڑی خود اسٹاک صاحب بہادر شدید زخمی ہوئے۔

[۱] اسٹاک صاحب بہادر موضع جھابخوت میں مع اپنی میم صاحبہ کے سنہ ۱۹۱۹ء میں تشریف لائے جب انکا اردلی بہادر خاں ہندوستان میں آکر فوت ہوگیا تو اسکی تعزیت کیلئے جھابخوت تشریف لائے میم صاحبہ نے بہادر خاں کی بیوی اور پسماندوں کو تشفی دی اور اپنی ذات سے انکی بیوی کی پنشن مقرر کردی اور بھی مواضعات بامنواس اٹاوے کے سوا گوٹھڑے جمعدار قطب الدین خاں کی تعزیت کیلئے بھی گئے تھے ۱۲ منہ

رسالہ نمبر ۳۳ کیولری اسکواڈرن قائم خانی کے مقتولین حسب ذیل ہیں جو سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک مختلف معرکوں میں کام آئے

جمعدار قطب الدین خاں	مقتول	افغان ناغڑ	موضع گوٹھڑا
سوار تاج محمد خاں	"	الیمان حمید خانی	" باسنواس
سوار شمس الدین خاں	"	"	" باسنواس
لیس دفعدار دوست محمد خاں	"	الیمان حمید خانی	" باسنواس
سوار شہامت خاں	"	"	" جھابجوت
سوار برہان الدین خاں	"	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
سوار سعد اللہ خاں	"	ہتھیار خانی	" شیخ سر
لیس دفعدار محمد یوسف خاں	"	کبیر خانی	" پیپلی
لیس دفعدار مظہر علی خاں	"	بھوان	" جھولری
لیس دفعدار حق داد خاں	"	کبیر خانی	" بیپلی
سوار ضیاء الدین خاں	"	احمدان دولتخانی	" کھنڈیلہ
سوار فرید خاں	"	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
سوار بشارت خاں	"	بھوان	" جھولری
سوار امین خاں	"	داراب خانی	" لوان
دفعدار افضل خاں	"	الیمان حمید خانی	" گانگیاسر
سوار نبی بخش خاں	"	الیمان حمید خانی	" تھابجوت
سوار اشرف خاں	"	الیمان	" چیلاسی
لیس دفعدار امداد علی خاں	"	بھوان	" کیڈ
دفعدار امام علی خاں	"	الیمان	" کھڈانو
سوار علیم الدین خاں	"	احمدان ہاتھی خانی	" پیسلانی

۱۵۷ اس معرکہ ۸ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء میں جمعدار قطب الدین خاں ناغڑ بہت ہی دلیری کے ساتھ اپنے ہمراہی قائم خانیوں کو لئے ہوئے

سوار بھورے خاں	مقتول	احمدان فتح خانی	موضع کڑولی
سوار گھاسی خاں	"	احمدان ہاتھی خانی	" پیلانی
سوار احسان علی خاں	"	بھوان	" جھولری
سوار عبدالکریم خاں	"	داراب خانی	" قائم سر
سوار ممتاز علی خاں	"	بھوان	" جھولری
سوار رستم خاں	"	داراب خانی	" نواں

رسالہ نمبر ۳ لایٹ کیولری اسکوارڈن قائم خانی کے زخمی حسب ذیل ہیں
(از ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۶ء)

جمعدار امین خان	زخمی	مظفر خانی	موضع دہنوری
لیس دفعدار سکندر خاں	"	الیمان حمید خانی	" جھانجوت
سوار کالے خاں	"	الیمان حمید خانی	" جھانجوت
سوار نور محمد خاں	"	الیمان حمید خانی	" بامنواس
سوار کالے خان	"	بھوان	" جھولری
سوار صیدل خان	"	مظفر خانی	" قائم سر
سوار نور محمد خاں	"	احمدان	" چوڑی
سوار عبداللہ خاں	"	الیمان حمید خانی	" بامنواس
سوار عیوض خاں	"	الیمان	" کڈوانہ
سوار رستم خاں	"	الیمان	" کھوڈانو
سوار لادو خاں	"	مظفر خانی	" بیری
سوار گلاب خاں	"	الیمان	" بڑاؤ
دفعدار محمد یوسف خان	"	الیمان حمید خانی	" مین پور

سوار امین خاں	زخمی	اسمٰعیل خانی	موضع جاباسر
سوار رستم خان	زخمی	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
دفعدار امام الدین خاں	"	الیمان	" بڑاؤ
سوار فرید خان	"	مجاہد خانی	" بہادر

چار نمبر کیولری و گنگا رسالہ امپیریل بیکانیر و دوسری امپیریلیوں و نیز متفرق رسالوں کے قائم خانی مقتولین و مجروحین وغیرہ کی فہرست حسب ذیل ہے

ذکر عبداللہ خاں الیمان حمید خانی

یہ عبداللہ خاں امپیریل کیمل کور گنگا رسالہ بیکانیر میں صوبیدار تھے یہ رسالہ بھی جنگ عظیم میں شریک ہوا تھا۔ اور فلسطین وغیرہ کے اطراف میں سرگرم کارزار رہا۔ عبداللہ خاں صوبیدار اپنی فوج کے ماتحت سپاہیوں کے ساتھ کسی موقع پر گشت کر رہے تھے دشمن نے چوطرف سے ان پر یکایک حملہ کر دیا اور عبداللہ خان صوبیدار اس مقام پر بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا بہت سے دشمنوں کو مار کر جان بحق تسلیم ہوا۔ انکے ہمراہیوں میں سے بھی کئی آدمی مقتول ہوئے لیکن ہمکو ان سب مقتولین کے نام ہم نہ پہونچ سکے جنکا پتہ چل سکا اُن بہادروں کے نام درج کئے جاتے ہیں صوبیدار عبداللہ خاں کی بیوہ معقول پنشن پاتی ہیں؛

فہرست مقتولین گنگا رسالہ بیکانیر

صوبیدار عبداللہ خاں	مقتول	حمید خانی	موضع بیٹھوسر کیمل کور بیکانیر
سوار وارث خاں	مقتول	ملکان	موضع مگلونہ گنگا رسالہ بیکانیر
سوار الف خاں	مقتول	داراب خانی	موضع دہنوری گنگا رسالہ بیکانیر
سوار ضیاء الدین خاں	مقتول	داراب خانی	موضع نواں گنگا رسالہ بیکانیر

فہرست مقتولین ومجروحین چار نمبر کیولری

جمعدار مظفر الدین خاں[۵۱]	مقتول	مرزا	ساکن لوہارو چار کیولری
سوار جمال خاں	مقتول	زین دان	ساکن لوہارو چار کیولری
سوار عالم علی خاں	زخمی	طاہر خانی	ساکن کچامن چار کیولری
رسالدار مشرف خاں	زخمی	الف خانی	ساکن سقھیانہ چار کیولری

متفرق مقتولین کی فہرست

سوار افضل خاں	مقتول	داراب خانی	موضع دہنوری رسالہ نمبر ۱۶
سوار علاؤالدین خاں	مقتول	ہاتھی خانی	موضع جیسوا۔ فرسٹ لانسرز امپریل حیدرآباد دکن
کلرجولدار رحمن خاں	مقتول	احمدان فتح خانی	قصبہ فرخ نگر علاقہ سرکار نظام پلٹن ۹۷
محمد بخش خاں	بیماری سے فوت ہوئے	الیمان حمید خانی	موضع باسنواس ٹرانسپورٹ جیپور

ابھی سنا گیا ہے کہ رسالہ نمبر ۱۷ کا ایک معرکہ سرحدی مقام پر پشاور سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تاریخ ۹ اگست سنہ ۱۹۳۰ء کو آفریدیوں سے ہوا اور تین شخص قائم خانی اسکواڈرن کے کام آئے اور باقی رسالہ میں خیریت رہی ان خیر خواہانِ گورنمنٹ کے بہادروں کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

جمعدار رحیم بخش خاں	ہاتھی خانی	موضع پلانی
دفعدار عبدالکریم خاں	عیسیٰ خانی	موضع دھاملاواس
سوار نور محمد خاں	حمید خانی	موضع جھابخوت

[۵۱] یہ جمعدار صاحب ہز ہائنس نواب صاحب لوہارو کے عزیزوں میں تھے اور قائم خانیوں کے اسکواڈرن میں جمعداری سے بھرتی ہوئے تھے۔ بہادری کے ساتھ لڑے اور قطب عمارہ کے قریب کام آئے۔

رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس کے قائم خانیوں کو جو تمغہ جات عطا ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

رسالدار عبدالغفور خاں حمید خانی	کراس آف دی آرڈر آف سینٹ جارج
رسالدار انو خاں ایلسان	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
رسالدار تاج محمد خاں داراب خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
رسالدار امیر خاں ایلمان	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
جمعدار انو خاں مظفر خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
دفعدار عبدالکریم خاں جیوان	آئی۔ او۔ ایم
دفعدار نذر محمد خاں داراب خانی	کراس آف دی گیر
سوار[۵۷] عبداللہ خاں حمید خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
سوار قاسم علی خاں اسمٰعیل خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم

---

[۵۷] پرچہ نمبر ۱ وکٹوریہ کراس جو دہلی سے شائع ہوتا ہے ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء کے پرچہ میں سوار عبداللہ خاں حمید خانی ساکن بامنواس کی حسب ذیل کیفیت درج کرتا ہے:۔

۲۴ نومبر ۱۹۱۴ء کو کپتان گریم شاہ صاحب کی کمان میں نمبر ۳۴ پونا ہارس کی ایک ڈیٹاچمنٹ نے فیروزپور بریگیڈ کے کچھ مورچوں کی نگرانی کرنی شروع کر دی دوسرے دن صبح کے چار بجے معلوم ہوا کہ دشمن نے انگریزی پشتوں تک خندق کھدوا ڈالی ہے اور بچاؤ کے پشتے میں آٹھ فٹ چوڑا سوراخ بھی کر دیا ہے جب اجالا ہوا تو کپتان گریم شاہ صاحب اس سوراخ کا ملاحظہ کرنے لگے اس سوراخ کی حفاظت کے لئے لفٹنٹ فرانک ایلکزنڈر دی پاس صاحب کی کمان میں ایک ٹولی پہرا دے رہی تھی۔ دشمن کی دیکھ بھال کرنے کے لئے کچھ جوان بلائے گئے سنتے ہی سوار عبداللہ خاں آگے بڑھا اور دشمن کی دیکھ بھال کرنے کے لئے چھاتی کے بل جانے کے لئے تیار ہو گیا واپسی پر اس نے یہ خبر دی کہ دشمن نے انگریزی مورچوں کے دس گز کے فاصلے پر پشتے اور سینے پناہ کھڑے کر لئے ہیں سوار عبداللہ خاں لفٹنٹ ڈی پاس صاحب کی ٹولی میں تھے انھوں نے بھی اپنی بہادری کے دکھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اس لئے انکو انڈین ڈسٹنگوشٹ سروس میڈل عطا کیا گیا ۱۲ منہ

نمبر ۳ لائیٹ کیولری اسکوارڈرن قائمخانی کے حسب ذیل اصحاب کو تمغہ جات عطا ہوئے ہیں

رسالدار میجر علاءالدین خاں ہاشمی خانی	آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم
رسالدار ہدایت علی خاں جیوان	آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم
رسالدار محمد یوسف علی خاں حمید خانی	آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم
رسالدار مظہر علی خاں سعید خانی	آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم
جمعدار عالم علی خاں حمید خانی	آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم
دفعدار اسماعیل خاں حمید خانی	آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم
دفعدار سعد اللہ خاں مظفر خانی	آئی ۔ او ۔ ایم
سوار سعد اللہ خاں ہشیار خانی	آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم

نمبر ۳ پونا ہارس اسکوارڈرن قائمخانی کے حسب ذیل اشخاص کو جنگی انعام[1] عطا ہوا ہے

رسالدار سعد الدین خاں الیمان حمید خانی	رسالدار عیسٰی خاں الیمان حمید خانی
رسالدار عبد الغفور خاں الیمان حمید خانی	دفعدار امام علی خاں الیمان حمید خانی
رسالدار تاج محمد خاں داراب خانی	دفعدار صیدل خاں اسمٰعیل خانی
رسالدار کالے خان الیمان	لیس دفعدار فیروز خاں الیمان حمید خانی
رسالدار انو خاں الیمان	دفعدار عبد الکریم خاں جیوان کیڈ کو سات روپے دس آنے ماہانہ جنگی انعام ملتا ہے ۔
رسالدار امیر خاں الیمان	

رسالہ نمبر ۱۱ اسکوارڈرن قائم خانی کے حسب ذیل اصحاب کو تمغہ جات عطا ہوئے

سوار فیض محمد خاں جیوان ۔ آئی ۔ ڈی ۔ ایس ۔ ایم	سوار عالم علی خاں حمید خانی ۔ آئی ۔ ڈی ایس ۔ ایم

---

[1] رسالداروں اور جمعداروں کو یہ جنگی انعام پنشن کے علاوہ دس روپے ماہوار ملتا رہے گا اور دفعداروں سپاہیوں کے پانچ روپے ماہانہ مقرر ہیں اور یہ انعام تین پشت تک انکے خاندان میں جاری رہے گا ۱۲ منہ



جناب رسالدار تاج محمد خانصاحب داراب خانی رسالہ نمبر ۱۸

نمبر ۳۲ لائٹ کیولری اسکواڈرن قائمخانی کے حسب ذیل اشخاص جنگی انعامات سے مستفید ہوئے ہیں

رسالدار محمد یوسف علی خاں ایلمان حمید خانی
دفعدار ہدایت علی خاں اسمٰعیل خانی
دفعدار اسمٰعیل خاں الیمان حمید خانی
دفعدار یعقوب خاں جیوان
لیس دفعدار محمد یوسف خاں کبیر خانی
سوار سعد اللہ خاں ہتھیار خانی

متفرق رسالوں اور پلٹنوں کے ملازمین کو جو تمغہ جات و جنگی انعامات عطا ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں

صوبیدار جیون خاں احمدان دولت خانی پلٹن نمبر ۴ ببئی گرینڈ اپر ڈبل ملٹری کراس جس کے ماہانہ پچاس روپیے ملتے ہیں اور جنگی انعام چھ سو روپے سالانہ کی آمدنی کی زمین کے لئے ضلع حصار میں کارروائی جاری ہے۔

رسالدار سعادت خاں عیسٰی خانی تمغہ آرڈر آف برٹش انڈیا رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب
دفعدار شاہ دل خاں حمید خانی تمغہ آرڈر آف میرٹ و جنگی انعام پاتے رہے رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب
سوار علاؤالدین خاں ہاشمی خانی جنگی انعام ریاست کی طرف سے زمین مقام ضلع نگر میں عطا ہوئی رجمنٹ فرسٹ لانسر حیدر آباد امپریل

کلر حولدار رحمٰن خاں فتح خانی جنگی انعام ——— پلٹن نمبر ۹۷
جمعدار عبد الغنی خاں بھوان جنگی انعام ——— پلٹن نمبر ۱۲۲

ذکر تاج محمد خان رسالدار داراب خانی

جب جنگ ختم ہوگئی اور فوجیں ہندوستان میں آگئیں تو فوجوں میں تخفیف شروع ہوئی اور اکثر فوجیں کم کردی گئیں اور بہت سی فوجوں میں کئی قوموں کے اسکواڈرن کم کردیئے گئے یہ مسئلہ ۱۹۱۹ء میں شروع ہوا اور ۱۹۲۰ء میں ختم ہوگیا جب اس

قوم قائم خانی کے جنگی کارنامے گورنمنٹ کی نظر فیض اثر سے گذرے تو اس قوم کا ایک اسکواڈرن اور چار کمپنی[^۵۱] اور بھرتی ہونے کیلئے حکم دیا گیا اور لفٹنٹ کرنل کارنگی صاحب بہادر کو فوجی صیغہ سے حکم ہوا کہ چھ اور سات کیولری میں ایک اسکواڈرن قائم خانیوں کا بھرتی ہوگا اور آپ اسمیں جلدی کیجئے لفٹنٹ صاحب مذکور نے لفٹنٹ کرنل نول صاحب بہادر کو جھانسی لکھا کہ ایک ہوشیار اور کم سروس افسر کی ہمکو اسکواڈرن قائم خانی بھرتی کرنے کیلئے ضرورت ہے جلد بھیدیا جائے اسوقت ۳۳ و ۳۴ نمبر آپس میں ملی ہوئی تھیں لفٹنٹ کرنل نول صاحب بہادر نے رسالدار تاج محمد خان کو منتخب کیا یہ تاج محمد خاں رسالدار ۳۱ دسمبر ۱۹۲۱ء کو معہ دس سواروں و دو دفعداروں کے جھانسی سے روانہ ہوکر رسالپور پہنچے اور کرنل کارنگی صاحب بہادر کے پاس حاضر ہوئے کرنل صاحب بہادر نے اسکواڈرن کی بھرتی کے لئے بطور رکروٹنگ افسر کے تاج محمد خاں کو مقرر کیا اور اس اثنائے میں مشتاق خاں رجمنٹ نمبر ۸ نے معہ چالیس سواروں کے ان ہی کی سعی سے تبادلہ کی درخواست دی جو منظور کی گئی کمانڈنگ صاحب بہادر نے حکم دیا کہ آپ بلارم جاکر اس کی جانچ کرو کہ آیا یہ سپاہی قوم قائم خانی سے ہیں یا نہیں تاج محمد خاں رسالدار نے بلارم پہنچکر شیٹ رول کی جانچ کرکے رپورٹ کی کہ رسالدار مشتاق خاں کے ماتحت سوار وغیرہ سب قوم قائم خانی سے ہیں پھر تاج محمد خاں رسالدار پونا گئے وہاں پر مشرف خاں رسالدار و عظیم خاں جمعدار کو معہ تہتر سواروں کے نمبر چار کیولری سے لائے اور اسکواڈرن پورا تیار ہوگیا جس پر کرنل کارنگی صاحب بہادر نے اظہار خوشنودی فرمایا اب اس رسالہ کا نمبر ۱۸ ہے اور تاج محمد خاں اسی رسالہ میں رسالدار موجود ہیں اس کے بعد نمبر ۳۳ کیولری و ۳۴ پونا ہارس کو ملاکر نمبر ۱۷ کردیا گیا اور ۳۳ و ۳۴ پونا ہارس کے فالتو سپاہیوں کو نمبر ۲۷ لائٹ کیولری سے لیکر نمبر ۱۶ کردیا گیا اور ۶ و ۷ کیولری ملاکر نمبر ۱۸ کردیا گیا اس وقت قائم خانیوں کے تین اسکواڈرن نمبر ۱۶ و ۱۷ و نمبر ۱۸ موجود ہیں بہرحال یہ اس قوم کی مستعدی اور جانبازی[^۵۲]

---

[^۵۱]: پلٹن نمبر ۱/۴ و ۲/۴ و ۳/۴ و ۴/۴ ۱۲ منہ

[^۵۲]: رسالدار تاج محمد خان نے جنگ عظیم میں بھی کارنمایاں کئے ہیں اور اکثر رجمنٹل آرڈرس میں انکا ذکر تحسین موجود ہے ۱۲ منہ

اور دلیری کا نتیجہ ہے کہ گورنمنٹ کے فوجی صیغے میں اس قوم کی ترقی ہوئی قوم قائم خانی کو اس کے بعد بھی گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور اس قوم کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی مدد کے لئے ہمیشہ ہر طرح سے تیار رہے۔

[ذیل میں ان انڈین افسروں کی فہرست درج کی جاتی ہے جو قوم بندی سے پہلے اور قوم بندی کے بعد ہوئے ہیں ؎]

خاندان نواب زین الدین خاں

رسالدار میجر حمید خاں	چولنگا	ملکان	جودھپور امپیریل
رسالدار بلند خاں	کھاریا	پھاڑان	جودھپور امپیریل
رسالدار بہادر خاں	ڈیڈوانہ	غوران	جودھپور امپیریل
جمعدار ممدو خاں	ڈیڈوانہ	چانان	جودھپور امپیریل
رسالدار محمد عظیم خاں	کھاریا	پھاڑان	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار کریم خاں	بیری	ملکان	پلٹن نمبر ۴۳
رسالدار واحد علی خاں	..	زنیدان	فسٹ لانسر حیدرآباد دکن
جمعدار امام الدین خاں	کھتواڑی	زنیدان	فسٹ انفنٹری جے پور

خاندان نواب جبر الدین خان

لفٹنٹ غلام غوث خاں	کیڈ	جبوان	امپیریل فسٹ لانسر حیدرآباد دکن
رسالدار میجر قمر الدین خاں	کیڈ	جبوان	فسٹ لانسر حیدرآباد دکن
رسالدار ہدایت علی خاں	کیڈ	جبوان	رسالہ ۳۳ کیولری
رسالدار داؤد علی خاں	کیڈ	جبوان	رسالہ نمبر ۴ کیولری
رسالدار ضابط خاں	کیڈ	جبوان	نمبر ۳ کنٹجنٹ حیدرآباد دکن
جمعدار نذیر الدین خاں	کیڈ	جبوان	سنٹرل انڈیا ہارس
جمعدار مظفر الدین خاں	لوہارو	مرزا	۴ کیولری

جمعدار رستم خاں	کیڈ	جیوان	نمبر ۳ کنٹجنٹ حیدر آباد دکن
جمعدار واجد علی خاں	کیڈ	جیوان	نمبر ۴ کیولری
جمعدار عبداللہ خاں	رام گڑھ	جیوان	۱۵/۴ بمبئی گرینڈیر
صوبیدار فرید خاں	اڑاونہ	جیوان	پلٹن نمبر ۲/۴
صوبیدار کرم بخش خاں	اڑاونہ	جیوان	پلٹن نمبر ۴۳
جمعدار محمد بخش خاں	اڑاونہ	جیوان	پلٹن نمبر ۱/۴ بمبئی گرینڈیر
صوبیدار بھورے خاں	بھاٹی واڑ	جیوان	پلٹن نمبر ۱۰۸
جمعدار ڈلاور بخش خاں	کھیڑی	جیوان	،،
جمعدار عبدالحکیم خاں	کیڈ	جیوان	جے پور لانسرز
جمعدار عبدالرحمن خاں	کیڈ	جیوان	جے پور لانسرز

خاندان نواب محمد خاں

رسالدار سعادت خاں	دھاملاواس	عیسیٰ خانی	رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب
رسالدار تاج محمد خاں	نوان	داراب خانی	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار حیات محمد خاں	پیپلی	کبیر خانی	رسالہ نمبر ۸
رسالدار محمد مشتاق خاں	پیپلی	کبیر خانی	رسالہ نمبر ۱۸
رسالدار محمد سادل خاں	پیپلی	کبیر خانی	رسالہ نمبر ۳۸
جمعدار محمد جمیل خاں	دھاملاواس	عیسیٰ خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
جمعدار فرزند علی خاں	دھاملاواس	عیسیٰ خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
جمعدار رحمت خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۶ کیولری
جمعدار چاند خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۸ کیولری
رسائیدار ولی محمد خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۲ کیولری
جمعدار محمد اسماعیل خاں	جھولری	بھوان	پلٹن نمبر ۲۲

رسالدار دوست محمد خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۷ اپونا ہارس
جمعدار باگے خاں	کولنڈہ	،،	رجمنٹ ۲/۴ بمبئی گرینڈیر
صوبیدار عطا محمد خان	جھولری	بھوان	پلٹن ۲/۴ ،، ،،
رسالدار ظہور علی خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۱۲ لائیٹ کیولری
جمعدار اشرف علی خان	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار عبدالغنی خاں	جھولری	بھوان	پلٹن نمبر ۱۲۲
صوبیدار عبدالغنی خاں	گڑھی	بھوان	پلٹن نمبر ۱۲۲
جمعدار فیض محمد خاں	لاڈنوں	ہتھیار خانی	پلٹن نمبر ۱/۴ بمبئی گرینڈیر
جمعدار الہ دین خاں	جھولری	بھوان	رجمنٹ ۳/۴ بمبئی گرینڈیر

خاندان نواب تاج خاں

رسالدار میجر علاؤالدین خاں	اڑاوتہ	ہاتھی خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
رسالدار میجر مشرف خاں	ستھانہ	الف خانی	رسالہ نمبر ۱۸
رسالدار میجر صفدر خاں	حسن سر	مظفر خانی	رسالہ سٹینسن ہارس
رسالدار محمد عظیم خاں	ستھانہ	الف خانی	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار عبداللہ خاں	ناواں	الف خانی	رسالہ نمبر ۱۸
صوبیدار عبداللہ خاں	اجمیر	دولت خانی	پلٹن نمبر ۱۰۸
صوبیدار سردار بہادر جیون خاں	چوڑی	دولت خانی	پلٹن نمبر ۱/۴ بمبئی گرینڈیر
جمعدار عمر خان	لاڈلوں	مظفر خانی	رسالہ نمبر ۲۸ کیولری
جمعدار امین خاں	دھنوری	مظفر خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار فرید خاں	دھنوری	مظفر خانی	پلٹن نمبر ۱۰۸
صوبیدار کجو خاں	لاڈنوں	دلاور خانی	پلٹن نمبر ۲/۴
جمعدار بھورے خاں	چوڑی	ہاتھی خانی	،،

جمعدار انو خاں	لبا ہو	منظفر خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
جمعدار علیم خاں	کسناؤ	الف خانی	رسالہ جودھپور امپیریل
جمعدار رحیم بخش خاں	پیلانی	ہاتھی خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
وردی میجر منوّر خاں	دھنوری	مظفر خانی	امپیریل سیکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
جمعدار بشارت علی خاں	دھنوری	مظفر خانی	امپیریل سکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
جمعدار زور آور خاں	دھنوری	مظفر خانی	فسٹ لانسرز امپیریل سروس حیدرآباد دکن
جمعدار ہادی خاں	علیم پور علاقہ اجمیر	دریا خانی	۱۰۴ پلٹن بمبئی گرینڈیر
جمعدار ضیاء الدین خاں	بھینجھری	دولت خانی	رسالہ نمبر ۱۸ کیولری

خاندان نواب مومن خاں

رسالدار رحم علی خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۵ پنجاب
رسالدار معز الدین خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار کریم بخش خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار فیض محمد خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار کالے خاں	بامنواس	الیمان	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
رسالدار عبد الغفور خاں	مین پور	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار عیسیٰ خاں	جھانجوت	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار محمد یوسف علی خاں	مین پور	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
رسالدار اسمٰعیل خاں	گڈانیہ	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
رسالدار امیر خاں	گھسیڈہ	الیمان	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار رن مست خان	گڈانیہ	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار ممتاز علی خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
رسالدار خان محمد خان	گڈانیہ	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس

رسالدار مظہر علی خاں	بڑسی	سعید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار قطب علی خاں	گوٹھڑہ	خاندان ناغوڑ	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار عالم علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار بہاؤالدین خاں	جھابجوت	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
جمعدار لال خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار محمد علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
جمعدار واحد علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
جمعدار احمد علی خاں	جھابجوت	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
صوبیدار امیر خاں	خانگ	ایلیان	پلٹن نمبر ۱۷
جمعدار وزیر خاں	سیکر	ایلیان	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
صوبیدار بہادر خاں	چورو	ایلیان	پلٹن نمبر ۴۳
صوبیدار عبداللہ خاں	بیتھوسر	ایلیان حمید خانی	امپیریل بیکانیر
رسالیدار نبی بخش خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	امپیریل سکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
لفٹنٹ محمد عثمان علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	امپیریل سکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
جمعدار رکن الدین خاں	بڑسی	سعید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
رسالیدار شہزاد خاں	قصبہ سگھانہ	پنوار	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار انو خاں [۵۱]	بڑاؤ	ایلیان	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس

[۵۱] ترجمہ اس چھٹی کا جو کہ کرنل بے۔ اے ییور ہیڈ صاحب ڈی۔ ایس۔ او نے رسالدار انو خاں صاحب آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم کو لندن سے مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۶ء کو لکھی

میرے پیارے رسالدار انو خاں صاحب

اس خط سے میں آپ پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی ان خدمات کا جو کہ آپ نے بحیثیت ایک انڈین افسر کے پونا ہارس میں سرانجام دی ہیں بہت ہی اچھا اعتراف کرتا رہا ہوں میں ہمیشہ آپ کو پہلا اور سب سے اول درجہ کا دوست سمجھتا رہا

جن سے میں ہمیشہ رجمنٹ کے معاملہ میں نیک صلاح لے سکتا تھا آپ جیسے راستباز اور صائب الرائے انڈین افسر کا ہونا ایک کمانڈنگ کے لئے بڑی خوش قسمتی کا باعث ہے اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میری کمانڈری کے دوران میں مجھے آپ کی اچھی خدمات میسر رہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ عنقریب رسالدار میجر ہو جائیں گے۔ آپ نے جو ثابت قدمی اور سرگرمی اپنے ادائے فرض میں دوران جنگ اور زمانہ امن میں دکھائی ہیں۔ ان کا پھل پائینگے آپ کو ضرور کوشش کرکے شہنشاہ معظم کے آرڈرلی افسروں کے ساتھ ولایت آنا چاہیے۔ تب میں آپ سے دوبارہ ملاقات کرنے کی توقع رکھونگا۔ میں آپ کی کامیابی اور اس قائم خانی اسکوارڈرن کی خوشحالی کے لئے دعا کرتا ہوں کہ جس کو آپ نے لائق بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ میں ہوں آپ کا سچا دوست

دستخط۔ جے۔ اے۔ میور ہیڈ صاحب ڈی۔ ایس۔ او۔

میں فوجی باب ختم کرتے ہوئے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ باوجودیکہ جنگ عظیم میں اس قوم قائم خانی نے کثیر نقصان اُٹھایا تاہم اپنی وفاداری کا پورا ثبوت دیا اور اب بھی گورنمنٹ آف انڈیا کی فوجی ملازمت کے لئے اس قوم کے نوجوانوں کی جماعت کی جماعت ملٹری سروس کے لئے اپنے اسکوارڈروں کی طرف جاتی ہوئی نظر آتی ہے اس سے ناظرین اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس قوم کے دل میں اب بھی گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت گذاری کی کس قدر تمنا موجود ہے چونکہ قدردان گورنمنٹ نے ان پر اپنی مہربانی اور پرورش کا سکہ جما دیا ہے اور اس قوم کے اسکوارڈرنوں میں اضافہ بھی کردیا ہے یہی وجہ ہے کہ قوم قائم خانی گورنمنٹ کی خیرخواہی کو اپنا فرض عین سمجھتی ہے خطہ شیخاواٹی وبیز جہاں جہاں یہ قوم آباد ہے بمشکل کوئی خاندان ایسا ملیگا کہ جس کا ایک یا دو آدمی گورنمنٹ کی فوجوں میں ملازم نہ ہو چونکہ اس مصنف کا بھی تعلق اسی قوم سے

ہے اس لئے میں اپنی قوم کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ قوم قائم خانی گورنمنٹ عظمیٰ برطانیہ کے لئے اپنی جان و مال سے ہمیشہ حاضر رہے اور جیساکہ جنگ عظیم میں اپنی وفاداری کا ثبوت اس قوم نے دیا ہے اسی طرح آئندہ بھی ہر موقع پر گورنمنٹ کی خیرخواہی کو اپنا فرض اولین تصور کرے اور جنگ کے موقع پر اپنے ہمقوم نوجوانوں کی بھرتی میں امداد دے اور رنگروٹوں کو فوج میں شرکت کیلئے ترغیب دلائی جائے اور اپنی نمک حلالی کے موقع کی منتظر رہے۔ بہرحال ہر طرح سے گورنمنٹ آف انڈیا کا ہاتھ بٹایا جائے کیونکہ اس قوم قائمخانی میں سپاہیوں کی کمی نہیں ہے اور خاصکر خطۂ شیخاواٹی میں یہ قوم بہ کثرت آباد ہے اس قوم کے لوگ ہمیشہ سے سپہ منش واقع ہوئے ہیں اور فوجی ملازمت انہیں مرغوب ہے اور یہ انکا قدیمی جوہر ہے اس لئے اس قوم کے نوجوان اشخاص ملٹری سروس کو بہ نسبت اور ملازمت کے ترجیح دیتے ہیں اور یہ انکی قومی حمیت کا ثبوت ہے زمانہ نے کئی کروٹیں بدلیں لیکن یہ قوم اپنی وضع کی پابند رہی اس میں ایک یہ بھی وجہ ہے کہ راجپوتانہ کے رہنے والے قائم خانی راجپوت ریاستوں کے تابع ہیں اور وہ شروع ہی سے ریاستوں اور ٹھکانوں میں ملازمت کرنے لگ جاتے ہیں اور اکثروں کو ریاستوں کی طرف سے جاگیرات بھی ملی ہوئی ہیں بہرحال انکی اوائل عمر سپاہیانہ حمیت میں گذرتی ہے اس لئے یہ اس پیشہ کے زیادہ پابند ہیں جسکی سند میں مورخ وقائع[۱] راجپوتانہ بھی یوں رقمطراز ہے:۔

جب سے شیخاوت ملک کے مالک ہوئے ہیں قائم خانی انکے ماتحت ہیں اور ہمیشہ بہادر اور وفادار بلاتعصب ثابت ہوئے ہیں ان کا مجموعہ کثیر سرکار انگریزی کی فوج بنگال بمبئی کنٹنجنٹ نظام میں نوکر ہے اور پانچہزار آدمی سر سالار جنگ بہادر وزیر حیدرآباد دکن کے پاس نوکر ہیں جس گاؤں میں قائم خانیوں کی آبادی ہے اس میں فوج سوارہ کے ہر درجے کے ملازم تمغے سینہ پر آویزاں کئے ہوئے نظر آتے ہیں اور شیخاواٹی کے برابر سواروں کی بھرتی کے واسطے ہندوستان میں اور کوئی ایسی سرزمین نہیں ہے۔ جہاں میں اسقدر قائم خانی مل سکیں۔

---

[۱] جلد اول صفحہ ۵۸۶-۱۲۰۱ء

گیارھواں باب (۱۱)

جاگیرداران علاقہ راجپوتانہ و مربعہ داران و سبوہ داران علاقہ انگریزی اور انکے علاوہ جن قائم خانیوں نے راجپوتانہ اور دیگر مقامات پر وخاص شیخاواٹی میں شیخاوت راجپوت ریاستوں کے مطیع ہونے کے بعد جو کارہائے نمایاں کئے ہیں اُنکے حالات سے بیان ہیں۔

راجپوتانہ میں کئی قسم کی جاگیریں ہیں ہم ان ہی جاگیرات کا ذکر کرینگے کہ جو ریاستوں اور ٹھکانوں کی طرف سے قائم خانیوں کو عطا ہوئی ہیں اور ان پر ان کا قبضہ چلا آرہا ہے یہ جاگیرات آٹھ قسم کی کہی جاتی ہیں۔

(۱) ایک جاگیر سرکٹی یا خون بہا کہلاتی ہے (۲) دوسری جاگیر بھوم یا بھوماوٹ کہی جاتی ہے (۳) تیسری جاگیر معافی یا انعام کہلاتی ہے (۴) چوتھی جاگیر نوکری کی ہوتی ہے (۵) پانچویں جاگیر زواد ہے (۶) چھٹی جاگیر پر ریکھ یا خراج مقرر ہے (۷) ساتویں جاگیر کوٹھڑی کی ہے۔ (۸) آٹھویں جاگیر کو نانکار کہتے ہیں۔

(۱) سرکٹی یا خون بہا اس زمین یا جاگیر کو کہتے ہیں کہ راجہ یا رئیس کی طرف سے کسی دشمن پر فوج کشی ہوئی اور اس موقع پر جنگ میں انکے ملازمین میں سے یا غیر ملازمین میں سے کوئی شخص مارا گیا یا شدید زخمی ہوا یا راج کی خیر خواہی میں کسی اور طریقے سے کام آیا ہو تو اُسکے معاوضہ میں زمین دیدیجاتی ہے اس جاگیر کو سرکٹی یا خون بہا کہتے ہیں ان خون بہا جاگیر نکے لئے نہ خراج ہے نہ نوکری ہے نہ اور کوئی لاگ ہے۔

(۲) جاگیر بھوم یا بھوماوٹ اُس جاگیر کو کہتے ہیں کہ اس جاگیردار کے قبضے میں پہلے چند گاؤں یا کثیر زمین تھی اور کسی وجہ سے اس پر راج کا قبضہ ہوگیا اور اسکی گذراوقات کے لئے کچھ زمین دے دی گئی اسکو بھوم یا بھوماوٹ کہتے ہیں اور بعض وقت اچھی خدمت کے صلہ میں بھی بھوم دیجاتی ہے مگر یہ امر شاذونادر ہوتا ہے اب اس پر راجپوتانہ کے رہنے والے اشخاص اعتراض کرینگے کہ جب ایسے موقع پر جاگیر دیجاتی ہے تو اس کو بھوم کیوں کہتے ہیں بھومیہ تو اُدے پورواٹی اور تورزاواٹی کے راجپوت

بھی کہلاتے ہیں جنکے بزرگوں نے اپنی تلوار کے زور سے وہ زمینیں قبضے میں کیں تھیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ دوسرے کی بخشی ہوئی زمین کو بھوم کہا جائے۔

یہ سچ ہے کہ ان راجپوت بھومیوں کے بزرگوں نے اس خطہ پر جس کا ذکر ہو رہا ہے بزور شمشیر اپنی طاقت سے قبضہ کیا تھا مگر انکے کثیر اولاد ہونے کی وجہ سے انکے خاندان میں زمین تقسیم ہوتے ہوتے اب انکے پاس تھوڑی تھوڑی زمین حصہ میں آرہی ہے اس لئے وہ بھومئے کہلاتے ہیں سنسکرت میں زمین کا نام بھومی ہے اور بھومی کا مخفف بھوم ہے اور بھوم کی جمع بھوماوٹ ہے تھوڑی زمین کو بھوم کہتے ہیں اس لئے اُن راجپوتوں کو بھومئے کہا جاتا ہے کہ جنکے قبضے میں بعض بعض مواضعات میں اس قدر زمین چلی آرہی ہے کہ ایک ایک گاؤں میں بیسیوں حصہ دار ہیں اور دے پور واٹی و تونرا واٹی کے بھومئے تو ریاست جے پور کو خراج ادا کرتے ہیں مگر جو بھوم ریاستوں کی طرف سے انکے ماتحتین کے قبضے میں ہے ان کو خراج و نوکری معاف ہے اور ہر لاگ سے وہ الگ تھلگ ہیں ؛

(۳) معافی یا انعام وہ جاگیر ہے کہ ریاست کی طرف سے بہت ہی مہربانی کے ساتھ کسی شخص کو دے دی گئی ہو اور اس پر کوئی خراج و نوکری وغیرہ نہیں ہے۔

(۴) جاگیر نوکری وہ جاگیر ہے کہ سو بیگہ زمین سے پانسو بیگہ تک جاگیر دار کو مع ایک گھوڑے کے سرکار میں نوکری ادا کرنی پڑتی ہے سوار و گھوڑے کے خورد و نوش کا سامان سرکار سے مقرر ہے یا اس کے معاوضہ میں نقد تنخواہ دیدیجاتی ہے

(۵) جاگیر زوادوہ جاگیر ہے کہ جس زمین کی رقم مقرر کردی گئی ہو یعنی روپیہ میں دو آنے۔ اور اس میں کسی وقت رد و بدل نہو گا۔ اس جاگیر دار کو بھی نوکری کی لاگ ہے پانسو بیگہ زمین پر مع ایک گھوڑے کے نوکری کرتا رہے گا اور زیادہ زمین ہے تو اسی حساب سے نوکری کرنی ہوگی سوار گھوڑے کے خورد نوش کا سامان اسکو بھی دیا جائیگا یا نقد تنخواہ دے دیجائے گی نوکری نہ کرنے کی صورت میں زوادی جاگیر دار سے جو اس کی زمین کی رقم مقرر ہے اس کا تیسرا حصہ لیا جائیگا یہ سمجھنا چاہیے کہ

یہ جاگیر بھی نوکری کی جاگیر کے لگ بھگ ہے ۔

(۶) جاگیر ریکھ وہ جاگیر ہے کہ جاگیردار سرکار میں ریکھ بھرتا ہے یعنی خراج ادا کرتا ہے خراج بھی اس قدر جیسا کہ ریاست کی طرف سے گورنمنٹ انگلشیہ کو دیا جاتا ہے یا اس سے پہلے شاہان دہلی کو دیا جاتا تھا اسی طریقے سے ریاست کی طرف سے اس جاگیردار سے خراج لیا جاتا ہے ایسی جاگیرات علاقہ ریاست جودھپور کی طرف سے قائم خانیوں کو بیشتر ملی ہیں ؁

(۷) کوٹھڑی کی جاگیر وہ جاگیر کہلاتی ہے کہ زمانہ گذشتہ میں بدامنی کا دورہ دورہ تھا اور ہر وقت لوٹیروں اور راہزنوں کا کھٹکا لگا رہتا تھا راجپوت ریاستوں کی طرف سے بعض جگہ ایسے بھی انتظامات کئے جاتے تھے کہ راجپوتوں و قائم خانیوں اور پٹھانوں کو اکثر مواضعات میں آباد کر دیا جاتا تھا اور ان سے یہ کہدیا جاتا تھا کہ تم اس موضع کا انتظام بخوبی رکھو تم کو اس قدر زمین دیدی جاتی ہے اور یہ زمین تمہارے اخراجات کے واسطے ہے اب وہ زمانہ تو گذر گیا اور امن و امان کا دورہ جاری ہے مگر وہ زمینیں ان لوگوں کے قبضے میں باقی ہیں اور کوٹھڑی کی جاگیر کہلاتی ہیں اس جاگیر میں بھی کوئی لاگ نہیں ہے ۔

(۸) آٹھویں جاگیر نانکار وہ جاگیر ہے کہ اچھی نوکری کرنے کے صلے میں دیدی گئی ہو ایسی جاگیرات اکثر ٹھکانوں کی طرف سے ہوتی ہیں نانکار جاگیر کو نوکری معاف ہے اور نہ اس کو خراج ہے یہ بھی ہر لاگ سے مبرا ہے ۔

بہرحال رئیس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ملازمین میں سے یا غیر ملازمین میں سے جسکو جاگیر دینی منظور ہو اور جس وقت جاگیر دیجائے وہ جس طرح چاہیں اس پر قیود لگا سکتے ہیں۔ زیادہ رعایت کریں یا کم انکی مرضی پر منحصر ہے نیز جاگیر عطا کرتے وقت اسکی کارگذاری بھی دیکھی جاتی ہے کہ کس کارگذاری پر اس کو جاگیر دی جا رہی ہے اور اس جاگیر کا اس طریقے سے اسکو پٹہ لکھدیا جائے معافی یا نذرانہ یا نوکری وغیرہ جس قدر جاگیرات قائم خانیوں کو عطا ہوئی ہیں وہ کسی نہ کسی کارگذاری پر مبنی ضرور

ہیں اکثر تو اس میں بہادری ہی کا صلہ ہے۔

راجپوتانہ میں جاگیرداروں کی بڑی عزت و منزلت ہے یہ جاگیرات نسلاً بعد نسلاً چلی آرہی ہیں اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے رئیس کی سالگرہ اور ہولی و دسہرہ کے تیوہاروں کے موقع پر سہر قائم خانی جاگیردار اپنی جاگیر کی حیثیت کے موافق جو اس کے ذمے ابتدا ہی سے مقرر کر دیا گیا ہے رئیس کو نذر گذرانتا ہے اور بصورت غیر موجودگی اسکی جاگیر کی آمدنی میں سے یا نوکری کی تنخواہ میں سے نذر وضع کر لی جاتی ہے خوشی اور غمی کے موقعوں پر بھی جاگیردار سے نیوتہ[٥١] لیا جاتا ہے یعنی رئیس کی پہلی شادی و مہاراج کمار کی شادی میں اور بائی جی صاحبہ کی شادی میں نیز رئیس کے انتقال یعنی دوادسہ پر بھی نیوتہ لیا جاتا ہے یہ نیوتہ اس قدر مقرر ہے کہ جاگیردار کی جاگیر کا وہ تیسرا حصہ کہ جس زمانہ میں اسکو جاگیر دی گئی تھی یہ نیوتہ اس قدر خفیف ہے کہ جاگیردار کو کوئی بار نہیں گزرتا۔ اگر کوئی جاگیردار نوکری سے غیر حاضر رہے تو اس کی جاگیر کی آمدنی کا تیسرا حصہ اس سے لے لیا جاتا ہے وہ آمدنی کہ جو اس زمین کی پہلے تھی اس وقت تو آمدنی دو آنے سے ایک روپے تک پہنچ گئی ہے یہ اس جاگیردار کا ذکر ہے کہ جسکے ذمے نوکری کی لاگ ہے۔

زمانہ گذشتہ میں تو جاگیرداروں کو بڑے بڑے عہدے اور کام دیئے جاتے تھے۔ مگر اب بھی کوئی جاگیردار تعلیم یافتہ ہو تو اس کو بھی عہدہ دیا جاتا ہے اور اس کا ہر طرح سے اچھا خیال رکھا جاتا ہے اس لئے کہ اس سے کوئی غلطی دانستہ سرزد نہ ہوگی بہرحال جاگیرداروں کا راجپوتانہ میں ہر راجہ اور رئیس اعتبار کرتے ہیں اس زمانہ میں بھی خاصکر شیخاواٹی کے رؤسا اپنے ملازمین کو انکی اچھی کارگذاری کے صلے میں جاگیرات عطا کرتے رہتے ہیں جاگیرات دینے کا سلسلہ جاری ہے خدائے تعالےٰ ان راجپوت ریاستوں کو تاقیامت سلامت رکھے یہ بڑی ہی فیاض ریاستیں ہیں نہ تو یہاں کوئی مذہبی تعصب ہے اور نہ قوم و غیر قوم کا خیال ہے تمام مذاہب اور سب قوم کو

[٥١] راج کی طرف سے جاگیردار کو بھی جاگیردار کی خوشی و غمی کے وقت رواج کے موافق نیوتہ دیا جاتا ہے ۱۲ منہ

یکساں سمجھتے ہیں خاصکر شیخاواٹی میں تو قائم خانیوں کا شیخاوت راجپوت بہت ہی لحاظ کرتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے قائم خانیوں کے قبضے سے اکثر شیخاواٹی کا ملک اپنے قبضہ میں حاصل کیا ہے۔

مگر اس قوم کے بہادروں نے بھی اپنے آقاؤں کی خیر خواہی میں یعنی ریاستوں اور ٹھکانوں میں جہاں وہ ملازم تھے ہر موقع پر اپنی نمک حلالی کا پورا ثبوت دیا اور اب تک انکا یہی عمل جاری ہے ملازمین پر ہی موقوف نہیں شیخاواٹی کے قائم خانی اپنے آپ کو شیخاوت راج بنسی راجپوتوں کو جنکے یہ ماتحت آباد ہیں خواہ وہ ملازم ہوں یا نہوں ان ریاستوں اور ٹھکانوں کے رئیسوں کو اپنا آقا اور سرپرست سمجھتے ہیں اور جب وقت سرکاران کو طلب کرے وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور اہم کام یا جنگ میں شریک ہونے کے لئے یہ تیار ہو جاتے ہیں یہ عذر نہیں کرینگے کہ ہم ملازم نہیں ہیں ایسے حکم کو فخر کے ساتھ قبول کرتے ہیں

یہاں پر یہ بتا دینا بے محل نہوگا کہ اس قوم قائم خانی کے بہادروں نے اپنے حکمرانوں کی خیر خواہی اور اپنے ناموس کی حفاظت کے لئے راجپوتانہ اور خاصکر شیخاواٹی میں موقع بموقع کارہائے نمایاں کئے ہیں۔

ذکر ان قائمخانیوں کا جنھوں نے راج کھیتڑی کی خیر خواہی میں اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور کام آئے

جبکہ راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر والی کھیتڑی نے سمت ۱۸۲۸ بکرمی م ۱۷۷۱ء میں ریاست لوہارو پر فوج کشی کی اور خود راجہ صاحب بہادر ہاتھی پر سوار تھے اور فوج کو لڑا رہے تھے جب لڑتی ہوئی فوج قلعہ کے دروازہ پر پہنچی تو اندر والوں نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا راجہ صاحب بہادر نے دروازہ کے توڑنے کا حکم دیا خضر خاں قائم خانی ایلیان اور انکے بھائی بندوں نے جو دروازہ کے قریب ہی لڑ رہے تھے کواڑوں کو ایسی ٹکر لگائی کہ دروازہ کے کواڑ فوراً ہی ٹوٹ گئے

اور راجہ صاحب بہادر اُن کو شاباشی دے رہے تھے قلعہ فتح ہوگیا مگر خضر خاں[۱] اسی مقام پر کام آیا اور راج پر اپنی جان قربان کردی۔ راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر قلعہ کے اندر داخل ہوئے اور ہاتھی پر ہودہ میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن ایک شخص درخت کے اندر چھپا ہوا بیٹھا تھا اس نے بندوق کا فیر کیا راجہ صاحب بہادر کو گولی کارگر لگی اور سرگ باش ہوگئے قلعہ کے مالک کیرت سنگھ ولد دیا رام جی بھیرول جی کے خود اور اُنکے بہت سے ساتھی مارے گئے اور میدھ سنگھ بھی قلعہ کے اندر موجود تھا مگر وہ پہلے ہی فرار ہوچکا تھا لوہارو فتح ضرور کرلیا گیا مگر اس پر قبضہ نہ رہا۔ اس لئے کہ راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر کا یہ خیال نہیں تھا کہ لوہارو پر قبضہ کرلیا جائے لوہارو کے حکمران کیرت سنگھ و میدھ سنگھ کھیتڑی کے سرحدی مواضعات کو ہمیشہ نقصان پہنچاتے تھے اسکے سوائے اور بھی اندرونی کئی جھگڑے تھے اس لئے راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر نے تنبیہاً فوج کشی کی تھی:۔

نواب مرزا شمس الدین خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کھیتڑی نے راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر کے مختصر حالات[۲] کتابی صورت میں قلمبند کئے ہیں اور وہ چھ صفحوں پر مشتمل ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ کیرت سنگھ و میدھ سنگھ جو اس وقت قلعہ میں رہتے تھے اور راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر سے جنکا مقابلہ ہوا اور وہ خود مختار ریاست لوہارو پر حکومت کرتے تھے یہ لڑائی ۵ ستمبر ۱۷۷۱ء میں ہوئی تھی راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر والی کھیتڑی مع ستائیس سرداروں کے کام آئے[۳] اس لڑائی میں سنگھانہ کے ٹھاکر لوگ بھی راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر کی فوج میں بہت سے شامل تھے اور اُن میں

---

[۱] خضر خاں کی قبر ایک جال کے درخت کے نیچے قلعہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر موجود ہے اور انکی اولاد موضع کھڈانو میں آباد ہے ۱۲ منہ

[۲] یہ حالات انگریزی میں چھپکر ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئے ہیں اس کی ایک کاپی کھیتڑی کے اسکول لائبریری میں موجود ہے نواب مرزا شمس الدین خانصاحب ہز ہائنس نواب صاحب بہادر والئی لوہارو کے قریبی عزیزوں میں سے ہیں اور راج کھیتڑی میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ پر ممتاز ہیں ۱۲ منہ

[۳] انکا چبوترہ قلعہ کے باہر گوشہ شمال مشرق میں تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ

سے اکثر مارے گئے ان کے چبوترے لوہار و قصبہ کے باہر بنے ہوئے ہیں۔

سمت ۱۸۵۶ء م ۱۸۰۳ء میں بزمانہ راجہ ابھے سنگھ بہادر والئی کھیتڑی

انگریزی کمک کے لئے گجرات کی طرف مرہٹوں کے مقابلے میں فوج روانہ کی گئی اس وقت بھی سزاوار خاں حمید خانی جس نے اپنے والد سعد اللہ خاں کو مانڈھن کی لڑائی میں نول سنگھ جی بہادر کے مقابلے میں لڑتے ہوئے دیکھا تھا یا بسبب کم عمری سُنا تھا مگر ریاست کھیتڑی کے مطیع ہونے کے بعد چبل ندی پر راج کی خیر خواہی میں اپنی جان کو ہیچ سمجھا اور جانبازی کے ساتھ لڑکر اپنی شرافت کا ثبوت دیا۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جس زمانہ میں کان سنگھ[۵] سلہدی کا شیخاواٹی میں لوٹ مار کرتا پھر رہا تھا اور رعایا کھیتڑی کو بھی نقصان پہنچاتا تھا اس کے تعاقب میں کھیتڑی کے ملازمین بھی لگے ہوئے تھے۔

والئے کھیتڑی نے اپنے ملک میں یہ حکم جاری کیا کہ کان سنگھ سلہدی کا ہمارے حدود میں سے نہ گذرنے پائے اس لئے کہ وہ ملک کو لوٹتا اور ویران کرتا پھر رہا ہے اس حکم میں یہ بھی صراحت کی گئی تھی کہ کان سنگھ کا جس گاؤں میں سے گذر ہو اس کو طاقت کے ساتھ ہٹا دیا جائے ایک روز کان سنگھ دہنوری کی سیوار میں سے گذرنا چاہتے تھے دہنوری کے قائم خانی اس کے سدِ راہ ہوئے مگر کان سنگھ نہ مانا آخر مقابلہ کی نوبت پہنچی اور چھ سات قائم خانی کام آئے اور کان سنگھ کو بھی کثیر نقصان پہنچا ان دالاب خانی گروہ کے قائم خانیوں کی قبور دہنوری سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جنوب کی طرف ایک قطار میں پختہ موجود ہیں اس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ یہ قوم اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان فوراً ہی قربان

---

[۵] چند ہی دنوں کے بعد کان سنگھ کا خاتمہ ٹھاکر کسل سنگھ جی بہادر ٹھکانہ السیسر کے ہاتھ سے ہوا انہی ٹھاکر صاحب کسل سنگھ جی بہادر کی نسل میں سے دو راجہ گود آکر کھیتڑی کی گدی پر متمکن ہوئے ہیں راجہ اجیت سنگھ جی بہادر و راجہ امر سنگھ جی بہادر اسی لئے اس ٹھکانہ السیسر کو خاندان پہاڑ سنگھ جی بہادر میں فخر حاصل ہے ۱۲ منہ

کردہی ہے۔

سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۵ء میں جب کہ راج کھیتڑی کی طرف سے دانتل کے تنور راجپوتوں پر فوج کشی ہوئی اس وقت بھی قائم خانیوں نے اپنی جاں نثاری کا ثبوت دیا پہلے یہ بتادینا ضرور ہے کہ دانتل پر فوج کشی کیوں اور کس لئے ہوئی تھی دانتل کے ٹھاکر کے بیٹے نے رعایا میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا اس کے ورثاء راجہ فتح سنگھ بہادر والئے کھیتڑی کی پیشی میں حاضر ہوئے اور استغاثہ دائر کیا راجہ صاحب بہادر نے فوراً ہی اپنے حکام کو تفتیش کا حکم دیا تفتیش میں یہ ثابت ہوا کہ یہ واقعہ صحیح ہے ریاست کھیتڑی سے چند ملازمین گئے اور دانتل کے تنوروں سے کہا گیا کہ اس قاتل کو ہمارے حوالے کردو تنور راجپوتوں نے صاف انکار کردیا کہ ہم کسی حالت میں تمہارے حوالے نہیں کرسکتے اس کے بعد کس قدر فوج کھیتڑی سے او روانہ کی گئی اس عرصے میں اکثر تنوروائی کے تنور راجپوت دانتل میں جمع ہو گئے اور علانیہ بغاوت اختیار کر لی اب لڑائی کا ہونا لازمی تھا راج کھیتڑی کی طرف سے فوج کشی ہوئی اور لڑائی شروع ہوگئی اس لڑائی کے دوران میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ تنور راجپوت اونچی جگہ پر تھے اور راج کی فوج نشیب میں تھی دشمن کے رہکلوں وغیرہ کی زد سرکاری فوج پر باآسانی پڑرہی تھی اور سرکاری توپوں کے گولے انکی گڑہی تک نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور اونچی نیچی زمین بیچ میں حائل تھی اب یہ سوچا گیا کہ اگر ایک توپ بھی اونچی جگہ پر جا سکے تو اس موقع پر بہت ہی کار آمد ہے سرکاری فوج کے قریب ایک اونچی پہاڑی تھی اس پر توپ لیجانے کا ارادہ کیا گیا مگر وہاں پر بیلوں کا توپ کھینچکر لے جانا مشکل تھا فوج لڑائی میں مصروف تھی اور تنوروں کی گڑھی کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی دلدار خاں[۱] قائم خانی اور کرموں خاں[۱] کپتان افغان ناغڑ نے باہمی مشورہ کرکے ایک چھوٹی توپ[۳] کو اٹھایا

---

[۱] یہ ایلیان گروہ سے تھے اور گھسیڈہ کے باشندہ و بڑے جاگیرداروں میں انکا شمار تھا ۱۲ منہ [۲] یہ توپخانے کے کپتان اور اسلام پور کے باشندے تھے [۳] وہ توپ اب اسی پہاڑی پر وہیں موجود ہے اور وہاں پر ایک چھوٹا سا قلعہ بھی بنایا گیا ہے جو رگناتھ گڈھ کے نام سے موسوم ہے اور وہاں پر سرکاری جمعیت رہتی ہے ۱۲ منہ۔

یا کھینچا اور اس پہاڑی کی چوٹی پر لے گئے جہاں کے لئے سوچا گیا تھا ان دونوں شہ زور بہادروں نے اس موقع پر ایسا کام کیا جو لائق تحسین اور آفرین سمجھا گیا اس واقعہ کے دیکھنے والے لوگ ابتک شیخاواٹی میں موجود ہیں ہم نے مانا کہ شاید ایک دو آدمی اس کام میں اور بھی شریک ہوئے ہوں مگر ان ہی دونوں کی ہمت اور سوجھ بجھار کا یہ نتیجہ ہوا کہ توپ کے گولوں کی زد پے در پے گڑھی کی حصار پر ایسی پڑی کہ گرتی ہوئی نظر آئی اور فوج گڑھی کے اندر گھس گئی اور جلدی ہی فتح حاصل ہوگئی گڑہی مسمار کردی گئی کثیر تعداد راجپوت مارے گئے اور جنکو موقع ملا وہ فرار ہوگئے اور باقی گرفتار ہوئے قاتل بھی فراریوں کے ساتھ کہیں چلدیا اس موقع پر بھی قائم خانیوں کو نقصان ہوا نتھو[۵۱] خاں قائم خانی زخمی ہوئے مہتاب[۵۲] قائم خانی کام آئے لڑائی ختم ہونے کے بعد مقتول کے ورثا پھر راجہ صاحب بہادر کی پیشی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم کو خون کا معاوضہ نہیں ملا ہمارے عزیز کا قاتل زندہ ہے راجہ فتح سنگھ بہادر میں حکمرانی اور عدل وانصاف کا مادہ خدا نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا راجہ صاحب بہادر نے سعادت خاں رسالدار قائم خانی و کرموں خاں کپتان افغان ناغڑ کو حکمدیا کہ تم تھوڑے سے آدمی ساتھ لیکر اس خونی راجپوت کی تلاش کرو بصورت گرفتاری ہمارے پیش کرنا اگر ایسا نہو تو تم کو اختیار دیا جاتا ہے جیسی صورت ہو ویسا کام کیا جائے مقتول کے ورثا کو حکمدیا کہ تم چند روز کھیتڑی میں ٹھہرے رہو کرموخاں و سعادت خاں نے اس خونی راجپوت کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ وہ موضع موروده[۵۳] میں موجود ہے سعادت خاں و کرموں خاں چند ہمراہیوں کے ساتھ وہاں پر پہنچے برسات کا موسم تھا گاؤں آدمیوں

---

[۵۱] نتھو خاں الیاس حمید خانی گروہ سے تھے اور باسنواس کے باشندہ تھے ۱۲ منہ [۵۲] مہتاب خان جیوان گروہ سے تھے اور بھاٹی واڑ کے رہنے والے تھے ۱۲ منہ

[۵۳] موروده پلانی سے گوشہ شمال و مشرق میں تین چار کوس پر واقع ہے یہ موضع جکھوڑے کے ٹھاکروں کے قبضے میں ہے ۱۲ منہ

سے خالی تھا تمام لوگ کھیتوں میں گئے ہوئے تھے وہ خونی راجپوت گاؤں میں موجود تھا جب انکے آنے کی خبر اسکو معلوم ہوئی تو وہ ایک کوٹھے کے اندر چلا گیا اور بندوق کے فیر شروع کر دیئے اس کو بندوق کے فیر کرنے میں اس لیئے آسانی ہوئی کہ اس کوٹھے کے کئی دریچیاں تھیں ایک طرف سے سعادت خاں بڑھے اور دوسری طرف سے کرم خاں کوٹھے کے قریب پہنچ گئے سعادت خاں فوراً ہی کوٹھے کے اندر داخل ہو گئے اور کرم خاں بھی دوسرے دروازے سے داخل ہوئے یہ دونوں افسر اسکے قریب پہنچ گئے راجپوت سے کوٹھے کے اندر مقابلہ ہوا اور راجپوت مارا گیا انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور وہاں سے فوراً ہی واپس پلٹ گئے پہلے چیڑاوہ آئے اور پھر کھیتڑی آ گئے سعادت[۵۱] خاں و کرم خاں[۵۲] نے راجہ صاحب بہادر سے کل عرض حال بیان کیا راجہ صاحب بہادر نے مقتول کے ورثا کو طلب کیا۔ اور انکے سامنے وہ سر رکھدیا انھوں نے کہا کہ ہم خون کا بدلہ پا چکے۔

ذکر اُن قائم خانیوں کا جنھوں نے راج سیکر کی خیر خواہی میں اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور کام آئے

عبداللہ خاں[۵۳] ولد داراب خاں احمدان فتح خانی ساکن کرڑولی راج کی خیر خواہی میں کام آئے انکے خاندان اور عوام الناس کا بیان ہے کہ سیکر کے اندر قلعہ

---

۵۱ یہ سعادت خاں رسالدار موضع دہنوری پاس قائم سر کے باشندہ تھے انکا بڑے جاگیرداروں میں شمار کیا جاتا تھا انکے خاندان میں کئی پشتوں سے رسالداری چلی آرہی ہے اس رسالداری کی پہلے زمانہ میں بڑی عزت و منزلت تھی اب بھی جو شخص خاندان میں بڑا ہوتا ہے وہی رسالداری کا حقدار سمجھا جاتا ہے اس صلہ میں انکو تین سو بیگہ جاگیر دہنوری کی سیوار میں انعام یا معافی دیگئی ہے ۱۲ منہ

۵۲ کرم خاں یہ تو بجلانے کے کپتان اور اسلام پور کے باشندہ تھے اور یہ اپنے گروہ میں معزز شمار کیے جاتے تھے انکو بھی اسی صلہ میں ایک کنواں جسکے تحت اکاون بیگہ زمین موضع بنواس کی سیوار و تحصیل سنگھانہ میں معافی یا انعام عطا ہوئی ہے ۱۲

۵۳ عبداللہ خاں کے خاندان میں ممدو خاں رسالدار موجود ہیں اور جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ

کے دروازے کے روبرو یہ بہادری سے لڑے اور مارے گئے یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس دشمن کے مقابلے میں یہ جان بحق تسلیم ہوئے انکی نسبت ایک روایت یہ بھی ہے کہ کھنڈیلہ کی طرف سے پانچ دس آدمی بطور جاسوس سیکر میں آئے اور قلعہ کے اندر جبراً داخل ہونا چاہتے تھے عبداللہ خاں قائم خانی قلعہ کے دروازہ پر منتظم کار تھے اس لئے اُن جاسوسوں سے عبداللہ خاں کا مقابلہ ہوا اور اُن میں سے اکثر تہ تیغ ہوئے اور عبداللہ خاں نے بھی اپنی جان راج پر قربان کی یہ تو ٹاڈ نامہ[۱] راجستان سے بھی ثابت ہے کہ راؤ راجہ لچھمن سنگھ جی بہادر نے اپنے زمانہ حکمرانی میں کھنڈیلہ پر یورش کی تھی اور کھنڈیلہ کے کچھ مواضعات بھی راج سیکر کے شامل ہو گئے تھے ممکن ہے کہ کھنڈیلہ کی طرف سے جاسوس آئے ہوں اور ایسا ہی ہوا ہو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ واقعہ اس کھنڈیلہ کی یورش کے بعد ہوا ہے راج سیکر اور کھنڈیلہ کی لڑائی بمقام کھیروڑ ہوئی اس وقت بھی بہت سے قائم خانی مارے گئے تھے اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ راج سیکر اور کھنڈیلہ کے مابین ہمیشہ تنازعہ رہا ہے۔

عبداللہ خان کے فرزند نیاز و خاں[۲] سرحدی تنازعہ شاہ پور[۳] کے مقام پر جودھپور کے راٹھوروں کے مابین مقابلے میں بہادری سے لڑکر کام آئے نیاز و خاں کے فرزند مختار خاں سمت ۱۹۱۱ مطابق سنہ ۱۸۵۴ء میں بزمانہ راؤ راجہ بھیروں سنگھ جی بہادر سیوڑھ[۴] میں بہادری کے ساتھ لڑے اور کام آئے سیوڑھ پر لڑائی اس واسطے ہوئی تھی کہ سیوڑھ کے ٹھاکر راؤ جی کے اس زمانہ میں ڈاکہ مارتے تھے اور رعایا سیکر کو بھی نقصان پہنچاتے تھے امین خاں[۵] ولد راحت خاں فتح خانی ساکن کرڑولی سرحدی تنازعہ شاہپور میں راٹھوروں کے مقابلے میں بہادری سے لڑکر جان بحق تسلیم ہوئے موتی خاں[۶] دولتخانی ساکن کروڑلی بھی اسی لڑائی میں کام آئے تھے مارو خاں[۷] ولد امین خاں فتح خانی ساکن کروڑلی سمت ۱۸۶۹ مطابق ۱۸۱۲ء میں سیوڑھ کے ٹھاکروں کے مقابلے میں دلیری کے ساتھ لڑے اور بہت سے مخالفین کو مار کر جان بحق تسلیم ہوئے یہ معرکہ

---

[۱] راجستان جلد دوم مولفہ کرنل ٹاڈ صاحب بہادر ۱۲ منہ [۲] نیاز و خاں کی جاگیر پر مہتاب خاں نوکری کرتا ہے ۱۲ منہ [۳] شاہ پور سیکر سے مغرب کی طرف ۲۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ [۴] سیوڑھ کے ٹھاکر راج سیکر کے ماتحت ہیں ۱۲ منہ [۵] امین خاں کے خاندان میں بھورے خاں جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ [۶] موتی خاں کے خاندان میں نور محمد خاں جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ [۷] مارو خاں کے خاندان میں ہاشم خاں نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ

ریاست بیکانیر کی حدود میں ہوا تھا اس سے کہ نیوڈرہ کے ڈاکو علاقہ سیکر کی رعایا کے مویشیوں کو بیکانیر کی طرف جبراً لئے جا رہے تھے مارو خاں کی نعش مغلونہ[1] میں لائی گئی اور مغلونہ کے قلعہ میں انکو دفن کیا گیا انکی قبر قلعہ کے اندر موجود ہے نظام خاں[2] ہاتھی خانی ساکن چوڑی[3] لچھمن گڈھ کی جنگ میں بزمانہ راؤ راجہ لچھمن سنگھ جی بہادر کام آئے تھے اس لڑائی کی بنا ریاست کھیتڑی و ریاست سیکر کے خصومات و رنجش باہمی کا نتیجہ تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ راج کھیتڑی کی رعایا کے مہاجنوں کو موضع چوڑی[4] سے لچھمن گڈھ میں لاکر آباد کیا گیا تھا جب یہ خبر کھیتڑی پہنچی تو راج کھیتڑی کی طرف سے کہلایا گیا کہ ہماری رعایا کو واپس کیا جائے مگر اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی بمجبوری کھیتڑی کی طرف سے فوجکشی ہوئی۔ فوج کے افسر باگ سنگھ لاڈخانی گردانے گئے باگ سنگھ لچھمن گڈھ کے قریب پہنچا اور فوراً ہی گولہ باری شروع کردی طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے بیان کیا جاتا ہے کہ نظام خاں کے ساتھ اور بھی چند قائم خانی کام آئے مگر انکے نام معلوم نہیں ہوئے یہ وہ تمام مقتول قائمخانی ہیں کہ جو ہر موقع اور ہر جنگ میں اپنی جان کو راج پر قربان کرتے رہے ہیں۔ جسکے صلہ میں راجگان رفتگان سیکر نے انکی قدر کی اور ہر شخص کے پس ماندگان کو بطریق خون بہا جاگیرات عطا فرمائیں جو پشت ہا پشت سے انکے خاندان کے اشخاص میں ابتک بدستور چلی آتی ہیں جنکے نام نوٹ میں بتادیئے گئے ہیں لیکن تمام جاگیردار قائم خانی جنکے بزرگوں کو جاگیر خون بہا (یعنی سرکٹی) عطا ہوئی ہیں یہ راج میں نوکری کرتے ہیں ان ریاستوں کے قانون و رواج کے لحاظ سے تو انکے ذمہ نوکری کی لاگ نہیں تھی مگر یہ جاگیردار ہمیشہ سے اپنی خوشی خاطر سے نوکری کرتے ہیں یہ اس لئے کہ انکو راج کی طرف سے ہر طرح کا فائدہ ہے ان میں سے بعض کو عہدے بھی دیئے جاتے ہیں اور ان

[1] مغلونہ جانب مغرب بیکانیر کی سرحد پر راج سیکر کے علاقہ میں واقع ہے ۱۲ منہ [2] نظام خاں کے خاندان میں پنے خاں جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ [3] یہ چوڑی تحصیل اجیت گڈھ میں واقع ہے ۱۲ منہ [4] یہ موضع چوڑی علاقہ سیکر میں واقع ہے ۱۲ منہ

تمام کو چھٹیاں بھی ملتی ہیں (یعنی خورد ونوش) کا سامان ملتا ہے جسکو پٹیا بھی کہتے ہیں، علاوہ اِن خون بہا جاگیرات کے دوسری جو جاگیرات راج سیکر کی طرف سے قائمخانیوں کو عطا ہوئی ہیں وہ بھی کسی نہ کسی اچھی کارگذاری و بہادری کے صلہ میں دیگئی ہیں"

ذکران قائمخانیوں کا جنھوں نے علاقہ شیخاواٹی میں مختلف مقامات پر اپنے حکام کے احکام کی تعمیل میں نیز اپنی ناموس کے تحفظ کیلئے اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور کام آئے

مخفی نہ رہے کہ بھرجی راجپوت لاڈخانی علاقہ سیکر موضع طاہر پورہ کا رہنے والا تھا جس نے ایک زمانہ سے لوٹ مار کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا علاقہ چورو علاقہ بیکانیر میں اسکی دھاک بیٹھی ہوئی تھی نیز شیخاواٹی اور علاقہ جے پور میں رات دن یہ لوٹ مار کرتا پھرتا تھا اور بعض دفعہ اسکے دھاوے نارنول تک بھی ہوتے تھے ان علاقوں میں اس نے کثرت سے خون کئے اور لوٹ کھسوٹ کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا جے پور کی پولیس بھی اس کی تاک میں لگی ہوئی تھی چنانچہ ۱۹۲۷ء مطابق سمت ۱۹۸۴ میں نظامت جھنجھنوں سے نیاز احمد خاں سپرنٹنڈنٹ پولیس اور انکی ہمراہی میں نظام الدین پیرزادہ ڈپٹی بھی موجود تھے مع جوانان مونٹڈ پولیس طاہر پورہ روانہ ہوئے اس لئے کہ ان کو خبر ملی تھی کہ بھرجی ڈاکو اس وقت طاہر پورہ میں موجود ہے نیاز احمد خاں سپرنٹنڈنٹ مع جمعیت کے طاہر پورہ پہنچے اور بھرجی کے مکان کو گھیر لیا مکان کے اندر سے بندوق کے فیر شروع ہوئے پولیس افسر نے مع جوانان کے فوراً ہی ایک دیوار کا آسرا لے لیا اور جوانوں کو فیر کرنے کا حکم دیا یہ واقع بیس منٹ تک ہوتا رہا اس عرصہ میں ایک پولیس کے حولدار راجپوت کو گولی لگی اور وہ کام آیا اسکے بعد مکان[1] کے اندر سے

[1] یہ مکان کچھ ایسی وضع سے بنا ہوا تھا کہ اندر سے بندوق کی گولیاں باہر آسکتی تھیں اور باہر کی گولیاں اندر جا سکتی تھیں اسلئے کہ اس قزاقانہ مکان کی چھوٹی چھوٹی دیواریں آڑی ٹیڑھی بنی ہوئی تھیں اور زنانخانہ میں جانیکو اس میں سے ایک دریچہ بھی تھی ۱۲ منہ

گولیوں کا آنا بند ہوگیا پولیس افسر نے حکم دیا کہ اندر جا کر کوئی جوان دیکھے کہ کیا حالت ہے پولیس کے تمام سپاہیوں نے سکوت اختیار کیا نذر محمد خاں[۱] قائم خانی بھی اسی پولیس میں ملازم تھا اس نے کہا کہ میں اکیلا جا سکتا ہوں نذر محمد خاں بندوق کے فیر کرتا ہوا مکان کے اندر گیا دیکھتا کیا ہے کہ بھیرجی تو اندر نہیں ہے مگر اس کا بھائی کیس جی مرا پڑا ہے نذر محمد خاں اس کو باہر گھسیٹ لائے مستورات نے عقب سے نذر محمد خاں پر پتھر برسائے مگر یہ پھرتی کے ساتھ باہر آگیا۔ کیس جی کو باہر لانے کے بعد دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسکی موت گولی کے لگنے سے واقع ہوئی ہے اس واقعہ کی رپورٹ جرنل پولیس سپرنٹنڈنٹ کاونٹری صاحب بہادر کو جے پور دی گئی نذر محمد خاں کو کاونٹری صاحب نے طلب فرمایا اُن کو انعام دیا گیا اور ترقی بھی دے دی گئی ان کو ایک سرٹیفکیٹ بھی محکمہ کوتوالی جے پور سے ملا ہے جو ان کی بہادری کو ثابت کرتا ہے ماہ نومبر ۱۹۲۷ء مطابق سمت ۱۹۸۴ میں موضع بسیوے کے دو قائم خانی یعنی محمد خاں[۲] اور اُنکے فرزند فیض محمد خاں اپنے کاروبار کیلئے تکمند گڑھ گئے تھے اور تکمند گڑھ سے فتح پور آرہے تھے راستہ میں بھیرجی ڈاکو انکو ملا اور اسے بھیرجی نے للکار کر کہا کہ تم اپنے دونوں اونٹ اور سامان چھوڑ کر الگ ہٹ جاؤ ورنہ جان سے مارے جاؤ گے انھوں نے جواب دیا کہ ہم قائم خانی ہیں اور آپ ہم سے ایسا نہ کریں بھیرجی نے ایک نہ سنی اور قائم خانیوں سے مقابلہ ہوا قائم خانیوں کے پاس بندوقیں نہیں تھیں تھوڑی دیر تک ان دونوں نے موجودہ ہتھیاروں سے کام لیا اور دلیری کے ساتھ لڑتے رہے بھیرجی اور اس کے ساتھیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا بھیرجی نے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہوکر قائم خانیوں پر بندوق کے فیر کئے اور وہ دونوں قائم خانی کام آئے مگر قائم خانیوں نے اپنی پیٹھ دکھانے اور اپنی زندگی میں سامان انکے حوالے کرنے میں عار سمجھا۔"

ہم یہاں پر یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس خونخوار و ظالم و بے رحم و مشتہر ڈاکو کا خاتمہ کس بہادر قوم کے ہاتھوں ہوتا ہے ۱۹۲۸ء مطابق سمت ۱۹۸۵ میں بھیرجی ڈاکو کی گرفتاری

---

[۱] نذر محمد خاں دہنوری کے قائمخانی داراب خانی گروہ سے ہیں [۲] محمد خاں و فیض محمد خاں احمدان ہاتھی خانی گروہ سے ہیں

کے واسطے جرنل آئی۔ڈی۔جی جودھ پور و جرنل آئی۔ڈی۔جی جے پور و جرنل آئی ڈی جی۔بیکانیر کوشش کر رہے تھے اور سرگرداں تھے۔جرنل آئی۔ڈی۔جی جے پور کا مقام سیکر تھا اور جودھ پور و بیکانیر کے یہ دونوں افسر جیپور چلے گئے تھے مگر ان تینوں ریاستوں کے باقاعدہ فوجوں کے سوار اور پولیس اس کے تعاقب میں لگی ہوئی تھی مخبروں نے خبر دی کہ بھرجی ڈاکو آج فلاں مقام پر ہے اور فلاں راستے سے گذریگا ان تینوں ریاستوں کی جمعیت گراوڑی کی گھاٹی میں خفیہ طور سے اِدھر اُدھر پھیل گئی اور ناکہ بندی کرلی پیرو خاں[۱] قائم خانی لانس دفعدار بیکانیر کی کیمل کور میں ملازم تھا۔ بھرجی کی آمد پیرو خاں کی ناکہ بندی کی طرف سے ہوئی پیرو خاں کے ساتھ اور بھی دو چار سپاہی تھے جب بھرجی ڈاکو پیرو خاں کو آتا ہوا نظر آیا تو پیرو خاں جس نالے میں چھپے ہوئے تھے فوراً ہی نالے سے باہر میدان میں نکل آئے بھرجی نے پیرو خاں کے دیکھتے ہی بندوق چھتیائی اور کہا کہ میرے سامنے سے ہٹ جا کیوں جان سے ہاتھ دھوتا ہے پیرو خاں نے جواب دیا کہ میں قائمخانی ہوں اور تو راجپوت ہے۔ اب معلوم ہو جائے گا۔" ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے" ادھر سے بھرجی ڈاکو نے بندوق کا فیر کیا۔ اور ادھر سے پیرو خاں نے دونوں کی بندوقیں ایک ساتھ دگیں اور دونوں کی گولیاں ایک ساتھ کام کر گئیں پیرو خاں تو اسی مقام پر جان بحق تسلیم ہوئے اور بھرجی ڈاکو تھوڑے ہی فاصلہ پر جا کر اونٹ پر سے گر پڑا اور مر گیا اس واقعہ کی اطلاع جرنل آئی ڈی۔جی جے پور کو مقام سیکر دی گئی کاونٹری صاحب بہادر خود آئے اور حکم دیا کہ پیرو خاں کی نعش اودے پور لے چلنی چاہیئے اس لئے کہ اودے پور یہاں سے قریب ہے کاونٹری صاحب بہادر نے یہ بھی کہا کہ انکی تجہیز و تکفین[۲] اسلامی طریقے پر بہت اچھی ہونی

[۱] یہ پیرو خاں لدا بدر خاں الیان حمیدخانی موضع ہمیر خاں کے پاس کے تھے انکا رسالہ کیمل کور جنگ عظیم میں شریک ہوا تھا اور عراق و عرب فلسطین کی طرف یہ فوج لڑتی رہی پیرو خاں نے اس جنگ میں بھی اچھا کام کیا مگر افسوس کہ انکے عزیز عبداللہ خاں صوبیدار کے مرتے ہی انکی کارگذاریاں بھی چھپ گئیں۔۱۲ منہ [۲] تجہیز و تکفین کے بعد کاونٹری صاحب بہادر نے فرمایا کہ جو لوگ میت میں شریک تھے اور جو باہر آئے ہوئے ہیں ان تمام کو کھانا کھلایا جاوے اور غربا و مساکین کو کھانا کھلایا جاوے اور ایسا ہی ہوا ۱۲ منہ

جاہیے انکی میت میں علاوہ فوجی اشخاص کے سینکڑوں مسلمان اور ہندو شریک تھے جنازہ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا جنازہ کے اوپر سے پیسے اور اکنیاں و دوانیاں پھینکی جا رہی تھیں پیرو خاں کی قبر او دے پور سے مشرق کی طرف تھوڑے ہی فاصلے پر موجود ہے پیرو خاں کی اس بہادری کا چرچا بچے سے لیکر بوڑھے تک شیخاواٹی میں مشہور اور زبان زد ہو گیا ہے ان کے فرزند کو پانسو روپئے ریاست بیکانیر کی طرف سے انعام دیئے گئے اور ریاست کی طرف سے یہ بھی حکم ہوا کہ پیرو خاں کا فرزند تعلیم کے لئے بیکانیر طلب کیا جائے اسکی تعلیم سرکاری صرفہ سے ہو گی پیرو خاں کی بیوہ پنشن بھی پاتی ہیں۔

یہاں پر یہ عرض کر دینا بھی نامناسب نہ ہو گا کہ اس میدان میں مضمون زیادہ ہے اور ہزاروں مربع میل زمین پر مضمون بکھرا پڑا ہے میرے ہاتھ کمزور ہیں اور وقت کم ہے میں اس موقع پر اس مضمون کو چن نہیں سکتا دوسرے اس گیارہویں باب کا ارادہ اس قوم کے سر برآوردہ قائم خانیوں کے اصرار پر اس وقت کیا گیا کہ کتاب کا مسودہ مطبع میں جا چکا تھا اور کتاب کی چھپائی شروع ہو گئی تھی بہر حال جہاں جہاں قائمخانی آباد ہیں اور خاصکر شیخاواٹی میں تو ان کا معدن ہے اس ڈیڑھ سو برس کے اندر جب سے کہ انکے قبضے سے ملک شیخاواٹی نکل گیا یہ قوم اپنے آقاؤں اور حکمرانوں کی خیر خواہی میں اور اپنے ناموس کی حفاظت میں راجپوتانہ اور خاصکر شیخاواٹی زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ ہو گی کہ اس قوم کے بہادروں کی ہڈیاں فرش راہ نہ ہوئی ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس گیارہویں باب کے آخر تک جہانتک میرا ذہن رسائی کریگا اس قوم کے بہادروں کا ذکر خیر کرتا ہی رہونگا۔ واللّٰہ یہدی[عہ] الی الحق۔ والحق احق ان یتبع۔

فہرست جاگیرداران قائم خانی ریاست جودھپور

رپورٹ[۵۲] سال تمام حصہ دوم بابت سمت ۱۹۴۰ مطابق ۱۸۸۳و۸۴ء

امیر خاں الف خانی موضع کسناؤ آمدنی جاگیر (۳۰۰۰) روپئے ہے اوراج میں رکھے پھرتے

---

۵۲ یہ رپورٹ چھیالیس سال پہلے کی ہے اسوقت ان جاگیروں کی آمدنی پہلے سے تنگی ہو گئی ہے ۱۲ منہ

عہ اور اللہ جسے چاہے حق کی ہدایت کرے کیونکہ حق بات اسی قابل ہو کہ اسکی پیروی کی جاوے ۱۲ منہ

ہیں (۲۴۰) روپئے۔

اکبر خاں الف خانی موضع مونڈی آمدنی جاگیر (۵۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۴۰) روپئے۔

بڑدی خاں ملکان موضع چھاپری آمدنی جاگیر (۱۰۰۰) روپیہ ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۸۰) روپئے۔

عمر خاں ملکاں موضع ماہی ڈنڈ نصف آمدنی جاگیر (۶۲۵) روپئے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۵۰) روپئے۔

حیدر خاں الف خانی موضع تودہ نصف آمدنی جاگیر (۵۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۴۰) روپئے۔

عظیم خاں الف خانی موضع تودہ نصف آمدنی جاگیر (۵۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۴۰) روپئے۔

امیر خاں و بہاڑو خاں موضع اوسیہ آمدنی جاگیر (۶۲۵) روپئے راج میں رکھ بھرتے ہیں (۵۰) روپئے۔

آدو خاں ملکان موضع ماہی ڈنڈ آمدنی جاگیر (۹۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۸۶) روپئے۔

رپورٹ میں اکثر جاگیردار قائم خانیوں کے نام درج نہیں ہیں جہانتک ہم سے کوشش ہوسکی پتہ لگا کر یہاں انکے نام درج کرتے ہیں۔

سعد اللہ خاں طاہر خانی موضع سوداواس آمدنی جاگیر (۱۰۰۰) روپئے ہے اور رکھ معاف بیان کی جاتی ہے یہ جاگیر تحصیل میڑتہ میں ہے اور سعد اللہ خاں کا گاؤں کچامن ہے۔

اسد علی خاں مظفر خانی و عمر خاں کی بھی موضع دھولیہ میں (۵۰۰) بیگہ جاگیر ہے۔

امام الدین خاں دلاور خانی کی موضع طاہر پورہ میں (۴۰۰) بیگہ بھوم ہے اور اس وقت امام الدین خاں کے پوترے ضیاء الدین خاں اس پر قابض ہیں۔

سلہ انہیں سے رپورٹ میں دو جاگیرداروں کو یہ نہیں بتایا گیا کہ کس گروہ سے تھے مگر قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نریندان گروہ سے ہیں ۱۲ منہ

موضع ملک پورہ ملکان قائم خانیوں کی جاگیر ہے اور ان کا ہی قبضہ ہے یہ ملک پور جھاڑوں پرگنہ میں بیان کیا جاتا ہے۔
چھاپڑی میں بالا پوتا راجپوتوں کو نوابوں کی طرف سے بھوم عطا کی ہوئی موجود ہے مولاسر میں چارنوں اور برہمنوں کو دھولیاں نوابان قائم خانیوں کی عطا شدہ موجود ہے۔
موضع چھاؤنٹیہ میں قائم خانی کھوکر کہلاتے ہیں اور انکے قبضے میں بہت سی زمینیں ہیں انکو ریکھ اور نوکری معاف ہے۔
موضع چھاؤنٹیا ناگور پرگنہ کی سرحد کے قریب بیان کیا جاتا ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ زمینیں نوابان قائم خانیوں کی عطا شدہ ہیں۔
بہرحال علاقہ جودھپور میں جہاں جہاں قائم خانی آباد ہیں اکثر ان میں بھومیہ ہیں موضع بیری وموضع بالنساں وموضع چھاپری وموضع ماوا وموضع چولنکا ان مواضعات کے ملکان گروہ کے قائم خانی بھوم دار ہیں علاوہ انکے اور بھی قائم خانی بھوم رکھتے ہیں مگر انکے حالات ہماری دسترس سے باہر ہیں علاقہ جودھپور میں بعض ٹھکانوں کی طرف سے مستقل طور پر قائم خانیوں کو زمینیں عطا ہوئی ہیں جیساکہ نواب عالم علیخاں طاہر خانی کے بزرگوں کو ٹھکانے کچامن کی طرف سے کنواں و زمین عطا ہوئی تھی اور ابھی تک وہی مہربانی کا سلسلہ ٹھکانے کی طرف سے جاری ہے۔
حامد خاں زمینداں موضع بیری کی بھی (۵۰۰) بیگہ جاگیر ہے اور یہ جاگیر انکے خاندان میں بطور معافی ایک زمانہ سے چلی آرہی ہے اب یہ بیری بڑی بیری کے ٹھاکر صاحب کے قبضے میں ہے اسلئے بڑی بیری کے ٹھاکر صاحب ہمیشہ سے اس زمین پر دانت رکھتے تھے اور قبضہ کرنے کی کوشش کرتے تھے ۱۹۰۱ء میں ٹھاکر صاحب نے تقریبًا اپنے ساٹھ آدمی اس زمین پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کئے اور ان تمام کے افسر ٹھاکر صاحب کے چچا تھے حامد خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہماری زمین پر قبضہ کرنے کے لئے ٹھاکر نے کثیر آدمی آرہے ہیں حامد خاں

خود اور ان کے فرزند رنجیت خاں دونوں ہتھیار بند ہو کر انکے مقابلے پر پہنچے ٹھاکر کے آدمیوں سے مقابلہ ہوا جاتے وقت حامد خاں نے اپنی حویلی کا دروازہ بند کر دیا تھا اس لئے کہ مستورات اس طرف نہ آئیں کیونکہ انکے مکانات اسی زمین سے قریب تھے بہر حال حامد خاں اور انکے فرزند رنجیت خاں بہادری کے ساتھ لڑتے رہے ٹھاکر کے کئی آدمی زخمی ہوئے اور مرے۔ بہر حال ٹھاکر صاحب کے چچا کا بھی یہی حشر ہوا ہوگا جو فوج کے سپہ سالار بنکر آئے تھے حامد خاں و رنجیت خاں دونوں اسی مقام پر شہید ہو گئے جب یہ خبر زنان خانہ میں پہنچی کہ تن تنہا دونوں باپ بیٹے میدان کارزار میں اپنی آن کی خاطر لڑ رہے ہیں تو عورتیں پیچھے کی دریچی میں سے نکلیں انکے ہاتھوں میں تلواریں تھیں انکے دل قومی حمیت سے لبریز تھے اور یہ قومی آن پر خود کو قربان کرنے کے لئے تیار تھیں سچ ہے ؎

نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد   خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

ٹھاکر کے آدمیوں کا یہ ارادہ تھا کہ حامد خاں کا سر کاٹ لیا جائے مگر ادھر جب عورتیں قریب آپہونچیں تو ٹھاکر کے آدمی ہٹ گئے اور اپنے زخمی مردوں کو سمیٹنے لگے اور سمیٹ کر چلدیئے عورتیں نعشوں کے قریب پہونچیں اور اپنے شہیدوں کا انتظام کر لیا قصہ کوتاہ حامد[1] خاں اور رنجیت خاں دونوں باپ بیٹے اسی جگہ دفن کئے گئے فی الحقیقت اگر یہ بات اسی طرح ہے جیسا کہ ہماری تحقیقات سے ثابت ہے کہ حامد خاں اور انکے فرزند رنجیت خاں دونوں دشمن سے لڑتے رہے اور برادری اور قوم کے بہادر پنبہ بگوش رہے تو اس موجودہ خاندان ملکان پر یہ بدنما داغ ہمیشہ کے لئے قومی تاریخ میں نظر آتا رہے گا۔ اور یہ لوگ عرب کے مشہور شاعر متنبی کے اس شعر کے مصداق بن گئے ؎

---

[1] ضمیر الدین خاں و حامد خاں و ضابطہ خاں یہ تینوں حقیقی بھائی تھے اور رشید خاں و آبدی خاں دونوں انکے چچازاد بھائی تھے ان پانچوں بھائیوں کے ریاست جودھ پور میں ڈیڑھ سو سلحداری کے گھوڑے تھے اور سوائے ضابطہ خاں کے یہ اس فوج میں رسالداریوں سے بھرتی تھے ۱۲ منہ

وَمَن فِی کَفِّہٖ مِنھُم قَنَاۃٌ ۔۔۔ کَمَن فِی کَفِّہٖ مِنھُم خِضَابُ

یعنی وہ ایسے ہوئے کہ انہیں سے جن کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ اس عورت کی مانند ہوگیا۔ کہ جس کا ہاتھ مہندی سے رنگا ہوا تھا یعنی انہیں سے کوئی نہ لڑ سکا۔

ضمیر الدین خاں بھی ریاست جودھپور میں رسالدار تھے جودھپور کی جانب میں سے ایک ٹھاکر بارہوٹیہ یعنی باغی ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک کثیر جماعت ہوگئی تھی ملک کو تباہ و برباد کر رکھا تھا کئی دفعہ سرکاری ملازمین کو بھی شکست دے چکا تھا ضمیر الدین خان نے سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۵ء میں اس کا بیڑا اٹھایا کہ میں اس باغی ٹھاکر کو گرفتار کرکے سرکار میں پیش کردونگا ضمیر الدین خاں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں وہ لوٹ مار کر رہا تھا دو تین مقام پر متواتر اس سے مقابلہ ہوا اور وہ فرار ہوگیا آخیر متصل مقام کھاٹو میں ٹھاکر باغی سے مقابلہ ہوا اور کئی آدمی باغیوں کے مارے گئے ضمیر الدین خاں بہادری کے ساتھ لڑکر جان بحق تسلیم ہوئے ابتک راجپوتانہ میں بابا لوگ ضمیر الدین خان اور نواب امیر خاں کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ اس سلکان خاندان کے اشخاص قوم قائم خانی میں بہت ہی بہادر شمار کئے جاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ انکے تمام حالات ہمکو بہم نہ پہونچ سکے۔

جاگیرداران قائم خانی ریاست بیکانیر

جسو خاں اسمٰعیل خانی ساکن تن گڈھ کے قبضے میں (۳۰۰) بیگہ جاگیر ہے یہ جاگیر معافی یا انعام ہے اس کے لئے کوئی لاگ نہیں ہے۔

کریم خاں مظفر خانی ساکن چورو کے قبضہ میں (۵۰۰) بیگہ جاگیر ہے یہ جاگیر بھی معافی یا انعام ہے۔

ہادی خاں اسمٰعیل خانی کے خاندان میں موضع بہادراں میں (۳۰۰) بیگہ جاگیر کوٹھڑی کی بیان کی جاتی ہے۔

مصری خاں الیمان ساکن موضع لکھاؤ کے قبضے میں (۳۰۰) بیگہ جاگیر زوادی

ہے جسکے (۰۰) روپے سرکار میں سالانہ ادا کرتے ہیں۔

فہرست جاگیرداران قائم خانی علاقہ راج کھیتڑی

آبدار خان ولد مہتاب خاں چیوان ساکن بھائی واڑ جاگیر (۳۰۰) بیگہ خون بہا یعنی سر کٹی۔

خاندان ولدار خان و محمد خاں ایلمان ساکن موضع گھسیڈہ جاگیر (۱۲۵۰) بیگہ یہ جاگیر نوکری کی ہے۔

ناہر خاں ایلمان حمید خانی ساکن موضع جھانجوت کے خاندان میں جاگیر (۲۴۷) بیگہ کھڈانوں میں ایک سو پچاس بیگہ اور سنگنور تحصیل اجیت گڈھ میں ایک سو ستانوے[۱۹۷] بیگہ ہے نوکری کرتے ہیں۔

خاندان نتھو خاں ایلمان حمید خانی ساکن موضع بامنواس جاگیر (۳۵۵) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

خاندان الف خاں ایلمان ساکن کھڈانو جاگیر (۴۰۰) بیگہ ایک سو کھڈانو میں اور باقی خضر سر کی سیوار میں ہے نوکری کرتے ہیں۔

اختیار خاں ولد ناہر خاں ایلمان ساکن خضر سر جاگیر (۲۲۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں

ہیجو خاں ولد سبھو خاں ایلمان ساکن کھڈانو جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

ہوشدار خاں ولد پہاڑ خاں زیندان ساکن موضع نرآدنو جاگیر (۴۴۰) چار سو چالیس بیگہ خون بہا مع دو کنوؤں کے بھائی واڑ کی سیوار میں ہے باقی پیتھوں سر کی سیوار میں دی گئی ہے نوکری کرتے ہیں۔

دولت خاں ولد پہاڑ خاں داراب خانی ساکن موضع نرادنو جاگیر (۳۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

دولت خاں ولد گلاب خاں حمید خانی ساکن موضع پیتھوں سر جاگیر (۴۰۰) بیگہ اور یہ زمین دولت خاں کے پاس کی سیوار میں ہے نوکری کرتے ہیں۔

دھونکل خاں ولد ہمیر خاں حمید خانی ساکن موضع ہمیر خاں کا باس جاگیر (۳۰۰) بیگہ کوٹھڑی کی ہے۔

بہادر خاں ولد گلاب خاں ایلیان ساکن تال کی دھانی جاگیر (۱۲۵) بیگہ یہ زمین مادھوگڈھ کے قریب ہے نوکری کرتے ہیں۔

جبرالدین خان اسمٰعیل خانی ساکن جاباسر تحصیل اجیت گڈھ جاگیر (۴۰۰) بیگہ ہے نوکری کرتے ہیں۔

ہوشدار خاں وسردار خاں وپیرو خاں کے خاندان میں موضع دھنوری باس قائم سر جاگیر (۲۲۲۰) بیگہ ہے نوکری کرتے ہیں۔

سعادت خاں ولد سردار خان موضع دھنوری باس قائم سر جاگیر (۳۰۰) بیگہ معافی ہے

اشرف خاں ولد سعادت خان موضع دہنوری باس قائم سر جاگیر (۴۲۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

حیدر خاں ولد بادو خاں موضع دھنوری جاگیر (۴۱۴) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

فرید خاں[1] ولد اشرف خاں موضع دھنوری جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

احمد خاں ولد قمرالدین خاں موضع دھنوری جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

فاضل خاں دھنوری نواں باس جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

اکبر خاں ولد ہوشدار خاں موضع دھنوری نوا باس جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔ دھنوری کے تمام جاگیردار قائم خانی داب خانی گروہ سے ہیں۔

ذکر جاگیرداران قائم خانی راج سیکر

پہلے اس کے کہ یہاں پر جاگیرداروں کے حالات بتائے جائیں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ راج سیکر میں قائم خانی جاگیرداروں کے لئے نوکری کرنے کا کیا طریق عمل ہے تمام قائم خانی جاگیردار راج سیکر میں حاضر رہتے ہیں صرف تین

[1] فرید خاں اپنے چچا اشرف خاں کے متبنّٰی ہیں انکے والد کا نام اختیار خاں تھا ۱۲ منہ

قائم خانی جاگیردار موضع بسوہ کے مع گھوڑوں کے نوکری کرتے ہیں باقی قائم خانیوں کی ساتھ گھوڑوں کی شرط نہیں ہے اگر سرکار کو کوئی نوکری لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو سواری دیجاتی ہے گڈھ کے اندر اور سرکاری محلات کے قریب قائم خانیوں کا ایک ڈیرا ہے جو میسری کے نام سے موسوم ہے اسکو ممدو خاں رسالدار کا ڈیرا بھی کہتے ہیں اس ڈیرے میں بیس یا پچیس قائم خانی رہتے ہیں بعض تو راؤ راجہ صاحب بہادر کے ڈھولئے کا شب میں پہرہ دیتے ہیں باقی زنانی ڈیوڑھی پر متعین ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی قائم خانی ہیں جو طویلہ پر تعینات ہیں اور بعض تحصیلوں پر رہتے ہیں ان تمام ملازمین جاگیردار قائم خانیوں کو راج کی طرف سے خورد و نوش کا سامان روزانہ مقرر ہے یعنی چھٹیاں چھٹی تین قسم کی ہوتی ہیں۔

پہلی چھٹی تین سیر آٹا سوا سیر چون[۱] ڈیڑھ پاؤ گھی باقی خورد نوش کا کل سامان۔

دوسری چھٹی ڈیڑھ سیر آٹا سوا سیر چون پاؤ گھی باقی خورد نوش کا سامان۔

تیسری چھٹی سوا سیر آٹا آدھ پاؤ گھی باقی خورد و نوش کا سامان۔ یہ تمام قائم خانی جاگیردار راؤ راجہ صاحب بہادر کی سالگرہ اور دسہرہ وغیرہ کے تہواروں پر اپنی جاگیر کی حیثیت کے موافق نذر گذرانتے ہیں۔ اگر کوئی جاگیردار غیر حاضر رہے تو دو روپئے ماہانہ اسکی چھٹی سے تفاوت لیا جاتا ہے یعنی دو روپئے ماہانہ وضع کرلئے جاتے ہیں پانسو بیگہ جاگیر پر یہ دو روپئے کی شرط ہے اس سے کم یا زیادہ ہو تو اسی حساب سے تفاوت لیا جائیگا تین سال میں جاگیردار سے فی سیکڑہ جاگیر ساڑھے سات روپئے لئے جاتے ہیں اسکو تیسالہ کہتے ہیں"

جو جاگیردار قائم خانی عہدوں سے نوکری کرتے ہیں یہاں پر انکے نام لکھے جاتے ہیں۔

علیم خاں ولد بردی خاں مظفر خانی ساکن بھنیسر کی پانسو بیگہ جاگیر ہے اور یہ جاگیر راؤ راجہ مادھو سنگھ جی بہادر آنجہانی سی۔ آئی۔ ای نے ۱۸۹۹ء مطابق

[۱] چون باجرے کے آٹے کو کہتے ہیں جبکو بڑی چھٹی ملتی ہے اسکے خدمتگار کے لئے چون مقرر ہے ۱۲ منہ

سمت ۱۹۵۲ میں عطا کی تھی انکو بڑی چھٹی ملتی ہے اور ایک مکان سرکاری انکو رہائش کیلئے بتلایا گیا ہے جو علیم خاں کے ڈیرے کے نام سے موسوم ہے اور راؤ راجہ صاحب حال سریان کلیان سنگھ جی بہادر بھی ان پر نظرِ عنایت رکھتے ہیں اس وقت علیم خاں سپرنٹنڈنٹ محلات کے عہدے پر ممتاز ہیں انکے نام کیساتھ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ علیم خاں صاحب قوم قائم خانی کے لیڈر ہونے کے علاوہ راجدھانی سیکر میں قوم اہل ہنود و اہل اسلام میں ہر دلعزیز ہیں اور ہمیشہ نیک کاموں میں حصہ لیتے ہیں و مسلم پرائمری اسکول ریاست سیکر کے ممبر اور حامی ہیں۔"

محمود خاں ولد دولہ خاں رسالدار ساکن کرڑولی کو بھی بڑی چھٹی ملتی ہے۔ یہ محمود خاں اسی فتح خانی شاخ سے ہیں کہ جنکے بزرگوار عید و خاں اس کے بعد نیاز و خاں انکے بعد مختار خاں تک راج کی خیر خواہی میں اپنی جان کو قربان کرتے آئے اسوقت محمود خاں پی۔ ڈبلیو کے صدر عہدہ دار ہیں عبد اللہ خاں ولد شکر اللہ خاں الف خانی جاگیردار تحصیل لچھمن گڈھ میں تحصیلدار ہیں۔" حیدر خاں ولاور خانی ساکن کاسلی یہ بھی جاگیر رکھتے ہیں اور زنانی ڈیوڑھی کے منتظم ہیں۔"

وزیر خاں ایلمان ساکن سیکر جاگیر رکھتے ہیں اور رسالداری سے نوکر ہیں۔

بھور خاں فتح خانی ساکن کرڑولی جاگیر رکھتے ہیں اور رام گڈھ میں رسالدار ہیں

زور آور خاں ہاتھی خانی ساکن چوڑی بھی رسالدار ہیں۔"

قبل اسکے کہ راج سیکر کے جاگیردار قائم خانیوں کی فہرست دیجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موضع چوڑی اور بھیوہ کے حالات اور انکا اعزاز بتلا دیا جائے ان دونوں مواضعات میں نواب جار اللہ[1] خاں احمدان ہاتھی خانی کی اولاد آباد ہے ریاست فتح پور پر ٹھاکر راؤ شیو سنگھ جی کا قبضہ ہونیکے بعد بھی یہ دونوں گاؤں اس خاندان کے قبضہ میں رہے اور جو خراج یہ لوگ نواب فتح پور کو دیتے تھے کیقدر

---

[1] ہاتھی خانی گردہ میں ان دو بھائیوں کی اولاد مشہور ہے یعنی جار اللہ خاں و نعمت اللہ خاں کی۔ جار اللہ خاں کی اولاد موضع چوڑی و بھیوہ میں کثرت سے آباد ہے اور نعمت اللہ خاں کا خاندان تقریبًا تمام کا تمام حیدر آباد دکن چلا گیا شاید چند ہی لوگ شیخاواٹی میں

(بقیہ صفحہ ۲۷۲ پر)

کمی بیشی کے ساتھ راج سیکر کو بھی ادا کرتے رہے یہ کیوں اسلئے کہ جسوقت راؤ شیو سنگھ جی بہادر نے فتح پور پر قبضہ کیا اس وقت یہ خاندان نواب فتح پور سے باغی۔ اور راؤ شیو سنگھ جی کا طرفدار تھا اسی وجہ سے انکے ساتھ یہ رعایت کی گئی اور یہ عمل راؤ راجہ مادھو سنگھ جی بہادر تک چلا آیا ۱۸۸۹ء مطابق سمت ۱۹۴۶ میں راؤ راجہ مادھو سنگھ بہادر نے ان دونوں مواضعات کے قائم خانیوں سے کہا کہ چوڑی اور بیسوہ پر تمہارا قبضہ ایک زمانہ سے چلا آتا ہے اور راج نے بھی تمہارے ساتھ ہمیشہ رعایت کی اب مجھے یقین نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ آئندہ زمانہ میں ایسی رعایت ہوتی رہے گی اب میں آپ لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ میرے کہنے پر عمل کرو تو مناسب ہے چوڑی و بیسوہ کے قائم خانیوں نے عرض کی کہ آپ مالک و مختار ہیں جیسا چاہیں ویسا کر سکتے ہیں ہمیں ہر طرح سے منظور ہے راجہ صاحب بہادر نے یہ حکم جاری کیا کہ موضع چوڑی کے تحت بارہ ہزار بیگہ زمین ہے چار ہزار بیگہ زمین تو بطریق بھوم چوڑی کے قائم خانیوں کے قبضہ میں رہے اور آٹھ ہزار بیگہ پر بھی ان ہی قائم خانیوں کا قبضہ رہیگا۔

(بقیہ صفحہ ۲۷۱) آباد ہیں بلدہ حیدر آباد میں اس خاندان کے لوگوں میں سے بڑے بڑے نواب ہوگذرے ہیں مثلاً نواب سمیع اللہ خاں بہادر و نواب شیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر و نواب صالح محمد خاں بہادر و جمعدار شہامت خاں و جمعدار غازی خاں بہادر وغیرہ یہاں پر یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ جار اللہ خاں کا کس مقام پر انتقال ہوا ۱۷۵۱ء م سمت ۱۸۰۷ میں میرٹھ سے مغرب کیطرف تھوڑے ہی فاصلہ پر مہاراجہ رام سنگھ اور راجہ بخت سنگھ میں گدی نشینی پر جنگ ہوئی اسوقت جار اللہ خاں کو طلب فرمایا تھا اسلئے کہ جار اللہ خاں اور بخت سنگھ میں پہلے سے ملاقات تھی مہاراجہ رام سنگھ بخت سنگھ کے بھتیجے تھے اور اپنے والد کی جگہ گدی پر بیٹھے تھے اور بخت سنگھ خود راجہ بننا چاہتا تھا اس لئے بخت سنگھ چیدہ چیدہ سپاہیوں کو جمع کر رہے تھے اس موقع پر جار اللہ خاں طلب کے گئے یہ لڑائی بڑے معرکہ کی ہوئی تھی اور ریاں کے ٹھاکر شیر سنگھ مہاراجہ رام سنگھ کی فوج میں شریک تھے اور جار اللہ خاں مہاراجہ بخت سنگھ کی فوج کے ایک سپہ سالار بنائے گئے جار اللہ خاں اور شیر سنگھ کا مقابلہ ہوا اور یہ دونوں سردار یکے لڑنے کی خواہش رکھتے تھے۔ ادھر سے جار اللہ خاں ادھر سے شیر سنگھ میدان میں آدھمکے دونوں کا مقابلہ ہوا شیر سنگھ نے برچھے کا وار کیا جار اللہ خاں نے تلوار کا۔ یہ دونوں سردار اسی جگہ کام آئے انکے اس معرکہ کا کسی کبیشر نے ایک رزمیہ بھی کہا ہے جو انکے خاندان میں خوشی کے موقع پر کبیشر پڑھتے ہیں ۱۲ منہ

اور اسکی مالگذاری سالانہ تین ہزار ایک سو چھیانوے روپے ساڑھے بارہ آنے سرکار میں ادا کرتے رہیں۔

اس وقت سے یہی عمل جاری ہے کہ چار ہزار بیگہ زمین تو بھوم ہے اور آٹھ ہزار بیگہ زمین بطریق زواد موضع چوڑی کے قائم خانیوں کے قبضہ میں چلی آتی ہے مگر یہ طرفہ ہے کہ سرکاری اہلکار انکو آٹھ ہزار زمین کے متعلق اجارہ دار لکھتے ہیں اور یہ قائم خانی اپنے کو زواد دار سمجھتے ہیں اس لئے کہ جب نیا بندوبست ہوتا ہے تو اجارہ داروں سے یا تو کچھ موضع کی رقم بڑھادی جاتی ہے یا بعض موقع میں کم بھی کردیجاتی ہے مگر ابھی تک کسی بندوبست میں چوڑی وبیسوہ کے قائم خانیوں سے اس زمین کے بارے میں کوئی مطالبہ نہیں ہوا اور وہی سمت ۱۹۴۶ کے حکم پر عمل جاری ہے موضع بیسوہ کے تحت میں اٹھارہ ہزار بیگہ زمین ہے اس موضع کے قائم خانیوں کو بھی راجہ بادو سنگھ بہادر کا سمت ۱۹۴۶ میں وہی حکم ہوا تھا جو چوڑی کے قائم خانیوں کو ہوا انکو بھوم عطا کیگئی تھی اور انکو نہیں بیسوہ کے قائم خانی سرکار میں تین ہزار ایک سو چھیانوے روپئے پندرہ آنے سالانہ راج کو ادا کرتے ہیں۔ یہ بھی اپنے کو زواددار سمجھتے ہیں اور سرکاری اہلکار انکو اجارہ دار خیال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں دیکھئے آئندہ اسکا کیا حشر ہوتا ہے بیسوہ کی آمدنی اس وقت تقریباً چھ ہزار روپئے کی ہوگی۔

مخفی نہ رہے کہ راج سیکر میں قائم خانیوں وراجپوتوں اور پٹھانوں کو خط وکتابت میں راجیسری لکھا جاتا ہے جو قائم خانی وراجپوت اور پٹھان دفتروں میں نوکر ہیں یا راج میں اور کوئی نوکری کرتے ہیں۔ ان کو جو مراسلہ لکھا جاتا ہے اسمیں راجیسری لکھتے ہیں اور ان قوموں میں سے راج سرکاری کاروبار کے لئے کسی کو طلب کرے تو اسوقت بھی راجیسری کا لفظ لکھا جاتا ہے اور خوشی وغمی کے موقعوں میں جب یہ لوگ بلائے جاتے ہیں تو اس وقت بھی چٹھی کے نام پر راجیسری کا لفظ انکے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ موضع چوڑی اور بیسوہ کے قائم خانیوں کو تو قریب قریب کے ٹھکانے بھی راجیسری لکھتے ہیں۔ موضع چوڑی کے

متعلق یہاں پر دو چٹھیاں درج کیجاتی ہیں جن کے پڑھنے سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ چوڑی و بسیوہ کے قائم خانیوں کو اس شیخاوت راج بنسی قوم کے ساتھ کیسے مراسم ہیں

فہرست جاگیرداران قائم خانی علاقہ راج سیکر

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت و سکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۱	علیم خاں ولد پڑدی خاں ساکن بہیسر	مظفر خانی	٥٠٠ بیگہ	کھیروہ ٣٠٠ بیگہ میداسر (٢٠٠ بیگہ)
٢	سیے خاں ساکن بسیوہ	٠	٤٠١ بیگہ	بلود (٢٠٠ بیگہ) کانگنسر (٢٠١ بیگہ)
٣	حیدر خاں ولد بہادر خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	٥١٣ بیگہ	ماجی پورہ ١٥٠ بیگہ کنور پورہ ٢٥ بیگہ کاسلی ٣٣٨ بیگہ
٤	بھورے خاں ولد بہادر خاں ساکن چوڑی	ہاتھی خانی	٥٠٠ بیگہ	سانکھو ٢٠٠ بیگہ۔ بلاران ٣٠٠ بیگہ۔
٥	باگے خاں ولد پڑدی خاں ساکن بھنجری	دولت خانی	٤٠٠ بیگہ	بھنجری (٤٠٠) بیگہ
٦	حمید خاں ولد ضمیر الدین خاں ساکن دارونڈہ	دلاور خانی	٣٠٠ بیگہ	دارونڈہ (٣٠٠) بیگہ

۱۵ نقل چٹھی جو راج سیکر کی طرف سے موضع چوڑی کے قائم خانیوں کو بائی جی صاحبہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی وہ یہ ہے۔

(سری رام جی)

راجیسری اشرف خاں محبوب خاں انوں خاں بھورے خاں ولد بہادر خاں بھیرے خاں ولد بخشو خاں حیدر خاں باگہ خاں بنو خاں جوگ لکھت ممکہ مصاحبت راج سیکر کنے۔ جے رگناتھ جی کی بنچ جو اپرنچ سری بائی جی لال راج کنوار جی کا بیاہ بیاکھ سدی ۹ منگلواری میل ہے سدی ۱۰ ارید ھواری ساوہ ہے سو آپ آجو متی بیاکھ بدی ۱۱ سمت ۱۹۸۱ بکرمی۔

یہ دوسری چٹھی جو ٹھکانہ نولگڈھ سے چوڑی کے قائم خانیوں کو لکھی گئی وہ یہ ہے۔

(سری رام جی)

سدھ سری راجیسری اشرف خاں جی و باگہ خاں جی و بھورے خاں جی جوگ لکھاوت نولگڈھ سے راجیسری ٹھاکر باگ سنگھ جی کی طرف سے جے رگناتھ جی کی بنچ جو اپرنچ سری راجو بائی گلاب کنوار جی کا بیاہ ہے منگسر سدی ۱۰ ارگو مقام مکندگڈھ میں تیاری ہوگی منگسر سدی ۹ منگلواری میل ہے منگسر سدی ۱۰ ارید ھواری پھیری ہیں۔ اس سلئے آپ لوگ چار روز پہلے آئیں تو ٹھکانہ کی سوبہ ہے متی منگسر سدی ۵ سمت ۱۹۸۲ بکرمی۔

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت و سکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل موضعات جہاں کی زمین ہو
۷	علاؤالدین خاں ولد بنو خاں ساکن الکسر	دائم خانی	۴۰۰ بیگہ	کانگنسر ۳۰۰ الکسر (۱۰۰)
۸	جمال خاں ولد پیرو خاں ساکن رول	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	رول (۳۰۰)
۹	چاند خاں ولد سالو خاں ساکن گاریڈا	حسین خانی	۳۰۰ بیگہ	گاریڈا (۳۰۰)
۱۰	ضمیر الدین خاں ولد بہا خاں ساکن کاسلی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۳۰۰)
۱۱	بہادر خاں ولد علی خاں ساکن کارنگہ	زنیدان	۳۰۰ بیگہ	کارنگہ (۳۰۰)
۱۲	موتی خاں ولد ہاشم خاں ساکن کاسلی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	نیتڑواس (۳۰۰)
۱۳	ہمت خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۳۰۰)
۱۴	محمد خاں ولد حیدر خاں ساکن سنگراوٹ	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	سنگراوٹ (۳۰۰)
۱۵	منو خاں ولد راحت خاں ساکن جھینجری	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	جھینجری (۲۲۵) بہگالسراں (۷۵)
۱۶	وارث خاں ولد لکھمن خاں ساکن جاجود	زنیدان	۳۰۰ بیگہ	بہاراؤ پورہ (۳۰۰)
۱۷	ہاشم خاں ولد جلال خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۸	علاؤالدین خاں ولد دودو خاں کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۹	جلال خاں ولد امیر خاں ساکن پونٹی	زنیدان	۳۰۰ بیگہ	پونٹی (۳۰۰)
۲۰	سیسر خاں ساکن ہیتم سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	ہیتم سر (۳۰۰)
۲۱	شہاب الدین خاں ولد علاؤالدین خاں کرڑولی	فتح خانی	۴۱۲ بیگہ	بلودبھاکراں (۳۰۰) کرڑولی (۱۱۲)
۲۲	کریم خاں ولد مختار خاں ساکن کاسلی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۲۰۰) مان جی پورہ (۱۰۰)
۲۳	محبوب علی خاں ولد الٰہی بخش خاں کرڑولی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۲۴	بھوسے خاں ولد بخشو خاں ساکن چوڑی	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۲۵	صفدر خاں ولد شرف خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۲۷۵ بیگہ	کاسلی (۲۷۵)
۲۶	باگے خاں ولد بنے خاں ساکن کھیواں	حبیب خانی	۱۰۰ بیگہ	بوسانہ (۱۰۰)
۲۷	اعظم خاں ولد اعتبار خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۱۵۰ بیگہ	نیتڑواس (۱۵۰)
۲۸	چاند خاں ولد مصری خاں ساکن کاسلی	دولت خانی	۲۰۰ بیگہ	کاسلی (۲۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۲۹	فیض محمد خاں ولد واحد خاں ساکن الماس	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۳۰	جمال خاں ولد لال خان ساکن جاجود	مظفر خانی	۵۵۰ بیگہ	جاجود (۵۵۰)
۳۱	عبداللہ خاں ولد شکر اللہ خاں ساکن سیکر	الف خانی	۴۰۰ بیگہ	گوڑیہ بڑا (۳۰۰) چھوٹا (۱۰۰)
۳۲	وزیر خاں ولد مصری خاں ساکن سیکر	ایلیان	۱۵۰ بیگہ	گوکل پورہ (۱۵۰)
۳۳	نبی بخش خاں ولد موتی خاں	۰	۳۰۰ بیگہ	سانکھو (۳۰۰)
۳۴	بیٹے خاں ولد بھورے خاں ساکن چوڑی	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۳۵	الٰہی بخش خاں ولد رستم خاں ساکن ساتوندہ	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	ندروٹیری (۳۰۰)
۳۶	مہتاب خاں ولد بھورے خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۴۰۰ بیگہ	کرڑولی (۴۰۰)
۳۷	علیم خاں ولد ضمیر الدین خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	ماں جی پورہ (۳۰۰)
۳۸	رحیم خاں ولد بہادر خاں ساکن گاریندہ	حسین خانی	۳۰۰ بیگہ	گاریندہ (۳۰۰)
۳۹	گھاسی خاں ولد بھورے خاں ساکن مغلونہ	زینداں	۳۰۰ بیگہ	مغلونہ (۳۰۰)
۴۰	شجاعت خاں ولد سعادت خاں ساکن جاجود	مظفر خانی	۲۵۰ بیگہ	جاجود (۲۵۰)
۴۱	کریم خاں ولد عبد خاں ساکن کاسلی	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۲۰۰) ماں جی پورہ (۱۰۰)
۴۲	بیر خاں ولد باگے خاں ساکن بیوہ	ہاتھی خانی	۵۰۰ بیگہ	الماس (۵۰۰)
۴۳	سانوت خاں ولد امیر خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۴۰۰ بیگہ	کاسلی (۴۰۰)
۴۴	مولا بخش خاں ولد حیدر خاں ساکن کرڑولی	دائم خانی	۲۰۰ بیگہ	کرڑولی (۲۰۰)
۴۵	علاؤ الدین خاں ولد ٹلے خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۲۰۰ بیگہ	کرڑولی (۲۰۰)
۴۶	آسو خاں ولد بھیکن خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۴۷	باگے خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۴۸	محمد خاں ولد رحمت خاں ساکن بلاراں	دولتخانی	۲۰۰ بیگہ	بلاران (۲۰۰)
۴۹	محمد خاں ولد چاند خاں ساکن رول	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	رول (۳۰۰)
۵۰	اکبر خاں ولد چاند خاں ساکن بھینچری	دولتخانی	۲۰۰ بیگہ	بھینچری (۱۰۰) بھگاسراں (۱۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہے
۵۱	کاسو خاں ساکن بھینچری	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	بھینچری (۲۵۰) بھگاسراں (۵۰)
۵۲	رحیم خاں ولد ناہر خاں سکنہ بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۵۳	اجمیری خاں ولد رحمت خاں ساکن کھیٹری	عیلے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیٹری (۳۰۰)
۵۴	نبو خاں ولد بلگے خاں ساکن بھینچری	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	اکھواس (۳۰۰)
۵۵	صفدر خاں ساکن بلاراں	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	بلاراں (۳۰۰)
۵۶	گہاسی خاں ولد عیسوی خاں ساکن کھیواسر	حبیب خانی	۱۰۰ بیگہ	پوسانہ (۱۰۰)
۵۷	الٰہی بخش خاں ولد آسو خاں ساکن کھیٹری	عیلے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیٹری راؤں کی (۳۰۰)
۵۸	کریم خاں ولد محبوب خاں ساکن گارینڈہ	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	گارینڈہ (۳۰۰)
۵۹	ہاشم خاں ولد جلال خاں ساکن کرڑولی	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۶۰	داراب خاں ولد مختار خاں ساکن ببیوہ	ہاتھی خانی	۲۲۰ بیگہ	بھینچری (۲۲۰)
۶۱	فرید خاں ولد شمس خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	کرڑولی (۵۰۰)
۶۲	میر خاں ولد امام الدین خاں ساکن ببیوہ	ہاتھی خانی	۵۰۰ بیگہ	کانگنسر (۵۰۰)
۶۳	بھوسی خاں ولد بھورے خاں ساکن ببیوہ	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بلاراں (۳۰۰)
۶۴	صفدر خاں ولد احد خاں ساکن ہیتم سر	دلاور خانی	۴۰۰ بیگہ	ہیتم سر (۴۰۰)
۶۵	جہتاب خاں ولد اسراو خاں ساکن بلود	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	بلود بھاگراں کی (۵۰۰)
۶۶	فرید خاں ولد باؤ خاں ساکن رول	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	رول ۳۰۰ بیگہ
۶۷	فتح خاں ولد حمید خاں ساکن واڑ وندہ	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	واڑوندہ (۳۰۰)
۶۸	لادو خاں ولد لال خاں ساکن بلود	دوتخانی	۵۰۰ بیگہ	بلود (۵۰۰)
۶۹	رسالدار محمد خاں ولد دولت خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	کرڑولی (۵۰۰)
۷۰	ضمیر الدین خاں ولد قمر الدین خاں ساکن کھیڑی	عیلے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیڑی (۳۰۰) راؤں کی
۷۱	لال خاں ولد حمید خاں ساکن بادوسر	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	بگڑی (۱۵۰) رودرعہ (۱۵۰)
۷۲	اجیت خاں ولد شہاب الدین خاں ساکن کھیڑی	عیلے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیڑی راؤں کی (۳۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت و سکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۷۳	فتح خاں ولد بہادر خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۷۴	کریم خاں ولد اسمٰعیل خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۷۵	حمید خاں ولد چاند خاں ساکن ڈاروندہ	دلاور خانی	۳۵۰ بیگہ	ڈاروندہ (۳۵۰)
۷۶	فیض محمد خاں ولد میر خاں ساکن بسیوہ	ہاتھی خانی	۵۰۰ بیگہ	کانگن سر (۵۰۰)
۷۷	الفو خاں ولد فرید خاں ساکن بسیوہ	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۷۸	انو خاں ولد کاسو خاں ساکن اودن سری	دولہ خانی	۳۰۰ بیگہ	اودن سری (۳۰۰)
۷۹	اختیار خاں ولد اسنبھو خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۸۰	یعقوب خاں ولد انو خاں ساکن بان ٹھود	زینداں	۲۵۰ بیگہ	بان ٹھود (۲۵۰)
۸۱	علاؤالدین خاں ولد امیر خاں ساکن بھیچری	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	بھیچری (۲۰۰) الماس (۱۰۰)
۸۲	ولایت خاں ولد قادر خاں ساکن بلود	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاکراں (۳۰۰)
۸۳	نور خاں ولد حیدر خاں ساکن کھیڑی	دولتخانی	۲۰۰ بیگہ	کرڑولی (۲۰۰)
۸۴	فرید خاں ولد کاسو خاں ساکن کھیوانسر	حبیب خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیواں سر (۳۰۰)
۸۵	حیدر خاں ولد عظمت خاں ساکن کرڑولی	زینداں	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۸۶	لال خاں ولد وزیر خاں ساکن نرووڑہ	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	نرووڑہ (۳۰۰)
۸۷	لادو خاں ولد وارث خاں ساکن کھیڑی	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیڑی (۳۰۰)
۸۸	فیضو خاں ولد چاند خاں ساکن اٹھواس	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	اٹھواس (۳۰۰)
۸۹	اشرف خاں ولد شمس خاں ساکن اٹھواس	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	اٹھواس (۵۰۰)
۹۰	محراب خاں ولد امی خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۹۱	کالو خاں ولد بہتا خاں ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۹۲	سانگو خاں ولد شادی خاں ساکن کھیڑی	عیسے خانی	۵۰۰ بیگہ	کھیڑی (۵۰۰)
۹۳	پنے خاں ولد محراب خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۹۴	کریم خاں ولد پیرو خاں ساکن بلود	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاکراں (۳۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۹۵	رشید خاں ولد امین خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۹۶	تاجو خاں ولد امین خاں ساکن کاسلی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۱۰۰) ماں جی پورہ (۲۰۰)
۹۷	جبر الدین خاں ولد جہتا خاں ساکن کھیواں سر	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیواں سر
۹۸	علاؤالدین خاں ولد فرید خاں ساکن کھیٹری	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیٹری (۲۰۰) نیاوہ (۱۰۰)
۹۹	باگے خاں ولد انور خاں ساکن کھیواں سر	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۰۰	بھورے خاں ولد بھیکن خاں ساکن کرڑولی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۰۱	امین خاں ولد حیدر خاں ساکن گینٹری	زیندان	۵۰۰ بیگہ	گینٹری (۵۰۰)
۱۰۲	علاؤالدین خاں ولد ہادی خاں ساکن کھیواں سر	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیواں سر (۳۰۰)
۱۰۳	حیدر خاں ولد سنھو خاں ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۲۵۰ بیگہ	بھگاسراں ۲۵۰
۱۰۴	کریم خاں ولد شکر خاں ساکن کھیٹری	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	بلاراں (۳۰۰)
۱۰۵	دیندار خاں ولد باگے خاں ساکن بلود	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاگراں (۳۰۰)
۱۰۶	امیر خاں ولد قمر الدین خاں ساکن جلال سر	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	اٹھواس (۳۰۰)
۱۰۷	بھورے خاں ولد بسیر خاں ساکن بلود	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاگراں (۳۰۰)
۱۰۸	امیر خاں ولد شکور خاں ساکن گارینڈہ	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	گارینڈہ (۳۰۰)
۱۰۹	راوت خاں ولد چاند خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۰	جیون خاں ولد الٰہی بخش خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۱	خضر خاں ولد امام الدین خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۲	بھورے خاں ولد اکبر خاں ساکن جلال سر	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	جلال سر (۳۰۰)
۱۱۳	خضر خاں ولد وارث خاں ساکن کانگن سر	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	کانگن سر (۳۰۰)
۱۱۴	بھورے خاں ولد علاؤالدین خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۵	کریم خاں ولد فتح خاں ساکن بیسوہ	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	کانگن سر (۳۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت و سکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہانکی زمین ہلو
۱۱۶	کریم خاں ولد بہاؤالدین خاں ساکن جالیو	زنیداں	۳۰۰ بیگہ	جالیو (۳۰۰)
۱۱۷	بھورے خاں ولد بخشو خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۴۰۰ بیگہ	کرڑولی (۴۰۰)
۱۱۸	اکبر خاں ولد عیسو خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۱۹	رشید خاں ولد جاگو خاں ساکن جلال سر	دولیخانی	۳۰۰ بیگہ	اٹھواس (۳۰۰)
۱۲۰	باگے خاں ولد امیر خاں ساکن جلال سر	دولہ خانی	۳۰۰ بیگہ	ساتوندہ (۳۰۰)
۱۲۱	جواہر خاں ولد قمرالدین خاں ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۱۲۲	محبت خاں ولد فرید خاں ساکن بھینیچری	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۱۲۳	برڈی خاں ولد بہادر خاں ساکن کرڑولی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۲۴	مہتاب خاں ولد خضر خاں ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۲۵۰ بیگہ	بھگاسراں (۲۵۰)
۱۲۵	موجو خاں ولد مہتاب خاں ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۱۲۶	علیم خاں ولد گھاسی خاں ساکن جیلال سر	دولیخانی	۳۰۰ بیگہ	جلال سر (۳۰۰)
۱۲۷	علاؤالدین خاں ولد باگے خاں ساکن بیسوہ	ہاتھی خانی	۴۰۰ بیگہ	ارلخ سر (۱۵۰) راجپوڑہ (۲۵۰)

علاقہ شیخاواٹی میں ٹھکانوں کی طرف سے جن قائم خانیوں کو اراضیات بطور جاگیر عطا ہوئی ہیں وہ ذیل میں درج کیجاتی ہیں

ٹھکانہ نولگڈھ سے بصلہ کارگذاری وارث خاں مظفر خانی کو ایک ہزار بیگہ زمین صیغہ نانکار دی گئی ہے اور اس کا پٹہ وارث خاں کو واضح طور سے لکھدیا گیا ہے پٹہ میں تحریر ہے۔ کہ سدھ سری راجیسری ٹھاکر روپ سنگھ جی کی طرف سے۔ وارث خاں جی کو معلوم رہے کہ اس ہزار بیگہ زمین پر آپ کا قبضہ رہے یہ زمین آپ کو اس صلہ میں دی گئی ہے کہ میری گودنشینی کے معاملہ میں آپ نے بیحد کوشش کی اور کوشش کا نتیجہ بہتر نکلا آئندہ بھی ہمارے ٹھکانہ سے آپ کو نفع کی امید رکھنی چاہیئے

ضرور ہماری اولاد تمہاری اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہے گی جو کوئی ٹھاکر اس ٹھکانہ پر قابض ہوتا رہے گا وہ اس تحریر کے خلاف آپ کے خاندان سے اس ہزار بیگہ زمین کے بارے میں کسی طرح کا مطالبہ نہیں کرے گا اس زمین میں آپ کنواں کھدوا سکتے ہیں مکانات چنوا سکتے ہیں آپ کو اور آپ کے خاندان کو ہر طرح کا اختیار ہے اور رہے گا بہر حال اس زمین پر کسی طرح کی لاگ نہیں ہے نہ مالگذاری ہے نہ نوکری کی شرط اس پٹہ میں درج ہے کہ یہ زمین موضع بھیم سر سے شمال کی طرف اور روپانہ چوہٹر سے شمال و گوشہ مغرب میں ڈہانی کی سیوا کے قریب دی گئی ہے یہ پٹہ سمت ۱۹۵۷ بکرمی مطابق ۱۹۰۰ئہ میں لکھا گیا اس پر ٹھکانہ کے مصاحب کے دستخط ہیں ٹھاکر روپ سنگھ جی صاحب کی | مہر ہے |

رسالدار صفدر خاں سُلطان خانی موضع حسن سر کو ٹھاکران چرانہ و چھاپولی کی طرف سے مع ایک کنواں کے تقریبًا دو سو بیگہ زمین انعام دی گئی ہے اور ایک کنواں اور اسکے اطراف کی زمین استمراری حسن سر کی سیوار میں ان ہی ٹھاکروں کی عطا کردہ ہے اب یہ زمینیں صفدر خاں رسالدار کے پوتے محبوب علی خاں رسالدار اور ان کے چھوٹے بھائیوں کے قبضہ میں ہیں۔ ممدو خاں ولد شبھو خاں داراب خانی موضع بھیم سر کے بزرگوں کو ٹھکانہ نول گڈھ کی طرف سے ساٹھ بیگہ زمین کو ٹھڑی کی دیگئی تھی جو انکے خاندان میں ابتک چلی آرہی ہے اور یہ زمین موضع بھیم سر ہی کی حدود میں عطا ہوئی تھی اور ایک سو بیگہ زمین ممدو خاں کو سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۷ئہ میں جبکہ قصبہ بگڑ میں ہنگامہ[1] ہوا اور ممدو خاں شدید زخمی ہوئے اور انکا سیدھا ہاتھ گولی کے لگنے سے ضائع ہوگیا اس موقع پر یہ جاگیر بطور خون بہا موضع ڈھیگال کی سیوار میں دی گئی تھی اب ممدو خاں کا انتقال ہوچکا ہے اور ان ہر دو اراضیات پر انکی بیوہ قابض ہے شبنو خاں

---

[1] یہ لڑائی ٹھاکر بیری سال سنگھ جی نول گڈھ و ٹھاکر گنپت سنگھ جی السیسر کے مابین کسی زمین کے بارے میں ہوئی تھی اسمیں ہر دو ٹھاکر صاحبان کو کثیر نقصان پہنچا ٹھاکر بیری سال سنگھ جی کی فوج میں سے شیو دان جی میڑتیہ کے تین گولی لگی اور کام آیا سکت سنگھ شیخاوت مارا گیا ممدو خاں و اسمٰعیل خاں قائم خانی زخمی ہوئے ٹھاکر گنپت سنگھ جی کی فوج میں سے اُودجی بھیرؤں جی کا مارا گیا اور ایک راجپوت ایک ناملا زخمی ہوئے ۱۲ منہ

کی منکوحہ بی بی سے ایک بیٹا موجود ہے جس کا نام سبحان خاں ہے اس وقت یہی سبحان خاں ممدوخاں کے گھر کا کاروبار چلا رہا ہے اس لئے قوی امید ہے کہ یہ دونوں اراضی سبحان خاں اور اسکے خاندان کے قبضہ میں رہیں گی کیونکہ ممدوخاں لاولد فوت ہوا اور سبحان خاں شیخو خاں کی منکوحہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور ایسے بڑے ٹھکانوں کے رئیس اپنی تحریر کے پابند ہوتے ہیں یقین واثق ہے کہ یہ ٹھاکر صاحبان ضرور ایسا عمل جاری رکھیں گے جیسا کہ اب ہے اگر ایسا نہو جیسا کہ ہمارا خیال ہے تو سخت ناانصافی ہوگی۔

اسمٰعیل خاں ولد اختیار خاں مظفر خانی بھی اسی بگڑ کی لڑائی میں زخمی ہوئے تھے انکو بھی ڈھیگال کی سیوار میں اسی ٹھکانہ کی طرف سے بہادری کے صلہ میں سرکٹی کی زمین عطا ہوئی تھی۔

ہولندار خاں زمین دان ساکن موضع نرادنو کو ٹھکانہ ملیسر کی طرف سے ایکسو بیگہ جاگیر موضع اڑاؤتہ کی سیوار میں دی گئی ہے جو اڑاؤتہ سے جنوب کی طرف واقع ہے اور اکتیس بیگہ زمین معہ کنویں کے جو اڑاؤتہ کے قریب ہے یہ بھی جاگیر ٹھکانہ ملیسر کی طرف سے عطا ہوئی ہے یہ ہر دو زمینیں اچھی کارگذاری کے صلہ میں بطور صیغہ نان کار یا انعام دی گئی ہیں۔

مہتاب خاں جو ہولندار خاں کے فرزند ہیں انکو بھی ٹھکانہ ڈونڈلود کی طرف سے ایک سو بیگہ زمین بصیغہ نان کار موضع کھیرپورہ کی سیوار میں موجودہ ٹھاکر صاحب ڈونڈلود کی گودنشینی کے موقع پر عطا کی گئی تھی اس لئے کہ مہتاب خاں نے گودنشینی کے موقع پر سعی بلیغ کی تھی علاوہ دوسری سرفرازیوں کے ٹھکانہ کی طرف سے یہ جاگیر بھی عطا ہوئی۔

تقریبًا چار سو بیگہ زمین موضع کیڈ میں نواب جبرالدین خاں کے خاندان کے اشخاص کو ٹھاکر صاحبان کیڈہ کی طرف سے دی گئی ہے یہ زمین کئی حصوں میں تقسیم ہے اور علٰحدہ علٰحدہ ہی ان لوگوں کو دی گئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین بطریق عموم دی گئی تھی اس لئے کہ جب اس خاندان کے قبضہ سے انکے مقبوضات نکل گئے اور ٹھاکر گوپال سنگھ کے قبضہ میں چلے گئے تو اس خاندان کے ٹھاکروں نے ان تمام قائم خانیوں کی اشک شوئی کی اور موقع بموقع انکو زمین دی گئی کسیقدر بعد میں بھی دی گئی ہے مگر اب ٹھاکر صاحبان کیڑ اس تاک میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کسی قائم خانی کا خاندان گم ہو جائے یا کوئی پردیس چلا جائے اور ایک زمانہ تک نہ آئے تو ہم اس کی زمین پر فوراً ہی قبضہ کرلیں۔ چونکہ علاؤالدین خاں کیپٹن ایک زمانہ تک حیدرآباد دکن میں رہے انکے قبضہ میں ایک کنواں اور اس کے تحت زمین بھی تھی اس کے علاوہ انکے قبضہ میں اور بھی دوسری زمین تھی ان ٹھاکروں نے فوراً ہی قبضہ کرلیا جس کا مقدمہ نظامت جھنجھنوں میں علاؤالدین خاں کی طرف سے دائر ہوا آخر محکمہ عالیہ کونسل جے پور میں علاؤالدین خاں کیپٹن کو کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر ہنوز اس زمین پر علاؤالدین خاں کا قبضہ نہیں ہوا تھا جوں ہی علاؤالدین خاں اکیس برس کے بعد واپس کیڑ آئے افسوس! کہ ہفتہ عشرہ کے اندر ہی بعارضہ طاعون ان کا انتقال ہو گیا اب علاؤالدین خاں کیپٹن کا خاندان گم ہے مگر مرحوم کے خاندان میں بیوائیں موجود ہیں اس حالت میں بھی ان ٹھاکر صاحبان نے اس کنوئیں اور دوسری زمین پر اپنا قبضہ جما رکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکے یہاں ایسی پابندی نہیں ہے جیسا کہ دوسری ریاستوں میں اور راجہ سادول سنگھ کے خاندان میں ایسی زمینوں و جاگیروں کے بارے میں عمل جاری ہے اس کا یہ سبب ہے کہ یہ ٹھاکر قلیل جائداد رکھتے ہیں تو انکے دل تنگ ہیں اب کیڑ کے قائم خانیوں کے قبضہ میں تین سو گیارہ بیگہ زمین باقی رہ گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا آئندہ کیا انجام ہوتا ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَاءُ (زمین اللہ ہی کی ہے جسے چاہے وارث بنائے)۔

علاقہ شیخاواٹی میں جو قائم خانی ٹھکانوں میں نوکری کرتے ہیں ان کو بھی بصیغہ ملازمت زمین[1] دیجاتی ہے جب تک وہ نوکری کرتا رہے گا تو وہ زمین اس کے قبضہ میں

[1] ٹھکانوں کی طرف سے جو زمین دیجاتی ہے اسکو باڑہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

رہے گی۔ مگر نوکری نہ کرنے کی صورت میں ٹھکانا کا قبضہ ہو جائیگا ٹھکانوں کے ملازمین کے ساتھ اور کئی طرح کے سلوک ہوتے رہتے ہیں بعض ٹھکانوں میں تو پٹہ دیا جاتا ہے یعنی خورد و نوش کا سامان اور بعض میں رسوڑے[۱] سے تھال آتا ہے اور ایسے ملازمین کے لباس اور دوسرے اخراجات کے ذمہ دار وہی ٹھاکر صاحب ہوتے ہیں جنکے یہ ملازم ہیں ان ٹھکانوں کے ملازمین امراؤ کہلاتے ہیں۔ علاوہ اسکے بغیر جاگیر کے مختلف ریاستوں میں تنخواہ دار قائم خانی ملازم ہیں۔

چنانچہ الٰہی بخش خاں احمدان ریاست جے پور میں رسالدار ہیں۔

غلام رسول خان حمید خانی ساکن موضع بامنواس ریاست چھوٹے اودے پور میں راجہ[۲] صاحب بہادر کے خاص باڈی گارڈ کے رسالدار ہیں۔

محمد علی خاں حمید خانی ساکن موضع بامنواس راج کھیٹری میں رسالہ باقاعدہ کے رسالدار ہیں۔ نیز عبد الکریم خاں حمید خانی موضع گیڈانیہ کے علاقہ انگریزی کی ٹنگ پولیس کراچی میں صوبیدار تھے اور اب پنشن پاتے ہیں۔

ذکر مربع داران

علاقہ انگریزی میں سب سے پہلے قوم قائم خانی میں مربعہ حاصل کرنیکا دریا خاں بھوان کو فخر حاصل ہے یہ رجمنٹ نمبر ۲ بنگال میں دفعدار تھے اور انگریزی فوجی فنون کے بالکل ماہر تھے گھوڑے کے سوار بھی ایسے تھے کہ اس رجمنٹ میں انکے مقابل کوئی دوسرا نہ تھا بلکہ انکا ہمعصر سوار دوسری فوجوں میں بھی ملنا مشکل تھا انھوں نے ہر موقع پر شرطوں میں بازیاں جیتی ہیں جبکہ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی میں عالی شان دربار رجنیہ جوبلی ہوا اور کوئین امپرس وکٹوریہ حضور ملکہ معظمہ کے خطاب قیصر ہند کا اعلان کیا گیا اس وقت روٴسا ہند کی فوجوں کے علاوہ انگریزی فوجیں بھی کثرت سے جمع ہوئیں تھیں۔ اعلحضرت حضور نظام حیدر آباد دکن بھی اس جلسہ

---

[۱] رسوڑا یعنی خاص باورچی خانہ ۱۲ [۲] چھوٹے اودے پور کے راجگان کا خاندان چوہان ہے اور راجدہانی اودے پور ریاست بڑودہ کے قریب ہے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر اثر ہے ۱۲ منہ

میں شریک تھے انکی ہمراہی میں امراء اور فوج کا بڑا ہجوم تھا نواب مختار الملک سر سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار عالی بھی حضور نظام کے ہمرکاب تھے جب انگریزی فوجوں کی قواعد و کرتب سالار جنگ بہادر نے ملاحظہ کئے تو دریا خاں انکو پسند آیا۔ نواب صاحب نے دریا خاں کے فوج کے کمانڈنگ سے فرمایا کہ یہ دفعدار حیدرآباد آسکتا ہے تو ہم انکو معقول تنخواہ دینگے کمانڈنگ صاحب نے دریا خاں سے دریافت کیا کہ تم حیدرآباد دکن جا سکتے ہو؟ دریا خاں نے عرض کی کہ میں اپنے والد کی اجازت پر جا سکتا ہوں دریا خاں نے اپنے والد اللہ بخش اللہ خاں[1] کو خط لکھا کہ میں حیدرآباد دکن جانے والا ہوں آپ اجازت دیجئے میری ترقی وہاں پر ضرور ہوگی انکے والد نے جواب دیا کہ تم انشاء اللہ اسی فوج میں ترقی پاؤ گے میں تمہارا حیدرآباد جانا پسند نہیں کرتا دریا خاں نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی آخر کار یہ دفعداری ہی سے پنشن یاب ہوئے۔

جبکہ مقام کلانور ضلع رہتک مابین ۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ہجری میں لبسر پرستی حضرت مولنا مولوی عبد الخالق صاحب نقش بندی جلسہ نکاح ثانی بیوگان قرار پایا اس جلسہ میں علماء امراء و یوربین افسر و صاحب ضلع بھی شریک جلسہ تھے جلسہ کی تیاری کئی ہفتوں پہلے شروع ہوگئی تھی ہر مسلمان راجپوت قوم کے سردار و نمبردار اور ہر موضع و قصبہ کے اشخاص کو کہ جہاں جہاں یہ قوم آباد تھی اطلاع دی گئی اس جلسہ میں دریا خاں اور موضع بیلی کے مدن خاں[2] نمبردار نے بھی اپنی قوم کی طرف سے شرکت کی تھی یہ جلسہ کامیاب رہا اور نکاح ثانی کا اس قوم مسلم راجپوت میں خاطر خواہ دروازہ کھل گیا۔ دریا خاں و مدن خاں نے بھی اپنے اپنے گانوں

---

[1] بخش اللہ خاں موضع جھولری علاقہ نواب صاحب دوجانہ ضلع رہتک کے باشندہ تھے انکے سات فرزند تھے۔ صندل خاں۔ سلطان خاں۔ گلاب خاں۔ بہاول خاں۔ طرہ باز خاں۔ شاہ باز خاں۔ دریا خاں۔ ان میں سے پانچ کی اولاد نرینہ ہے باقی کی نہیں ہے طرہ باز خاں و شاہ باز خاں کا خاندان جھولری میں موجود ہے۔

[2] مدن خان کسیر خانی گروہ سے تھے موضع بیلی علاقہ الور کے رہنے والے تھے ۱۳۱۲ھ سے قبل پوئی گردہ کے قائم خانی کے ہاتھ سے کسی تنازعہ میں مارے گئے ۱۲ منہ

واطراف میں جہاں انکی قوم آبا دتھی نکاح ثانی کی کے بارے میں کوشش بلیغ کی اور انکو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔

دریا خاں نے مع اپنی اہلیہ کے حج بیت اللہ شریف بھی کیا اور زیارت روضہ مبارکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ دریا خاں کو جس مقام پر تین مربع زمین سرکار سے عطا ہوئی تھی وہاں پر انھوں نے ایک موضع بھی آباد کیا وہ چک نمبر ۳۶۹ ضلع گوجرانوالہ میں تھا دریا خاں کا انتقال مابین ۱۳۳۰ و ۱۳۳۱ ہجری میں ہوا انکی قبر خام ان کی قدیم ہڈوار میں جھولری سے تھوڑے ہی فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے اور ان کی اہلیہ نے ان سے دو سال پہلے رحلت پائی ان کی قبر موضع دریا پور میں بتائی جاتی ہے جو دریا خاں نے آباد کیا تھا دریا خاں کی انتقال کے بعد موضع دریا پور کا نام بھی گم ہوگیا اور وہ دوسرے نام سے پکارا جانے لگا۔

اب بجائے دریا پور کے رہتک وکلا نور کے نام سے نامزد ہے اور ضلع شیخوپور پنجاب میں شامل ہوگیا ہے۔

دریا خاں نے کوئی اولاد نرینہ نہیں چھوڑی انکے انتقال کے بعد ان کی نمبرداری جو دریا پور میں تھی مع ایک مربع کے انکے چچا زاد برادر کے فرزند حسا نعلی خاں کو ملی۔ دریا خاں کی اس وقت ایک دختر موجود ہے جنکا نام بی بی جنت النساء ہے دریا خاں نے دریا پور کی کل جائداد اپنی حین حیات میں ہی اپنی دختر ہی کے نام کراوی تھی اب بی بی جنت النساء کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اور بی بی جنت النسا کے کوئی اولاد نہیں ہے دیکھئے آخیر اس جائداد کا کیا حشر ہوتا ہے۔ دریا خاں کے بھائیوں میں سے طرہ باز خاں و شاہ باز خاں کا خاندان موجود ہے اور اس خاندان کے لوگ بی بی جنت النسا کے بعد اس جائداد کے حقدار ضرور ہیں اس نیک نہاد سمجھدار اور اولوالعزم بی بی نے ایک کنواں پختہ ۱۳۴۷ھ ہجری مطابق ۱۹۲۸ء میں ایصال ثواب کے لئے تیار کرایا ہے یہ جھولری سے تھوڑے ہی فاصلہ پر

عیدگاہ سے گوشہ مشرق وجنوب میں تقریباً سو گز کے فاصلہ پر ہوگا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کنوئیں کی تیاری میں تین ہزار روپے سے زائد صرفہ ہوا ہے اس کنوئیں کے تحت میں چاہی زمین وغیرہ نہیں ہے۔ یہ بھی مسموع ہوا ہے کہ بی بی جنت النسا ایک مسافرخانہ بھی اسی موضع میں تیار کرانے والی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دریا خاں کا مزار محض خام نظر آتا ہے اس قومی لیڈر نے ہزاروں کی جائداد چھوڑی اس سے انکی یادگار رہنا ضروری ہے یعنی انکی پختہ قبر نہ سہی مگر اس کے ساتھ ایک مسافرخانہ تیار کرایا جائے تو یادگار ایصال ثواب کے لئے بہتر ہے۔

مخفی نہ رہے کہ موضع جھولری میں امین خان۔ ونھو اللہ خاں دو بھائیوں کی اولاد زیادہ مشہور ہے دریا خاں کا سلسلہ نسب بھی امین خاں میں جا ملتا ہے۔ اور سعادت خاں بھی اسی امین خاں کے خاندان میں ہو گذرے ہیں جو سعادت خاں شہید کے نام سے مشہور ہیں آپ کے شہید ہونے کا ذکر اس کتاب کے صفحات میں لکھا گیا ہے۔

آپ کا مزار موضع جھولری سے جنوب کی طرف تین فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ بھی افسوس کے قابل ہے کہ آپ کا مزار شریف خستہ حالت میں دکھائی دیتا ہے۔ بی بی جنت النسا کو اس جانب بھی توجہ کرنی ضروری ہے کہ اس مزار شریف کی مرمت اور چاردیواری بطور احاطہ تیار کرائی جائے اور ثواب دارین حاصل کریں ہم یہ مشورہ اسلئے دیتے ہیں کہ اس موضع میں اس نیک کام کرنے کے قابل کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا اور یہی بی بی مردانہ وار اس کار خیر کو باحسن وجوہ پورا فرما سکتی ہیں ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

فہرست مربع جات موضع جھولری وغیرہ

(۱) بی بی جنت النسا بنت دریا خاں ضلع شیخوپورہ میں ۲ دو مربعہ

(۲) عباس علی خاں نمبردار ولد احسان علی خاں ضلع شیخوپورہ میں ۳ تین مربعہ

(۳) رسالدار دوست محمد خاں ضلع سرگودہ میں ۲½ ڈھائی مربعہ

(۴) صوبیدار عطا محمد خاں نیلی بار ضلع منٹگمری میں ۱½ ڈیڑھ مربع

(۵) جمعدار اسمٰعیل خاں ضلع منٹگمری میں تین ...... ۳ مربع

(۶) امراؤ علی خاں ولد فرید خاں نیلی بار ضلع منٹگمری ایک مربع

(۷) وارث خاں ولد مردان خاں ضلع منٹگمری ..... ایک مربع

(۸) محمد خاں ولد احسان علی خاں ضلع شیخوپورہ ½ نصف مربع

(۹) ولی محمد خاں رسالدار ۔ضلع شیخوپورہ ¾ پون مربع

(۱۰) صوبیدار عبد الغنی خاں موضع گڑہی ۲ دو مربع

(۱۱) غفور خاں ساکن موضع دہا ملاواس ضلع گڑگانواں کو نیلی بار میں ایک مربع

(۱۲) محبوب خاں ساکن دہاملاس ضلع منٹگمری میں ایک ..... مربع

(۱۳) محمد دین خاں دفعدار ساکن کھٹاولی ضلع گڑگانواں کو ایک ۱ مربع

۱۹ مربعہ زمین نواب بھوں خاں کی اولاد میں ہے جو بھوان کہلاتی ہے اور ایک مربع محمد دین خاں جبوان کے قبضہ میں ہے اکثر مربعوں[۱] کی خرید فروخت بھی ہوتی رہتی ہے ایک مربع زمین پینتس ہزار روپیہ تک فروخت ہوسکتی ہے اس خاندان بھوان میں اسوقت سات لاکھ کی جائداد موجود ہے اس کے علاوہ موضع جھولری کی زمین پر بھی بطور بسوہ داری انہیں کا قبضہ ہے جھولری میں اس گروہ کے ایک سواسی مکانات ہیں مگر افسوس ہے کہ اتنی ثروت ہونے پر بھی یہ خاندان تعلیم و تربیت میں اس زمانہ کی لحاظ سے بہت ہی پیچھے پڑا ہوا نظر آتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ تہذیب زمانہ قدیم و تہذیب حال سے بالکل ناواقف ہیں موضع جھولری کے قائم خانی مہمان نوازی سے ناواقف ہی نہیں بلکہ اس کے طریقہ سے کوسوں دور ہیں اور جہاں انگریزی فوجوں میں قائم خانی قوم کے اسکوارڈرن قائم ہیں اوران میں قوم بندی کی بھی شرط ہے اس گروہ بھوان سے راجپوتانہ کے باشندہ قائم خانیوں کا جو فوجوں میں ملازم ہیں جھگڑا رہتا ہے یہ جھگڑا ایسا تو نہیں ہے

[۱] اکثر یہ مربع جات اچھی نوکری کرنیکے صلہ میں گورنمنٹ سے عطا ہوئے ہیں علاوہ ازیں راجپوتانہ کے باشندگان ملازمین کو گورنمنٹ سے جنگی انعام ماہانہ ملتا ہے ۱۲ منہ

جو ان کی قوم پر اعتراض کیا جائے اس قوم میں تو یہ سب کے برابر ہیں مگر رسم و رواج چال ڈھال اور عادت و اطوار ان کے راجپوتانہ کے قائم خانیوں سے علحدہ اور نرالے پائے جاتے ہیں اس لئے ان میں اور اُن میں آئے دن تنازعہ ہوتا رہتا ہے پس اس کے یہی اسباب معلوم ہوتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے۔

ذکر بسوہ داران علاقہ انگریزی وغیرہ

ضلع حصار موضع جھونپہ کلاں میں بلند خاں احمدان دائم خانی کی اولاد آباد ہے اور انکے خاندان میں بسوہ داری کی زمین وافر ہے یہ زمین بلند خان نے ۱۸۳۷ء میں حاصل کی تھی اس کے بعد یہ خاندان اسی موضع میں آباد ہو گیا بلند خاں کے دو فرزند تھے تاج محمد خاں و موتی خاں۔

موتی خاں کی اولاد کو اس زمین میں سے کوئی حصہ نہیں ملا موتی خاں کے خاندان کے لوگوں نے کئی دفعہ اس زمین کے بارے میں سرکار میں نالش کرنیکا ارادہ بھی کیا مگر جب انھوں نے ارادہ کیا تو اس وقت کچھ نہ کچھ زمین تاج محمد خاں کے خاندان کے اشخاص نے انکو دے دی اور موتی خاں کے خاندان کی اشک شوی ہوتی رہی اب موتی خاں کے خانداں میں پندرہ سو بگیہ زمین بسوہ داری کی موجود ہے۔

تاج محمد خاں کے ایک فرزند تھے جنکا نام محمد عبداللہ خاں تھا۔ موتی خاں کے چھ فرزند تھے عیسےٰ خاں۔ اعتبار خاں، ہاشم خاں۔ انو خاں۔ فرید خاں۔ مہتاب خاں۔ ان میں دو لاولد مر گئے باقی چار کی اولاد جھونپہ میں آباد ہے۔ تاج محمد خاں کے فرزند محمد عبداللہ خاں نے اپنی زندگی میں تین چار مواضعات کی سیوار میں اور بھی زمینیں خرید لیں اس وقت محمد عبداللہ خاں کی اولاد کے قبضہ میں کافی تعداد میں بسوہ داری کی زمینیں موجود ہیں محمد عبداللہ خاں نیک طبیعت اور بہت ہی جستجو کے شخص تھے انھوں نے اپنی جائداد کو ترقی دی اور خاص ضلع حصار میں ایک باغ بنوایا جسکے اندر مکانات بھی موجود ہیں اور موضع جھونپہ میں بھی اپنی رہائش کے لئے پختہ مکانات

تیار کرائے آخرہ ماہ محرم الحرام روز پنجشنبہ ۱۳۳۲ھ میں اس دار فانی سے انتقال کیا
اور ستر سال کی عمر پائی۔ انکے خاندان میں محمد عبداللہ خاں تک عہدہ ذیلداری بھی
سرکار سے چلا آتا تھا۔ مگر ان کے بعد اس خاندان میں یہ عہدہ کسی کو نہ ملا۔ اس لئے یہ
عہدہ ذیلداری دوسرے گاؤں کے جاٹ کے قبضہ میں چلا گیا اسوقت محمد عبداللہ خاں
صاحب کے خاندان میں نمبرداری موجود ہے بہر حال ضلع حصار میں اس قوم قائم خانی
میں یہ بڑے بسوہ دار شمار کئے جاتے ہیں۔

موضع پیپلی ریاست الور میں واقع ہے اس موضع میں قائم خانی گروہ کبیر خانی
سے آباد ہیں اور اکثر موضع کی زمین بطور بسوہ داری ان کے قبضہ میں ہے۔

موضع بین پور یہ بھی علاقہ الور میں داخل ہے اس موضع میں بھی قائم خانیوں
کی کسی قدر آبادی ہے یہ تمام کے تمام بسوہ داری کی زمین رکھتے ہیں خاصکر لوہراشٹ خاں[۵۱]
الیمان حمید خانی کے خاندان میں وافر بسوہ داری کی زمین موجود ہے۔

موضع دھاملاواس ضلع گڑگانواں میں واقع ہے۔ اس موضع میں
رسالدار سعادت خاں عیسیٰ خانی کا خاندان آباد ہے اس موضع کی کل
زمین چار سو سولہ بیگہ ہے جو ایک زمانہ سے اس خاندان میں استمراری چلی
آتی ہے اس زمین کالگان جو کچھ سرکار سے پچھلے زمانہ میں مقرر ہو گیا تھا اسکو اس خاندان
کے لوگ سرکار میں ادا کر دیتے ہیں یہ کب سے جبکہ راجہ ہانی خاندان راؤ متر سین
پر زوال آیا۔ اور پندرہ سو بیگہ زمین بسوہ داری موضع ڈوانہ کی سیوار میں جو دھاملاواس
سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے اور تین سو پچاس بیگہ زمین موضع کوسلا
کی سیوار میں ہے یہ کل اراضی دو ہزار دو سو چھیاسٹھ بیگہ سعادت خاں رسالدار کے
فرزندوں کے خاندان میں تقسیم ہے یعنی فتح خاں۔ امیر خاں۔ الف خاں۔ فوجدار خاں
جمیل محمد خاں۔ اور دوسری زمین فتح خاں کے خاندان میں ہے جو سعادتخاں رسالدار

۵۱ لوہراشٹ خاں ریاست بیکانیر میں رسالدار تھے اور پچاس گھوڑے سلحداری رکھتے تھے اس خاندان میں ہمیشہ بہادر اور اولوالعزم
سردار ہوتے آئے ہیں محمد یوسف علی خاں رسالدار لوہراشٹ خاں کے پوتے ہوتے ہیں اور محمد عبدالغفور خاں سالدار مرحوم محمد یوسف علیخاں
رسالدار کے برادر تھے ۱۲ منہ

کے بڑے فرزند تھے وہ بھی یہاں پر بتائی جاتی ہے موضع دیولا واس میں پانسو بیگہ۔ کسولی میں پچاس بیگہ۔ شہباز پور میں چالیس بیگہ۔ جڑتھل میں پانسو بیگہ اس ایک ہزار ۱۰۹۰ نوے بیگہ میں سعادت خان رسالدار کے دوسرے فرزندوں کا حصہ نہیں ہے بہر حال تین ہزار ۳۳۵۶ تین سو چھپن بیگہ زمین ضلع گڑگانوہ تحصیل ریواڑی میں بطور بسوہ داری و استمراری سعادت خاں رسالدار کے خاندان میں موجود ہے علاوہ اسکے محمد عیسیٰ خاں فرزند فتح خاں نے راج کھیتری پرگنہ کوٹ پوتلی میں جو زمینیں حاصل کی ہیں وہ ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

اجیت پورہ نواب عیسیٰ خاں نے آباد کیا یہ موضع استمراری ہے اس وقت موضع کی آمدنی تقریباً تین ہزار ۳۰۰۰ روپے ہوگی اور چھ سو انتالیس ۶۳۹ روپیہ سرکار میں ادا کرتے ہیں اجیت پور نظامت کوٹ سے جانب مغرب دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے دوسرے موضع محرم پورہ پر بطور بسوہ داری انکا نصف سے زیادہ حصہ موجود ہے پچھلی پیمائش میں یہ زمین محرم پورہ سے علیحدہ نکال کر جسکا نام محرم پورہ نواب رکھا گیا ہے اسکی مالگذاری سرکار میں نو سو ستاون ۹۵۷ روپیہ دو آنہ ادا کرتے ہیں ہم نے بسوہ داری کا ذکر علاقہ انگریزی و ریاست الور میں انہی بسوہ داروں کا لکھا ہے جو بڑے بسوہ دار ہیں ورنہ جن مواضعات میں قائم خانی آباد ہیں وہ تمام بسوہ داری کی زمین رکھتے ہیں۔

اب دنیا داری اور زمینداری کے حالات سے گزر کر ہم حیات جاودانی پانے والوں کا تذکرہ لکھتے ہیں کہ ہمیشہ کیلئے مایہ سعادت ہو۔

بارھواں (۱۲) باب

اولیاء کرام اور بزرگانِ اسلام کے مختصر واقعات

اگر اس کتاب میں اس سلسلہ کو نقل نہ کیا جاتا تو یہ ایک طرح سے نامکمل کتاب

رہتی۔ کیونکہ جس طرح اس قوم نے دنیاوی مراتب و مناصب حاصل کیے اسی طرح اس قوم نے بزرگان دین سے فیض باطنی حاصل کر کے روحانی مراتب بھی حاصل کئے ہیں جیسا کہ اوراق آئندہ سے واضح ہے۔

حضرت خواجہ سلطان التارکین ناگوری علیہ الرحمۃ

آپ کا نام شیخ حمیدالدین صوفی اور لقب خواجہ سلطان التارکین ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ احمدؒ تھا۔ جو ملک بخارا سے ہندوستان میں آئے تھے خواجہ سلطان التارکین خواجۂ خواجگان شاہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ اجمیری کے خلفائے عظام سے تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے لیکن بعض مورخین کو اس سے اختلاف ہے خواجہ سلطان التارکین طریقت شریعت اور علم تصوف کے جید عالم تھے ؎

پوچھوں میں رکھ کے قرآں شیخ کے آگے	زباں حق گو نہیں مطلق تو پھر یہ کون گویا ہے

آپ اوائل عمر میں موضع سوال میں رہا کرتے تھے جو ناگور خطہ مارواڑ سے تین کوس کے فاصلہ سے زیادہ نہیں ہے آپ نے عمر طویل پائی آپ کی وصال کی تاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ ہے آپ کا مزار ناگور مارواڑ میں بیرون دھلی دروازہ جانب شمال ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور آپ کی بیوی کا مزار بھی آپ کے پہلو میں سنگ مرمر کے چبوترہ پر ہے خواجہ سلطان التارکین کے فرزند کا نام شیخ عبدالعزیز تھا اور وہ خواجہ صاحب کی زندگی میں مر چکے تھے شیخ عبدالعزیز کے تین بیٹے تھے شیخ وحیدالدین و شیخ فریدالدین و شیخ نجیب الدین شیخ نجیب الدین اور وحیدالدین دونوں کے مزار خواجہ سلطان التارکین کے قرب میں ہیں شیخ فریدالدین عرف چاک پیراں کی نسبت روایت یہ ہے کہ وہ پرانی دلّی میں مدفون ہوئے شیخ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ان تینوں بیٹوں کی اولاد ناگور و جھنجھنوں و سیکر اور فتح پور میں بستی ہے اور شیخ فریدالدین کی ناگور

وسنگھانہ واحمدآباد گجرات میں آباد ہے تیسرے بیٹے شیخ نجیب الدین کی اولاد صرف ناگوری میں رہی اور اب ناگوری ہی میں موجود ہے۔

شیخ المشائخ حاجب شکربار علیہ الرحمۃ

آپ کا مزار پُر انوار قصبہ نرہڑ میں واقع ہے مگر یہ متحقق نہ ہوسکا کہ آپ کا ورود اس ریگستان میں کس زمانہ میں ہوا اور آپ کے آباؤاجداد کس ملک سے ہندوستان میں آئے تھے یہ شعر بالکل آپ کے حسب حال ہے۔

درویش نہ آنست کہ بے نام ونشان است	درویش ہمانست کہ مشہور جہان است

آپکا اسم مبارک خواجہ شمس الدین واسطی ہے آپکا لقب حاجب شکربار اس روایت کی بنا پر ہے کہ آپ کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے اور بروز شہادت آپ کا عقد ہونے والا تھا اس لئے آپ کے سر پر سہرا بندھا ہوا تھا سر پر سہرا ہونے کی وجہ سے حاجب[1] کا لقب ہوا اور کسی زمانہ میں آپ کے گوشہ مزار سے شکر برسا کرتی تھی گو اب شکر کا برسنا مجاورین کے تغلب کی وجہ سے بند ہوگیا ہے مگر حاجب و شکربار دونوں الفاظ ملکر ایک پورا لقب ہوگیا اگرچہ یہ بات کہ شہادت کے وقت آپ کے سر پر سہرا تھا۔ اور آپ کے گوشہ مزار سے شکر برسا کرتی تھی تاریخی نقطہ خیال سے لائق اعتراض ہو لیکن ہم اس روایت سے یہ ضرور نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ آپ شہید ہوتے اور آپ نے سر پر تاج شہادت پہنا۔ ؎

بمحشر بسر تاج عزت نہند	شہیدے کہ جان در رہش مید ہد

آپ کی درگاہ نہایت وسیع ہے اور اس کا دروازہ کلاں ٹھاکر نول سنگھ جی والئی بسا ہونے بنوایا تھا آپ کے عرس کا کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے روزانہ دور دراز کے زائرین کا سلسلہ جاری اور لگاتار تانتا بندھا رہتا ہے اور آپ کے روضہ شریف کی

[1] حاجب کے معنی پردہ دار و دربان و چوبدار کے ہیں یہ بھی روایت ہے کہ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خواہر زادہ تھے ۱۲ منہ

خدامی قاضی[1] صاحبان قصبہ نرہڑ اور ایک اور خاندان جو قصبہ مذکورہ میں آباد ہے اور شیخ جی کے نام سے موسوم ہے) کرتے ہیں

حضرت شاہ حمزہ دہرسوی رحمۃ اللہ علیہ

کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا سے ملتا ہے مگر آپ کے خاندان کے لوگوں کو اس سے اختلاف ہے اور سلسلہ طریقت حضرت سید محمد شاہ گیسو دراز خواجہ بندہ نواز سے ملتا ہے (جنکی خانقاہ حیدر آباد دکن ضلع گلبرگہ شریف میں واقع ہے) آپکی عمر کا اوائل زمانہ ملازمت میں گذرا بعد ازاں ترک روزگار کر کے خواجہ خواجگان معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ اجمیری کی زیارت کے لئے اجمیر گئے وہاں سے قصبہ دہرسو میں آکر سکونت اختیار کی آپ کے والد بزرگوار قصبہ نرہڑ میں رہا کرتے تھے اسوجہ سے آپ بھی قصبہ نرہڑ میں رہ چکے ہیں اور ابتک نرہڑ میں جس جگہ آپ نے چلہ کشی کی تھی ایک پختہ حجرہ کے کھنڈرات نظر آتے ہیں اور عوام الناس اسکو چلہ شاہ حمزہ دہرسوی بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام نرہڑ سے جنگل میں حضرت حاجب شکربار رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے دو فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے آپ نے قصبہ دہرسو میں ایک مدرسہ کی بنیاد بھی ڈالی تھی جس میں عربی اور فارسی کی تعلیم ہوتی تھی آپ کو غربا اور مساکین سے طبعاً ہمدردی تھی آپ دہرسو سے ہر جمعہ کی نماز کے لیے نارنول[2] جایا کرتے تھے آپ نے ۲۵ ربیع الاول ۹۷۵ھ میں مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں انتقال کیا اور فردوس بریں آپکا مکان ہوا

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی	تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

[1] ان قاضی صاحبان کو زمانہ قدیم سے اراضیات بھی ملی ہوئی ہیں جن پر انکا قبضہ بدستور چلا آرہا ہے راج کھیتڑی و ٹھکانہ ڈونڈلو کی طرف سے اِن اراضیات کی تصدیق بھی ہو چکی ہے اور ان قاضی صاحبان میں خاصکر قاضی شمس الہدیٰ صاحب ایک مشہور ہستی ہیں جنکے قبضہ میں قضات کے متعلق شاہان مغلیہ کے فرمان ابتک موجود ہیں ۱۲ منہ

[2] دہرسو نارنول سے کو جانب جنوب ہے ۱۲ منہ

آپ کا مزار دھرسو میں ہے اور آپ کی اولاد بھی دھرسو میں رہتی ہے۔

حضرت عزت اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ بجاوے کے رہنے والے تھے آپکی خانقاہ قصبہ بگڑ میں واقع ہے آپ حضرت شاہ محمد فرہاد دہلوی کے خلیفہ تھے آپ نقشبندیہ اور ابوالعلایا طریقے کے پیرو تھے شاہ محمد قاسم عرف شیخ جی حالی اور ارادت اللہ شاہؒ دونوں آپ ہی کے مرید تھی آپکی تاریخ وفات ۱۴ صفر ۱۲۰۹ھ ہے آپ کی خانقاہ میں متعدد عمارتیں بنی ہوئی ہیں تبارہ کی تعمیر شیخ جی حالیؒ نے اور گنبد کی تعمیر شنبھو خاں قائم خانی نے کرائی تھی مسجد اور سماع خانہ کی خواجہ میاں خلیفہ شیخ جی حالیؒ حیدرآبادی نے اور باورچی خانہ غلام مصطفیٰ خاں ناغڑ نے بنوایا تھا حوض نواب فرخندہ یار جنگ متوطن حیدرآباد دکن نے تیار کرایا تھا آپ کے مزار کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے جسکو آغا داؤد خاں صاحب علیہ الرحمتہ نے بنوایا تھا اور گنبد کی ترمیم بھی کرائی تھی آغا داؤد خاں صاحب علیہ الرحمتہ کی خانقاہ حیدرآباد دکن میں واقع ہے۔ عزت اللہ شاہ علیہ الرحمتہ کی خانقاہ کے اندر اور بھی دو مزار ہیں ایک عظمت اللہ شاہ عرف ہدایت اللہؒ کا مزار ہے جو آپکے خادم تھے اور دوسرا حیدر شاہؒ کا جو ایلمان حمید خانی شاخ سے مدار خاں کے فرزند تھے آپ کی وفات ۱۲۰۲ھ میں ہوئی اور انکی نسبت روایت یہ ہے کہ وہ بھی اپنے وقت کے باغنیمت بزرگ تھے اور عزت اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمتہ سے خاص راہ و رسم تھی اور انہیں کی وصیت کے بموجب حضرت عزت اللہ شاہ علیہ الرحمتہ ان کے قریب دفن ہوئے عزت اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمتہ لاولد رہے مگر آپ کے خادم عظمت اللہ شاہ عرف ہدایت اللہ شاہ صاحبؒ کے اولاد تھی اور ابتک انکی اولاد قصبہ بگڑ میں موجود ہے اور شیخ جی کے نام سے مشہور ہوگئی ہے۔

حضرت شاہ محمد قاسم عرف شیخ جی حالی رحمتہ اللہ علیہ

آپکی جائے ولادت قصبہ جھنجھنوں ہے آپ نے مقام بگڑ میں حضرت عزت اللہ شاہؒ

صاحب ؒ سے تلقین و تفہیم میں تعلیم پائی بعد ازاں حیدر آباد دکن چلے گئے آپ کی تاریخ انتقال ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۳۸ھ ہے آپ کی خانقاہ حیدر آباد محلہ اردو بازار میں واقع ہے اور شیخ جی حالی کے لقب سے مشہور ہے آپ سے اکثر امرائے نے بیعت حاصل کی ہے ؎

بہار آئے جو تم جلوہ گر ہو گلشن میں	چراغ حسن عیاں ہو گلوں کے جوبن میں

محمد شفیع خاں جمعدار اور محمد حسن صاحب کو آپ سے خاص فیض پہنچا تاریخ نظام اردو میں جو حیدر آباد میں طبع ہوئی ہے لکھا ہے کہ آپ بگڑ کے رہنے والے تھے اور حضرت شاہ ابوالمعالی کی اولاد میں سے تھے بادشاہ سکندر کے زمانہ میں آپ حیدر آباد میں آئے اور سلطان میاں کی فوج میں ملازم ہو گئے ؎

جو خاص بندے ہیں وہ بندئے غلام نہیں	ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں

ایک دن آپ کی توجہ کسی ایک افغان پر پڑگئی جس سے وہ فوراً جذبہ میں آگیا اور اس سے عجیب و غریب باتیں ظہور میں آئیں اس دن سے لوگ آپ سے معتقد ہو گئے اور مرید ہونے لگے بعد ازاں آپ اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور پھر واپس ہوئے محمد شفیع خاں جمعدار بھی دنیوی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر آپ کے خلیفہ مقرر ہوئے آپ کے مرید خاص محمد حسن صاحب علیہ الرحمۃ سے بھی حیدر آباد میں بہت سے حضرات کو فیض پہنچا نواب شاہ نواز جنگ بہادر و نواب متحکم جنگ بہادر اور دیگر بہت سے امرا نے بیعت حاصل کی ؎

ای ہماں پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشاہ آتے ہیں پابوسی گدا کیواسطے

آپکی خانقاہ الماس باغ بھوئی گوڑہ حیدر آباد میں واقع ہے آپ ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۵۶ھ ہجری کو رحلت فرمائے بقائے عالم ہوئے آپ کا عرس حیدر آباد میں بڑی دھوم سے ہوتا ہے صرف روشنی کے لئے خانقاہ کی عمارت اور کمانوں وغیرہ پر بیس بائیس ہزار گلدان لگائے جاتے ہیں آپ کے جانشین خلیفہ اول حضرت

۱؎ اس وقت آپکے جانشین حضرت کریم الدین شاہ صاحب قبلہ ہیں جو بہت سی خوبیاں رکھتے ہیں اور عرس وغیرہ کا انتظام آپ بخوبی کرتے ہیں ۱۲ منہ

آغا داؤد صاحب علیہ الرحمۃ ہوئے اور خلیفۂ دوم نواب شمس الدین خاں برادر نواب فرخندہ یار جنگ بہادر تھے اس وقت تک جس قدر ابوالعلائیہ سلسلے کے بزرگ حیدرآباد دکن میں ہوگذرے اور موجود ہیں ان سب کا تعلق حضرت عزت اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بگڑوئی سے ہے جن کا اوپر ذکر لکھا گیا ہے۔

حضرت ارادت اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش اسلام پور میں ہوئی آپ ناغڑ خاندان سے تھے حضرت عزت اللہ شاہ صاحب کے آپ خلیفہ عظام میں سے تھے آپ اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے آپ کبھی اسلام پور سے کہیں دور نہیں گئے آپ ستے اور کنج تنہائی تھی آپکی عمر ہمیشہ یاد الٰہی اور محویت میں کٹی ہے

ہم نے کیا کیا نہ ترے عشق میں محبوب کیا	صبر ایوبؑ کیا گریۂ یعقوبؑ کیا

حضرت قمرالدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو جو قائم خانی خاندان سے تھے آپ ہی سے فیض پہنچا اور وہ آپ کے خلیفہ اول تھے آپ نے ستر سال کی عمر میں ۲ رمضان المبارک ۱۲۲۶ھ میں وفات پائی آپکی خانقاہ اسلام پور میں واقع ہے۔

حضرت قمرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

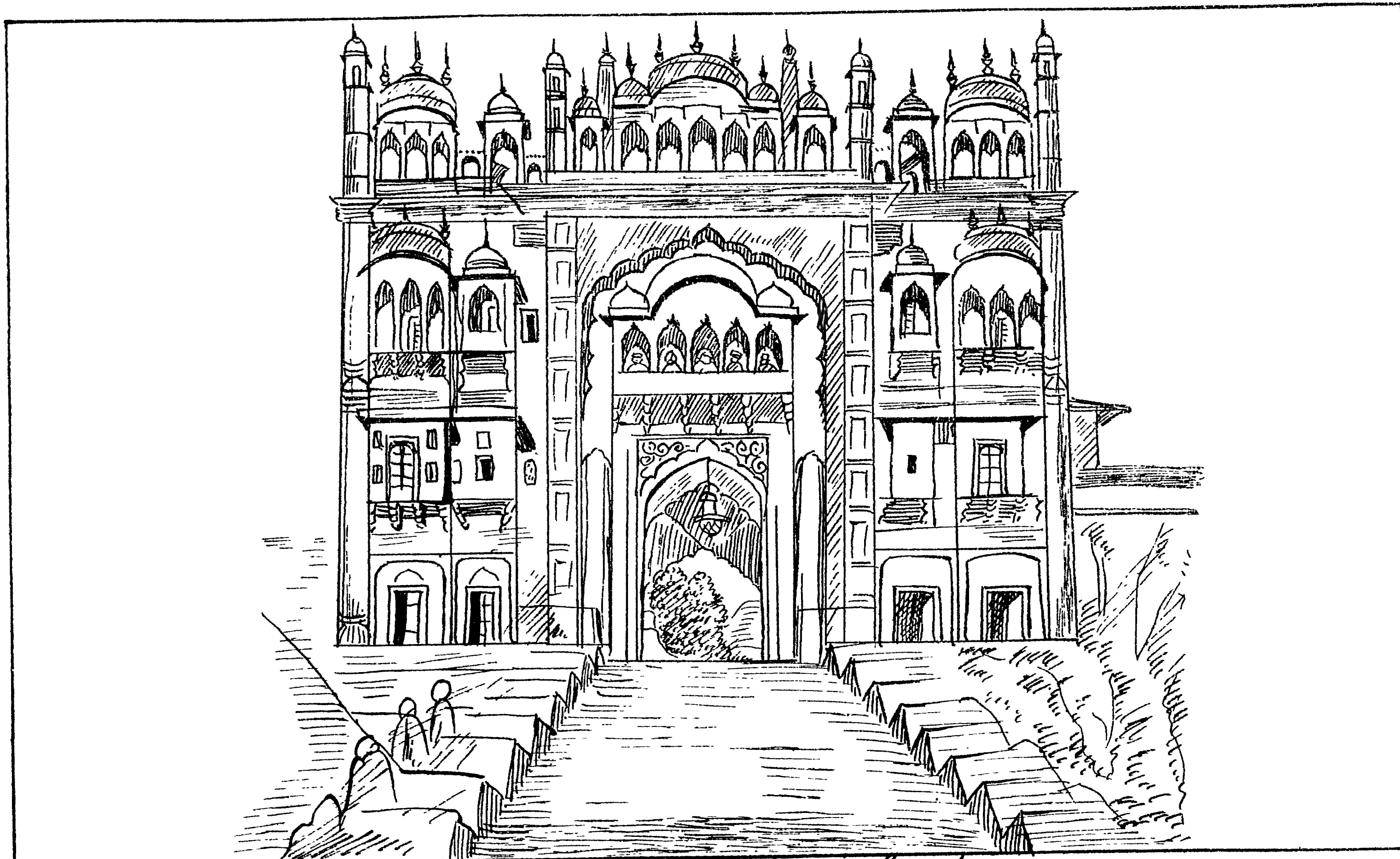
آپکی جائے پیدائش موضع نواں ہی جہاں قائم خانی آباد ہیں آپ کی ولادت ۱۱۹۵ھ میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام سردار[1] خاں تھا اور سلسلہ نسب نواب داراب خاں سے ملتا ہے جن کی اولاد داراب خانی کے لقب سے مشہور ہے آپ سن شعور میں آنے کے بعد ٹھاکر شام سنگھ جی والی بساہو آنجہانی کے پاس ملازم ہوئے اسی زمانہ میں آپ کی طبیعت صوم وصلوٰۃ اور شب بیداری کی طرف مائل تھی۔ ع تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر۔

[1] سردار خاں کی قبر پختہ جھنجنوں میں نواب شمس خاں کے گنبد سے مغرب رخ تھوڑے فاصلہ پر ابتک موجود ہے ۱۲ منہ

رفتہ رفتہ آپ کی شب بیداری اور پرہیزگاری کی شہرت ہونے لگی اور ٹھاکر شام سنگھ جی بھی آپ کی قدر و منزلت کرنے لگے غالباً یہ چرچا آپ کے ناپسند آیا ہو کہ آپ نے ملازمت چھوڑ دی آپ بزرگان دین اور خاصان حق کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے اولاً اسلام پور گئے اور حضرت ارادت اللہ شاہؒ سے بیعت حاصل کی جو سلسلہ نقشبندیہ اور ابوالعلائیہ کے پیرو تھے وہاں سے قصبہ بگڑ میں آئے اور چند روز حضرت عزت اللہ شاہؒ کی خانقاہ میں قیام کیا اس کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے کے لئے دہلی گئے اور اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اس سفر کے بعد قصبہ جھنجھنوں میں آ گئے اور ایک دامن کوہ کی چٹان پر نشست گاہ بنائی

ہر سنگ میں شرارہ ہے تیرے ظہور کا	موسیٰ نہیں جو سیر کرے کوہ طور کا

چند روز کے بعد قریب کی بلندی پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنالی اور اس میں رہنے لگے خدا کی عجیب شان ہے کہ اب اس مقام پر ایک عالی شان عمارت سربفلک کھڑی ہوئی نظر آتی ہے اور جس سیاح کا وہاں سے گذر ہوتا ہے اس کے دل پر بزرگان دین کے تصرف کا عجیب اثر پیدا ہوتا ہے حسن الدین خاموش مصنف ناول تاثیر صحبت و ناصح مشفق و انقلاب روزگار قائم خانی نے لکھا ہے کہ حضرت قمر الدین شاہؒ ایک زبردست ولی شاخ قائم خانیوں سے ہوئے ہیں ان کا مزار مقدس جھنجھنوں کی آبادی سے ذرا دور ایک پہاڑی نما زمین پر واقع ہے اور زیارت گاہ خلائق ہے یہ عمارت نہایت عالی شان اور پُر فضا مقام پر بنی ہوئی ہے درحقیقت یہ ایسی خوشنما اور اونچی کرسی پر بنی ہے کہ اندر جانے والے زائر کی طبیعت میں ایک ایسا مقناطیسی اثر پیدا کرتی ہے کہ باہر آنے کے لئے جی نہیں چاہتا اس عمارت کی بنیاد آپ کے انتقال کے بعد پڑی آپ کی زندگی میں ایک کنوئیں کی تعمیر ۱۲۵۸ھ میں ہوئی تھی آپ کے کشف و کرامات کی اکثر روائتیں مشہور ہیں آپ بیحد قانع تھے جب کوئی شخص نیاز و نذر کے طریقے سے کوئی چیز آپ کی خدمت میں پیش کرتی



دروازہ کلاں درگاہ حضرت قمرالدین شاہ علیہ الرحمۃ

خواہش کرتا تو آپ اس کو نہ لیتے اور اصرار کرنے پر نفرت کرتے ٹھاکر شام سنگھ جی والیٔ بساہو کو آپ کے ساتھ بڑا اعتقاد تھا جن کے یہاں آپ ابتداءً ملازم ہوئے تھے ایک مرتبہ شام سنگھ جی نے کچھ جاگیر بطور یومیہ وقف کرنے کی آپ سے خواہش ظاہر کی تھی لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ ؎

ملا کرتی ہے روزی غیب سے اہلِ قناعت کو | صدف پاتا ہے بے مانگے نوالہ دُرِّ غلطاں کا

آپ نے چھہتّر سال کی عمر میں ۱۱ ربیع الاول ۱۲۷۴ھ میں رحلت فرمائی کسی شاعر نے آپ کی تاریخ وفات اشعار ذیل میں لکھی ہے۔

عارف و سالک طریق یقین | کرد رحلت بسوئے علیین
دل بر آورده ہاتفِ سالش گفت | زبدة العارفین قمر الدین[۱] ۱۲۷۴ھ

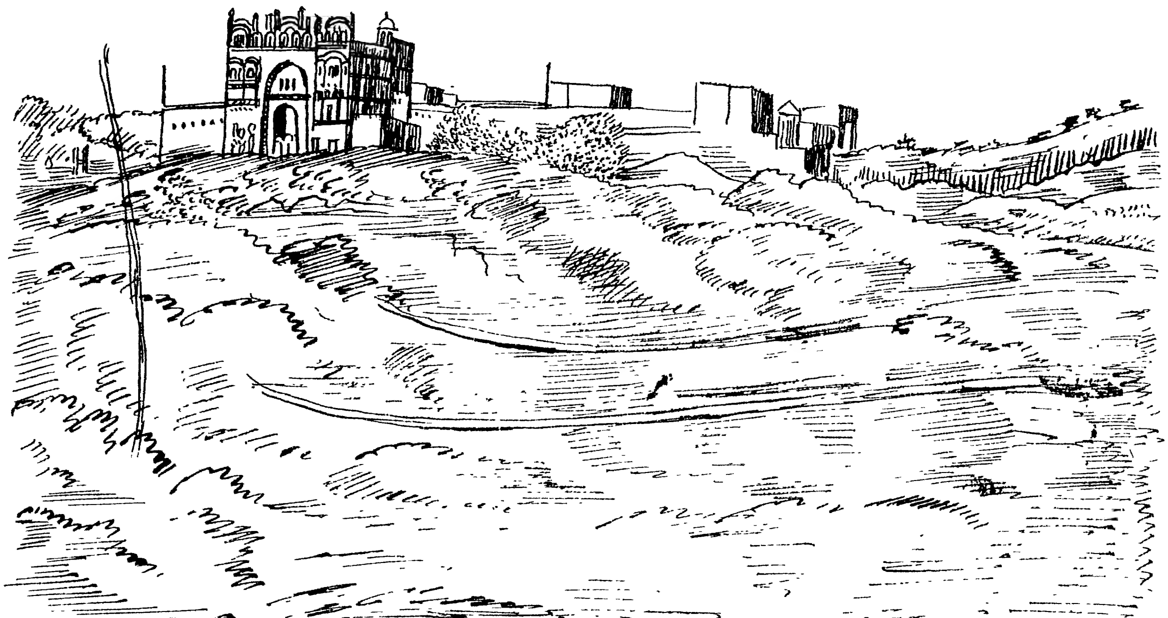
آپ کا عرس ۱۱ ربیع الاول کو بڑی دہوم دھام سے ہوتا ہے تین روز تک تمام زائرین کی سربراہی خانقاہ کی طرف سے ہوتی ہے آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھتیجے محمد ہادی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مقرر ہوئے آپ کے علاوہ حضرت قمر الدین شاہ رح کے دو اور خلفاء کا پتہ چلتا ہے ایک حضرت اکرام شاہ صاحب رح جو کھیرده کے پٹھان تھے اور سیکر میں آپ کی درگاہ بنی ہوئی ہے اس وقت سجادہ نشین حضرت عنایت اللہ شاہ صاحب ہیں۔ دوسرے حضرت عبدالغنی شاہ صاحب رح تھے جن کی درگاہ سیکر میں واقع ہے اور آپ کے سجادہ نشین مولوی فضل الرحمن صاحب عربی داں عالم و فاضل موجود ہیں محمد ہادی شاہ رح کے زمانہ خلافت میں خانقاہ اور دیگر عمارات متعلقہ کی تعمیر ہوئی۔ مسجد[۲] اور ایک بڑا حوض خانقاہ کے دروازے کے قریب ۱۲۷۶ھ میں تیار ہوا جس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے آپ شریعت کے بڑے پابند تھے آپ نے بیواؤں کے عقد ثانی کی ترویج میں دل و جان سے کوشش کی مگر افسوس کہ ناکام رہے آپ نے ۱۲ صفر ۱۲۹۸ھ میں وفات پائی آپ کا مقبرہ حضرت

۱۔ زبدة العارفین قمر الدین سے مادہ تاریخ ۱۲۹۰ھ نکلتا ہے اس میں سے اگر ۱۶ نکال دیئے جائیں تو ۱۲۷۴ھ ہجری ہونگے ۱۲ منہ

۲۔ مسجد کا مادہ تاریخ یہ ہے۔ ایسا اعداد تاریخ از چوں بگیر ٭ بہر آورده ام چوں مسجد بے نظیر ۔ ۱۲ منہ ۱۲۷۶ھ

قمرالدین شاہؒ کے بازو مشرق رویہ ہے اور اسی مقبرہ میں دوسری قبر محمد ہادی خاں مجاہد خانی کی ہے جو شبھو خاں کے حقیقی بھائی تھے آپ بھی مثل حضرت قمرالدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ لاولد رہے آپ کی وفات کے بعد حضرت حاجی الٰہی بخش شاہ صاحب رحمتہ اللہ خلیفہ مقرر ہوئے آپ کی شب بیداری بھی خصوصیت رکھتی تھی اور ہمیشہ آبدیدہ رہا کرتے تھے آپنے ۴ ؍صفر ۱۳۱۰ھ میں انتقال فرمایا آپ کا مزار خانقاہ کے صحن میں اونچی کرسی دیکر سنگ مرمر کا بنایا گیا ہے آپ کی وصیت کے موافق محمد عبداللہ شاہؒ آپ کے خلیفہ مقرر ہوئے محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر بھی گوشہ نشینی اور زہد و تقویٰ میں گذری اور یکم ربیع الاول ۱۳۲۸ھ ہجری میں رحلت کی آپ حضرت الٰہی بخش شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بازو میں مدفون ہوئے آپ کا مزار بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے حضرت عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دو فرزند چھوڑے بڑے فتح اللہ شاہ صاحب چھوٹے محمد حسین صاحب ان دونوں کی شادیاں موضع بھیم سر میں مظفر خانی خاندان میں ہوئیں حضرت عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بڑے فرزند فتح اللہ شاہ صاحب قبلہ آپ کے جانشین کئے گئے۔ قوم قائم خانی و قوم افغان ناغڑ نے انکو اپنا پیران لیا۔ مگر نہایت افسوس اور دلی رنج کے ساتھ یہ بات لکھی جاتی ہے کہ حضرت فتح اللہ شاہ صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کی خلاف مرضی غمگسار فرمانبردار صاحب اولاد اطاعت شعار برادری کی شادی شدہ معزز خاندان کی بیوی کے موجود ہوتے ہوئے غیر قوم کی ایک عورت کو محض اپنی خدمت گذاری و آرام خاطر کے لئے رکھ لیا چنانچہ یہ فعل عندالناس مذموم سمجھا گیا بنا بریں انکی سسرال والوں اور درگاہ کے حامی قائم خانیوں و افغان ناغڑ نیز عام مسلمانوں نے بلحاظ قومیت اور حمیت اسلامی اس کام کو ترک اور انکو اس سے قطع تعلق کے لئے عرض کیا۔ مگر آپ نے نہ مانا اس کا یہ جواب دیا کہ میں نے تو اس عورت سے نکاح کر لیا ہے میں اس کو کسی حال میں چھوڑ نہیں سکتا چندروز کے بعد پھر قوم قائم خانی و قوم ناغڑ کے سربرآوردہ اشخاص درگاہ شریف میں جمع ہوئے اور پھر

تمام درگاہ حضرت قمرالدین شاہ علیہ الرّحمۃ



فتح اللہ شاہ صاحب سے اصرار کے ساتھ تاکیداً کہا گیا کہ آپ اس عورت کو ہرگز نہیں رکھ سکتے۔ پہلا نکاح اس عورت کا جس شخص سے ہوا تھا۔ اس کو اس نے خود چھوڑ دیا۔ اور پھر دوسرا نکاح اس نے اپنے شوق کے موافق ایک دوسرے شخص سے کیا یہ عورت شہر بمبئی گئی ہوئی تھی۔ آپ کو اس نے بمبئی بلا بھیجا آپ بمبئی چلے گئے اور اسی عرصہ میں اس کا وہ دوسرا خاوند بھی راہی ملک عدم ہو گیا اور اُسکے پہلے خاوند سے جا ملا یعنی مر گیا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ اس عورت سے میرا نکاح ہوا ہے یہ نکاح شرعی حدود کے اندر ہونا ثابت ہی تو چنداں قابل التفات نہیں مگر۔

بالفرض والمحال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ایسا ہی ہوا ہی تو بھی یہ عورت آپکی بزرگی اور وقار کے مناسب نہیں اور نہ ایسی عورت درگاہ شریف کے اندر رہ سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کی اصلی شادی شدہ قوم کی خاندانی بیوی اور اس کے بطن سے لڑکا موجود ہے۔

الغرض یہ سلسلہ گفت و شنید تین سال تک جاری رہا۔ آخر کار ۱۳۴۳ھ میں عرس شریف کے موقع پر قوم قائم خانی اور قوم ناغڑ کے سربرآوردہ اشخاص نے و نیز ابوالعلائیہ خاندان کے مشائخین نے باہمی مشورہ کر کے حضرت فتح اللہ شاہ صاحب قبلہ کے صاحبزادے حضرت خادم حسین شاہ صاحب کو جنکی عمر اُس وقت تین سال کی تھی سجادہ نشین مقرر کیا اب حضرت فتح اللہ شاہ صاحب قبلہ درگاہ شریف سے باہر سکونت پذیر ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ خدائے تعالےٰ آپ کو نیک توفیق دے۔ کہ انکی والدہ ماجدہ ان سے خوش ہو جائیں اب درگاہ شریف کے کاروبار یعنی عرس شریف کا انتظام حضرت عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی صاحبہ کی طرف سے ہوتا ہے اور حضرت محمد حسین شاہ صاحب جو حضرت عبداللہ شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اُن مہمانوں کی مہمان نوازی میں مصروف رہتے ہیں جو روزمرہ آنے جانے والے ہیں۔

حضرت غلام امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنگھانوی

آپ کی ولادت ناگور میں ہوئی آپ خاندان حضرت سلطان التارکین علیہ الرحمۃ

صوفی سے ہیں جب آپ عالم شعور میں آئے اور دل میں عبادت و ریاضت کا شوق پیدا ہوا تو آپ کو مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ سے

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم	توتیائے چشم سازم دم بدم
پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو	آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگ گلو سے اور اس پہ یہ بعد	اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

بالآخر آپ دہلی گئے اور وہاں شیخ الوقت قادریہ گھرانے سے بیعت حاصل کی اس کے بعد قصبہ سنگھانہ میں آئے اور اب جہانکہ آپ کی خانقاہ واقع ہے ٹھہر رہے آپ کی تاریخ وفات ۱۵ ذی الحجہ ہے چونکہ آپ لاولد فوت ہوئے تھے اس وجہ سے سجادہ نشینی کا سلسلہ آپ کے حقیقی بھائی کی اولاد میں جاری ہے۔ آپکا عرس شریف بڑی دہوم دھام سے شروع ۱۱ ذی الحجہ سے ہو کر ۱۴ ذی الحجہ کو ختم ہوا کرتا ہے اور زائرین کی سربراہی بہت خوبی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس وقت سجادہ نشین حضرت قبلہ کریم بخش شاہ صاحب موجود ہیں جو بہت ہی خوبیوں کے بزرگ اور صاحب اخلاق ہیں۔

حضرت امام علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپکی پیدائش قصبہ جھنجھنوں میں ہوئی اور یہی مقام آپکا آبائی وطن ہے آپ کے والد ماجد محمد مدار عالم صاحب حیدر آباد میں نواب سعد اللہ خاں قائم خانی کے اردو میں دو اسپہ سلحداری سے ملازم تھے جس وقت کا یہ ذکر ہے اس وقت نواب سعد اللہ خاں مر چکے تھے اور کوئی اولاد نرینہ نہونے کی وجہ سے ان کا کارخانہ نواب محمد خاں دلاور جنگ نواز جنگ بہادر کو مل چکا تھا محمد مدار عالم صاحب کی دونوں سلحداریاں بھی نواب محمد خاں قائم خانی کے علاقہ میں آگئیں تھیں جنکو نواب محمد خاں نے حضرت امام علی شاہ صاحب رح کے نام منتقل کر دی تھیں کچھہ دنوں امام علی شاہ صاحب رح ملازمت کرتے رہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ سلطان التارکین رح ناگوری سے ملتا ہے آپ کے ترک روزگار

کرنے کے واقعات یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ آپ کے نانا مقام ہندرگی میں رہا کرتے تھے جو ریاست حیدرآباد کے مضافات میں واقع ہے آپ رخصت لیکر انکی ملاقات کے لئے ہندرگی جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک بزرگ وقت سے ملاقات ہوئی چونکہ آپ کی طبیعت علم تصوف کی طرف مائل تھی ۵

حبل الورید سے بھی وہ نزدیک ہے تو کیا	آنکھیں نہیں تو کیا نظر آئے قریب سے

آپ نے اس مجاہد فی سبیل اللہ سے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ پر مباحثہ کیا شاہ صاحب رح نے اس راز کے پردہ کو اٹھا دیا جس سے امام علی شاہ صاحب رح کے دل و دماغ میں ذوق و شوق کی روشنی پھیل گئی اور اسی مقام سے واپس ہو کر ملازمت سے دست بردار ہو گئے ۵

آہن کہ بہ پارس آشنا شد	فی الفور صورت طلا شد

اس کے بعد حیدرآباد سے کہڑام چلے گئے اس غرض سے کہ خواجہ محمد سعید صاحب عرف سید میراں شاہ بھیک سے جو طریقہ چشتیہ او رصابریہ کے پیرو تھے بیعت حاصل کریں وہاں سے اپنے وطن جھنجھنوں میں آگئے آپکے فرزند امام الدین صاحب آپکی زندگی ہی میں ۱۲۸۰ھ میں وفات پا چکے تھے آپ پہلے پہل جب جھنجھنوں میں کھڑام علاقہ پٹیالہ سے آئے تو اب جس جگہ کہ آپ کی خانقاہ بنی ہوئی ہے رہنے لگے ۱۲۶۱ھ میں آپ کے کسی مرید نے اس مقام پر آپ کے قیام کے لئے ایک پختہ مکان بھی تیار کرایا تھا شب بیداری آپ کا دلچسپ مشغلہ تھا آپ کی حیات کا پیمانہ ۱۰ رمضان ۱۲۸۲ھ میں لبریز ہوا اور آپ اپنے فرزند کے قریب دفن ہوئے آپ کی وفات کے بعد آپ کے نبیرہ حضرت محمد غوث شاہ صاحب آپ کے جانشین ہوئے آپ بھی نہایت نیک اور ذی خلق تھے اور آپ نے اپنی عمر میں متعدد حج کئے ۵

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم	خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

آپ نے اپنے دادا کی خانقاہ کے قریب ایک پختہ کنواں مع حوض و چار منار

سنہ ۱۲۸۷ھ میں تیار کرائے جس کی تاریخ بخط ظفر گج میں حسب ذیل منقوش ہے ۔

شکر و احسان خالق داور	جس کی صفت میں ہیں سب یہ بحر و بر
کیا یک اس نے چشمۂ شیریں	خانقاہ حضور میں اظہر
چاہ زمزم کہوں و یا تسنیم	سل سبیل جناں روا ہے مگر
ہاتف غیب نے دی یہ آواز	کہدے اسے غوث ثانی کوثر (سنہ ۱۲۸۷ھ)

آپ نے سنہ ۱۳۰۱ھ میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی اور گنبد بھی بنوایا اشعار ذیل میں مسجد کا مادہ تاریخ خیر المساجد ہے ۔

محمد غوث مسجد کرد تعمیر	قریب خانقاہ جد ماجد
عنایت سال تعمیرش چوں خواہی	بگو فی الواقع ایں خیر المساجد

یہ مقام جھنجھنوں سے ذرا فاصلہ پر جنوب میں واقع ہے یہاں گنجان درخت اُگے ہوئے ہیں یہاں کا منظر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے آپ نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۷ھ روز پنجشنبہ جھنجھنوں میں وفات پائی آپ علم تصوف کے جید عالم تھے آپ کو عربی اور فارسی زبان دانی میں اچھا دخل تھا آپ بھاشا زبان میں بھی اچھے اشعار کہتے تھے اکثر آپ کے بھجن شیخاواٹی میں قوال گاتے ہیں آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف[۵] کی ہیں بلدہ حیدرآباد دکن میں جب آپ تشریف لے جاتے تھے تو ایک سال یا دو سال تک قیام رہتا تھا اکثر درویش آپ کی ملاقات کے لئے آتے اور علم تصوف میں آپ سے گفتگو کرتے تو ہاتھوں کو بوسے دیتے تھے آپ کے مرید نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ بہادر ثانی اور اکثر قائم خانی بھی تھے حیدرآباد میں بہت سے وکلاء اور ذی علم اشخاص نے آپ سے بیعت حاصل کی پونے میں آپ کے مرید کثرت سے ہیں اب آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خیر الدین احمد شاہ صاحب سجادہ نشین ہیں خیر الدین احمد شاہ صاحب بھی اچھے بزرگ درویش ہیں اور اپنے والد بزرگوار کی صحبت بہت زیادہ آپ نے پائی ہے حضرت محمد غوث شاہ

[۵] جلوۂ عشق، سراج الطالبین، شادی نامہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، سفرنامہ حج بیت اللہ منظوم غیر مطبوعہ ۱۲ منہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے بڑے سراج الدین صاحب خیرالدین احمد شاہ صاحب منیرالدین صاحب مولوی نورالحق صاحب۔

حضرت شاہ صاحب خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی سلیمانی جھنجھنوں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ حمیدالدین سلطان التارکین صوفی ناگوری علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے آپ کو حضرت غوث زماں خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سنگھڑوی سے بیعت سلسلہ چشتیہ میں حاصل تھی آپ زمانہ اوائل میں جھنجھنوں تشریف رکھتے تھے آپ کو حضرت قمرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدرجہ اتم اعتقاد تھا خود آپ کی قلم سے لکھے ہوئے اشعار اکثر ہندی زبان میں ہیں حضرت قمرالدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درگاہ کی مسجد کے اندر موجود ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت قمرالدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بڑی محبت تھی آپ نے ۹ ار رمضان المبارک ۱۲۸۷ھ میں وفات پائی آپ کی وصیت کے بموجب آپ کا جنازہ جھنجھنوں سے فتحپور لے جایا گیا اور مقام فتحپور میں آپ کا مزار بنا اور آپ کا عرس شریف ۱۶ر شوال کو ہوا کرتا ہے۔ آپ کی خانقاہ کے اندر عالی شان عمارات بنی ہوئی ہیں آپ کا روضہ شریف آپکے مریدوں نے تیار کرایا ہے آپ کے سجادہ نشین حضرت غلام سرور صاحب ہیں جو بہت ہی خوبیوں کے بزرگ ہیں حضرت محمد حاجی نجم الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات فخرالتواریخ میں من وعن درج ہیں جو حضرت کے صاحبزادے مولوی محمد رمضان صاحب نے ۱۹۱۴ء میں لکھکر طبع کرائی ہے اس لئے مجھے اسی مضمون پر اکتفا کرنا پڑا۔

حضرت ملا محمد شروانی رحمۃ اللہ علیہ جنکا مزار پر انوار موضع کیڈ میں ہے

آپ کا سلسلہ نسب گونتی[۵] کے پٹھانوں میں ملتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے آپ کے آبادا جداد کابل کی طرف سے آتے تھے گونتی کے

---

[۵] گونتی نارنول سے دس کوس مشرق میں بہرور کے قریب علاقہ الور میں واقع ہے ۱۲

افغان شروانی خاندان سے ہیں حضرت ملا محمد شاہ صاحب شروانی رحمتہ اللہ علیہ کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا دور دور تک موسم گرما میں گھوڑے لیکر چرانے کے لئے نکل جاتے تھے کاٹلی ندی کے کنارے پر ہمیشہ میدان سرسبز رہتا تھا آپ نے اپنا قیام کیڈ سے تھوڑے فاصلے پر کھنکڑ میں قرار دیا چند ہی روز کے اندر آپ کی بزرگی اور خدا پرستی کا آشکارا لوگوں پر ظاہر ہوگیا اور اطراف و اکناف سے لوگ آپ کے پاس جمع رہتے تھے اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے تھے آپ کی کشف و کرامات کے چرچے بہت زیادہ چلے آتے ہیں مگر اس میں کلام نہیں کہ آپ خدا پرست بزرگ تھے کاٹلی ندی کے کنارہ پر آپ کی درگاہ شریف وسیع پیمانہ پر بنی ہوئی ہے جسکے اندر بہت سی عمارتیں ہیں۔ درگاہ شریف کے دروازہ کے سامنے قبلہ رخ ایک عالی شان باؤلی ہے جو نواب مدن خاں المخاطب رستم دل خان بہادر قائم خانی نے تیار کرائی تھی بجید کوشش کے بعد بھی یہ پتہ نہ لگ سکا کہ آپ کا اس مقام پر آنا کونسی سنہ اور کس زمانہ میں ہوا یہ روایت خاص و عام میں چلی آتی ہے کہ نوابی زمانہ میں آپ یہاں پر تشریف فرما ہوئے تھے تقریباً آپ کی آمد کا زمانہ اس مقام پر تین سو سال کے قریب بتایا جاتا ہے آپ کے مزار پر جاروب کشی کے لئے بہت سے اشخاص موجود ہیں۔ اور وہ لوگ شیخ جی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ روزمرہ آپکی درگاہ شریف پر زائرین کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا مزار مقدس سیکر میں موجود ہے اور سلسلہ نسب سادات شگفانہ میں ملتا ہے آپ کو حضرت غلام محمد شاہ صاحب عرف مسکین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت خاندان نقشبندیہ اور چشتیہ میں حاصل تھی جن کا مزار مقدس گھاٹ دروازے جے پور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے آپ حضرت غلام محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء کبار میں سے ہیں آپ بزمانہ راؤ راجہ پرتاب سنگھ جی بہادر

والئی بیکر کے ہاں بصیغہ طبابت ملازم تھے آپ کا وصال بروز سہ شنبہ ۱۲۸۳ھ بوقت صبح صادق بعمر تر سٹھ سال ہوا آپ اپنے زمانہ کے بہترین بزرگ تھے آپ کے دو خلیفہ ہوئے محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ دوم کرامت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ نے آخر عمر شریف میں کرامت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ چھبیس سال تک حضرت کرامت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین رہے اور کرامت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ۱۳۰۹ھ میں یوم سہ شنبہ بوقت صبح بمقام سنگھانہ[1] رحلت فرمائی آپ بھی بہت ہی خدا پرست بزرگ تھے حضرت کرامت علی شاہ کی رحلت کے بعد حضرت اکبر علی شاہ صاحب آپ کے سجادہ نشین ہوئے آپ بھی اپنے خاندان کے بزرگوں کے قدم بقدم چل رہے ہیں اور درگاہ شریف کی ہر طرح سے نگرانی اور فاتحہ وغیرہ کا انتظام بخوبی کرتے ہیں۔

حضرت کلّن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کا مزار مقدس خاص راجدھانی کھیتڑی میں ہے بیحد کوشش کے بعد بھی یہ پتا نہ چل سکا کہ آپکا ورود اس مقام پر کس زمانہ میں ہوا تھا یہاں کے کہن سال اشخاص کا بیان ہے کہ آپ پنجاب کی طرف سے تشریف فرما ہوئے تھے اور یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ آپ کس طریقے کے پیرو تھے یہ ضرور ہے کہ آپ مجذوبانہ حالت میں رہتے تھے

یہ جہاں خدا نے پری خانہ بنایا	جس کو کیا سیانا اس کو دیوانہ بنایا

آپ کا انتقال ۱۲۶۰ھ میں ہوا آپ کے مزار پر اونچی کرسی دیکر گنبد بنایا گیا ہے آپ کے گنبد کے بازو مشرق رُخ قائم خانیوں کی قبور بھی ہیں۔ سعادت خاں رسالدار[2] کی قبر پختہ بھی وہیں پر ہے اور اچھی حالت میں ہے حضرت کے گنبد کے چار اطراف وسیع احاطہ کھنچا ہوا ہے جس کے اندر ایک مسجد اور ایک کنواں اور زنانے مردانے

[1] سنگھانے کے سادات بغداد شریف سے تشریف فرما ہوئے تھے ۱۲ منہ [2] سعادت خاں رسالدار داراب خانی موضع دہنوری کے رہنے والے تھے ۱۳۱۶ھ میں انتقال کیا ۱۲ منہ

مکانات بنے ہوئے ہیں درخت ہر قسم کے اُگے ہوئے ہیں گویا ایک باغیچہ ہے علاقہ کھیتڑی کے قائم خانی جو اپنے کاروبار کے لئے یہاں آتے ہیں وہ اسی تکیہ میں قیام کرتے ہیں اور ایک دو قائم خانی وہاں پر ہمیشہ رہتے بھی ہیں آپ کا گنبد اور احاطہ کے اندر جو کنواں ہے اور ایک دالان سمت ۱۹۰۶ مطابق ۱۸۵۰ء میں شہاب علیشاہ نے تیار کرائے تھے یہ شہاب علی شاہ قوم قائم خانی سے تھے اور حضرت کلن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا کرتے تھے شہاب علی شاہ[۱] بھی آخری عمر میں مجذوبیت میں رہتے تھے ان کا انتقال ۱۲۸۳ھ میں ہوا حضرت شہاب علی شاہ کا مزار جسرآسر[۲] میں زیارت گاہ خلائق ہے اور اولاد شہاب علی شاہ بھی جسراسر میں آباد ہے شہاب علی شاہ کی خدمت میں لال شاہ رہا کرتے تھے اور لال شاہ قوم کے مہاجن تھے جسرآسر کے رہنے والے تھے اور آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت لال شاہؒ کا انتقال کھیتڑی میں ہوا۔ انکی قبر حضرت کلن شاہؒ کے گنبد سے جانب مشرق موجود ہے اور درگاہ شریف کے مکانات میں سے ایک تبارہ وچھت دروازہ وگنبد کی مرمت و مسجد سمت ۱۹۶۵ ۱۹۰۸ء میں رحمت خاں جاگیردار کی سعی سے تیار ہوئے رحمت خاں[۳] نے ایک زمانہ تک ان مکانات وغیرہ کی حفاظت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ حضرت کلن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گنبد سے مشرق رخ قائم خانیوں کی قبور ہیں لال شاہ صاحبؒ کا مزار اونچے چبوترے پر بنایا گیا ہے۔ اسی چبوترے پر لال شاہ صاحبؒ کے مزار سے مشرق کی طرف سعادت خاں رسالدار کی قبر ہے یہ دونوں قبور پختہ اور اچھی حالت میں ہیں۔ تین قبور چبوترے کے قریب اور نظر آتی ہیں وہ خام ہیں۔ اس میں سے ایک قبر پیرو خاں حمید خانی کی ہے جو ساکن بامنواس تھے اور دوسری قبر اسد علی خاں حمید خانی کی ہے جو بہر خاں کے پاس کے رہنے والے تھے۔ اور تیسری قبر اسمٰعیل خاں جبوان کی ہے یہ موضع بھائی واس کے باشندہ تھے۔

---

[۱] شہاب علی شاہ گروہ اسمٰعیل خانی سے تھے ۱۲ منہ [۲] جسرآسر علاقہ بیکانیر میں واقع ہے ۱۲ منہ [۳] رحمت خاں گروہ ایلمان سے تھے موضع گھسیڈہ کے باشندے تھے ۱۳۴۵ھ میں انتقال کیا مقام گھسیڈہ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

شنبھو خاں مجاہد خانی

شنبھو خاں مجاہد خانی کا مولد شیخ سر علاقہ شیخاواٹی ہے یہ ۱۲۱۱ھ سمت ۱۸۵۳ میں پیدا ہوئے یہ نہایت نیک اور مخیر شخص تھے بزرگان دین سے خاص عقیدت رکھتے تھے حضرت قمرالدین شاہؒ جو اسی قوم سے ایک برگزیدہ بزرگ ہو گذرے ہیں انکے یہ دل وجان سے معتقد تھے زمانہ اوائل انکا بہت ہی ناموافق گذرا اور اسکے ہاتھوں مبتلائے افکار رہے چونکہ شنبھو خاں کو حضرت قمرالدین شاہؒ سے بدرجہ کمال اعتقاد تھا اس لئے آپکی خدمت گذاری کو فرض اولین خیال کرتے تھے ؎

مثل پروانہ نہیں کچھ زر و مال اپنے پاس	ہم فقط تم پہ فدا کرنے کو جان رکھتے ہیں

ولی اللہ کی اس خوش اعتقادی اور خدمت گذاری سے نتیجہ یہ نکلا کہ شنبھو خاں نے نہ تو کہیں بیرون ملک کا سفر برداشت کیا۔ بلکہ اسی خطۂ شیخاواٹی میں رہ کر عروج حاصل کیا اور دنیوی آرزوئیں پوری ہوگئیں اس نیک نیت اور خداپرست بزرگ نے بنی نوع انسان کی تکالیف کے رفع کرنے میں حتی الامکان زر و مال سے مدد کی اور بہت سا روپیہ صرف کرکے بہترین مثالیں قائم کیں انکی ترقی کے واقعات یہ ہیں کہ ۱۸۳۳ء میں سلہدی کے راجپوتوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا اور انکے شیرانہ حملات اور دستبرد سے تمام علاقہ متزلزل تھا اگرچہ والئ جیپور نے اس بدامنی کو فرو کرنے میں جملہ اقسام کی تدابیر سے کام لیا فوج بھیجی اور ہر طرح سے سختی کی لیکن انھوں نے جےپور کی فوج سے بھی مقابلہ کیا اور اکثر موقعوں میں ان پر شب خون مار کر نقصان پہنچایا غرض یہ دن بدن اس پیشہ غارتگری کو مضبوط کرنے لگے اور علاقہ انگریزی میں بھی دھاوے مارنے لگے وہاں بھی انکے دھاوؤں سے رعایا میں شور و غوغہ مچگیا اور ہر شخص انکے واقعات سنکر کانپ جاتا تھا ہر حال ہر جگہ انکی دھاک بیٹھ گئی تھی اور والئ جےپور کو انکے اس ظالمانہ رجحان کے کم کرنے میں کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی تھی انکی اس حالت یعنی مار دھاڑ کی کیفیت نے سرکار انگریزی کو اس طرف متوجہ کیا کہ لارڈ لیک صاحب بہادر کا دورہ بھی سمت ۱۸۹۱ مطابق ۱۸۳۴ء میں اس ملک میں ہوا صاحب بہادر نے بہت سے انکے پناہ گزیں ہونے کی گڑھیوں وغیرہ کو مسمار کرادیا اور دارو گیر کے احکام جاری کئے نیز اس ہنگامہ خیزی کے فرو کرنے میں خاص دلچسپی لی اسوقت شنبھو خاں بھی

اکثر ٹھکانوں کی طرف سے معتمد ہو کر صاحب بہادر کے ساتھ رہے آخر میجر فاسٹر کی سرکردگی
میں ایک فوج کثیر دیگر شیخاواٹی میں بھیجی اور اس فوج کی تنخواہ کا بار ریاست جے پور پر ڈالا گیا فاسٹر نے
اپنی چھاؤنی کا مستقر جھنجھنوں[ف] قرار دیا جو شیخاواٹی کے وسط میں واقع ہے اور اس مقام سے فاسٹر نے
ساہدی والوں کا تعاقب شروع کیا جہاں اور جس مقام پر چوڑا کو ملاتہ تیغ کیا گیا بہتیروں کو جیل خانوں
میں ڈالا بہر حال انکا کافی طور پر انسداد کیا گیا اور بیدامنی فرو ہو گئی یہ وہ زمانہ ہے کہ شنبھو خاں کا
بخت خفتہ بیدار ہوتا ہے یعنی جبکہ پہلے پہل فاسٹر نے سر زمین شیخاواٹی میں قدم رکھا تو شنبھو خاں
ٹھکانہ ڈولگڈھ و منڈاوہ کی طرف سے وکیل مقرر کئے گئے اور فاسٹر کے پاس رہنے کا حکم ہوا تاکہ وہ
ان ٹھکانوں کے متعلقہ امور میں ذمہ داری و جوابدہی کر سکیں شنبھو خاں فاسٹر کے ہمراہ رہنے لگے
اور اپنے فرائض وکالت کو خوش اسلوبی سے انجام دینے لگے اگرچہ فاسٹر کے ساتھ دوسرے ٹھکانوں
کے متعدد وکلا بھی اپنے فرض منصبی کی انجام دہی کے لئے رہا کرتے تھے لیکن خوش قسمتی سے
شنبھو خاں کا طرز عمل فاسٹر کو زیادہ پسند آگیا رفتہ رفتہ شنبھو خاں اپنی کوشش ولیاقت و صائب رائی ہونے
کی بدولت فاسٹر کے خاص مشیر و معتمد ہو گئے اور ان کو ہر موقع پر عاقلانہ مشورہ دیا کرتے تھے نیز
اکثر معاملات کی انجام دہی بھی شنبھو خاں کے سپرد تھی فاسٹر کی اس غیر معمولی مہربانی نے انہیں دوسرے
روسا کی نظروں میں با اثر بنا دیا تھا اور ہر رئیس مشکل اور اہم امور کا تصفیہ شنبھو خاں کے ذریعہ فاسٹر
سے کراتا تھا کیونکہ فاسٹر کو سرکار کی طرف سے شیخاواٹی کی تمام ریاستوں پر بڑا اقتدار دیا گیا تھا اس
لئے تمام روسا فاسٹر سے مرعوب تھے اور ان رئیسوں کو بھی شنبھو خاں سے ہر طرح کا اطمینان تھا
اسی وجہ سے وہ اکثر ٹھکانوں کی طرف سے وکالت کرتے تھے انہی باہمی تعلقات نے انہیں ترقی کے
زینہ پر چڑھا دیا تھا لیکن باوجود اسکے شنبھو خاں نہایت حلیم الطبع بنے رہے اور امن عام کے حامی رہے
نیز رفاہ عام کے کاموں میں ہزاروں روپیہ صرف کیا چنانچہ حضرت قمر الدین شاہ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ
کا دروازہ کلاں سنہ ۱۹۱۰ م سنہ ۱۸۹۱ء میں تیار کرایا اور حضرت کے مزار پر گنبد بھی شنبھو خاں کا

ف اس مقام پر فاسٹر نے ایک صدر بازار بنوایا جسکو فاسٹر گنج کہتے ہیں اور جھنجھنوں کے شمال میں ایک سیج میدان ہے جس میں کچھ درخت
کھڑے ہوئے ہیں انکو عوام بیل سنگ کی چھاؤنی کہتے ہیں یہ فاسٹر کا ہی دلچسپ میدان ہے جہاں پر اسکی جنگی فوج قواعد وغیرہ
کیا کرتی تھی شمس تالاب سے متصل شمال کی جانب جو مندر ہے اسکی مغربی دیوار پر ایک کتبہ کندہ ہے جس پر یہ عبارت درج ہے
میجر فاسٹر کا فوج شیخاواٹی معہ پنج پاند سنہ ۱۸۴۰ء م سنہ ۱۲۵۶ھ ۱۲ منہ

بنوایا ہوا ہے اور ایک وسیع والان مع باورچی خانہ کے ان ہی کا تیار شدہ ہے نیز میران مبارک شہیدؒ کے مزار پر گنبد بھی انہیں کی حسن عقیدت کی وجہ سے تعمیر ہوا اور ایک سرائے جھنجھنوں میں سنہ ۱۲۶۴ھ میں بنوائی جس پر یہ کتبہ کندہ ہے ۔

شنبھو بنا کرد بنائے مکاں	بجہت فیروز امیر و غریب
خرد گفت تاریخ ترتیب آں	بنا گشت مہماں سرائے عجیب

اور مسجد جو متصل سرائے واقع ہے اس پر یہ عبارت تحریر ہے۔ مسجد سرائے شنبھو خاں عنداللہ ماجوراً و مشکوراً تاریخ دوم ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ روز پنجشنبہ اسلام پور میں حضرت ارادت اللہ شاہؒ کا گنبد بھی تعمیر کروایا اور بگڑ میں حضرت عزت اللہ شاہؒ کا گنبد بھی ان ہی کے حسن عقیدت کا ثمرہ ہے شنبھو خاں کو انکی حسن خدمت کے صلے میں بطور معافی جو کنوئیں اور زمینیں ملی تھیں ان میں سے ایک کنواں خانقاہ نزہڑ کے تحت وقف کیا گیا جو نزہڑ میں واقع ہے دو کنوئیں حضرت عزت اللہ شاہؒ کی خانقاہ کے نیچے وقف کئے ان میں سے ایک خاص قصبہ بگڑ میں درگاہ اور آبادی کے مابین ہے اور دوسرا موضع مہاگر میں موجود ہے اور ایک تیسرا کنواں جو مہاگر میں واقع ہے حضرت ارادت اللہ شاہؒ کی درگاہ کے تحت وقف کیا علاوہ اسکے اپنے مسکن شیخ سر میں ایک حویلی سمت ۱۹۰۵م ۱۸۴۹ء میں بنوائی اور ایک کنواں یہیں پر سمت ۱۹۱۲م ۱۸۵۵ء میں تیار کرایا نیز ایک مسجد بھی تعمیر کرائی شنبھو خاں کو سمت ۱۸۹۳م ۱۸۳۶ء میں موضع شیخ سر سرداران نولگڈھ کی طرف سے بطریق جاگیر دیا گیا تھا اور انکے انتقال کے بعد بھی سمت ۱۹۴۹م ۱۸۹۲ء تک انکے خاندان کے قبضہ میں رہا۔ بعد ازاں زمانے کے انقلاب کی وجہ سے شیخ سر خالصہ ہو گیا شنبھو خاں نے اپنی موجودگی میں تقریباً پندرہ سو بیگہ زمین مویشیوں کے آرام کیلئے شیخ سر کی سیوار میں چھوڑی تھی جس میں تین جوہڑ خام اور ایک پختہ بجانب جنوب مع گئو گھاٹ تیار کرایا تھا جو ابتک موجود ہے اور ایک جوہڑ خام اسی موضع کی سیوار میں ناندگاؤں کی سیوار کے قریب تقریباً مع دو سو بیگہ زمین مویشیوں کے لئے چھوڑی اس میں بھی ایک خام جوہڑ موجود ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اسکو جوہڑ شنبھان کہتے ہیں جب یہ موضع خالصہ کر لیا گیا تو سرداران نولگڈھ نے اس نیک کام کو جائز سمجھکر قائم رکھا یہ بھی ایک شنبھو خاں کی زندہ یادگار ہے ٹھکانہ منڈاوہ میں بھی شنبھو خاں نے ایک حویلی اور کنواں سمت ۱۹۱۲م ۱۸۵۶ء میں تعمیر کرایا نیز ایک حویلی اور کنواں نولگڈھ میں بھی اسی عرصہ میں

ہوا یا بہرحال یہ انکی زندہ یادگاریں عرصہ دراز تک صفحۂ ہستی پر قائم رہینگی بیشک کسی نے سچ کہا ہے

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا	پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

قائم خانیوں کی ریاستوں اور راجدھانیوں پر زوال وارد ہونیکے بعد سے اس قوم میں ایسی مخیر ہستی پیدا نہیں ہوئی البتہ دکن میں اکثر اولوالعزم گئے اور ترقیاں پائیں مگر اس خطہ شیخاواٹی میں یہی پہلے شخص ہیں جو اس مرتبہ پر پہونچے جو کچھ انکے حالات تحریر کئے گئے ہیں وہ کم ہیں بہت سی باتیں پردہ خفا میں رہ گئیں ہیں شبھو خاں نے اپنی قوم کے ساتھ بہت سلوک کیا اور ہر آرزومند شخص کی آرزو حتی الوسع پوری کی انھوں نے اپنی دوران زندگی میں جو کچھ خیرات کی اس کا اندازہ تو ہم نہیں کرسکتے لیکن جو انکی یادگاریں ہیں وہ اس قابل ہیں کہ انکو دیکھکر ہر شخص کو عاقبت کا سبق سیکھنا چاہئے اس قوم قائمخانی میں کئی نزاعیں آپس کی ایسی تھیں جس سے قوم کو بیحد نقصان پہنچ رہا تھا انکے مٹانے میں بھی اس نیک نہاد شخص نے سعی بلیغ کی اور حتی المقدور اس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی آخرکار اس نیک ہستی نے سنہ ۱۳۰۷ھ میں انتقال کیا اور اپنے مسکن شیخ سر میں دفن ہوئے انکی پختہ قبر یہاں پر موجود ہے ذیل میں چند چٹھیوں کی نقل کیجاتی ہے جو شبھوں کو وقتاً فوقتاً فاسٹر وغیرہ کی جانب سے عطا ہوئیں۔

(۱) میں یہ سرٹیفکیٹ دیتا ہوا اظہار خوشی کرتا ہوں کہ شبھو خاں وکیل نے بارہ سال تک راج کھیتڑی کی طرف سے نہایت ہوشیاری سے وکالت کی لہذا میں خوشی سے یہ سند دیتا ہوں فقط تاریخ ۲۳ نومبر سنہ ۱۸۶۹ء میجر فاسٹر

(۲) یہ سند شبھو خاں کو دینے کیلئے میں خوش ہوں اس لئے کہ وہ جھنجھنوں میں وکالت کرتے ہیں اور ایک عزت دار آدمی ہیں سنہ ۱۸۴۱ء کیمبیچر۔

(۳) میں سرٹیفکیٹ دیتا ہوں کہ شبھو خاں گیارہ سال سے وکالت کا کام کر رہے ہیں میں ہمیشہ انکی کارگذاری پر بھروسہ کرتا ہوں ۱۲ دسمبر سنہ ۱۸۴۵ء میجر فاسٹر۔

(۴) میں بہت خوشی سے یہ سند شبھو خاں وکیل کو دیتا ہوں جنھوں نے بارہ سال تک وکالت زور آور سنگھ جی کے پانیکی کی شیخاواٹی میں یہ شخص نہایت نیک اور عزت دار ہیں تاریخ ۱۳ جون سنہ ۱۸۶۷ء ڈبلیو وی۔

شبھو خاں کے فرزند سردار خاں و کریم خاں نے مہاراجہ جودھپور کے یہاں پہنچ کر ملازمت کی اور مع تلسو گھوڑوں کے رسالداریوں سے مامور ہوئے چونکہ شبھو خاں کا رسوخ مہاراجہ جودھپور تک بھی تھا اس لحاظ سے انکے فرزندوں پر یہ عنایت ہوئی۔